۷۸۶

"ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی الحجتہ اصدق من ابی ذر"

گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؑ، صدقِ بوذر، فقرِ سلمانی

(اقبال)

الغفاری

یعنی

صحابی رسولؐ حضرت ابوذرِ غفاری کے صحیح سوانح حیات

مؤلفہ

مورخ یگانہ حضرت فخر العلماء عالی جناب مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی
واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ، ناظم اعلیٰ آل پاکستان مجلس علماء، خطیب جامع امامیہ
(پشاور)

ناشر:- مکتبہ امامیہ اردو بازار - لاہور

صدیق اینڈ کمپنی
تاجران کتب
دروازہ

DATA ENTERED

ہماری دیگر مطبوعات

قرآن مجید مترجمہ مولانا فرمان علی
صحیفۂ کاملہ
متعہ اور اسلام
کربلا کی شیر دل خاتون
خلافت و امامت
قبہ و قبور
اسوہ حسینی
زندگی کا حکیمانہ تصور
حضرت امام حسین شہید
اعجاز التنزیل
اثبات پردہ
اہل سنت اور خلافت معاویہ و یزید
تاریخ اسلام حصہ اول

منہاج الصالحین
مجالس الشیعہ
رہنمایان اسلام
شہید اعظم
فتح مبین
تاریخ حسن مجتبیٰ
الغفاری
خزینۃ المجالس
محمد بن ابی بکر
ہابیل و قابیل
دینیات (پانچ حصص)
فکر انیس

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس حقیر تالیف "الغفاری" کو فخر کائنات باعث
ایجاد عالم حضرت پیغمبر اسلام جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون اور منسوب کرتا ہوں

خاک در شہزادۂ آل محمد نجم الحسن

Marfat.com

بار اول :- ایک ہزار
تاریخ اشاعت :- اکتوبر ۱۹۶۳ء
کتابت :- خالد محمود
سرورق :- انصاری
طباعت :- نامی پریس لاہور
قیمت :- پانچ روپیہ پچاس پیسے
ناشر :- مکتبہ امامیہ
لاہور ۲

Marfat.com

ترتیب

عرضِ ناشر ۹

سرلفظ ۱۱

حضرت ابوذر ۱۳

حضرت ابوذر کی مکہ سے واپسی ۵۰

حضرت ابوذر میدانِ تبلیغ میں ۵۴

سردارِ قبیلہ کی طرف سے حضرت ابوذر کی طلبی ۷۰

حضرت ابوذر عسفان میں ۷۹

ہجرت اور انتظارِ ہجرت ۸۶

ہجرت ابوذر مسجد نبویؐ میں ۹۳

جنگ تبوک اور حضرت ابوذر ۹۸

حضرت ابوذر کی روحانی عظمت ۱۰۴

حضرت ابوذر کی اسلامی زندگی اور ان کے اخلاق و عادات ۱۰۸

حضرت ابوذر کے فضائل و محامد ۱۴۲

حضرت ابوذر سے حضرت سرورِ کائنات ﷺ کے ناصحانہ ارشادات ۱۵۹

حضرت ابوذر کے آئندہ حالات سے متعلق حضرت رسول کریمؐ کی پیشین گوئی ۱۷۳

حضرت ابوذر کے ایمان افروز مواعظ ۱۷۵

مرویات حضرت ابوذر ۱۸۱

Marfat.com

واقعہ غدیر حادثہ وفات رسول اکرمؐ اور حضرت ابوذر	۱۹۶
حضرت ابوذر عہد حضرت ابوبکر میں	۲۲۲
حضرت ابوذر عہد حضرت عثمان میں	۲۲۸
استقرار خلافت کے بعد حضرت عثمان کا رویہ، طرز عمل اور طریقۂ حکمرانی	۲۳۶
حضرت ابوذر کی شام کی طرف پہلی جلاوطنی	۲۵۰
حضرت ابوذر کی تبلیغی سرگرمیوں کا عبداللہ ابن سبا کی طرف انتساب	۲۷۵
حضرت ابوذر کا شام سے جبل عامل کی طرف اخراج	۲۸۶
حضرت ابوذر کی مدینہ منورہ میں رسیدگی	۲۹۹
مارکسی اشتراکیت اور اسلامی اشتراکیت کی وضاحت	۳۲۵
حضرت عثمان کا بے شمار قرآن جلوانا	۳۸۳
مدینہ سے ربذہ کو جلاوطنی	۳۸۸
ربذہ کو روانگی	۳۹۶
مقام ربذہ کا تعارف	۴۰۶
حضرت ابوذر کی وفات حسرت آیات	۴۲۳
حضرت ابوذر کی وفات کے بعد	۴۳۲
فہرست ماخذ	۴۵۷

Marfat.com

عرضِ ناشر

ہماری ایک اور بیش بہا پیش کش "الغفاری" آپ کے پیشِ نظر ہے جو حضرت فخر العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب کراروی مدظلہ العالی کے محققانہ افکار اور مخلصانہ محنت شاقہ کا نتیجہ ہے، ہم اس بلند پایہ تالیف کو پیش کرنے میں فخر محسوس کر رہے ہیں، کیونکہ یہ تالیف ریسرچ اور تحقیق کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اور اگر ہم اس شاہکار کو حضرت ابوذر غفاریؓ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق کثیر معلومات کا خزانہ عامرہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا؛

حضرت ابوذر غفاری اربعہ نجیبہ یعنی ان چار بلند کردار صحابیوں میں سے ایک ہیں جن کا بہ ارشادِ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل جنت اور جنت کو اشتیاق تھا حضرت ابوذر غفاری کے چند امتیازات یہ ہیں

۱۔ عہد جاہلیت میں بھی یہ ذہین وطباع شخصیت موحد تھی ان کا سینہ نور توحید سے منور تھا۔ ان کا قلب کبھی شرک یا بت پرستی سے ملوث نہیں ہوا؛

۲۔ اُس تاریک دورِ جاہلیت میں بھی ان میں ایک انسان کامل کے صفات موجود تھے؛

۳۔ انہوں نے اسلامی معاشرہ میں طبقات بندی پر احتجاج اپنا وظیفۂ حیات قرار دیا تھا۔

۴۔ انہوں نے سرمایہ داری کے ملک وملت پر مضر اثرات کو دور کرنے کے لئے جدوجہد فرمائی

۵۔ انہوں نے تعیشات کے خلاف ہمیشہ صدائے احتجاج بلند فرمائی؛

۶۔ انہیں بڑی سے بڑی طاقت بھی احکام شرعیہ کی نشر واشاعت سے روک نہ سکی؛

۷۔ یہ ان چار بلند پایہ ہستیوں میں سے ایک تھے کہ جن کا زمانہ رسالتؐ میں ہی لفظ "شیعہ" سے ممتاز ہونا مسلّم اول ومشہور تھا (الزینت للعلامہ ابی حاتم وروح القرآن ص۱۹۹)

۸۔ یہ ان سترہ ممتاز صحابیوں میں سے ہیں جو جناب امیرؑ سے ایک امتیازی علاقہ رکھتے تھے

۹۔ روایات سیر سے ظاہر ہے کہ حضرت سلمان کے بعد حضرت ابوذر تمام صحابہ سے افضل تھے (حیاۃ القلوب جلد ۲ ص۵۴۲)

۱۰۔ ان کی جو زندگی جفاکشانہ زندگی تھی، انہوں نے صحرا ربذہ میں جس شان سے زندگی بسر

کی وہ مصیبت زدہ انسانوں کے لئے بہترین شاہراہ عزم و استقلال ہے۔

عصر حاضر میں بابائے ملت قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ کے تدبر، شیعہ سنی اتحاد اور شیعہ سنی کی متحدہ جدوجہد سے ہم مسلمانوں کو ایک ایسی خداداد سرزمین پاکستان مل گئی ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ میں ہم منازل ارتقا طے کر رہے ہیں۔ اس موہبت عظمیٰ کے غلط استعمال سے پاکستان میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کا نشوو ارتقاء پا رہا ہے اور معاشرہ میں طبقات بندی کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ اس خرابی کے ازالہ کے لئے حضرت ابوذر غفاری کی سیرت طیبہ کی نشر و اشاعت کی پاکستان میں سخت ضرورت تھی۔ للہ الحمد کہ اس ضرورت کو امامیہ مشن پاکستان باحسن وجوہ پورا کر رہا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت ابوذرؓ کے اقوال اور ان کی عملی زندگی ہمارے معاشرہ کی بہت سی خرابیوں کو دور کر سکتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے دولت کو مفاد ملک و ملت پر صرف کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور اسلامی نظریہ کماؤ اور صرف کرو کی پاکستانی اذہان میں تخلیق ہو گی اور دولت کی مساویانہ تقسیم کا وجدان پیدا ہو جائے گا جو ہمارے محبوب رہنما قائد اعظم اور موجودہ حکومت کا نصب العین ہے اس مقدس صحابی کے اقوال و افعال مخرب ملک و ملت تعیشات کے زہر کے لئے تریاق کا حکم رکھتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم اس حیات طیبہ کے نیک اثرات سے متاثر ہو کر اپنی بڑھتی ہوئی دولت کو ملک و ملت کے مفاد و ترقی پر صرف کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی جرأت و جسارت عطا فرمائے کہ ہم معاشرہ کی اصلاح کے لئے حق گوئی اور نشر و اشاعت احکام شرعیہ میں ذرا سی جھجک بھی محسوس نہ کریں، اللہ ہمیں ملک کی سالمیت، ملک کے دفاع اور ملک کی تعمیر کے لئے متحدہ جدوجہد کی توفیق دے اور ہم اس سلسلہ میں جفاکشانہ زندگی اور مصائب کے تحمل میں حضرت ابوذرؓ کے نقش قدم پر گامزن ہو کر ملک و ملت کی خدمت انجام دے سکیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اس خدمت سے ملک میں کوئی معاشی اصلاح بروئے کار آئی تو ہماری یہ محنت بار آور ہو گی۔

سرلوح

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوذر علیہ الرحمۃ کی عظیم شخصیت ایسی نہ تھی کہ اہل قلم پوری توجہ کے ساتھ آن کے حالات لکھنے سے صرف نظر کرتے لیکن افسوس آج تک کوئی ایسی سوانح عمری نہیں لکھی گئی جس سے اس عظیم تاریخی شخصیت کے صحیح خدوخال واضح ہو سکتے۔

آپ کی سوانح عمری جس نے لکھی "یوں ہی سی لکھی" اور اس میں بھی بعض نے یہ کمال کیا، کہ آپ کے تاریخ وجود کے نقش و نگار کو خلیفہ وقت کی محبت میں ہلکا بنانے کی کوشش کی، کبھی انہیں مجذوب کہا، کبھی انہیں بڑھاپے کے حوالہ سے ضعیف العقل بتایا، اور عہد حاضر کے لوگوں نے تو یہ ستم ظریفی کی انہیں مارکسی اشتراکیت سے متہم کر دیا۔

اس وقت میرے پیش نظر علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری کی "الاشتراکی الزاہد" (عربی) اور عبدالصمد صارم ازہری کا ترجمہ "حضرت ابوذر غفاری" (اردو) اور علامہ عبداللہ السبیتی، کی "ابوذر الغفاری" (عربی) اور علامہ مناظر احسن گیلانی کی "حضرت ابوذر غفاری" (اردو) ہے، یہ کتابیں بلاشبہ آن کے صحیح اور مکمل سوانح حیات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ میری نظر سے علامہ ابو منصور ظفر بن حمدون بادرائی کی کتاب "ابوذر" جو علامہ شیخ طوسی متوفی ۴۶۰ھ کے مطالعہ میں تھی اور علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ متوفی ۳۸۱ھ کی کتاب "ابوذر" نہیں گذری، ورنہ میں آن سے بھی استفادہ کرتا۔ مجھے اہل قلم کی مذکورہ کوتاہی سے اسی طرح دکھ تھا جس طرح حضرت عباس علمدار کربلا اور حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے صحیح حالات نہ لکھے جانے سے تھا جس کی بنا پر میں نے "ذکر العباس" اور "مختار آل محمد" تالیف کی۔

میں چاہتا تھا کہ حضرت ابوذر کے حالات قلم بند کرنے کے لئے قلم اٹھاؤں لیکن "تلخیص ترجمہ اصول کافی" اور "ترجمہ احتجاج طبرسی" میں مشغولیت اور فرائض منصبی کی وجہ سے عدیم الفرصتی مانع ہو جاتی تھی اور میرے جذبات دل ہی میں کروٹ لے کر رہ جاتے تھے۔ میں اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ فخر ملت عالی جناب سید ابرار حسین صاحب جعفری جنرل سکریٹری امامیہ مشن کا ایک گرامی نامہ موصول ہو گیا جس میں موصوف نے مجھے حضرت ابوذر کی سوانح عمری لکھنے کی طرف متوجہ

Marfat.com

کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا تھا کہ میں اسے تحریر میں اولیت کا درجہ دوں۔ میں نے آپ کے ارشاد کو تسلیم کر کے قلم اٹھا لیا۔

خدا کا شکر ہے کہ میں نے ایک سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد عدیم الفرصتی کے باوجود اس کی تکمیل کر لی ہے۔ میں نے اس سوانح عمری کا نام "الغفاری" رکھا ہے کیونکہ مجھے اس نام میں ندرت اور جدت محسوس ہوتی ہے۔

"الغفاری" کی تالیف میں، واقعات کی صحت اور ان کے استناد کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس امر کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ممدوح کے صحیح تاریخی خدوخال انظار عام کے سامنے آسکیں اس میں کسی جنبہ داری اور تعصب کو دخل نہیں قرار دیا گیا حوالہ جات میں اپنی وسعت نظر کے مطابق وہ تمام کتابیں استعمال کی ہیں جن میں حضرت ابوذر کے حالات تھے قطع نظر اس سے کہ وہ کس فرقہ کی ہیں؛

اس میں بعض اہم پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اشتراکیت، واقعات جلاوطنی اور مدت عمر وغیرہ پر خاص توجہ دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت ابوذر پر مصائب کی یورش کیوں ہوئی اور انہوں نے نہایت بے جگری سے انہیں کیوں برداشت کیا اور کبھی شکوۂ بیداد کیوں نہیں فرمایا۔

باور کرنا چاہیئے کہ حضرت رسول کریمؐ کے اس مقدس صحابی نے کبھی لذت غم کو عارضی خوشی کے ہاتھوں فروخت نہیں کرنا چاہا۔ اُن کے فطری جذبات اور ایمانی خواہشات نوک دار پر بھی تبلیغ حق کے لئے بے چین تھے، اُن کا عزم و استقلال پکار رہا تھا ؎

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے — آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

چار دن کی زندگی ہر حال میں کٹ جائیگی — ہم خوشی کی بھیک کیوں مانگیں ستم ایجاد سے

میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابوذرؓ کے حالات میں نے مکمل لکھ دیئے ہیں لیکن اس کا امکان سمجھتا ہوں کہ شاید اہل نظر کی نگاہ میں اسے حضرت ابوذرؓ کی جملہ سوانح عمریوں پر فوقیت حاصل ہو۔ والسلام

سید نجم الحسن کراروی

پشاور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

باب ۱

احمد لاھلہ و الصلوٰۃ علی اھلھا

حضرت ابوذر الغفاری علیہ الرحمتہ

آساں نہیں ہر عبد کا حیدر ہونا — سلمان اور مقداد و قنبر ہونا

دولت کے سہارے سے بڑھے لاکھ کوئی — زردار کا مشکل ہے ابوذر ہونا

(نجم کراروی)

(مؤلف)

حضرت ابوذرؓ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ان بلند کردار تقدس مآب اور حریت نواز اصحاب میں تھے جن کا اشتیاق بفحوای ارشاد رسول کریم جنت اور (اہل جنت) کو تھا۔ (بحار الانوار) اور جو فیض صحبت سے ایسے فلک وقار بن گئے تھے کہ جن کے قصر فضیلت کو پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا اور میرے نزدیک ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا، کیونکہ حضرت رسول کریمؐ کی صحبت بے معنی نہیں ہو سکتی تھی۔ پھولوں میں رہ کر وہ مٹی جو نرم ہو" پتھر کے مانند سخت نہ ہو" خوشبو سے پورے طور پر بس جاتی ہے تو پھر صحبت حضرت رسول کریمؐ کیونکر نہ اثر کرتی۔ حضرت ابوذر نے صحیح معنوں میں صحبت کا اثر لیا جو بر قابلہ نے صلاحیت کا مظاہرہ کیا اور ان کے رگ و پے میں ایمان بس گیا اور اس استحکام کے ساتھ جاگزین ہوا کہ تا بحیات جلوہ گر رہا جس نے انہیں صحابیت کی صحیح منزل پر فائز کر دیا۔

Marfat.com

صحابی کی تعریف

شہید ثالث علامہ نوراللہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں۔ بدانکہ صحابی بنا بر اظہر اقوال آں است کہ ملاقات نمودہ باشد باپیغمبر در حالتیکہ باو ایمان آوردہ باشد و باسلام مردہ باشد" صحابی اظہر اقوال کی بنا پر اس کو کہتے ہیں۔ جس نے حالت ایمان میں حضرت رسول کریمؐ سے ملاقات کی ہو، اور مسلمان ہی فوت ہوا ہو (مجالس المومنین ص۶۶)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں رسول کریمؐ سے ملاقات کے بعد عہد رسولؐ یا بعد عہد رسولؐ ایمان ہی کی حالت میں فوت ہوا ہو صحابی بس وہی کہلائے گا یعنی جس کا خاتمہ بالخیر نہ ہوگا وہ صحابیت کی دنیوی و اخروی مراعات سے محروم ہوگا۔ محدث دہلوی شاہ ولی اللہ بحوالہ غدیر خم بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک لاکھ پچیس ہزار اصحاب تھے (ازالۃ الخفاج ا ص۱۵۲) علامہ طریحی کا ارشاد ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار اصحاب راوی حدیث تھے (مجمع البحرین ص۱۲۷) جن میں بروایت علم الہدیٰ بحوالہ ابن قتیبہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اور ان کے سترہ ہمراہیوں کو امتیاز حاصل تھا۔ وہ سترہ اصحاب یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوذر (۲) سلمان فارسی (۳) عمار یاسر (۴) مقداد بن اسود (۵) خالد بن سعید (۶) بریدہ اسلمی (۷) ابی بن کعب (۸) خذیمہ بن ثابت (۹) سہل بن حنیف (۱۰) عثمان بن حنیف (۱۱) ابوایوب انصاری (۱۲) حذیفہ بن یمان (۱۳) سعد بن یمان (۱۴) قیس ابن سعد (۱۵) عبداللہ ابن عباس (۱۶) عباس بن عبدالمطلب (۱۷) ابوالہیثم بن تیہان (تبصرۃ العوام برحاشیہ کتاب معارف الملۃ الناجیۃ والناریہ ص۴۲ طبع لاہور ۱۲۹۶ھ)

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسین آل کاشف الغطاء نے اس سلسلہ میں تین سو افراد کا حوالہ دیا ہے (اصل و اصول شیعہ ص۹) علامہ نوری لکھتے ہیں کہ ان میں سلمان

فارسی۔ ابوذر۔ مقداد۔ عمار۔ ابوساسان۔ حذیفہ۔ ابوعمرہ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا (نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان ص۳۵) امام اہلسنت علامہ ابوحاتم سجستانی بصری بغدادی متوفی ۲۲۸ھ اپنی کتاب "الزینت" میں لکھتے ہیں کہ عہد رسولؐ میں جو لفظ سب سے پہلے متداول مشہور ہوا وہ "شیعہ" ہے اور یہ لفظ رسولؐ کے چار صحابہ، سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار یاسر کا طرۂ امتیاز بن گیا تھا (روح القرآن ص۹۹) علامہ محمد باقر رقمطراز ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کے سامنے جب بھی فضائل علی بن ابی طالب زبان رسولؐ سے بیان ہوتے تھے یہ سب کے سب خوش و مسرور ہو جایا کرتے تھے (انوار القلوب ص۲۷۳) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں، کہ حضرت سلمان کے بعد حضرت ابوذر تمام صحابہ سے افضل تھے (حیات القلوب ج۲ ص۲۵۴) علامہ نوری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان حضرات آئمہ طاہرین کے بعد ساری امت سے افضل تھے (نفس الرحمٰن و روح القرآن ص۱۹۹) اور سلمان کے بعد افضلیت حضرت ابوذر کو نصیب تھی۔

حضرت ابوذر کا پورا نام

علامہ عبداللہ السبیتی تحریر فرماتے ہیں، کہ حضرت ابوذر اور ان کے والد بزرگوار کے اسماء گرامی کی تعیین میں اختلاف ہے (ابوذر ص) علامہ طریحی رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوذر کا نام نامی، جندب ابن سکن تھا (مجمع البحرین ص۲۹۶) علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ حضرت ابوذر کا اسم گرامی "جندب ابن جنادہ" تھا (خلاصۃ المقال ص۹ و اوزار الحاج ص۲۸۲) اور یہی میرے نزدیک صحیح ہے۔ حضرت ابوذر ارشاد فرماتے ہیں۔

"انا جندب وسمانی رسول اللہ صلعم عبداللہ واخترت اسم رسول اللہ" میرا اصلی نام جندب بن جنادہ ہے، لیکن اسلام لانے کے بعد حضرت رسول کریمؐ نے میرا نام "عبداللہ" رکھا ہے اور یہی نام مجھے پسند ہے (ابوذر الغفاری ص)

Marfat.com

حضرت ابوذر کی کنیت

یہ لفظ "ابوذر" آپ کی کنیت تھی کیونکہ آپ کے فرزند اکبر کا نام "ذر" تھا جس کے لغوی معنی خوشبو اور طلوع و ظہور کے ہیں (مجمع البحرین ص۲۹۶ و ازالۃ الخفاء ج ۱ ص۲۸۲)

حضرت ابوذر کا سلسلہ نسب

علماء کا اتفاق ہے کہ آپ جنادہ بن قیس ابن صعیر بن حرام بن غفار کے چشم و چراغ تھے، آپ کی مادرِ گرامی رملہ بنت رفیعہ غفاریہ تھیں (ناسخ التواریخ ج ۲ ص۵۵۶) آپ عربی النسل اور قبیلہ بنی غفار سے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ "غفاری" لکھا جاتا ہے (حیواۃ القلوب ج ۲ ص۲۵۴) بعض علماء لفظ غفاری کو بفتح غین و تشدید فاء لکھتے ہیں لیکن میرے نزدیک بکسر غین و فتح فاء درست ہے کیونکہ لفظ غِفار، لفظ "کِتاب" کے وزن پر ہے جیساکہ علامہ طریحی نے مجمع البحرین کے ص۲۲۹ میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت ابوذر کا حلیہ

آپ گندمی رنگ کے دراز قامت انسان تھے، آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی کے بال سفید تھے (ترجمہ اسد الغابہ ج ۲ ص۱۴۴) آپ نحیف الجثہ بھی تھے (اصابہ فی تمیز الصابہ) آپ کا چہرہ روشن تھا اور آپ کی کنپٹیاں دھنسی ہوئی تھیں اور کمر خمیدہ تھی (کتاب ابوذر الغفاری ص۸)

عہد جاہلیت اور قلب ابوذر میں نور وحدت کی تابانی

علامہ عبداللہ السبیتی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر کے حالات پر جب نگاہ کی جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نور مجسم تھے ان میں انسان

کامل کے صفات کا مظاہرہ تھا، یہ عقل، فہم، ذہن و ذکاء میں کامل امتیاز رکھتے تھے، وہ زمانہ جسے ہم عہدِ جاہلیت کہتے ہیں جس میں انسان جوہر اسلام سے بے بہرہ ہوتا ہے اس میں بھی حضرت ابوذر ممتاز نظر آتے ہیں، وہ اگرچہ نمایاں طور پر اصول اسلام سے واقف تھے اور نہ اس کے اصول و فروع کو سمجھتے تھے لیکن توفیق ایزدی نے اس وقت بھی انہیں وحدانیت کے نور سے منور کر رکھا تھا جب لوگ عہدِ فطرت میں خدا کو پہچانتے نہ تھے اس وقت بھی حضرت ابوذر لاالٰہ الااللّٰہ کا تصور کامل رکھتے تھے، عبداللہ ابن صامت غفاری کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر فرمایا کرتے تھے، قد صلیت یا بن اخی قبل ان القی رسول اللّٰہ بثلاث سنین کہ اے میرے بھتیجے میں نے رسول کریمؐ سے ملاقات کرنے سے تین سال پہلے نماز پڑھی ہے، ان کا بیان ہے کہ ان کے اس ارشاد پر میں نے پوچھا کہ آپ کس کی نماز پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا "خدا کی" سنو، میں عشاء کے وقت سے مشغول نماز ہو کر سحر کے وقت تک محو رہا کرتا تھا اور صبح کے وقت سے اس وقت تک نماز میں مشغول رہتا تھا جب تک دھوپ کی شدت اذیت نہ پہنچانے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے، میں یہ سوچتا تھا کہ انسان کا خالق یقیناً انسان سے بہتر ہوگا اور یہ خود تراشیدہ بت تو ہرگز کوئی حیثیت نہیں رکھتے (کتاب ابوذر الغفاری ص)

پھر اسی کتاب کے ص۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر کا نماز پڑھنا اور اس میں رکوع اور سجود کرنا ایسی صورت میں جبکہ وہ مسلمان بھی نہ ہوتے تھے اور یہودیت و نصرانیت بھی مندرس ہو چکی تھی اور ان کا تعلق بھی یہودیت اور نصرانیت سے مطلقاً نہ تھا کیونکہ اس عہد میں بت پرستی غالب ہو چکی تھی یہ دلیل ہے کہ "ان یلھم کیفیت الصلوٰۃ ولو اجمالاً" کہ انہیں نماز اور اس کی ترکیب کا الہام کیا جا چکا تھا اور وہ اجمالی طور پر ان چیزوں سے باخبر کئے جا چکے تھے

Marfat.com

اور اس الہام کے تسلیم کرنے میں اس وقت کوئی عذر باقی نہیں رہتا جب اس چیز کا علم ہو جائے کہ حضرت ابوذر بقول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام، کان اکثر عبادۃ ابی ذر التفکر ہمیشہ تفکر میں رہا کرتے تھے اور ان کی عبادت کی بنیاد تفکر خداوندی پر تھی (طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۱، صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۵۳، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۷، صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی ج ۱ ص ۲۳۸)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ وہ پہلے سے بت پرستی چھوڑ چکے تھے اور غیر متعین طریقہ سے جس طرح ان کے ذہن میں آتا تھا خدا کا نام لیتے تھے اور نماز پڑھتے تھے جب آنحضرت کا حال سنا تو اپنے بھائی کو بھیجا کہ صحیح خبر لائیں وہ مکہ میں آئے اور آں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن مجید کی سورتیں سنیں، واپس جا کر ابوذر سے کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کو لوگ مرتد کہتے ہیں، وہ مکارم اخلاق سکھاتا ہے اور جو کلام سناتا ہے وہ شعر نہیں کوئی اور چیز ہے، تمہارا طریقہ اس سے بہت ملتا جلتا ہے (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۵۲)

علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سخت قحط پڑا تو قبیلہ غفار کے سردار مشورے کے لئے جمع ہوئے کہ کیا کیا جائے کیونکہ بارش عرصہ سے نہیں ہوئی تھی لہذا تنگی، تکلیف کا دور دورہ تھا، جانور دبلے ہو گئے تھے اور ذخیرے ختم ہو گئے تھے، آپس میں کہنے لگے کہ کیا بات ہے ہمارا معبود "مناۃ" ہم سے کیوں ناراض ہو گیا ہے حالانکہ ہم نے اس سے بارش کی دعائیں مانگیں، قربانی و قربت کے لئے اونٹ ذبح کئے اور سب کچھ کیا؟ اب تو بارش کا زمانہ بھی ختم ہو گیا۔ آسمان پہ بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں، بدلی کا نام و نشان نہیں نہ آسمان اب کے سے برسا نہ گرجا۔ نہ بوندا باندی ہوئی۔ سارا سال صاف گذر گیا کہ مطلع بھی ابر آلود نہ ہوا۔ کیا خیال ہے کیا ہم گمراہ ہو گئے ہیں کہ غضب خداوندی نازل ہو گیا؟ مگر وہ کیوں

Marfat.com

ناراض ہونے لگا جب کہ ہم نے اس کی خوشنودی کے لئے خوب خوب خون بہائے۔
لوگ غور و خوض کرنے لگے اور آپس میں تبادلہ خیالات کرنے لگے مگر آسمانی امور کے بارے میں انسان کیا کر سکتا ہے؟ کون بادل لا سکتا ہے اور کون آسمان سے پانی اتار سکتا ہے کہ زمین پھر سے زندہ ہو جائے، یہ کام تو بس معبود "مناۃ" ہی کر سکتا ہے، لہٰذا اب ہمارے لئے سوا اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ ہم سب مرد و زن، حج کے لئے روتے پیٹتے، گڑگڑاتے نکلیں اور مناۃ سے معافی چاہیں۔ شاید وہ معاف کر دے اور ایسی بھاری بھاری بدلیاں بھیج دے جو زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کر دیں اور اس طرح تنگی خوشحالی سے، تکلیف راحت سے اور سختی نرمی سے بدل جائے۔

پورا قبیلہ مناۃ تک پہنچنے کی تیاری کرنے لگا۔ سوتے بیدار ہو گئے۔ اور کجاؤں کو کسنے لگے، انیس (برادر ابوذر) بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور اسے ہنکا لایا، اونٹنی قافلہ سے ملنے کے لئے ساحل سمندر کی طرف، "مشلل و قدید" کی جانب چلی جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اور جہاں "مناۃ" نصب ہے۔
انیس نے ادھر ادھر دیکھا تو اپنے بھائی ابوذر کو نہ پایا، اس نے اونٹنی بٹھائی، اور گھر کی طرف دوڑا۔ جندب۔ جندب کہتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا، دیکھا کہ جندب مزے میں لیٹا ہے تو اس سے کہنے لگا۔

"تجھے منادی کی آواز نہیں پہنچی کہ "سفر کے لئے نکلو"
"ہاں! مگر کیا کروں۔ میرا جسم بوجھل ہے اور میں مناۃ کے حج کے لئے جانا بھی نہیں چاہتا"

"اے خاموش، خدا سے استغفار کر، کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ خدا تیری بات سن لے اور تجھ پر عذاب نازل کر دے؟

Marfat.com

"کیا تو خیال کرتا ہے کہ وہ ہماری آواز سنتا ہے اور ہمیں دیکھتا ہے؟"

"انیس بولا۔ آج تجھے کیا ہو گیا ہے، کیا تجھ پر کوئی جن سوار ہو گیا ہے یا بیماری لگ گئی ہے۔ چل توبہ کر۔ شاید وہ تیری توبہ قبول کر لے۔

ابوذر بستر پر لوٹنے لگے تو ان کا بھائی بولا

"ارے اٹھ اٹھ، قافلہ روانہ ہو گیا اور قوم روانہ ہو چکی"

وہ آپ کے پیچھے پڑا رہا حتیٰ کہ آپ اس کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ انیس اپنی اونٹنی پر سوار ہو گیا اور ابوذر بھی مجبوراً سوار ہو گئے۔ تب انیس اپنے بھائی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا "خبردار جو تو نے اپنی رائے کا اظہار کیا ورنہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ منات کی ناراضی کا سبب تو ہی ہے۔ اور بارش تیری ہی وجہ سے نہیں ہوتی لہذا تجھے ستانے لگیں گے۔

انیس اپنے بھائی کو "منات" کے فضائل و احسانات بتانے لگا مگر ابوذر بے رغبتی سے سن رہے تھے۔ وہ کسی گہری فکر میں تھے۔ چند دنوں کے بعد قافلہ "منات" پر پہنچا، لوگ اترے۔ روئے۔ گڑگڑائے اور انہوں نے قربانیاں دیں سرخ سرخ خون چاروں طرف بہنے لگا، جسے ان کے خیال میں، منات پسند کرتا تھا۔

ابوذر دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوتا ہے۔ وہ کبھی اپنی قوم کی طرف اور کبھی منات کی طرف دیکھتے، اپنی قوم کی سادگی پر تعجب کرتے جسے کچھ بھی شعور نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے، نہ وہ ان عاجزی بھری دعاؤں کو سن رہا تھا جو گرم گرم دلوں سے نکل رہی تھیں تو وہ کیسے ان کی دعائیں سن سکتا اور کیسے ان کے مقصد کو پورا کر سکتا؟

رات چھا گئی اور منات اور اس کے بندوں پر تاریکی سایہ فگن ہو گئی۔

Marfat.com

اندھیرے نے ساری وادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر چیز پر پردہ ڈال دیا۔ حتیٰ کہ سوائے آسمانی ستاروں کے ہر چیز نظروں سے اوجھل ہو گئی یا کہیں کہیں وہ بجھی ہوئی آگ چمک رہی تھی جو قوم نے اپنے ارد گرد جلائی تھی اور جس کے گرد قصہ گویوں کے حلقے تھے ابوذر ایک ایسے حلقے کی طرف گئے جہاں قبیلہ کے معمر لوگ جمع تھے۔ وہاں معبودوں اور ان کی عظمتوں کے تذکرے ہو رہے تھے کوئی "مناۃ" کا ذکر کر رہا تھا تو کوئی "فلس" کا کوئی خدا کی بیٹیوں لات اور عزیٰ کا اور ان کی شفاعت کا۔ ایک شخص "سعد" بت کا ذکر کرنے لگا اور اس کی عظمت کا بیان کرنے لگا تو دوسرا بولا،

کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک شخص نے سعد کو گالی دی۔ سب نے تعجب سے کہا "ہیں" اور کیا کہا؟

ایک شخص "کلکان" سے آیا تھا تاکہ سعد بت سے برکت حاصل کرے، جب اس کا اونٹ قریب گیا تو "بدک" گیا اور بھاگ گیا۔ تو اس شخص نے اٹھا کر سعد کے ایک پتھر مارا اور کہا۔

اے معبود، خدا تجھ میں برکت نہ دے تو نے میرے اونٹ کو بدکا دیا پھر وہ اونٹ کی تلاش میں نکلا اور اسے پکڑ لایا، پھر یہ شعر پڑھتا ہوا لوٹا۔ ۔ ۵

اتینا الی سعد لیجمع شملنا فشتتنا سعد فلا نحن من سعد

وھل سعد الا صخرۃ بتنوفۃ من الارض لا یدعی لغی و لا رشد

ہم سعد کے پاس آئے کہ وہ ہمارے بچھڑے ہوؤں کو جمع کر دے مگر اس نے تفریق ڈال دی۔ ہم سعد کے قائل نہیں۔ سعد ایک پتھر ہے جو جنگل میں کھڑا ہے نہ ہدایت کر سکتا ہے نہ گمراہ

Marfat.com

تو ایک شخص بولا

بخدا وہ کافر ہو گیا۔ اس کا انجام کیا ہوا؟

خبر دینے والا بولا۔ کچھ بھی نہیں۔

پھر کیا تھا سبھوں نے خاموشی سے گردنیں جھکا لیں، مگر ابوذر کا دل اطمینان سے بھر گیا۔

پھر لوگ بتوں کی باتیں کرنے لگے تو ایک قصہ گو بولا۔

کیا تمہیں خبر ہے کہ عدی بن حاتم فلس (بت) کی عبادت سے انکار کرتا تھا اور بتوں کی پوجا کا قائل نہیں تھا اور نصرانی ہو گیا تھا۔

سب بولے " اور پھر کیا ہوا؟

وہ شخص بولا

"صیفی جو "فلس" کا پجاری تھا وہ بنو کلب کے قبیلہ بنو علیم کی ایک عورت کی اونٹنی لے گیا، وہ عورت، مالک بن کلثوم کی پڑوسن تھی۔ پجاری نے وہ اونٹنی فلس کے سامنے جا کر باندھ دی۔ وہ عورت مالک کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ میری اونٹنی فلس کا پجاری لے گیا ہے، مالک گھوڑے کی ننگی پشت پر نیزہ لے کر فوراً اس کے پیچھے گیا تو اس نے دیکھا کہ فلس کے سامنے اونٹنی بندھی ہے، مالک نے پجاری سے کہا اونٹنی کو چھوڑ دے۔ پجاری نے کہا، کیا تو اپنے معبود، فلس، سے بد عہدی کرے گا! تو مالک نے نیزہ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے اونٹنی کھول دی۔ مالک لے کر چلا آیا تب پجاری فلس کی طرف متوجہ ہو کر مالک کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا

یا رب ان مالک بن کلثوم ‌ ‌ ‌ ‌ اخفرك اليوم باب علكوم

وكنت قبل اليوم غير مغشوم

اے معبود! مالک بن کلثوم نے ایک حسین نوجوان اونٹنی تجھ سے چھین لی،

١١٨٨٧

Marfat.com

اس سے پہلے تو تجھ پر کسی کو ظلم کرنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

پجاری چاہتا تھا کہ مالک پر عذاب نازل ہو، عدی بن حاتم، بیٹھا تھا، اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے، اس نے کہا۔

دیکھنا مالک کو کیا ہوتا ہے؟ کئی دن گذر گئے، جب کچھ بھی نہ ہوا۔ تو عدی نے اس کی پوجا چھوڑ دی اور تمام بتوں کی پوجا ترک کر دی اور نصرانی بن گیا۔

لوگوں نے دوبارہ گردنیں جھکا لیں، تاریکی ان پر مسلط ہو گئی۔ ابوذر نے اپنے دل میں ایک گونہ اطمینان محسوس کیا اور یہ بات ان کے دل میں اس طرح اثر انداز ہوئی جیسے سخت پیاسے کو پانی مل گیا ہو۔

قصہ گویوں کی ٹولیاں ٹوٹ گئیں اور وہ منات کے ارد گرد سو گئے۔ نیند کا دور دورہ ہو گیا اور سب کی آنکھ لگ گئی۔ سب گہری نیند سو رہے تھے۔ مگر ابوذر جاگ رہے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ سینے سے لگائے۔ آسمان میں نظریں جما دیں۔ اور قوم کے سنائے ہوئے قصوں پر غور کرنے لگے، آپ نے اپنے دل کو اصنام اور ان کی قدرت کا منکر پایا اور کہنے لگے۔

"منات" ایک پتھر ہی تو ہے جو نہ ہدایت دے سکتا ہے نہ گمراہ کر سکتا ہے"

انہیں کچھ خیال آیا۔ آہستہ سے اٹھے اور منات تک جا پہنچے، اسے دیکھا تو وہ بالکل خاموش کھڑا تھا۔ اسے کچھ بھی احساس نہ تھا۔ نہ وہ کچھ سن رہا تھا۔ نہ دیکھ رہا تھا

آپ جھکے اور آپ نے ایک پتھر اٹھایا اور اس پر دے مارا۔ دیکھا تو وہ حسب سابق خاموش تھا، تو کہنے لگے۔

" تو عاجز ہے قادر نہیں۔ مخلوق ہے خالق نہیں، نہ تجھ میں طاقت ہے نہ قوت تو عبادت کے لائق نہیں ہے۔ لوگ تجھ پر قربانیاں چڑھاتے ہیں اور جانور ذبح کرتے ہیں۔ بے شک میری قوم سخت

Marfat.com

گمراہی میں ہے۔"

آپ آہستہ آہستہ آکر بیٹھ گئے بالکل سکون اور اطمینان کے ساتھ اور گہری نیند سو گئے۔

جب صبح ہوئی اور سورج اپنے پردے سے نکلا ہر طرف تیز نور پھیل گیا تو منات کے پجاری بیدار ہوئے، ان میں حرکت پیدا ہوئی مگر منات ساکن وصامت کھڑا تھا، اپنی جگہ بالکل بے حس۔ وہ نہ کچھ دیکھتا تھا نہ سنتا تھا لوگ اس کے اردگرد طواف کرنے لگے۔ تاکہ روانگی سے پیشتر برکت حاصل کریں مگر ابوذر اٹھے، اونٹنی پر سوار ہوئے "غور و فکر" کرنے لگے اور آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگے کہ کیسے اتنا بلند ہو گیا اور کس نے اسے بنایا وہ سورج کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگے جیسے کسی نئی چیز کو دیکھ رہے ہیں غور سے دیکھا تو اسے فضائے آسمانی میں تیرتے ہوئے پایا، سوچنے لگے، وہ کیسے طلوع کرتا ہے اور کیسے غروب ہو جاتا ہے، تاریک رات کیسے آجاتی ہے اور ستارے کس طرح اس کی تاریکی کو چاک کر دیتے ہیں۔ جن کی مدہم روشنی پھوٹتی رہتی ہے۔ وہ اپنے فکر و تامل میں غرق رہے حتیٰ کہ اس یقین تک پہنچ گئے جو ہر شبہہ کو زائل کر دیتا ہے۔

لوگ طواف کرنے کے بعد اپنے اونٹوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ انیس بھی آیا اور ابوذر کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا جیسے وہ ان کا راز دل دریافت کرنا چاہتا ہے اس نے آپ کو بحر فکر میں غرق پایا تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور کچھ نہ کہا قافلہ نے غفار کی طرف رخ کیا۔ ابوذر دریائے فکر میں غوطے کھاتے رہے حتیٰ کہ قافلہ "مجح" تک جا پہنچا۔ آپ نے اردگرد دیکھا تو ایک پہاڑی سلسلہ تھا، سوچنے لگے، ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا اور زمین کو کس نے بچھایا؟ اسی قسم کے خیالات موجزن رہے اور زندگی ان کے نفس میں دوڑتی رہی، آپ نے محسوس کیا کہ

Marfat.com

ہدایت کی شعاعیں داخل ہو کر شک و شبہہ کو مٹا رہی ہیں جو عرصہ سے ان کے دل میں گھر کئے ہوئے تھے۔

قوم غفار پہنچی۔ سب اپنے کجاوؤں سے اترے تو ابوذر پہنچے۔ دیکھا کر گھروں میں قبرستان کی سی خاموشی ہے چاہا کہ بستر پر جا کر سو رہیں کیونکہ راہ کی دشواریوں سے تھک کر چور ہو گئے تھے مگر نیند کہاں، تفکرات انہیں نہ معلوم کہاں کہاں اڑائے پھرتے تھے۔ سوچنے لگے کس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو پھیلایا۔ پھر اپنے بارے میں غور کرنے لگے کہ کس نے پیدا کیا۔ دو آنکھیں دیں کہ اس سے دیکھتے ہیں، زبان دی کہ اس سے بولتے ہیں اور نفس دیا کہ جو خیر و شر کا الہام کرتا ہے۔ آپ سیدھے لیٹ گئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے

"بے شک آسمان کا پیدا کرنے والا، آسمان سے بڑا ہے، اور انسان کا خالق انسان سے بڑا ہے۔ اس دنیا کا خالق بڑا بھاری ہے اور وہی عبادت کے قابل ہے۔ منات نہیں، نہ لات و عزیٰ نہ اساف و نائلہ اور سعد بلکہ صرف اسی کی ذات مستحق عبادت ہے، وہی خالق بدیع، مصور و قادر ہے اور یہ پتھر ہیں جن میں نہ قدرت ہے نہ طاقت۔

مسرت آپ کے دل میں دوڑ رہی تھی، یقین، شک کے اُن پردوں کو پھاڑ رہا تھا جو ان کی آنکھوں پر پڑے تھے لہذا آپ "رب العالمین" کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔

حضرت ابوذر یقین کے پیاسے تھے۔ جب انہیں ایمان مل گیا تو ان کی پیاس بجھ گئی۔ اپنے بستر کی طرف لوٹے اور سو گئے، کچھ دیر آسمانی نور کی شعاعیں آپ کے چہرے پر پڑیں جو روح الٰہی سے مستفیض ہو کر آئی تھیں

Marfat.com

اللہ نے اُن کے ذریعہ آپ کی بصیرت کو اور زیادہ منور کر دیا اور دل کو روشن کر دیا۔

صبح ہو گئی، آپ نے اپنی نرم نرم انگلیوں سے اپنے اردگرد کی چیزوں کو ٹٹولا۔ آپ بڑے ہشاش بشاش اُٹھے۔ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگے۔

انیس داخل ہوا تو بھائی کو بحالت خشوع و خضوع کھڑا پایا۔ چاہا کہ اس سے بات کرے مگر کچھ سوچ کر رہ گیا بھائی کی طرف دیکھنے لگا پھر کچھ سوچ کر بولا

"بھائی یہ کیا کر رہے ہو؟"

ابوذر آواز کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا کہ بھائی آپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بولے۔

"نماز پڑھ رہا ہوں"

"کس کے لئے"

"اللہ کے لئے"

"کون اللہ؟ نماز تو سوائے نہم یا منات (بت) کے کہیں جائز نہیں"

"میں منات یا کسی بت کے لئے نماز نہیں پڑھتا"

"تو پھر کس لئے پڑھتا ہے؟"

"میں نے اپنی طبیعت سے ایک ایسے معبود کی طرف راہ پا لی ہے جو تمہارے معبودوں جیسا نہیں ہے، وہ عظیم ہے، قادر ہے، نہ اسے عقل پا سکتی ہے نہ بحث و تحلیل، وہ ایک طاقت ہے، جس کی میں تعظیم کرتا ہوں اور اس کا احاطہ تخیل ہی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

"کیا تو ایسے معبود کی نماز پڑھتا ہے جسے نہ تو پا سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے؟"

"اگرچہ میں اسے نہیں پا سکا، مگر میں نے اس کی نشانیاں پائی ہیں۔"

"یہ تو عجیب بات ہے کہ تو اپنے سامنے کھڑے ہوئے معبودوں کو چھوڑتا ہے، جنہیں تو اگر چاہے تو پالے اور اگر بلائے تو وہ تیرے قریب ہیں۔"

"یہ معبود تو پتھر ہیں جو کچھ بھی نہیں سنتے نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے"

"کیا تو ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا مذاق اڑاتا ہے؟"

"اے انیس میرا کیا گناہ، اگر میرے باپ دادا غلطی پر تھے۔ اے انیس یہ دین تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے، تو سوچ تو سہی کہ جب ہم سے کوئی سفر کرتا ہے اور قیام کرتا ہے تو دو چار پتھر جمع کر لیتا ہے، جو پتھر بھلا لگتا ہے اسے پوجنے لگتا ہے اور باقی تین پتھروں کو ہانڈی کے لئے چولہا بنا لیتا ہے تو خیال تو کر، پتھر کیسے پروردگار ہو سکتا ہے، میں اچھا لگا تو معبود بن گیا، ورنہ چولہے کے کام آیا یہ بات تو بڑی عجیب و غریب ہے۔

"یہ تو ہم بحالت سفر اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کعبہ پر بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ چنا ہوا پتھر کوئی اپنی ذات کی بنا پر تو نہیں پوجا جاتا، بلکہ "اساف و نائلہ" (بت) کے قائمقام کر کے پوجا جاتا ہے جو کعبہ میں دھرے ہیں"

"اساف و نائلہ دو زانی تھے کیا تو زانی کی عبادت کو پسند کرتا ہے؟"

"اے ابوذر، یہ کیا بکواس ہے؟"

"ہاں، ہاں وہ دونوں زانی تھے: اساف، نائلہ" (عورت) پر عاشق تھا دونوں حج کے لئے آئے، کعبہ میں داخل ہوئے۔ لوگوں کو غافل پایا تو زنا میں مشغول ہو گئے اور مسخ ہو کر پتھر بن گئے۔ حاجی لوگ جاگے تو دیکھا کہ مسخ

Marfat.com

ہو گئے ہیں۔ انہوں نے دونوں کو کعبہ کے پاس رکھ دیا۔ مدتوں رکھے رہے تو لوگ ان کی عبادت کرنے لگے یہ ہیں تمہارے معبود۔"

"تو پھر ان تنشانیوں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو ان سے ظاہر ہوئیں"

"ان سے تو کچھ بھی صادر نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ ان میں تو کچھ طاقت ہی نہیں ہے۔ جو کچھ ہوا "اللہ" کی طرف سے ہوا ان کی طرف یہ باتیں منسوب کرنا بہتان ہے۔ کل شام ہم منات کے لئے حج کرنے گئے اس امید پر کہ وہ بارش کرے گا مگر وہ تو ذرا سی بھی بدلی نہ لا سکا، ہم نے اس کے سامنے قربانی کے اونٹ ذبح کیئے تاکہ اس کی قربت حاصل کر سکیں؛ تو اس نے کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ ناراض ہے یا ہمارے کسی گناہ سے خفا ہے۔ یا یہ کہ ہم نے کوئی کوتاہی کی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"بس کر بس کر، تو تو ہمارے دل میں بھی شک ڈالنے لگا ہے کہ کہیں تیرے عقیدہ کی طرف مائل نہ ہو جاؤں۔"

"میں تو یہی چاہتا ہوں، اے انیس میں امید کرتا ہوں کہ تو بھی بتوں سے اسی طرح تنگ ہو جائے گا جیسے میں تنگ ہو گیا ہوں اور یہ کہ تو بھی خالق ارض و سما کی طرف مائل ہو جائے اور اسی سے دعا کرے۔

"کیا ہمارے لئے اپنا دین چھوڑنا آسان ہے کہ ہم اسے اس طرح اتار پھینکیں جیسے کوئی پرانا کپڑا اتار کر پھینک دیتا ہے؟

"ہاں! اے انیس جبکہ یہ دین پرانے کپڑے کے مانند ہے تو یہ بات ہمارے لئے یقیناً آسان ہے۔"

دونوں بھائیوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ان کی ماں آ گئی اور دونوں

Marfat.com

خاموش ہو گئے۔ وہ بولی، میرے بچو کیا رائے ہے؟

انیس نے کہا، مادر گرامی کس بارے میں۔ ماں نے کہا، اسی بارش کے بارے میں جس کی وجہ سے ہم بہت تنگ آ گئے ہیں۔ انیس نے کہا جو آپ کی رائے ہو۔ وہ بولی میری رائے یہ ہے کہ تمہارے ماموں کے گھر چلیں، وہ پیسے والا ہے۔ جو آپ کی رائے ہو۔ حتیٰ کہ "اللہ تعالیٰ" حالت بدل دے۔

حضرت ابوذر۔ انیس اور ان کی ماں، ماموں کے گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ ابوذر اپنے ماحول کے بارے میں، سوچتے جاتے تھے۔ وہ جس چیز کو بھی دیکھتے اس میں انہیں خالق کی عظمت نظر آتی جس کی وجہ سے ان کے ایمان میں پختگی آتی جاتی۔ ان کا سفر طویل تھا، کہیں پست زمین آتی، کہیں بلند مقام آتا حضرت ابوذر اپنے دل کی آواز سن رہے تھے۔ اونٹنیاں تھک کر چور ہو گئیں یہاں تک کہ مکہ کے باغ دکھائی دینے لگے۔ انہوں نے اپنی اونٹنیوں کو بھڑکانا شروع کیا، اونٹنیاں سمجھ گئیں کہ اب آخری منزل ہے اور ان کی خلاصی کا وقت آن پہنچا ہے۔

ابوذر۔ انیس اور ان کی ماں، ماموں کے گھر اترے، جہاں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ماموں نے ان کی خوب مہمان نوازی کی۔ یہ لوگ وہاں ایک عرصہ تک رہے۔ ان کی سختی نرمی سے، ان کی تکلیف آرام سے، ان کی تنگدستی خوش عیشی سے بدل چکی تھی۔ قبیلہ نے دیکھا کہ ابوذر اور انیس پر ان کا ماموں بڑا مہربان ہے وہ ان سے اپنے بچوں جیسی محبت کرتا ہے لہذا وہ حسد کرنے لگے اور ایسی تدابیر سوچنے لگے جن سے وہ ان سے نفرت

Marfat.com

کرنے لگے۔ وہ اس بارے میں سوچتے اور مشورے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے ایک بات طے کر لی اور ایک شخص کو اپنی سازش کے لیے منتخب کر لیا۔

وہ شخص انیس اور ابوذر کے ماموں کے پاس آیا اور خاموش سر جھکا کر بیٹھ گیا، اس نے کہا کہئے خیر تو ہے؟ وہ شخص غم واندوہ کا اظہار کرتے ہوئے اُٹھنے لگا اور بولا۔

"میں ایک بڑے کام کے سلسلہ میں آیا تھا، اگر مجھے تجھ سے محبت نہ ہوتی اور تیرا احترام نہ ہوتا تو میں کبھی تجھ سے کچھ نہ کہتا اور نہ کچھ بتاتا، مگر میرے اخلاص نے مجبور کر دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تیری آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے جائیں تاکہ جو کچھ ہو رہا ہے تو اسے دیکھ سکے، کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ احسان کا بدلہ برائی سے دیا جا رہا ہے۔

ابوذر کے ماموں نے محسوس کیا کہ ضرور کوئی بُری بات ہے۔ اسے سخت قلق ہوا اور کہنے لگا، صاف صاف کھول کر کہو، اس نے کہا کیا کہوں کیا کہوں؟ یہ تمہارا بھانجہ انیس جو ہے، اس کی حرکت یہ ہے کہ جب تو باہر چلا جاتا ہے تو یہ تیری عورت کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور اس سے۔ نہ جانے کیا باتیں کیا کرتا ہے۔

انیس کے ماموں نے کہا کہ یہ تو بالکل بہتان ہے، میں اسے کسی حال میں تسلیم نہیں کر سکتا، اس نے کہا کہ ہم بھی یہی چاہتے تھے کہ یہ جھوٹ اور بہتان ہی ہو مگر افسوس اس کا ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے۔"

اس نے کہا کہ اس پر تمہارے پاس دلیل کیا ہے۔ اس شخص نے جواب

دیا کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ سارا قبیلہ گواہی دے سکتا ہے سب نے اسے دیکھا ہے اور سب کو محسوس ہے، اگر آپ کہیں تو میں بے شمار گواہ اپنے قبیلہ سے پیش کر سکتا ہوں۔

یہ سن کر وہ بیچارا اپنی عزت و شرافت پر غور کرنے لگا۔ وہ اپنے دل میں ایک جلا دینے والی غیرت محسوس کر رہا تھا، وہ شخص اس کی ہمدردیوں کو سانپ کی طرح ڈس کر گھر سے باہر چلا گیا۔

انیس کے ماموں کے دل میں یقین کی گرہ پڑ گئی اور وہ اس امر کی کوشش پیہم کرنے لگا کہ کسی طرح اطمینان و سکون کو لوٹا لائے مگر اس کو اس کی توفیق نہ ہو سکی۔ وہ بڑا غمگین تھا۔ وہ صبح و شام غم و الم کے گھونٹ پی رہا تھا جب بھی اس کے سامنے اس کے بھانجے آتے وہ منہ موڑ لیتا۔ پورے گھر پہ ایک سناٹا سا چھا گیا۔

ابوذر نے اپنے ماموں کے منہ پر جو غم کے آثار دیکھے، تو پوچھا

میرے ماموں تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں کئی دن سے آپ کی بدلی ہوئی حالت دیکھتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہم سے خلاف معمول بہت کم بات کرتے ہیں اور بہت زیادہ فکرمند رہتے ہیں۔

ماموں نے کہا کوئی بات نہیں ہے۔

حضرت ابوذر نے کہا، نہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ بتائیے شاید میں آپ کے غموں کو ہلکا کر سکوں یا جس چیز سے آپ کو تکلیف ہے اس میں کچھ حصہ لے سکوں۔

انہوں نے کہا کہ، مجھے میری قوم نے ایک ایسی بات کہی ہے، جسے

Marfat.com

میں بیان نہیں کر سکتا۔

آخر قوم والوں نے کیا کہا ہے؟

"وہ کہتے ہیں کہ جب تو کہیں باہر چلا جاتا ہے تو انیس، تیری بیوی کے پاس جا گھستا ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوذر کا چہرہ غضب آلود ہو گیا وہ بولے" لقد کدرت علینا صفوا ما بتدأ انتنا به من معروفك لاسبیل الی الاجتماع بك

"آپ نے ہم پر جو احسانات کئے انہیں مکدر کر دیا، اب ہم جاتے ہیں اور کبھی آپ سے نہیں ملیں گے"۔ (کتاب حضرت ابوذر غفاری ص ۲۳-۹ و کتاب ابوذر الغفاری ص ۵)

جستجوئے حق

حضرت ابوذر اپنے ماموں کے وہاں سے اُٹھ کر روانہ ہو گئے اور مکہ سے ایک منزل قبل مقام "بطن مرو" میں قیام پذیر ہوئے۔ ایام حیات جستجوئے حق میں گذار رہے تھے، ہر چیز پر آپ کی گہری نگاہ تھی آپ کو خیال تھا کہ کسی نہ کسی صورت سے اپنی طلب و تلاش میں کامیاب ہو جائیں اور وہ منزل حاصل کر لیں جو خالق فطرت نے ان کے لئے معین فرما دیا ہے، مورخین کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت ابوذر اپنی بکریاں چرا رہے تھے کہ ناگاہ ایک بھیڑیا نمودار ہوا اس نے ان پر داہنی جانب سے حملہ کیا حضرت ابوذر نے اسے اپنے عصا سے مار بھگایا، پھر اس نے بائیں جانب سے حملہ کیا، آپ نے پھر مار بھگایا اور کہا کہ "من گرگ از تو خبیث تر و بدتر نہ دیدہ ام" میں نے تجھ سے زیادہ خبیث اور برا بھیڑیا آج تک نہیں دیکھا،" یہ سننا تھا کہ وہ بھیڑیا باعجاز حضرت رسول صلعم گویا ہوا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم مجھ سے کہیں زیادہ بدتر" اہل مکہ ہیں کہ خداوند عالم نے ان کی طرف ایک نبی کو مبعوث فرمایا ہے اور وہ لوگ اس کو دروغگو کہتے ہیں؛

اور اس کے حق میں ناحق کلمات ناسزا استعمال کرتے ہیں، یہ سننا تھا کہ حضرت ابوذر کے دل میں جستجوئے حق کا جذبہ اور فروغ پا گیا (حیات القلوب ج ۲ ص ۴۵۴)

آفتاب حقیقت کی کرن

حضرت ابوذر کے فطری جذبات کروٹیں لے رہے تھے کہ بھیڑیے کی گفتگو نے "سونے پر سہاگہ" کا کام کیا، اس کی گفتگو سے حضرت ابوذر کو یہ معلوم ہو گیا کہ مکہ میں ایک نبی کی بعثت عمل میں آئی ہے، اس علم سے آپ بیچین ہو گئے، آپ نے فوراً اپنے بھائی انیس کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ مکہ جا کر معلوم کرو کہ کون شخص مبعوث برسالت ہوا ہے اور اس کے حالات کیا ہیں؟

انیس ابھی روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ ایک شخص مکہ کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا اور وہ حضرت ابوذرؓ کی بزم میں آموجود ہوا حضرت ابوذر نے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں مکہ سے آرہا ہوں

آپ نے فرمایا کہ مکہ کا کیا حال ہے؟

اس شخص نے کہا۔

"ایک شخص کہتا ہے کہ میں نبی ہوں، میرے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔"

حضرت ابوذر نے فرمایا، مکہ والوں نے اس کے ساتھ کیا کیا"؟

اسے جھٹلایا، اسے ایذا دی، اور لوگوں کو اس کے پاس جانے سے روکا جو بھی اس کے پاس جاتا ہے اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں"۔

حضرت ابوذر نے فرمایا، لوگ اس کی بات کیوں نہیں مانتے؟

Marfat.com

"اس شخص کی بات کیسے مانیں جو ان کے دین کو جھٹلاتا ہے، انہیں بیوقوف کہتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتا ہے اور ان کے معبودوں کو برا کہتا ہے؟"

"کیا واقعتاً وہ ایسا کہتا ہے؟"

"ہاں وہ کہتا ہے، خدا ایک ہے، دیکھو تو کیسی عجیب بات ہے!"

حضرت ابوذر سر جھکا کر اس شخص کے بارے میں غور کرنے لگے جو خدا کو ایک کہتا ہے، مگر یہ بات انہیں عجیب معلوم نہ ہوئی کیونکہ وہ خود غور و فکر سے اسی خیال تک پہنچے تھے۔ آپ دیر تک سوچتے رہے اور بڑی دیر تک خاموش رہے، آنے والے نے آپ کی طرف دیکھا تو انہیں بہت متفکر پایا۔ پھر اس نے اجازت طلب کی اور وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد حضرت ابوذر اپنے بھائی انیس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا:

"ذرا مکہ جا کر معلوم کرو کہ وہ شخص جو کہتا ہے کہ اسے آسمان سے وحی آتی ہے، کیا ہے؟ اور کیا کہتا ہے۔ اس کی گفتگو کا انداز کیا ہے اور تکلم میں اس کے خلوص ہے یا نہیں؟"

انیس کی مکہ کو روانگی

انیس کوچ کے لئے روانہ ہوا۔ وہ اونٹنی پر سوار ہو گیا اور روانہ ہو کر قطع مراحل اور طے منازل کے بعد مکہ پہنچ گیا، کعبہ کی طرف گیا اور طواف کرنے لگا۔ وہاں سے نکلا تو لوگوں کا جمگھٹا دیکھا، ایک شخص جو اس کی طرف آ رہا تھا اس سے پوچھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے کہا ایک ملحد لوگوں کو دین جدید کی طرف دعوت دے رہا ہے

جونہی انیس کے کان میں یہ بات پڑی تو وہ اُدھر کو دوڑ پڑا، وہاں پہنچکر دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے۔

"تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیئے ہیں، میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں، میں اس پر ایمان لایا ہوں اس پر متوکل ہوں، اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے"

بروایت علامہ سیوطی انیس نے سنا کہ وہ شخص کہہ رہا ہے۔

ایہا الناس قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ، قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا، انی رسول اللہ الیکم وانا لکم نذیر بین یدی عذاب یوم عظیم، لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم، ایہا الناس اتقوا اللہ یرحمکم اللہ، ایہا الناس لقد ضل اباؤکم فی عبادۃ ھذہ الاصنام فانہا لا تضر ولا تنفع ولا تعی ولا تنذر شیئا"

(ترجمہ) اے لوگو! میں تمہارے لیئے دنیا و آخرت کی بہتری لایا ہوں۔ تم لوگ لا الہ الا اللہ، کہو تا کہ نجات پا سکو، میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تمہاری طرف آیا ہوں، میں تمہیں قیامت کے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں، یاد رکھو کہ سوا اس شخص کے جو قلب سلیم کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں آئے کوئی نجات نہ پا سکے گا، نہ مال کام آئے گا نہ اولاد دستگیری کر سکے گی۔ اے لوگو! خدا سے ڈرو، خدا تم پر رحم کرے گا۔ اے لوگو! سنو میں صاف صاف کہتا ہوں کہ تمہارے باپ دادا، ان بتوں کی پرستش کے بارے میں گمراہ ہو گئے تھے اور تم انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہو، یاد رکھو کہ یہ بت نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ فائدہ

Marfat.com

نہ روک سکتے ہیں نہ رہبری کر سکتے ہیں۔"

انیس نے جب اس کلام بلاغت نظام کو سنا تو وہ حیران رہ گیا۔ لیکن اسی حیرانی کے دوران میں اس نے دیکھا کہ حاضرین ان کے خلاف طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ (اے محمد) تم نے جھوٹ کہا ہے یہ سن کر وہ شخص بولا، "نبی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔"

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تمہاری طرف خصوصیت سے اور عام لوگوں کی طرف عمومیت کے ساتھ۔ بخدا تم اسی طرح مرو گے جیسے کہ سوتے ہو اور اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ جاگتے ہو تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ پھر ابدی جنت ہے یا ابدی جہنم۔"

ایک شخص بولا کہ جب ہم گل سڑ کر خاک ہو جائیں گے تو کیسے اٹھا لئے جائیں گے۔"

"وہ شخص بولا۔" کافر کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور چورا بن جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے اٹھائے جا سکیں گے۔ آپ کہہ دیجئے اے نبی! چاہے پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا کچھ اور جو بھی تمہارے نزدیک بڑی سے بڑی چیز ہو" وہ کہیں گے "ہمیں کون لوٹائے گا؟" آپ کہہ دیجئے اے نبی کہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا پھر وہ آپ کی طرف سر جھکا کر کہیں گے اور ایسا کب ہو گا؟ آپ کہہ دیجئے کہ عنقریب ہی ہو گا۔

"انیس" تمام باتوں کو غور سے سن رہا تھا۔ لوگ آپ کے پاس سے

اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔
ایک نے کہا، یہ کاہن ہے۔
دوسرا بولا، نہیں شاعر ہے۔
تیسرے نے کہا، جادوگر ہے۔

انیس نے رسول اللہ اور ان کی قوم کی باتیں سنیں، تھوڑی دیر بعد وہ سر جھکائے رہا، پھر کہنے لگا،

"بخدا اس کی باتیں سچی ہیں، یہ سچا ہے اور بے شک وہ لوگ جھوٹے ہیں۔"

پھر وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور چل پڑا۔ سارے راستے حضرت محمد مصطفٰےؐ کے بارے میں سوچتا گیا اور آپ کی باتوں پر تعجب کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے بھائی حضرت ابوذر کے پاس جا پہنچا۔

حضرت ابوذر کی جونہی نگاہ انیس پر پڑی بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا "ما ورائیت یا انیس" اے انیس تم نے مکہ میں کیا دیکھا اور تم کیا خبر لائے ہو؟

"میں ایک شخص سے مل کر آیا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے اسے بھائی اللہ نے تیرے مسلک کے لئے اسے بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

"لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"کہتے ہیں کہ یہ شاعر، ساحر اور کاہن ہے۔ مگر وہ تو شاعر نہیں ہے کیونکہ میں شعر کی تمام قسموں سے واقف ہوں۔ میں نے اس کی باتوں کو شاعری پر پرکھا تو دیکھا کہ اس کا کلام شعر نہیں ہے۔ نہ وہ جادوگر ہے۔ کیونکہ میں نے

Marfat.com

جادوگروں کو دیکھا ہے، نہ وہ کاہن ہے، کیونکہ میں بہت سے کاہنوں سے ملا ہوں، اس کی باتیں کاہنوں جیسی نہیں ہیں"

"ماذا کان یفعل" وہ کیا کرتا اور کیا کہتا ہے؟

"وہ تو عجیب عجیب باتیں کہتا ہے"

"کیا تجھے اس کی کوئی بات یاد نہیں"

"بخدا اس کا کلام بہت شیریں تھا، مگر مجھے اس کے سوا کچھ یاد نہیں جو میں بتا چکا۔ البتہ"

"رأیتہ یصلی عند البیت ویصلی الی جانبہ غلام صبیح الوجہ لم یبلغ الحلم قیل ھو ابن عمہ علی بن ابی طالب وتصلی خلفہما امرأۃ جلیلۃ قیل لی ھی زوجتہ خدیجۃ"

(ترجمہ) میں نے اسے بیت الحرام کے قریب نماز پڑھتے دیکھا ہے اور یہ بھی دیکھا کہ اس کے ایک جانب ایک خوبصورت نوجوان جو ابھی بالغ نہیں ہوا کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہ ان کا چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب ہے، میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے پیچھے ایک جلیل القدر عورت کھڑی نماز پڑھ رہی ہے، لوگوں نے اس کے متعلق مجھے بتایا ہے کہ وہ اس کی بیوی خدیجہ ہے

عزمِ بے پایاں

یہ سن کر حضرت ابوذر نے کہا "لم تشفعنی من الخبر سأذھب بنفسی أنظر الیہ واسمع منہ" "مجھے تیری باتوں سے تسلی نہیں ہوئی میں خود جاؤں گا، اسے خود دیکھوں گا اور اس کی باتیں سنوں گا"

"اچھی بات ہے مگر اس کے خاندان والوں سے بچنا کیونکہ انہوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے

حضرت ابوذر اپنا مشکیزہ اور بروایت علامہ مجلسی، لوٹا، عصا اور کھانا لیا اور پا پیادہ روانہ ہو گئے۔ دین جدید کے بارے میں سوچتے جاتے تھے، وہ اپنی آرزوؤں کو پوری ہوتی دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ میں مکہ پہنچ کر کہاں ٹھہروں؟ کس طرح ان تک پہنچوں، مجھے ان تک کون پہنچائے گا؟ اور میں ان کے بارے میں کس سے دریافت کروں گا، تو کیا ان کے دشمنوں اور جھٹلانے والوں کی اذیت سے محفوظ رہوں گا؟ بالآخر انہوں نے اپنے دل میں یہ طے کیا کہ مسجد میں بیٹھ کر رسول کی جستجو کروں گا،

حضرت ابوذر مکہ پہنچ گئے، مسجد میں پہنچے اور رسول اللہ کو ڈھونڈنے لگے مگر نہ انہیں وہاں پایا نہ ان کا کوئی تذکرہ سنا۔ وہ مسجد ہی میں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور رات کی تاریکی چھانے لگی، اہلِ مکہ سو گئے اور طواف کرنے والوں کی تعداد کم ہو گئی، حضرت علی طواف کے لئے آئے، اور ابوذر کے پاس سے گذرے، وہ بیٹھے ہوئے تھے،

آپ نے ان سے فرمایا

"آپ مسافر معلوم ہوتے ہیں؟"

"جی ہاں، میں مسافر ہوں"

"چلو، میرے ساتھ چلو"

حضرت علی انہیں اپنے گھر لے گئے، دونوں خاموش جا رہے تھے، حضرت ابوذر نے ان سے کچھ بھی نہیں پوچھا، حتیٰ کہ وہ گھر تک پہنچ گئے، حضرت علیؑ نے ان کے آرام کا بندوبست فرما دیا اور ابوذر سو گئے، جب صبح ہوئی تو پھر رسول کی تلاش میں مسجد کا رُخ کیا، نہ انہوں نے کسی سے کچھ پوچھا، نہ کسی نے انہیں کچھ بتایا وہ اسی جستجو میں سخت منتظر رہے کہ دن ختم ہو گیا، رات ہو گئی

Marfat.com

حسبِ معمول پھر حضرت علیؑ تشریف لائے اور آپ کے سامنے سے گذرے، حضرت علی کی نگاہ جونہی حضرت ابوذر کے چہرے پر پڑی، آپ نے فرمایا۔

"کیا آپ ابھی تک اپنے گھر کو نہیں پا سکے؟"

"نہیں"

"اچھا تو میرے ساتھ چلو"

وہ دونوں خاموش جا رہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا

"کیا معاملہ ہے کیوں یہاں آئے ہو؟"

"اگر کسی سے نہ کہو تو بتا دوں"

حضرت علیؑ نے فرمایا، میں یقیناً کسی سے نہیں کہوں گا جو کہنا چاہتے ہو — آزادی سے کہو"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے، میں نے اپنے بھائی کو اس سے باتیں کرنے کو بھیجا تھا وہ لوٹا تو اس نے کوئی تشفی بخش خبر نہ دی، اب میں نے خود ہی ملاقات کی ٹھانی ہے

حضرت علی نے فرمایا کہ

"تو ہدایت پا گیا، میں اسی کی طرف جا رہا ہوں، میرے پیچھے پیچھے چلا آ جہاں میں داخل ہوں تو بھی ہو جانا، اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں گا، تو دیوار کے پاس کھڑا ہو کر جوتا درست کرنے لگوں گا، اور جب میں ایسا کرنے لگوں تو تو فوراً واپس چلا جانا۔"

دونوں چلے، ابوذر نے دل میں خوشی کی لہر محسوس کی کہ انہیں نبیؐ کا ایک مخلص دوست مل گیا ہے، اللہ نے ان کو ہدایت پر لگانا چاہا ہے اور یہ کہ وہ اسلام کی طرف سبقت لے جائیں گے اور رسول اللہ کے مقربین سے ہو جائیں گے

Marfat.com

اس کے دین کو پھیلائیں گے، اس کو بلند کریں گے اور اس کی مدد کرنے سے سرخرو ہوں گے۔

حضرت علیؓ انہیں رسول اللہ کے پاس لے گئے اور ابوذر، اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر، مکہ سے قریب "بطن مر" سے روانہ ہو کر چلے۔ مسافت کے بعد ایسے وقت میں داخل مکہ ہوئے کہ گرمی کی شدت اپنا جوبن دکھا رہی تھی۔ ابوذر نے راہ میں بڑی تکلیف اٹھائی تھی اور تشنگی ان پر غالب تھی، آپ چاہ زمزم کے پاس پہنچے، آپ نے پانی کا ایک ڈول کھینچا، جب ڈول باہر آیا تو وہ پانی کے بجائے دودھ سے بھرا ہوا تھا

آپ کو یقین ہو گیا کہ بھیڑیے نے جس نبی کی آمد کی خبر دی تھی وہ درست ہے اور پانی کے بجائے دودھ کا برآمد ہونا بھی اسی کے معجزے کی ایک دلیل ہے۔

حضرت ابوذر سیراب ہونے کے بعد مسجد کے کنارے آئے، وہاں دیکھا کہ بہت سے لوگوں کا جمگھٹا ہے، آپ بھی ان کے قریب جا پہنچے لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے اور نبی کی نبوت کا ذکر کرتے ہوئے مذاق اڑا رہے تھے، ابوذر کو یقین ہو گیا کہ بھیڑیے نے جو خبر دی تھی وہ درست ہے۔

وہ لوگ سارا دن یہی کچھ کرتے اور کہتے رہے، اتفاقاً ایک شخص سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔

ان میں سے ایک نے کہا "چپ رہو، چپ رہو، ان کا چچا ابولہب

Marfat.com

آرہا ہے۔"

جب ابو طالب پہنچ گئے سب کی زبان بند ہو گئی اور سب خاموش ہو گئے، وہ لوگ ابو طالب سے باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔

حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ جب ابو طالب اس مقام سے اٹھ کر جانے لگے تو میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا، انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

"میں ایک مسافر ہوں"

"یہاں کس لئے آئے ہو؟"

"میں اس نبی کی تلاش میں آیا ہوں جو یہاں مبعوث ہوا ہے"

"تم اس سے کیا چاہتے ہو؟"

"میں اس پر ایمان لانا چاہتا ہوں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان سے ملوں، وہ جو کچھ فرمائیں اس پر عمل کروں"

"کیا تم سچ بول رہے ہو اور ان پر ضرور ایمان لاؤ گے"

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، صدق دل سے کہہ رہا ہوں، میرا دل اسی نبیؐ پر ایمان لانے کے لئے بے چین ہے"

"اچھا کل اسی وقت میرے پاس آجاؤ تاکہ میں تمہیں ان کے پاس لے چلوں"

یہ کہہ کر ابو طالب روانہ ہو گئے اور میں مسجد کی طرف چلا گیا، میں سوتے رات بھر کی، جب صبح ہوئی میں انہیں لوگوں میں آکر بیٹھ گیا، وہ لوگ نبیؐ مبعوث کے خلاف باتیں کرتے رہے اور سارا دن یہی کچھ کرتے رہے"

"میں خاموش بیٹھا سب کی باتیں سن رہا تھا"

Marfat.com

اتنے میں میں نے دیکھا کہ ابو طالب آ رہے ہیں، یہ لوگ کل کی طرح پھر خاموش ہو گئے اور جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو وہ لوگ ان سے گفتگو میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

"رات ہوتے ہی ابو طالب پھر اٹھ کر روانہ ہوئے۔ میں ان کے کل کے فرمانے کے مطابق ان کے پیچھے ہو لیا، جب کچھ دور نکل گئے، میں نے انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا۔"

انہوں نے کل ہی کی طرح سوالات کئے اور میں نے مثل سابق جوابات دیئے، پھر بولے:

"کیا تم مجھے یقین دلاتے ہو کہ ان سے مل کر ان پر ایمان لاؤ گے؟"

"میں نے کہا، ضرور ایسا ہی کروں گا۔"

"فرمایا۔ اچھا میرے ساتھ چلو۔"

میں ان کے ہمراہ روانہ ہوا، وہ مجھے حمزہ بن عبدالمطلب کے مکان میں لے گئے اور انہوں نے میرا مدعا ان سے بیان کیا۔

حمزہ نے پوچھا کہ "کیا واقعی تم ایمان لانا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "بے شک"

انہوں نے کہا "میرے ہمراہ چلو۔"

میں ان کے ہمراہ ہو لیا۔ وہ مجھے "جعفر طیار بن عبدالمطلب" کے پاس لے گئے۔

انہوں نے کہا "کیا چاہتے ہو۔"

میں نے کہا "ایمان"

"کیا تم مجھے اس اپنے قول کا یقین دلاتے ہو؟"

Marfat.com

"پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میرے ہمراہ چلو۔"
میں ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا، انہوں نے مجھے حضرت علی بن طالب کے گھر پہنچا دیا۔

حضرت علی نے مجھ سے حاضری کی غرض دریافت کی، میں نے اپنے قلبی جذبات کا مظاہرہ کیا۔

انہوں نے کئی سوالات کے بعد مجھ سے فرمایا کہ "کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کرو۔"

میں نے کہا۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اور ایک حقیقت

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام مجھ کو ایک مکان میں لے گئے، جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک نور مجسم جلوہ فرما ہے جیسے ہی میری نگاہ ان کے چہرہ انور پر پڑی، دل کھنچ گیا، شوقِ قدمبوسی نے بے چین کر دیا۔
"میں نے فوراً اسلام کیا اور شرف قدمبوسی حاصل کیا۔"
انہوں نے جواب سلام دے کر فرمایا۔
"تم کیا چاہتے ہو؟"
میں نے عرض کی "میں ایمان کے جذبہ سے حاضر ہوا ہوں۔"
آپ نے ضروری امور کی تلقین فرمائی اور کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم دیا میں نے کلمہ شہادت پڑھ کر سنا دیا۔

حضرت ﷺ کی خاص ہدایت اور خوشخبری

حضرت رسول کریم ﷺ نے محبت بھری نگاہ میری طرف مبذول کر کے

Marfat.com

فرمایا کہ سنو، دنیا اسلام کی خاص دشمن ہے تم بہت محتاط رہنا۔ تم اپنے وطن کو واپس جاؤ اور جب تک میری نبوت زور نہ پکڑے وہیں رہنا۔ جاؤ تمہارے وطن پہنچنے سے پہلے تمہارا ماموں انتقال کر چکے گا، اس کے چونکہ کوئی اولاد نہیں ہے لہذا تم ہی اس کے وارث ہو گے۔

حضرت ابوذر حضرت رسول کریمؐ سے رخصت ہو کر اپنے وطن پہنچے ماموں کا انتقال ہو چکا تھا، آپ واحد مالک بن گئے۔ آپ نے اس وقت تک وہیں قیام کیا جب تک حضرتؐ کی ہجرت نہیں ہو گئی۔ ہجرت کے بعد مدینہ جا پہنچے اور حضرت کی خدمت میں رہے (حیات القلوب ج ۲ ص ۷۵۵)

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ نے اس کی بھی ہدایت فرما دی کہ ایمان ظاہر نہ کیا جائے۔ آپ کا یہ ہدایت فرمانا صرف اس بنا پر تھا کہ یہ دشمنوں کے مصائب و آلام سے محفوظ رہیں۔

حضرت ابوذر کی پہلی تقریر

لیکن حضرت ابوذر نور ایمان کو کیونکر چھپا سکتے تھے بالآخر وہ حضرتؐ کی خدمت اقدس سے رخصت ہو کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے یہ دیکھ کر کہ کفار قریش کا اچھا اجتماع ہے، "صاح باعلی صوتہ" بڑی تیز آواز کے ساتھ چلا کر بولے کہ

یا معشر قریش انی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ

اے قریش سنو، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں۔

اس آواز نے قریش کے سامعہ کو تھرا دیا اور ان کے لات و عزیٰ کی شان و شوکت کو خاک میں ملا دیا، قریش کے اس احساس نے کہ ہمارے پیغمبر کے خداؤں کی عزت مٹی میں مل گئی، انہیں سخت مضطرب کر دیا۔

Marfat.com

بالآخر ان لوگوں نے ایکا کر کے حضرت ابوذر کو گھیرے میں لے لیا اور جم غفیر نے انہیں مارنا شروع کر دیا

"ضربوہ حتی کادان یموت وخر مغشیاً علیہ"

اور اس درجہ زدو کوب کیا کہ ابوذر بیہوش ہو گئے اور قریب تھا کہ ان کی روح جسد عنصری سے پرواز کر جائے، ناگاہ عباس بن عبدالمطلب آ گئے انہوں نے جب دیکھا کہ محمدؐ بن عبداللہ کا فدائی جان بحق تسلیم ہونے والا ہے تو ان سے رہا نہ گیا،

"فاکب علیہ" اور وہ ابوذر کے اوپر لیٹ گئے،

اور بولے، کہ اے نا عاقبت اندیشو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، ارے بنی غفار کے ایک عظیم فرد کو قتل کر رہے ہو، تمہیں یہ کیوں فراموش ہو گیا ہے کہ تم بنی غفار ہی میں تجارت کرتے ہو اور انہیں میں تم آتے جاتے ہو اے احمقو! تمہیں اس کی قوم سے مطلقاً خوف نہیں محسوس نہیں ہوتا،

یہ سن کر وہ لوگ حضرت ابوذر کے پاس سے ہٹ کر اپنی راہ لگ گئے،

ان کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوذر جو کہ لہولہان ہو چکے تھے، اس مقام سے اٹھ کر چاہ زمزم کے پاس جا پہنچے۔

ضرب شدید اور کافی خون نکل جانے کی وجہ سے آپ پر پیاس کا شدید غلبہ تھا، آپ نے پہلے پانی پیا، پھر اپنے جسم کو خون سے پاک کیا

اس کے بعد کراہتے ہوئے حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے جونہی ان کی یہ حالت دیکھی، سخت رنج فرمایا۔ پھر پوچھا کہ اے میرے صحابی "ابوذر" تم نے کچھ کھایا پیا ہے؟

"ابوذر نے عرض کی، مولا! آپ زمزم پی کر سکون حاصل کر لیا ہے۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا بے شک بہ سکون بخشنے والا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ابوذر کو تسلی دی۔

حضرت ابوذر کی دوسری تقریر

حضرت ابوذر اگرچہ ایک بار تقریر کر کے مصائب کا پہاڑ اٹھا چکے تھے لیکن ان کے جذبہ ایمانی نے اس کی اجازت نہ دی کہ وہ خاموش اپنے وطن کو واپس چلے جائیں۔

آپ کا ایمان کامل یہ تقاضہ کرتا تھا کہ قریش کو یہ باور کرا دینا ضروری ہے کہ شعور انسانی بت پرستی کے اوہام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

آپ رسول کریم سے رخصت ہو کر پھر مسجد میں تشریف لائے، آپ نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر عزم راسخ کے ساتھ آواز دی، اے گروہ قریش میری بات سنو،

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ"

یہ سننا تھا کہ وہ کفار جو اپنے خداؤں کی بنیادیں اکھڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور انہیں ان کی کل والی تقریر نے خلجان میں ڈالا ہوا تھا، ایک مرتبہ پھر چونک اٹھے اور گھبرا کر ان کی نبیز ترین آواز کی طرف متوجہ ہوئے اور دوڑ کر سب کے سب ان کے گرد جمع ہو گئے۔

یہ لوگ شور مچا رہے تھے "اقتلوہ" اس غفاری بوڑھے کو جو ہمارے خداؤں کی توہین پر کمر بستہ ہے۔ جلد سے جلد قتل کر دو۔

ساری مسجد کی فضا قتل ابوذر کی آواز سے گونج رہی تھی یہاں تک کہ سب نے مل کر ان پہ حملہ کر دیا اور اس درجہ ان کی زدوکوب کی، کہ "کاد ان یموت" قریب تھا کہ مر جائیں۔

Marfat.com

یہ دیکھ کر عباس بن عبدالمطلب پھر آگے بڑھے اور یہ کل ہی کی طرح ان کے اوپر لیٹ گئے اور بولے۔

"کہ اے گروہ قریش! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایک غفاری شخص کو قتل کر رہے ہو حالانکہ اس کے خاندان سے تمہارے بڑے تعلقات ہیں، تمہاری تجارت اس کے خاندان کے سہارے فروغ پا رہی ہے اور تمہارا آنا جانا بھی اس کے خاندان میں بہت کافی ہے، ہٹ جاؤ اور خبردار اب اس پر ہاتھ نہ اٹھانا"

یہ سننا تھا کہ سب کے سب ابوذر کو غشی و بیہوشی کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔

جب حضرت ابوذر کو ہوش آیا تو چاہ زمزم کے قریب تشریف لے گئے اور اس کے پانی سے سیرابی حاصل کرنے کے بعد اپنے جسم کو خون سے پاک کیا۔

علامہ عبداللہ سبیتی لکھتے ہیں کہ، حضرت ابوذر زخمی ضرور ہو گئے، لیکن انہوں نے اپنی تقریروں سے قریش کو یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام فضا میں پھیل گیا ہے اور کانوں میں گہری بات پڑ گئی ہے"

الغرض حضرت ابوذر چاہ زمزم سے اٹھ کر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت ابوذر کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا "أین کنت" اے ابوذر تم کہاں تھے اور تمہاری یہ کیا حالت ہے؟ ابوذر نے عرض کی مولا، میں دوبارہ مسجد میں گیا تھا، میں نے تقریر کی تھی اور میں خون میں نہایا تھا، اب میں "آب زمزم" سے اپنا جسم پاک

کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

حضرت ابوذر کو مراجعت وطن کا حکم

حضرت رسول کریم صلعم نے شکل سابق فرمایا کہ اے ابوذر، بس اب تمہیں میرا یہ حکم ہے کہ تم فوراً اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ اور سنو جب تم اپنے وطن پہنچو گے تو تمہارا چچا فوت ہو چکا ہوگا، چونکہ تمہارے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے لہٰذا تم ہی اس کے مال کے وارث و مالک ہوگے۔

تم جاؤ اور جائیداد حاصل کرنے کے بعد "تبلیغ اسلام" پہ اسے صرف کرو۔ میں عنقریب مکہ سے "یثرب" کی طرف ہجرت کرکے چلا جاؤں گا۔ تم اس وقت تک وہیں اپنا کام کرنا جب تک میں ہجرت نہ کرلوں۔

حضرت ابوذر نے عرض کی حضور بہت بہتر ہے "ساذھب وسادعو قومی الی الاسلام" میں عنقریب یہاں سے چلا جاؤں گا اور اسلام کی تبلیغ کرتا رہوں گا" (ابوذر الغفاری و صحیح بخاری ج ص ۴۷ باب اسلام ابوذر طبع مصر ۱۳۱۲)

Marfat.com

باب ۲

حضرت ابوذر کی مکّہ سے واپسی

جوہر ایمان سے اپنی زندگی کی جھولی بھرنے کے بعد حضرت ابوذر مکہ سے عازم وطن ہو گئے۔ علامہ عبید اللہ السبیتی لکھتے ہیں کہ ابوذر رسول کریم صلعم کے پاس سے جس وقت روانہ ہوئے ان کے قلب کے گوشے ایمان سے پُر تھے اور ان کے سمع و بصر پہ اسلام چھایا ہوا تھا، وہ نہایت مسرت کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے تھے ان کو اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ خداوند عالم نے ان کی رہبری ایسے دین کی طرف کر دی ہے جسے پاک نفوس تسلیم کرتے ہیں اور فطرت مستقیمہ اس پر مطمئن ہے اور عقل سلیم اس کا خیر مقدم کرتی ہے۔

آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہو گئے، آپ راستہ طے کرتے ہوئے جا رہے تھے لیکن آپ کی نگاہ کے سامنے وہ مصائب چکر لگا رہے تھے جو دو ایک دن قبل کفار قریش کے ہاتھوں گذرے تھے، آپ یہ سوچ رہے تھے کہ اگر عباس بن عبدالمطلب بروقت نہ آجاتے تو میں اسلام کی منزل اول ہی میں جان بحق تسلیم ہو جاتا اور میرا جذبہ تبلیغ اسلام خاک میں مل جاتا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بچا لیا اور اب انشاء اللہ ترویج اسلام میں پوری پوری سعی کروں گا۔

نورِ ایمان کی چھوٹ

آپ چلتے چلتے اپنے وطن جا پہنچے، سب سے پہلے جس نے آپ سے ملاقات کی، وہ آپ کا بھائی "انیس" تھا اور سب سے پہلے جس پر آپ کے

Marfat.com

ایمان کی چھوٹ پڑی وہ یہی آپ کا بھائی تھا" انیس" نے آگے بڑھ کر بھائی کے قدم چومے، اور کہا" لقد ابطاءت علینا " اے ابوذر تم نے مکہ میں بڑے دن لگا دیئے،

اچھا بتاؤ" ما صنعت" تم کس نتیجہ پر پہنچے

"ابوذر" اے انیس میں ایسے نتیجہ پر پہنچا ہوں جس کا استقبال عقل سلیم کرتی ہے۔

اے انیس، میں نے بڑے غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ مجھے دین محمدی قبول کر لینا چاہیئے، اے انیس تم سے کیا بتاؤں جب میں محمد مصطفٰے سے ملا اور میں نے ان کے چہرہ اقدس پر نگاہ کی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے "انشراح صدر" ہو جائے، دل میں مسرت کی لہر دوڑنے لگی، دماغ پر ایمان کا نشہ چھا گیا۔

میں نے فوراً کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور ان کی نبوت تسلیم کر کے ان سے درخواست کی کہ اصول اسلام تعلیم فرمائے جائیں، چنانچہ انہوں نے اصول اسلام اور قواعد ایمان بتا دیئے۔"

اے انیس! میں تم سے صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان پتھر کے خود ساختہ خداؤں کی پرستش چھوڑ کر خدائے واحد کے سامنے سر نیاز جھکاؤ۔

یہ سن کر انیس، سر جھکا کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے، ان پر ایسی حالت طاری ہوئی جیسے نشہ میں ہوتی ہے، انیس کے سامنے وہ تمام چیزیں آگئیں جو وہ مکہ میں خود دیکھ کر آئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد بولے، کہ اے بھائی! تمہاری صداقت کی دل

Marfat.com

گواہی دے رہا ہے۔ میری عقل سلیم کہتی ہے کہ تمہارا کہا مانلوں۔

تو۔ سن لو۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ

ابوذر اور انیس ماں کی خدمت میں

انیس کے ایمان لانے سے حضرت ابوذر بے انتہا خوش ہوئے، انہوں نے انیس سے کہا کہ برادر عزیز اب چلو، ماں کی خدمت میں حاضری دیں۔

دونوں بھائی اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ماں صحن خانہ میں بیٹھی ہوئی اپنے آپ سے کہہ رہی تھی کہ دیکھو میں بوڑھی ہوگئی ہوں میرے قویٰ جواب دے چکے ہیں، عقل ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ ہے، موت میرے سر پہ منڈلا رہی ہے، اور ابوذر ایسے گئے کہ اب تک واپس نہ آئے۔

اتنے میں حضرت ابوذر اپنے بھائی انیس سمیت داخل خانہ ہوئے، آداب فرزندانہ بجالا کر بولے، مادر گرامی میں معافی چاہتا ہوں، بڑی مدت آپ کی خدمت سے دور رہا۔

لیکن اے اماں، میں ایسی دولت لے کر آیا ہوں جو یہاں کسی کو نصیب نہیں ہے۔

ماں نے پوچھا وہ کونسی دولت ہے جس میں تم منفرد ہو۔

ابوذر نے کہا، اماں جانی وہ دولت ایمان ہے۔

مادر گرامی میں نے مکہ میں پہنچ کر ایک ایسے شخص سے ملاقات کی شرافت جس کے چہرہ پر قربان تھی۔ اخلاق حسنہ اور مروت میں وہ ساری دنیا

Marfat.com

میں اکیلا ہے، جو کہتا ہے، سچ کہتا ہے، جو بولتا ہے، حق بولتا ہے، جو کرتا ہے عدل کرتا ہے، حکمت اس کے لب و لہجہ پر نثار ہے،

اے ماں! اس کے دشمن بھی اس کو "صادق الامین" کہتے ہیں۔

مادر گرامی! ھویدعوا الی اللہ" وہ ایک اپنے خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور اس کائنات و جود کا مدبر ہے۔

اماں جان "فاسلمت وھذا اخی انیس قد اسلم" میں اس کے حالات و بیانات و ارشادات سے متاثر ہو کر ایمان لایا ہوں اور میرا یہ بھائی بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

ہم لوگوں نے خدا کی وحدانیت اور محمد مصطفےٰ کی رسالت کا اقرار کر لیا ہے

حضرت ابوذر کی والدہ نے ان باتوں کو سن کر کہا،

بیٹا جب ایسی بات ہے تو میں بھی یہ کہتی ہوں۔

"اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ"

بھائی اور ماں کے ایمان لانے سے حضرت ابوذر کا دل بڑھ گیا، اب یہ سوچنے لگے کہ اپنے قبیلہ والوں پر کیونکر اثر ڈالوں اور انہیں کیسے راہ راست پر لاؤں۔

Marfat.com

باب

حضرت ابوذرؓ میدانِ تبلیغ میں

بڑے سوچ بچار کے بعد حضرت ابوذر اپنے گھر سے نکل پڑے، آپ کے ہمراہ آپ کی ماں اور آپ کے بھائی انیس بھی تھے، کچھ دور چل کر اپنے حلقہ قبیلہ میں ایک جگہ خیمہ زن ہوئے۔

رات ہو گئی تھی یہ تھکے ہوئے مسافر اپنے اپنے خیموں میں بہر خواب لیٹے ہوئے تھے کہ انہیں یہ محسوس ہوا کہ بہت سے افراد قبیلہ جو اس مقام پر ہیں آپس میں قصہ کہانی کر رہے ہیں اور مختلف قسم کے تذکرے کر رہے ہیں۔ ان کی باتیں جاری ہیں

حضرت ابوذر نے جو کان لگایا تو سنا کہ اس وقت انہیں کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے،

ایک شخص نے کہا "عرصہ ہو گیا کہ قبیلہ کے بہادر "ابوذر" نظر نہیں آئے۔

دوسرے نے کہا "ہم دیکھ رہے ہیں کہ ابوذر ایک عرصہ سے ہم لوگوں سے چھپے چھپے رہتے ہیں، نہ بتوں کے پاس آتے ہیں، نہ کسی سے ملتے ہیں۔

چوتھے نے کہا۔ "ابوذر کا میلان "اللہ" کی طرف ہوتا جا رہا ہے، انہیں جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مکہ میں ایک شخص نبوت کا دعویدار ہے اور وہ ایک خدا کی طرف دعوت دیتا ہے، تب سے وہ اس کی طرف مائل ہیں، اب سنا جا رہا ہے کہ وہ مکہ گئے ہوئے ہیں۔

پانچویں نے کہا کہ "میں نے سنا ہے کہ وہ مکہ گئے تھے اور وہاں سے واپس آگئے ہیں، مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ اس وقت ہمارے قبیلہ کے

Marfat.com

غربی حلقہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ان کے ہمراہ ان کا گھرانا بھی ہے۔

چھیٹے نے کہا کہ "ذرا اس کا صحیح پتہ لگا لیا جائے کہ وہ ہمارے قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں اور جب اس کا علم ہو جائے تو ہم لوگ چل کر ان سے ملیں"۔

باہمی گفتگو کے بعد تفحص حالات کے لئے ایک شخص گیا اور اس نے آ کر خبر دی کہ ابوذر کے خیمے ہمارے بالکل قریب ہی نصب ہیں۔ یہ سن کر سب نے فیصلہ کیا کہ ان کے پاس چل کر ان سے ملیں اور ان سے دریافت کریں، کہ آپ کہاں رہے اور اب کیا ارادے ہیں، آخر ہم لوگوں سے آپ دور دور کیوں رہتے ہیں؟

نوجوانانِ قبیلہ حضرت ابوذر کی خدمت میں

اس کے بعد یہ لوگ اپنے مقام سے اٹھے اور حضرت ابوذر کے خیمہ کے قریب پہنچے، حضرت ابوذر نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ افرادِ قبیلہ میرے خیمہ کے قریب آ گئے ہیں، تم باہر نکل کر ان سے ملاقات کرو۔

انیس فوراً باہر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کچھ قبیلہ کے نوجوان آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا، انیس نے جواب سلام دے کر آنے کا سبب پوچھا ان لوگوں نے کہا کہ ہم صرف آپ کی اور ابوذر کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

انیس حضرت ابوذر کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے

ہمارے قبیلہ کے نوجوان آئے ہوئے ہیں وہ حالات سفر دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابوذر نے فرمایا، کہ ان لوگوں کو بلا لو میں ان سے بات چیت

Marfat.com

کیونکہ خیمہ میں انہیں خدائے واحد کا پجاری پا سکتی ہے۔

انہوں نے باہر آ کر کہا کہ چچا جان ابوذر بلا رہے ہیں وہ سب کے سب ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

ان میں سے ایک نے کہا کہ اے ابوذر آپ لوگوں سے عرصہ ہوا ملاقات نہیں ہوئی جس کے نتیجے میں ہم بہت دل تنگ ہو گئے ہیں۔

ابوذر نے فرمایا: اے میرے نوجوانو! میرے دل میں تمہاری گہری محبت ہے اور تمہاری عزت سے پورا پورا خلوص موجود ہے۔"

ایک شخص: "اے فارس قبیلہ "ابوذر" اتنی مدت آپ کہاں رہے، عرصہ سے آپ کی ملاقات نصیب نہیں ہوئی۔"

ابوذر: "اے نوجوانو! میں مکہ گیا ہوا تھا۔ چند دن میری واپسی کو ہوئے ہیں۔"

دوسرا شخص: "آپ مکہ گئے ہوئے تھے، بڑی خوشی ہوئی۔ آپ نے حج کیا ہوگا، طواف فرمایا ہوگا، آپ کا کیا کہنا۔"

تیسرا شخص: "حضور والا آپ تو بڑے خوش قسمت ہیں، آپ نے ہبل کے سامنے قربانی پیش کی ہوگی۔ "لات" اور "عزیٰ" کے سامنے سجدے کئے ہوں گے، آپ تو بڑی عظیم نعمتوں سے بہرہ ور ہو گئے۔"

"ابوذر: میرے نوجوانو! میں مکہ ضرور گیا تھا لیکن میں نے ہبل کے سامنے قربانی نہیں پیش کی اور "لات و عزیٰ" کے لئے سجدے نہیں کئے، میرے نوجوانو! میں یہ سب کچھ کیوں کرتا جبکہ یہ جانتا ہوں کہ یہ پتھر کے بت نہ حیات رکھتے ہیں نہ نفع و ضرر پہنچا سکتے ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ خود اپنے اوپر آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتے ہیں۔ سنو!

Marfat.com

انی اتقدم بافعالی وسائر اموری الی اللہ تعالیٰ الی اللہ
وحدہٗ لاشریک لہٗ واشہد للہ الذی لا الہ الا ھو خالق
کل شئ ربی وربکم فاشہدون ط

"میں تو اپنے تمام افعال اور جملہ امور میں خدائے تعالیٰ کی طرف بڑھتا اور رجوع کرتا ہوں، جو یقیناً ایسا واحد ہے جس کا ہرگز کوئی شریک نہیں ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں اس خدائے واحد کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور ہمارا، تمہارا پالنے والا ہے، میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کارِ خیر اور فکرِ عقل میں میرے شریک ہو جاؤ۔"

یہ سُن کر سب کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، اور سب کے جوڑ بند کانپنے لگے، ان میں سے ایک نے بڑے تعجب سے کہا

"ماھذا یا اباذر" اے ابوذر یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

کیا تم ہمارے خداؤں کو نظر انداز کر کے ایک خدا پر قانع ہو گئے۔ ارے تم ان معجزات و کرامات کو بھی جھٹلائے دے رہے ہو جو ہمارے خداؤں سے ظاہر ہوئے ہیں؟

چوتھا شخص "حضرت ابوذر کے خیالات معلوم کرنے کے بعد ان میں کے چوتھے شخص نے کہا

"انعبد الھاً لم تدرکہ ونترک الھتنا والھۃ آبائنا"

اے فارس قبیلہ "ابوذر" یہ آپ کیا فرما رہے ہیں، کیا آپ ایسے خدا کی عبادت کریں گے جسے دیکھا تک نہیں اور ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے خداؤں کو چھوڑ دیں گے؟

"ابوذر" سنو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں ـــــ میں

Marfat.com

اگرچہ اپنے خدا کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا لیکن میں اسے اپنے دل کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں، اور سنو وہ دنیا کی ہر شئے میں نظر آتا ہے ــــ اور تم جو بتوں کے آیات اور ان کی نشانیوں کا حوالہ دے رہے ہو ان جملہ چیزوں کا مرکز خدا ہی ہے وہی سب کچھ کرتا ہے اور یہ بت تو پتھر کے تراشے ہوئے لکڑیوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ سب ہمارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں ــــ

میرے نوجوانو! ذرا سوچو تو سہی کہ جسے انسان اپنے ہاتھوں سے بنائے وہ انسان کا معبود کیسے ہو سکتا ہے ــــ اور یہ کونسی عقلمندی ہے کہ اپنے بنائے ہوئے پتھر اور لکڑی کے بتوں کی پرستش کی جائے، ان کا طواف کیا جائے اور ان سے اپنی حاجت مانگی جائے۔

میرے عزیزو! تمہیں معلوم ہے کہ یہ بت کوئی طاقت نہیں رکھتے ــــ نہ ان میں اپنے سے کسی شر کو دور کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ کسی نفع حاصل کرنے کی قوت ہے۔

سنو! میں کہتا ہوں کہ اگر اس وقت ہم "منات" کے پاس جائیں اور اسے اکھاڑ کر دوسری جگہ نصب کرنا چاہیں تو کیا اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے مقام سے نہ ہٹے اور ہمیں اپنے ارادے سے باز رکھے "ہرگز نہیں"

تو جب ایسا ہے تو پھر ایسوں کو خدا ماننا، کمزوری عقیدہ اور خرابی عقل کے علاوہ کوئی اور چیز ہے؟

سنو! ہمارے باپ دادا نے ان "خود تراشیدہ" پتھروں کی پرستش میں سخت غلطی کی ہے، ان کی عقلیں فیل ہو چکی تھیں۔ انہوں نے اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود پتھروں کے سامنے سر جھکا کر "فطرت" کی توہین کی ہے۔

اے نوجوانو! خدا کے لئے پتھر کے خداؤں کی پرستش چھوڑ دو، انہیں ذریعہ

Marfat.com

نجات قرار دینے کا وہم اپنے دماغوں سے نکال دو اور ان سے اپنی حاجت طلب کرنے کے تخیل سے توبہ کر لو

سنو! میں کمالِ تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ پتھر کے خداؤں کو مٹی میں ملا کر خدائے واحد کے سامنے سرِ نیاز جھکانا، فطرت کو سراہنا اور انسانیت کو فروغ دینا ہے۔"

حضرت ابوذر کا یہ بیان سن کر یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

ایک نے کہا کہ "میں تم لوگوں سے پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مکہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے اور ایک خدا کی طرف دعوت دیتا ہے، ابوذر اس سے ملے ہیں اور وہ ان کی تبلیغ سے متاثر ہو گئے ہیں اور وہ جس قدر خیالات پیش کرتے ہیں سب اسی کے خیالات ہیں۔

میں تمہیں یہ بھی بتا چکا ہوں کہ وہ "نبی" ہمارے خداؤں کی سخت برائی کرتا ہے جس کی وجہ سے مکہ کے تمام لوگ اس کے دشمن ہیں، شیخ بطحا، ابوطالب اور ان کا فرزند "علی" اس کی پشت بانی اور امداد کرتے ہیں۔

دوسرے نے کہا کہ "حالات بڑے خراب نظر آتے ہیں ابوذر کی شخصیت اور ان کی تبلیغ سے ہمیں سخت خطرہ ہے ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ تبلیغ کرتے رہے تو ہمارے قبیلہ میں سخت پھوٹ پڑ جائے گی اور ہماری زندگی کے لمحات خراب ہو جائیں گے۔

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ اپنے سردار قبیلہ "خفاف" کے پاس چلیں اور اس سے تمام خطرات کو بیان کریں اور اسے مجبور کریں کہ وہ اس کے ردِعمل کی طرف پوری توجہ مرکوز و مبذول کرے۔"

یہ سن کر حضرت ابوذر بولے، کہ تمہارا جو جی چاہے کرو۔ اور تم جس کے پاس

Marfat.com

جانا چاہتے ہو جاؤ لیکن میری تھوڑی سی بات اور سن لو اور وہ یہ ہے۔

"کہ وہ شخص جو مکہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے، وہ درحقیقت نبی ہے اس کو خدا نے سارے عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ وہ خدائے واحد کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے جو ساری کائنات کا خالق ہے۔ سنو! اس کا کہنا بالکل درست ہے، یہ آسمان و زمین، یہ شمس و قمر یہ نجوم و کواکب یہ لیل و نہار، اور حرارت و برودت گرمی و سردی سب اسی کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں، اور یہ تمام کی تمام قدرت صانع عالم کے لئے دلیل واضح ہیں۔

میرے نوجوانو! تم تو پتھر کے تراشے ہوئے اور لکڑی کے بنائے ہوئے بتوں کی ...... پرستش کرتے ہو جو بے حس اور اندھے لاچار اور مجبور ہیں۔

وہ نبی جو مکہ میں مبعوث ہوا ہے وہ ان پتھر کے خود تراشیدہ بتوں کے سخت خلاف ہے اور اس کی مخالفت بالکل بجا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ان کی پرستش چھوڑ کر خدائے واحد کے سامنے سر نیاز جھکاؤ اور یہ اس کا کہنا بالکل درست ہے۔

یہ سن کر ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے ابوذر تم نے تو کمال ہی کر دیا تم ایسی ایسی باتیں کرتے ہو جنہوں نے ہماری عقلوں کو حیران کر دیا، ارے تم فارس قبیلہ ہو تم سے اس قسم کی غیر متوقع باتیں سن کر ہمیں حیرانی ہے۔

ابوذر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ہمارے آبائی خداؤں کی توہین کرتے ہو، ہماری اور ہمارے باپ دادا کی عقلوں کو ذلیل سمجھتے ہو۔ اور حد ہو گئی کہ ہمارے خداؤں کو اندھے بہرے پتھر بتاتے ہو۔

یہ کہہ کر وہ اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا

"قوموا الى حبيب ابي خفاف"

چلو، سردار قبیلہ، خفاف، کے پاس چلیں اور ان سے یہ باتیں بتائیں۔

یہ سن کر حضرت ابوذر کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا، وہ کچھ کہنا چاہتے تھے مگر رُک گئے

یہ دیکھ کر ان لوگوں میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا، اے ابوذر جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو، چپ کیوں ہو گئے؟

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ

"بے شک تم سردار قبیلہ کے پاس جاؤ لیکن بہتر یہ ہے کہ میں بھی تمہارے ہمراہ اس کے پاس چلوں اور جو حقائق ہیں تمہارے روبرو اس کے سامنے پیش کروں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ سمجھدار آدمی ہے میری باتوں کو سن کر ضرور غور کرے گا۔"

یہ سن کر انیس بولے "اے بھائی ابوذر، میں تو تمہیں اس تاریکی شب میں ان لوگوں کے ہمراہ "خفاف" کے پاس نہ جانے دوں گا۔ آپ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ بلا بلائے ہوئے اس کے پاس جائیں۔

آپ ہرگز نہ جائیے، جب لوگ اس سے آپ کی شکایت کریں گے تو وہ خود آپ کو بلا بھیجے گا، جب وہ آپ کو بلا بھیجے تو آپ کا جو جی چاہے آپ اس سے بات چیت کیجئے گا۔

حضرت ابوذر نے انیس کی بات مان لی اور وہ ان کے ہمراہ جانے سے باز رہے۔

غفار کے نوجوانان غفار، سردار قبیلہ کی خدمت میں

نوجوان حضرت ابوذر سے رخصت ہو کر خفاف سے ملنے کے لئے روانہ ہو گئے۔

یہ لوگ راستے میں تبادلہ خیالات کرتے ہوئے جا رہے تھے۔

ایک نے کہا "کہ یہ تو ابوذر نے بڑا فتنہ کھڑا کر دیا ہے"۔

دوسرے نے کہا۔ یہ تو ہمارے لئے بڑے عار کی بات ہے کہ ہم ابوذر کے اس گناہ عظیم کو نظر انداز کر دیں۔ یہ تو کھلم کھلا ہمارے دین کی توہین کرتے اور ہمارے خداؤں کا تمسخر اڑاتے ہیں"۔

تیسرے نے کہا۔ "ہم پر واجب ہے کہ ہم انہیں اپنے قبیلہ سے نکال دیں اور اس معاملہ میں ذرا بھی تاخیر نہ کریں۔ اگر ہم نے ان کے اخراج میں ذرا بھی تاخیر کی تو یہ ہمارے نوجوانوں۔ عورتوں اور غلاموں پر چھا جائیں گے اور ان کے دلوں میں اپنے خیالات فاسدہ کو اتار دیں گے، اور اگر ایسا ہو گیا تو ہمارا سخت دینی نقصان ہو گا۔

چوتھے نے کہا۔ کہ تمہارا خیال درست ہے لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا۔ وہ معمولی شخصیت کے آدمی نہیں ہیں۔ آخر وہ شہسوار قبیلہ اور بزرگ خاندان ہیں۔ اور میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ انیس انہیں کے ہم خیال ہیں اور وہ بھی بڑی اچھی حیثیت کے آدمی ہیں۔

پانچویں نے کہا کہ "خیر گھبرانے کی بات نہیں ہے چلو خفاف کے سامنے معاملہ کو پیش کریں، ہمیں یقین ہے کہ سردار قبیلہ "خفاف" اور اشراف قبیلہ ان لوگوں کو خود اپنے قبیلہ سے خارج کر دیں گے"۔

چھٹے نے کہا۔ "کہ میں ان کی باتوں پر غور کر رہا ہوں مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے خیالات کو بدل سکیں گے ہو سکتا ہے کہ وہ خود راہ راست پر آجائیں۔

ہمیں گھبرانا نہیں چاہئے اور ان کے دین پر غور کرنا چاہئے، سنو میں ان کی باتوں میں حقیقت کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔

Marfat.com

خیر ہم لوگ اب عنقریب خفاف کے پاس پہنچا چاہتے ہیں، اس سے گفتگو کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنے کی توقع ہے۔

الغرض یہ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوئے سردار قبیلہ کے پاس جا پہنچے سردار قبیلہ نے بڑے اچھے انداز میں ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ

"خیر تو ہے اس تاریکی میں تم کیسے آئے اور کہاں سے آنا ہوا؟"

ان لوگوں نے کہا کہ "ہم ابوذر کے پاس سے آ رہے ہیں"

خفاف "کیا ابوذر، سفر مکہ سے واپس آ گئے ہیں؟"

ایک شخص بولا "ہاں حضور وہ واپس آ گئے ہیں لیکن ان کی واپسی عجیب و غریب قسم کی ہے، وہ زبردست مصیبت لائے ہیں اور شر و فساد ان کے دامن سے لپٹے ہوئے ہیں۔

دوسرا شخص۔ حضور ہم نے ان میں عجیب انداز پایا ہے۔ وہ حیران کن باتیں کرتے ہیں اور نہ جانے کیا اٹکلتے ہیں؟

خفاف سردار قبیلہ ان لوگوں کی باتیں سن کر گھبرایا ہوا بولا۔

"تم گھبراؤ نہیں تمہارے مضبوط اور مستحکم معبود تم سے ہر قسم کے شر کو دور کر دیں گے اور تم خیر ہی خیر دیکھو گے اور سنو گے۔"

ایک شخص۔ بولا "حضور ابوذر گمراہ ہو گئے ہیں۔ وہ ہمارے معبودوں کا تمسخر کرتے ہیں اور ہماری عقلوں کی سخت مذمت کرتے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ مکہ میں ایک شخص "نبی" کی حیثیت سے مبعوث ہوا ہے۔ اس کا کام ایک خدا کی پرستش کی طرف دعوت دینا اور اچھی باتوں کا سکھانا ہے

ابوذر صرف اس امر پر قانع نہیں ہیں کہ اس کی نبوت کو خود مان لیں بلکہ

Marfat.com

وہ عوام میں برابر تبلیغ کرتے ہیں اور سب کو اس نبی اور اس کے خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

حضور، ہمیں شبہ ہے کہ اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا اور انہیں اس فعل قبیح سے نہ روکا گیا تو یہ ہمارے بہت سے افراد کو بہکا دیں گے اور ہمارے دین میں سخت رخنہ پڑ جائے گا۔

ایک اور شخص بولا جو کہ ابوذر کی تبلیغ سے متاثر ہو چکا تھا۔ اس نے کہا کہ اے میرے سردار وہ ایک ایسے خدا و معبود کی طرف دعوت دیتے ہیں جو زمین اور آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ ان کی گفتگو میں بڑی لذت ہے اور ان کے دلائل بڑے ٹھوس ہیں۔ وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو کانوں کے ذریعہ سے بڑی آسانی کے ساتھ دل میں اترتی جاتی ہیں۔

میں اپنے سردار قبیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ گھبرائے نہیں، اور اس اہم معاملہ میں تعصب کو بروئے کار نہ لائے اور ٹھنڈے دل سے سوچے کہ ابوذر کیا کہتے ہیں اور ان کے کہنے میں کس درجہ صداقت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے سردار لوگوں کی باتوں سے متاثر ہو کر کوئی ایسا اقدام کر دے جو فتنہ و فساد کا باعث بن جائے۔ اور آپس میں قتل و غارت کا بازار گرم ہو جائے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ معاملہ تدبیر کے ساتھ حل ہونا چاہیے۔ ہم اس وقت یہودیوں کے نرغے میں گھرے ہوئے ہیں۔

یہ سن کر ایک شخص بولا کہ میں تم سے جو باتیں سن رہا ہوں وہ فتنہ و فساد کی بنیاد اور ہمارے دین کی تباہی کی جڑ ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ابوذر کے لائے ہوئے فتنہ کا اپنی پہلی فرصت میں انسداد کر دیں اور اس سلسلہ میں اگر ہمیں انہیں ٹھکانے لگانا پڑے تو ہم اس سے

بھی دریغ نہ کریں۔

خفاف۔ سردار قبیلہ سب کی باتیں سننے کے بعد کہنے لگا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابوذر سب خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کا پرچار کرتے ہیں، یہ تو بڑا شر ہے اور بڑی ہی بری بات ہے مجھے تو ایسا نظر آ رہا ہے کہ ہمارے قبیلہ غفار میں سخت اضطراب پیدا ہو جائے گا اور ہمارا قبیلہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

اے میرے نوجوانو! جلدی نہ کرو اور مجھے ابوذر کے معاملہ میں سوچنے کا موقع دو۔ میں ان سے بات چیت کروں گا اور ان کے دعویٰ پر غور کروں گا۔ ہمیں خود یہ محسوس ہوا ہے کہ وہ عرصہ سے بتوں کے سامنے سجدہ نہیں کر رہے ہیں۔

میں اکثر انہیں تفکر میں دیکھا کرتا تھا۔ اب پتہ چلا ہے کہ وہ ایک "دین جدید" کے پیرو ہو گئے ہیں اور صرف ایک خدا کو مانتے ہیں۔

میرے نوجوانو! اب رات کافی گذر گئی ہے، تم اس معاملہ کو مجھ پر چھوڑ دو میں ٹھنڈے دل سے اس پر غور کروں گا۔ اب تم اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔"

نوجوانانِ قبیلہ کی واپسی اور سردار قبیلہ کا تفکر

نوجوانوں کے واپس چلے جانے کے بعد سردار قبیلہ "خفاف" بڑے غور و فکر میں پڑ گیا وہ سوچنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ تمام لوگ ابوذر کے خلاف بول رہے ہیں اور سب کے سب ان کے طرزِ عمل سے پریشان ہیں۔

خفاف جس وقت ان امور پر غور کر رہا تھا اس کے اعضاء و جوارح میں اضمحلال تھا اور اس کا دماغ بے قابو سا ہو رہا تھا

وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ابوذر مکہ سے واپس آ کر اپنے کو ایک خدا کا ماننے والا بتاتے ہیں اور لوگوں کو ایک ہی خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں انہوں نے

Marfat.com

یہ کیا کہا، ارے سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا پر اکتفا کر بیٹھے اور وہ خدا بھی ایسا کہ جو دکھائی نہیں دیتا ـــــ میں سخت تردد میں ہوں کہ وہ حق کہتے ہیں یا باطل؟ تفکر کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ معمولی شخصیت کے آدمی نہیں ہیں، وہ فارس قبیلہ ہیں۔

پھر اس نے اپنے دل کو مخاطب کر کے کہا کہ، یہ بات بالکل سچ ہے کہ وہ ایک عرصہ سے ہمارے خداؤں سے بیزار نظر آرہے تھے اور میرے کانوں میں کبھی کبھی یہ بات بھی آتی تھی کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ "پتھر کے خود تراشیدہ معبود بے حس و حرکت ہیں، نہ ان میں سننے کی صلاحیت ہے نہ بولنے کی طاقت ہے ان پر اگر کوئی حملہ کرے تو یہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی عبادت اپنی جہالت کا ثبوت ہے۔

خفاف اپنے بستر پر لیٹ کر ساری رات اسی غور و فکر کے دریا میں غوطے لگاتا رہا۔ وہ سخت حیران تھا اور کوئی رائے قائم نہ کر پاتا تھا لیکن ابوذر کی سنی سنائی باتوں کا تاثر اس کے دل پر چھایا ہوا تھا۔ نیند اڑی ہوئی تھی کبھی آنکھیں بند کرتا تھا۔ کبھی کھول دیتا تھا۔

> وہ یہ بھی سوچتا تھا کہ بازار میں حکیم عرب قیس بن ساعدہ نے جو خطبہ دیا تھا جس میں یہ کہا تھا کہ بے شک کائنات کا پیدا کرنے والا واحد و یکتا ہے اور وہ عبادت کے قابل ہے اس نے اپنے عظیم الشان خطبہ میں ابوذر کی پوری پوری تائید کی ہے اور اس کا بھی حوالہ دیا ہے کہ ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو، عثمان بن حویرث، عبداللہ بن جحش ان سب کے خیالات بدلے ہوئے ہیں اور یہ سب دین ابوذر کی طرف مائل ہیں۔"

وہ اسی سوچ بچار میں تھا کہ ناگاہ اس کی عقل نے رہبری کی اور وہ اپنے

دل میں کہنے لگا کہ

ان اباذر علی حق ان حکیم العرب لم یخطاء لا بد لھذا
العالم من مصلح لا بد من ان یدیر ھذہ الموجودات غیر
ھذہ احیا کل احجار و الخشب المسندۃ بلا الٰہ ابی ذرا رشدنی
انقذنی من ھذہ الضلال،

بے شک ابوذر حق پر ہیں کیونکہ حکیم عرب نے ان کی تائید کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ حکیم عرب قیس بن ساعدہ غلط نہیں سمجھے گا اور خطا پر ایمان نہیں لائیگا، بے شک اس عالم کے لیئے کسی نہ کسی مصلح کا ہونا ضروری ہے اور ایک ایسی ہستی کا وجود لازمی ہے جو سارے موجودات کو صحیح نظام کے ساتھ چلا سکے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ ہمارے پتھر اور لکڑی کے معبود ان صلاحیتوں سے کوسوں دور ہیں
—— اے ابوذر کے خدا تو ہماری رہبری کر اور ہمیں اس گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگا۔

ادھر سردار قبیلہ اپنے بستر پہ لیٹے لیٹے اہم فیصلہ میں مشغول تھا۔ ادھر صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور سارے بتوں کے پجاری لات و منات کی طرف دوڑے اور ان لوگوں نے اسے گھیر لیا اور فرائض عبادت ادا کرنے میں وہ لوگ مشغول ہوگئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور سورج کی روشنی پھیلنے کے ساتھ یہ خبر بھی پھیل گئی کہ

"جاء ابوذر و اخوہ و امھا و ھم یعبدون الٰھاً واحداً وینکرون منا تہ"

ابوذر، ان کے بھائی، ان کی ماں سب مکہ سے واپس آگئے ہیں اور تمام کے تمام منات وغیرہ کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

اس خبر کے پھیلتے ہی شور و غوغا مچ گیا، لوگ ابوذر کو برا بھلا کہنے لگے، اور

Marfat.com

یہ بھی کہنے لگے کہ ابوذر کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہو گئے ہیں کہ یہی ہمارے بت ہمیں شفا دیتے ہیں۔ یہی ہم کو روزی دیتے ہیں۔ یہی ہماری حفاظت کرتے ہیں ــــ ابوذر عجیب ہی آدمی ہیں کہ وہ ایک ایسے خدا کی طرف دعوت دے رہے ہیں جو دکھائی بھی نہیں دیتا۔ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر ہمارے نوجوانوں میں فتنہ و فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں اور وہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں ــــ وہ یقیناً بالکل جھوٹے ہیں۔ اور جو دعویٰ کرتے ہیں غلط کہتے ہیں ــــ اطہر دو اس بینا انہیں اپنے قبیلہ سے خارج کر دینا چاہیئے"۔

انہیں میں سے ایک شخص بولا، ہیں تم نے ان کے اخراج کا خیال کیسے ظاہر کیا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

"لا۔ لا انہ فارس شجاع" نہیں نہیں ! ایسا نہیں ہو سکتا وہ ہمارے قبیلہ کے شجاع ترین فرد ہیں۔

○

آپس میں اسی قسم کی گفتگو کے بعد ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں اپنے بزرگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے چنانچہ ان لوگوں نے اپنے بزرگوں کو دعوت توجہ دی۔

قبیلہ کے بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ ہم لوگوں کو اپنے سردار قبیلہ "خفاف" کے کانوں تک ابوذر کی بات پہنچانی چاہیئے۔ چنانچہ یہ سب کے سب سردار قبیلہ کے پاس جا پہنچے۔

"قبیلہ کے بزرگوں" نے سردار قبیلہ خفاف سے کہا

اے سردار قبیلہ، آپ نے سنا، ابوذر کیا کہتے ہیں؟

خفاف"، ہاں کل شب اور آج صبح ان کی باتیں بیان کی گئی ہیں، میرے خیال میں ابوذر بہت بڑے فتنہ کی بنیاد ڈال رہے ہیں، تم پر واجب ہے کہ تم لوگ اس کا دفاع کرو۔

"اشراف قبیلہ" ہاں ہاں ابوذر بہت بڑے فتنہ کا بیج بو رہے ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی پوری طاقت سے ان کے فتنے کو فرو کریں۔ انہوں نے تو یہ اندھیر کیا ہوا ہے کہ وہ ہمیں بیوقوف اور ہمارے اباؤاجداد کو پاگل بتاتے ہیں، ہمارے خداؤں کی سخت ترین توہین کرتے ہیں —— ہمارا خیال ہے کہ ابوذر بالکل پاگل ہو گئے ہیں اور سخت قسم کے جھوٹے ہیں۔

"لقد سحرہ هذا الذی یدعی النبوة فی مکتنا"

"ان پر مکہ میں نبوت کے دعوی کرنے والے شخص نے جادو کر دیا ہے۔"

"خفاف" میرے عزیز دوستو! کسی پر الزام لگانا اچھا نہیں ہے، میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں، ابوذر ایک بلند شخصیت فرد ہیں ان پر الزامات لگانا صحیح نہیں ہے،

میں ان کو بلا کر ان سے باتیں کرتا ہوں دیکھو تو سہی کہ بات کیا ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں میں ان کی زبان سے سننا چاہتا ہوں کہ مجھے اس مسئلہ کے حل کرنے میں سہولت ہو —— میں ابھی ابھی ان کو اپنے پاس بلاتا ہوں ہو

Marfat.com

باب ۱۲

سردار قبیلہ کی طرف سے حضرت ابوذر کی طلبی

سردار قبیلہ نے حضرت ابوذر کو بلانے کے لئے فوراً اپنے غلام کو روانہ کر دیا۔

غلام نے حضرت ابوذر کے پاس پہنچ کر کہا کہ اے ابوذر" سردار قبیلہ خفاف" تم کو اور انیس کو یاد کر رہے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ آپ لوگ ان سے ملیں،

حضرت ابوذر" تم چلو، میں ابھی ابھی آتا ہوں۔

اس کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوذر نے تلوار حمائل کی اور اپنے بھائی انیس سے کہا کہ چلو، خفاف کے پاس چلیں۔

"انیس" اے بھائی! میں آپ کے بارے میں لوگوں کی طرف سے بہت بری بری باتیں سنتا ہوں۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ ہماری ملاقات مفید ثابت نہ ہو گی اور کوئی نہ کوئی برائی اور بدی رونما ہو گی۔

ابوذر "نہیں ایسا نہیں ہے، میں خفاف کو بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں وہ بہت ہی عاقل ہے، زبردست حکمت والا ہے۔ شاندار مفکر ہے۔ اسے خدا نے عقل کامل دیا ہے۔ وہ قبیلہ غفار میں سب سے زیادہ سمجھدار ہے۔ اے انیس! مجھے اندازہ ہے کہ خفاف، بت پرستی سے خوش نہیں ہے ـــــ مجھے گمان غالب ہے کہ وہ جب ہماری باتیں سنے گا تو ہم سے موافقت کرے گا۔

"انیس" مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ ہم سے سخت کلامی کرے گا۔ اے بھائی سنو! اگر اس نے ترش کلامی کی تو میں بھی منہ پر اینٹ کا جواب پتھر سے

Marfat.com

دوں گا۔

"ابوذر" نہیں نہیں، ایسا نہ کرنا، حضرت رسول کریمؐ نے ہمیں اس طرزِ عمل سے روکا ہے۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ ہم حکمت کے ساتھ موعظہ کریں جو مان لے، مان لے جو نہ مانے اسے چھوڑ دو۔

اے انیس! ہمارا دین حق ہے اور ہم اس سے بالکل مطمئن ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جب ہم اپنے دین کے محاسن لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور ان میں صحیح طریقے پر سننے کی صلاحیت ہو گی اور توفیق الٰہی ان کے شامل حال ہو گی تو وہ ضرور ہماری بات مانیں گے۔

یہ دونوں بھائی باتیں کرتے جا رہے تھے یہاں تک کہ خفاف کے پاس پہنچ گئے۔

ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ اشراف قبیلہ خفاف کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں۔

"ابوذر" سب کو مخاطب کر کے بولے

"سَلَامٌ عَلَيْكُمْ"

حضرت ابوذر کے اسلامی سلام کو سنتے ہی اشراف قبیلہ آگ بگولہ ہو گئے، اور بڑے غصہ میں بولے

"ما هذه التحية التي لم نسمعها من قبل"

"یہ کون سا سلام ہے جسے ہم نے آج سے پہلے نہیں سنا تھا"

پھر ان میں سے ایک نے کہا، یہ بڑے افسوس کی بات ہے، ابوذر کا رخ نہ جانے کس طرف ہے؟

دوسرے نے کہا "انما نشأ خطيب" یہ تو بہت بڑا اثر ہے۔

Marfat.com

ایک اور بولا۔ دیکھو تو سہی، یہ تلوار لگائے بیٹھا ہے اور سردار قبیلہ کا کوئی احترام نہیں سمجھتا۔

دوسرے نے جواب دیا۔ تمہارا کہنا درست ہے لیکن یہ تو فارس قبیلہ ہیں اور بہادر ہمیشہ مسلح رہتے ہیں۔

یہ باتیں سن کر حضرت ابوذر بولے۔

"دوستو، میں تم لوگوں کی عزت کرتا ہوں کیونکہ تم اشراف قبیلہ ہو، قابل فخر ہو، لائق احترام ہو، میں نے جو سلام کیا ہے۔ وہ اسلامی سلام ہے"

اس کے بعد حضرت ابوذر اور انیس سردار قبیلہ "خفاف" کے سامنے بیٹھ گئے "خفاف" نے ترحم خیز مگر تند لہجے میں کہا، اے ابوذر، مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم ایک ایسے خدا کی پرستش کی طرف مائل ہو گئے ہو جو دکھائی نہیں دیتا۔

تمہارے اس طرز عمل سے اشراف قبیلہ سخت ناراض ہیں وہ کہتے ہیں کہ ابوذر ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہیں اور ہماری عقلوں کو فاسد بتاتے ہیں اے ابوذر ہم تمہارا احترام ضرور کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے خداؤں کی توہین برداشت کرنے پر آمادہ ہیں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اپنے موجودہ خیالات سے توبہ کر لو، اور اپنے آبائی دین پر آجاؤ۔ لات اور ہبل کی پرستش کرو اور عیش کے دن گذارو۔ سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔

—— اور اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو پھر میرے سامنے اپنے دین کی وضاحت کرو تاکہ میں سمجھ سکوں کہ تمہارے دین کی حقیقت کیا ہے، میں تمہیں اس کا بھی اطمینان دلائے دیتا ہوں کہ اگر تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تمہارا دین ہمارے دین سے از روئے دلیل و حجت درست ہے تو میں اس کے قبول کرنے پر بھی غور کروں گا۔"

Marfat.com

یہ سن کر حضرت ابوذر بولے۔

"اے سردار قبیلہ ہم تمہارا احترام کرتے ہیں اور تم جو کچھ کہتے ہو اسے سر آنکھوں پر سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم نے جس خدا کی پرستش کا التزام کیا ہے اور ہم جس خدا کو مانتے ہیں وہ وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ جو تمام بندوں اور جانداروں کو روزی دیتا ہے، ہر جاندار کی جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے، جس کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔

میرے سردار ہم اب تک جن بتوں کی پرستش کرتے رہے وہ ہمارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں ہمارے آلات سے تراشے ہوئے ہیں، کس کی عقل سلیم اس کو مان سکتی ہے۔ کہ جو ہمارے ہاتھوں کا بنایا ہوا ہو وہی ہمارا خالق ہو، وہی ہمارا رازق ہو وہی ہماری دعاؤں کا سننے والا ہو۔

اے میرے سردار یہ بت تو ایسے ہیں کہ ان میں نہ بولنے کی صلاحیت ہے نہ سننے کی صلاحیت ہے یہ نرے پتھر کے پتھر ہیں نہ حرکت کر سکتے ہیں نہ اپنا دفاع کر سکتے ہیں نہ اپنی خود مدد کر سکتے ہیں اگر ان پر کوئی دشمن حملہ کرے تو یہ اپنے تک کو بچا نہیں سکتے، ان میں کسی قسم کی تاب و توانائی نہیں ہے۔

انسان تو اشرف المخلوقات ہے اس کا کسی جماد کے سامنے سر جھکانا کیونکر زیبا ہو سکتا ہے میرے سردار جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں

اے میرے سردار ان میں اتنی بھی طاقت نہیں ہے کہ کسی

Marfat.com

کو اپنے سے دفع کر سکیں۔

میرے سردار سنو!

میں ایک مرتبہ "منات" کے پاس گیا اور میں نے اس کے سامنے دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا، ابھی میں اسی جگہ موجود ہی تھا کہ اتنے میں ایک لومڑی آئی اور اس نے اس پیالہ بھرے دودھ کو پی لیا اور منات کے اوپر پیشاب کر دیا۔

اس واقعہ نے میرے دل پر گہرا اثر کیا اور مجھے خیال پیدا ہوا کہ اتنا مجبور بھلا خدا کیونکر ہو سکتا ہے چنانچہ میں نے اسی وقت یہ اشعار کہے ؎

ارب یبول الثعلبان علی راسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب

فلو کان ربا کان یمنع نفسہ ولا خیر فی رب نأتہ المطالب

بھلا وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کریں، وہ تو بڑا ذلیل ہے جس پر لومڑیاں پیشاب کر سکتی ہیں۔ اگر یہ خدا ہوتا تو اپنے آپ کو بچا سکتا اور کوئی صورت ایسی نہ ہوتی جو ذلت کا نشانہ بننے دیتی۔ اے میرے سردار اس چیز نے مجھ پر روشن کر دیا کہ یہ خدا نہیں ہو سکتا، اے میرے سردار! مجھے یقین ہے اور ہر صاحب عقل کو اس کا یقین ہوگا کہ جو آسمان کا بنانے والا ہے وہ آسمان سے بہتر، جو زمین کا بنانے والا ہے وہ زمین سے اور جو بتوں کا بنانے والا ہے وہ بتوں سے بہتر ہوگا۔

اس عقلی اصول پر بت ہم سے بہتر نہیں ہو سکتے اور جب وہ ہم سے بہتر نہیں ہیں تو پھر ہمارا ان کے سامنے سر جھکانا کیا معنی

Marfat.com

رکھتا ہے ؟

اے میرے سردار! میں اس حقیقت پر پہنچ چکا ہوں کہ خدا ایک ہے اور سارے عالم کا پیدا کرنے والا اور اس کا مدبر ہے اور محمد مصطفےٰؐ جو مکہ میں مبعوث ہوئے ہیں وہ اس کے رسول ہیں۔

اے سردار! وہ ایسے صفاتِ حسنہ سے متصف ہیں، کہ ان کی نظیر کائنات عالم میں نہیں ہے۔ قریش جو اُن کے سخت دشمن ہیں وہ بھی ان کی صداقت اور لیاقت کے قائل ہیں انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ محمدؐ ہمارے خداؤں اور مذہب کے مخالف ہیں پھر بھی انہیں "صادق الامین" کا خطاب دے رکھا تھا کہ مجھے اب معلوم ہوا ہے۔

سنو! نور اُن کے چہرے سے ظاہر ہے اور حکمت اُن کی گفتگو سے ٹپکتی ہے"۔

ابوذر کی گفتگو کا ختم ہونا تھا کہ چاروں طرف سے شور مچنے لگا۔

"ابوذر کتنی چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ اچھا ہمارے خدا گونگے بہرے پتھر ہیں؟ ابوذر نے تو ہمارے دین کو تباہ کر دیا۔ ہمارے خداؤں کو ذلیل کر دیا۔ ابوذر کا کلام ساحرانہ ہے ان پر اُس شخص کا جادو چل چکا ہے جو مکہ میں اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔

انہیں میں سے ایک گروہ نے کہا۔

میرے دوستو! الٹی سیدھی باتیں نہ کرو۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ ابوذر نے جو کچھ کہا ہے، حق معلوم ہوتا ہے اور عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم حق کو

Marfat.com

ماننا چاہیئے"۔

"ہمیں یقین ہے کہ ابوذر جو کچھ ہمارے پاس لائے ہیں اس سے بہتر ہمیں کچھ نہیں مل سکتا۔

ایک اور آواز بلند ہوئی۔

"عرب کے لئے ایک مصلح کی ضرورت ہے اور اس سے بہتر مصلح کوئی نظر نہیں آتا جسے ابوذر نے پیش کیا ہے۔

میرے بھائیو! ہمیں ان امتوں کی تباہیوں سے بچنا چاہیے جو ہم سے پہلے برباد ہو چکی ہیں۔

پھر ایک اور آواز بلند ہوئی۔

ابوذر کا کلام نہایت معقول ہے۔

اس کے بعد ایک نہایت تیز آواز بلند ہوئی جس نے کانوں کے پردوں کو پھاڑ دیا۔

"یا ابا ذر انا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ"

اے ابوذر میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں

کایا پلٹ گئی

یہ حال دیکھ کر سردار قبیلہ "خفاف" نے بحرِ غور و فکر میں غوطہ زنی کے بعد اپنا سر اٹھایا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ

"میرے عزیزو! غور سے سنو!

ابوذر نے جو کچھ کہا وہ تم نے اچھی طرح سن لیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے کہنے پر پورے غور اور پوری فکر کے ساتھ سوچیں اور دیکھیں کہ ان کے کلام میں حق کہاں تک ہے۔ جلد بازی اچھی

Marfat.com

چیز نہیں۔ کسی کے کہنے کو بلا غور و فکر رد کر دینا کوئی معنی نہیں رکھتا

میرے دوستو! تم دیکھ رہے ہو کہ ہم میں کس قدر افرا تفری ہے، ہم میں جرائم کی کتنی کثرت ہے۔ مالدار غریب کو کھا رہا ہے۔ گناہوں اور برائیوں کی کوئی حد نہیں ہے۔

میرے عزیزو! تم حکیم عرب قیس بن ساعدہ کا بیان بھی سن چکے ہو اس نے بھی قسم کھا کر کہہ دیا ہے کہ محمدؐ کا خدا بہترین معبود ہے اور محمدؐ کا دین بہترین دین ہے۔

مجھے یقین ہے کہ حکیم عرب غلط نہیں کہے گا وہ ان معاملات کو سب سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔

عقل سلیم پکار رہی ہے کہ عرب کے لئے ایک زبردست مصلح کی ضرورت ہے جس کا کام بصورت اجتماعی کی تشکیل ہونی چاہئے ہمارا بکھرا ہوا شیرازہ اجتماعیت کا طالب ہے۔

سنو! کتب سابقہ ایک مصلح کے آنے کا پتہ دے رہی ہیں اب میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ابوذر کی تصدیق کر دوں اور جو یہ کہتے ہیں اسے مان لوں! اب تم اپنے متعلق جو رائے چاہو قائم کرو۔

میرے عزیزو! سنو! اب میں اقرار کرتا ہوں۔

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله"

میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں سردار قبیلہ "خفاف" کا کلمہ پڑھنا تھا کہ سارے قبیلہ میں شور مچ گیا۔

"اسلم خفاف، اسلم خفاف" خفاف مسلمان ہو گیا خفاف مسلمان ہو گیا

سردار قبیلہ کے مسلمان ہوتے ہی سارے قبیلہ کی کایا پلٹ گئی اکثر اسی وقت مسلمان ہو گئے اور بعض اس انتظار میں رہے کہ رسول کریمؐ مدینہ تشریف لائیں تو ہم ان کے ہاتھوں پر مظاہرہ اسلام کریں۔

الغرض حضرت ابوذر کی سعی بلیغ سے قبیلہ غفار کی غالب اکثریت مسلمان ہو گئی اور تمجید و تکبیر خداوندی کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور پانچ وقت رسول کریمؐ کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔

Marfat.com

باب ۵

حضرت ابوذر عسفان میں

قبیلہ غفار میں اسلام کی روح پھونکنے اور انہیں مسلمان بنانے کے بعد حضرت ابوذر "عسفان" کی طرف متوجہ ہوئے، وہاں پہنچ کر آپ نے لوگوں میں تبلیغ شروع کی، یہ مقام چونکہ قریش کی گذرگاہ بھی تھا اس لئے اس جذبہ کے ماتحت جو ان سے اذیت کی وجہ سے ان میں فطری طور پر پیدا ہو گیا تھا انہوں نے انہیں مسلمان کرنے میں قدرے سختی بھی کی، جو قریشی گروہ آتا تھا یہ ان پر اسلام کو پیش کرتے تھے یہاں تک کہ بہت سے قریشی مسلمان ہو گئے، طبقات صحیح مسلم میں عسفان کی گھاٹی کا نام "ثنیۃ غزال" مرقوم ہے۔

اسلام مدینہ میں

علامہ جودۃ السحار مصری لکھتے ہیں کہ

"جس طرح آگ پھونس میں لگتی ہے، اسی طرح اسلام مدینہ میں پھیل گیا۔ غفار کو اس امر پر بڑی مسرت ہوئی مسلمان ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے کہ "اوس و خزرج" مسلمان ہو گئے، جو لوگوں میں سب سے زیادہ چرب زبان، سب سے اچھے شمشیر زن اور سب سے زیادہ ہمدرد و غمخوار ہیں، اللہ نے اپنے دین کو ابھارنے کا ارادہ کر لیا ہے، نبی کریمؐ کی امداد اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی ٹھان لی ہے انیس اپنے بھائی ابوذرؓ کے پاس خوشخبری لے کر آیا اور کہنے لگا

"مدینہ میں اسلام پھیل گیا ہے اور "اوس و خزرج" اسلام لے آئے ہیں۔"

ابوذر نے کہا "عنقریب رسول اللہ ان کی طرف ہجرت کر کے چلے آئیں گے۔"

انیس حیرت زدہ ہو کر اپنے بھائی کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔ اور بولا۔
"کیا تیرے پاس کوئی اطلاع آئی ہے؟"

ابوذر "نہیں۔ نہ مجھے کوئی اطلاع ملی ہے اور نہ اہل یثرب کے ایمان لانے کی خبر تھی۔

"انیس" پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ رسول خدا ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آئیں گے۔

"ابوذر" اے انیس جس دن میں ان سے ملا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ
"انی قد وجھت الی ارض ذات نخل فلا احسبھا الا یثرب"
میں ایک کھجوروں والی بستی کی طرف ہجرت کر کے جاؤں گا میرا خیال ہے
کہ وہ یثرب ہی ہے۔"
"رسول اللہ نے سچ فرمایا تھا"

"انیس" کیا یہ ہو سکے گا کہ ان کی قوم ان کو اس مقصد کے لئے چھوڑ دے کہ وہ مسلمانوں کو لے کر وہاں سے نکل جائیں اور پھر مکمل تیاری کے بعد انہیں پہ چڑھ آئیں؟

"ابوذر" چھوڑیں یا نہ چھوڑیں، وہ عنقریب ادھر کے لئے ہجرت کریں گے مگر کیسے اور کب؟ یہ تو اللہ ہی جانے۔

◉

حضرت ابوذر تیاری کرنے لگے اور سفر کے لئے آمادہ ہوئے تو انیس نے پوچھا
"کہاں کا ارادہ ہے؟"

Marfat.com

"ابوذر" میں یثرب جا رہا ہوں تاکہ ان کے اسلام کی خبر کی تصدیق کروں اور نبیؐ حبیب سے متعلق کچھ اطلاعات حاصل کروں۔

حضرت ابوذر یثرب کی طرف روانہ ہوگئے حتیٰ کہ بنوزریق کی مسجد میں جا پہنچے وہاں آپ نے ایک قاری کو قرآن پڑھتے سنا تو اندر چلے گئے اور دریافت کرنے لگے کہ تم میں سے کون شخص رسول اللہ سے ملا تھا؟ لوگوں نے آپ کو رافع بن مالک الزرقی کی طرف بھیج دیا۔ ابوذر نے ان سے ملاقات کی، تو کہا۔

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس نے جواب دیا

وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت ابوذر اُن کے پاس بیٹھ گئے اور انہوں نے فرمایا۔ میں تمہارا اسلامی بھائی "ابوذر غفاری" ہوں۔

اس نے بڑے تپاک سے کہا

"مرحبا، کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے جو پوری کی جائے؟

"ابوذر" مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اسلام لے آئے ہیں اور قبیلہ اوس و خزرج بھی داخل اسلام ہوگئے ہیں اے رافع بن مالک! مجھے رسول اللہ کی باتوں کے سننے کے شوق نے آپ تک پہنچا دیا ہے۔ میرے دل میں اُن کی محبت کی آگ لگی ہوئی ہے۔ آتش اشتیاق سینے میں بھڑک رہی ہے۔

"رافع بن مالک" ہم رسول اللہ سے ملے اور مسلمان ہوگئے، ہمارا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں رسول اللہ کا ذکر نہ ہو۔

"ابوذر" آپ اُن سے کب ملے تھے، کہاں ملے تھے، کیسے ملے تھے؟ کچھ بتائیے تاکہ دل کو تسلی ہو۔

Marfat.com

"رافع بن مالک" میں اور میرے پانچ پیٹ بی (منیٰ) میں ٹھہرے ہوئے تھے، اس طرف سے رسول اللہ کا گذر ہوا تو وہ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے

"کیا آپ یہودیوں کے حلیف ہیں؟"

ہم نے کہا "جی ہاں"

آپ نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہمارے سامنے اسلام پیش کیا اور ہمیں قرآن مجید سنایا، قرآن مجید کی آیات سنتے ہی خیالات میں ہیجان پیدا ہو گیا اور میں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ نے ہم سے فرمایا کہ کیا تم لوگ میری پشت بانی کرو گے، تاکہ میں حکم خداوند عالم کے پہنچانے میں کامیابی حاصل کروں، ہم نے جواب دیا کہ حضور، میں صرف آپ کی ہر طرح کی حمایت کے لئے تیار ہوں، کیونکہ میرے قبیلہ میں سخت باہمی دشمنی ہے۔ اگر آپ یونہی چلے آئے اور ہماری وہی سابقہ حالت رہی تو ہم آپ کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا اب تو ہمیں مہلت دیجئے اور ہمارے لئے اتنی فرصت عطا فرمائیے کہ ہم حالات سازگار کر لیں اور اس کے لئے کم از کم ایک سال لگے گا۔ ہم اگلے سال آپ سے مل کر پروگرام بنائیں گے —— رسول اللہ نے فرمایا بہتر ہے۔

پھر جب ایک سال گذر گیا تو ہمارے قبیلہ کے دس گیارہ افراد میرے ہمراہ مکہ گئے۔ ہم نے رسول اللہ سے ملاقات کی اور ان سے بات چیت کی پھر سب کے سب اسلام لائے اور سب نے اس پر بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، اولاد کو قتل نہیں کریں گے کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے، اور کسی اچھے کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے

رسول اللہ نے فرمایا "اگر تم اپنی بیعت کو پوری کرو گے تو تمہارے لئے جنت ہے اور جو شخص پوری نہیں کرے گا اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے، وہ چاہے سزا دے

Marfat.com

چاہے معاف کرے۔

پھر ہم وہاں سے لوٹے تو اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا

حضرت ابوذر نے "رافع بن مالک" سے پوچھا

"کیا آپ اس کے بعد بھی رسول اللہ سے ملے ہیں؟"

"رافع بن مالک" ہاں جب موسم حج آیا تو ہم ایک دوسرے سے روانگی کے لیے کہنے لگے تاکہ حج اور زیارت رسول سے مشرف ہوں، ہم کئی سنر آدمی تھے جو "اوس و خزرج" کے ساتھ روانہ ہوئے جن کی تعداد تقریباً دو سو افراد پر مشتمل تھی، ہم رسول اللہ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا

"جب لوگ سو جائیں تو داہنی گھاٹی کے پاس مجھ سے ملنا جو کہ عقبہ کے زیریں حصہ میں ہے، اگر کسی سونے کو جگانا نہیں اور کسی غیر حاضر کا انتظار نہ کرنا۔"

جب لوگ سو گئے تو ہم نے کھسکنا شروع کیا، رسول وہاں پہلے سے موجود تھے عباس بن عبدالمطلب کے سوا آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا، ہم جمع ہو گئے تو عباس نے فرمایا

"اے گروہ خزرج تم نے رسول اللہ کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی محمد ہمارے یہاں سب سے زیادہ عزت دار ہیں، وہ لوگ بھی آپ سے مدافعت کرتے ہیں جو آپ کے مذہب کو نہیں جانتے یعنی آپ کی عزت شرافت کے لحاظ سے آپ کی مدد کرتے ہیں، رسول اللہ نے تمہارے سوا کسی کی مہمانی قبول نہیں کی، اگرچہ تم صاحب طاقت و شجاعت اور جنگ و پامردی والے ہو مگر سارے عرب تمہارے دشمن ہو جائیں گے خوب سوچ لو اور متفقہ فیصلہ کر کے اٹھو، اچھی بات وہ ہے جو صاف اور سچی ہو۔"

Marfat.com

یہ سن کر ایک شخص معرور نامی نے کہا

"جو آپ نے فرمایا ہم نے سن لیا، ہمارے دل میں اگر کوئی اور بات ہوتی تو آپ سے کچھ کہتے، جو کچھ آپ نے کہا وہی ہمارے دل میں ہے، ہمیں سب کچھ معلوم ہے پھر بھی ہم اپنے مال و جان سے رسول اللہ کا ساتھ دیں گے۔"

پھر رسول اللہ نے کچھ آیات قرآنی تلاوت کی اور ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ یعنی اپنی طرف بلایا تو معرور نے تصدیق کی اور وہ ایمان لایا

پھر ابوالہیثم نے کہا کہ ہم نے جان و مال سے آپ کی بیعت کرلی ہے چاروں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں اور لوگ آپس میں بولنے لگے۔ تو حضرت عباس نے فرمایا۔

"ذرا آہستہ بولو، کیونکہ جاسوس لگے ہوئے ہیں۔ اپنے بزرگوں کو آگے کرو وہ تمہاری طرف سے بات کریں گے، ہم ان کی بات کو تسلیم کریں گے کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ تمہاری قوم تمہارے مخالف ہو جائے گی، جب بیعت کر چکو تو اپنی اپنی جگہ واپس چلے جانا۔"

پھر حضرت عباس نے کہا

"یا رسولؐ اللہ ہاتھ پھیلایئے۔"

رسولؐ اللہ نے ہاتھ بڑھا دیا اور ہم سب نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلی۔

رافع بن مالک سے یہ باتیں سن کر حضرت ابوذر بولے

"اے رافع یہ بتاؤ کہ تم نے آنحضرتؐ کو کیسا پایا وہ کیسے تھے؟"

رافع بن مالک نے کہا، وہ ہر حیثیت سے لائق اور فائق تھے اور جس وقت ہم ان سے مل کر چلے تھے وہ خدا کے فضل سے اچھے تھے اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور

Marfat.com

کچھ لوگ اہل شجاعت وحرب اللہ نے ان کی حفاظت پر تعینات کر رکھے ہیں"۔

"ابوذر" اے رافع کیا آپ قریشیوں کی مخالفت سے نہیں ڈرتے؟

"رافع بن مالک" ہرگز نہیں، اے ابوذر مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہماری اس صحبت کے بعد مشرکین نے اصحاب رسول کو اس قدر گالیاں دی ہیں اور تکلیفیں پہنچائی ہیں، کہ اس سے پیشتر کبھی اس قدر ایذا رسانی نہیں کی تھی، انہیں تنگ کر رکھا ہے اور ان کے ساتھ بڑی بُری حرکتیں کرتے ہیں

اس ظلم وزیادتی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان مکہ سے نکل جائیں گے اور یثرب کی طرف چلے آئیں گے"

Marfat.com

باب ۶

ہجرت اور انتظارِ ہجرت

حضرت ابوذر نے ایمان لانے کے بعد اپنے قبیلہ کو مسلمان کیا، پھر آپ نے مدینہ کی طرف توجہ کی، ابوذر کے مکہ سے واپس آنے کے بعد سے تا بہ ہجرت حضرت رسول کریمؐ محو تبلیغ رہے اور برابر خدائی دین کو لوگوں تک پہنچانے کی سعی کرتے رہے رسول کریمؐ اپنا فریضہ ادا فرماتے رہے اور قریش اپنا فریضہ اذیت رسولؐ ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ اس درجہ آپ کو ستایا کہ آپ کے لئے ترک وطن کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ رہا۔

الغرض حکم خدا سے جبرئیل نے یہ عرض کی کہ آپ اپنے بستر پر علی بن ابی طالب کو سلا کر مکہ سے ہجرت کر جائیے۔

چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا، علی کو اپنے بستر پر اس لئے سلا کر روانہ ہو گئے کہ قریش کو یہ نہ معلوم ہو سکے کہ آپ اپنے بستر پر نہیں ہیں غارِ حرا میں تین یوم قیام کے بعد مدینہ کو چل پڑے۔

حضرت ابوذر آپ کی ہجرت کے سخت انتظار میں تھے آپ کے قبیلہ والے بھی منتظر تھے، جب کوئی ادھر سے آتا تھا آپ حضرت رسول کریمؐ کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔

حضرت رسول کریمؐ مکہ سے روانہ ہو کر غار میں قیام کے بعد مدینہ کے لئے روانہ ہو ہی چکے تھے، جب قبیلہ غفار کو معلوم ہوا کہ آپ مکہ و مدینہ کے درمیان ہیں تو سب کے سب مسرور ہوئے، ابوذر نے سعادت کی موج آتے ہوئے محسوس

Marfat.com

کی۔ وہ قوم کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور آپ سے رسول اللہ کے بارے میں دریافت کرنے لگے کہ "رسولؐ کیسے ہیں؟ اور ان کی کیسی شکل و صورت ہے"؟ آپ نے فرمایا: عنقریب دیکھ لوگے۔ لوگوں میں سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں، لوگوں کو انتظار کرتے کرتے دیر ہو گئی تو ابوذر، راہ پر نگاہ دوڑانے لگے تاکہ سب سے پہلے لوگوں کو آپؐ کے آنے کی خوشخبری سنائیں مشتاق قلوب کو اطمینان بہم پہنچائیں اور اس خوف کو جو ان کے دلوں پر آپ کے نہ آسکنے کی وجہ سے مسلط ہو گیا ہے، دور کر دیں۔

وقت گذرتا گیا، بنو غفار بڑی بے چینی سے رسول اللہ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ابوذر نے جو نظریں دوڑائیں تو ایک اونٹ سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ سب ابوذر کی سمتِ نظر کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ابوذر چلائے "بخدا وہ رسول اللہ آگئے"۔

علامہ سبلتی لکھتے ہیں دانو ساہالیسعی بین یدیہا، رسولِ کریمؐ کے آگے آگے ان کے چہرہ کا نور روشنی دے رہا تھا الغرض ابوذر کی آواز پر سب یک زبان ہو کر بولے "رسول اللہ آگئے، رسول اللہ آگئے"۔

فہرول مسرعاً واخذ بزمام الناقۃ مستبشراً فرحاً

ابوذر کمال مسرت کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے اونٹنی کی مہار تھام لی۔"

حضرت رسولِ کریمؐ کے اردگرد لوگ تکبیر کے نعرے بلند کرنے لگے، مرد، عورتیں بوڑھے، جوان، بچے بچیاں سب ہی انتہائی مسرت کی حالت میں "رسول اللہ آگئے، رسول اللہ آگئے" کے نعرے لگا رہے تھے

آپؐ ناقے سے اترے اور آپ نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی، آپ

Marfat.com

کی آواز لوگوں کے دلوں میں اتر رہی تھی، پھر آپ نے تبلیغ شروع فرمائی۔ لوگ جوق در جوق آپ کی بیعت کے لئے بڑھے۔ ابوذر رسول اللہ کے پاس بڑے فخریہ انداز میں خوش خوش کھڑے تھے۔

قبیلہ غفار نے بڑھ کر کہا، اے رسولِ خدا

"اِن اباذر علمنا ما علمتہ فاسلمنا و شہدنا انک رسول اللہ"

"مولا آپ نے ابوذر کو جو کچھ بتایا تھا، انہوں نے ہمیں اس کی تعلیم دی اور سب کے سب مسلمان ہو گئے اور ہم نے اس کی شہادت دی کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔"

اس کے بعد قبیلہ "اسلم" کے لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے کہا کہ حضور ہم بھی اسی طرح اسلام لائے جس طرح ہمارے بھائی (غفار) اسلام لائے ہیں۔ رسول خدا خوش و مسرور ہو گئے اور انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھوں کو برائے دعا بلند کر کے کہا

"غفار غفر اللہ لہا و اسلم سالمہا اللہ"

"خداوند عالم قبیلہ غفار کو بخشے اور اسلم کو سلامت رکھے"

لوگ بڑے خوش تھے اور رسول کریمؐ کے چہرہ کو بار بار دیکھ رہے تھے۔

علامہ عبدالحمید جودۃ السحار لکھتے ہیں کہ لوگ آپؐ کے چہرہ کو غور سے دیکھنے لگے، انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص روشن چہرے، مسکراتے لب اور شیریں اخلاق والا ہے۔ نہ بہت دبلا ہے نہ موٹا۔ ناک نقشہ خوب ہے۔ آنکھیں چوڑی سیاہ، گھنی بھری ہوئی لمبی پلکیں، قوس نما بھویں۔ سیاہ بھویں۔ سیاہ بال لمبی گردن اور گھنی داڑھی والا ہے، خاموش رہتا ہے تو وقار ٹپکتا ہے۔ بولتا ہے تو جلال برستا ہے۔ باتیں ایسی جیسے جواہر پارے۔ شیریں گفتار۔ نہ بالکل کم گو نہ بہت بولنے والا بلند آواز، دور سے حسین ترین لگنے والا۔ قریب سے شیریں ترین معلوم ہونے والا۔ میانہ قد، نہ اتنا دراز کہ ناگوار ہو نہ اتنا چھوٹا کہ لوگ حقیر سمجھیں۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت رسول کریمؐ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے "واقام ابوذر فی قومہ" اور ابوذر اپنے قبیلہ میں ٹھہر گئے۔

◉

عزم یثربؒ

حضرت رسول اللہؐ ابوذر سے رخصت ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور قطع منازل کر کے مدینہ منورہ جا پہنچے لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ آپ نے وہاں پہنچتے ہی تبلیغ کا کام شروع فرما دیا جناب ابوذر جو رسول کریمؐ کے تشریف لے جانے کے وقت ہمرکاب نہ گئے تھے اپنے وطن میں اتنی مدت ٹھہرے رہے کہ ۲ھ میں بدر ۳ھ میں احد اور ۵ھ میں خندق جیسی عظیم جنگیں گذر گئیں۔

جنگ خندق کے بعد ایک آیت نے آپ کو عزم مدینہ منورہ پر مجبور کر دیا آپ ایک دن اپنے وطن کی مسجد میں نماز عصر ادا کرنے کے بعد محو وظائف تھے کہ آپ نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

"یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم"

"اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی نشاندہی کر دوں جو تمہیں عذاب الیم سے بچا سکے۔"

اس آیت کے مفہوم کی طرف توجہ کرنے کے بعد آپ جہاد کے لئے بے چین ہو گئے۔

آپ نے انیس سے کہا کہ

"میں کل یثرب جاؤں گا۔"

"انیس" اچھا جاؤ، خدا خیر سے پہنچائے۔ البتہ یہ بتاؤ کہ واپس کب آؤ گے؟

"ابوذر" اے انیس! اب میں واپس نہ آؤں گا۔ اب تو حضرت رسول کریمؐ کی

Marfat.com

خدمت میں زندگی گذاروں گا

"انیس" اے بھائی تم صحیح طریقے پر ایمان لا چکے ہو اور ایمان تمہارے رگ و پئے میں سرایت کر چکا ہے، تمہارے قوم و قبیلہ کو تمہاری شدید ضرورت ہے اگر تم یہاں سے چلے جاؤ گے تو بہت بڑی کمی پیدا ہو جائے گی۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ آپ عزم مدینہ ترک کر کے یہیں ایام حیات گذاریں۔

" ابوذر" حضرت رسولِ کریمؐ ان لوگوں سے بہتر ہیں، اے انیس جو کچھ ضائع ہو چکا وہی بہت کافی ہے، حضورؐ نے بدر میں جہاد کیا میں شریک نہ ہو سکا، احد میں جہاد کیا میں شریک نہ ہو سکا، احزاب میں جہاد کیا میں شریک نہ ہو سکا، اے انیس میں کب تک قوم و قبیلہ کی خدمت میں لگا رہ کر شرفِ شہادت سے محروم رہوں، بس جو ہونا تھا وہ ہو چکا، میں تو اب ایک لمحہ کے لئے بھی عزم یثرب ترک نہ کروں گا۔

" انیس" میری رائے یہ ہے کہ تم بدستور گھر میں رہو۔ جب حضور رسول کریمؐ تمہاری ضرورت سمجھیں گے خود بلا بھیجیں گے، دیکھو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے وطن میں تھے اور حضورؐ کی دعوت پہ عازم مدینہ ہوئے ہیں۔

" ابوذر" انتظار کی مدت گذر گئی اگر حضورؐ نے اب تک طلب نہیں فرمایا تو اپنا بھی تو کچھ فریضہ ہے، اب میں انتظار نہ کروں گا۔ اور بِلا بُلائے ہی چلا جاؤں گا

"انیس" اچھا جلدی نہ کرو کچھ توشہ سفر تو لے لو۔

"ابوذر" مجھے توشہ کی ضرورت نہیں، میرے لیئے روکھے سوکھے ٹکڑے کافی ہیں۔

◉

حضرت ابوذر اپنا گھر بار چھوڑ کر روانہ مدینہ ہو گئے۔ طے مراحل اور قطع منازل

Marfat.com

کرتے ہوئے مدینہ منورہ جا پہنچے۔

وہاں پہنچ کر رسول کریمؐ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور انہیں کے قدموں میں ٹھہر گئے۔

ساری رات آپ مسجد نبوی میں رہتے اور سارا دن لوگوں سے ملتے جلتے رہتے، کھانا حضورؐ کے ہمراہ تناول کرتے اور زہد و ورع سے اپنی مادی زندگی کو آراستہ کرتے اور حفظِ حدیث میں پوری توجہ دیتے۔

حضرت ابوذر کی علالت

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد تبدیلی آب و ہوا کی وجہ سے حضرت ابوذر علیل ہو گئے۔ حضرت رسول کریمؐ کو آپ کی بیماری کی اطلاع ملی، آپ نے عیادت فرمائی اور مرض کو دیکھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر تم چند دنوں کے لئے مدینہ سے باہر جا کر اس مقام پر قیام کرو، جس جگہ بیت المال کی اونٹنیاں بھیڑ اور بکریاں چرتی ہیں اور دیکھو "خبردار" تم اس دوران قیام میں ہرگز ان کے دودھ کے علاوہ کسی چیز کو بھی بطور غذا استعمال نہ کرنا۔

حضرت ابوذر حکم رسالت پاتے ہی منتخبہ مقام کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی بھی تھیں، چند دن تو مرض کا بڑا زور رہا، لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ تندرست ہو گئے، تندرستی کے بعد انہوں نے فریضۂ زوجیت ادا کئے اب غسل کی ضرورت اور پانی کا نہ ہونا، نماز کے لئے سخت مشکل بن گیا، اس وقت تک طریقۂ تیمم بھی نہ آتا، سخت حیران ہوئے اور سوچتے رہے کہ اے خدا! اب کیا کروں؟ بالآخر آپ کے ذہن رسا نے رہبری کی اور آپ ایک تیز ترین ناقے پر بیٹھ کر حضرت کی خدمت میں مدینہ پہنچے۔

حضرت رسول کریمؐ کی جونہی نگاہ حضرت ابوذر پر پڑی، آپ مسکرانے

لگے اور ان کے اظہار خیال سے قبل بولے کہ، ابوذر گھبراؤ نہیں، ابھی ابھی تمہارے لئے پانی کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک کنیز پانی لائی اور آپ نے غسل فرمایا (مسند احمد بن حنبل)

اس کے بعد آپ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے انہیں تیمم کا طریقہ تعلیم فرمایا، بعض معاصرین کا کہنا ہے کہ اس وقت تک تیمم کا حکم نازل نہ ہوا تھا، حضرت ابوذر کے اس واقعہ کے بعد ہی تیمم کا حکم نازل ہوا۔

باب ۷

حضرت ابوذرؓ مسجد نبوی میں

عبادت کا شوق کمال حاصل کر چکا تھا۔ اب سارا دن اور ساری رات مسجد میں عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ ہر چیز سے منہ موڑ لیا۔ ان کا شیوہ خدا اور رسولؐ کی پیروی اور آلِ محمد سے محبت کرنا ہو گیا۔

ایک رات کا ذکر ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، اس نے پوچھا اے ابوذر خاموش کیوں ہو اور تنہا کیوں بیٹھے ہو؟

حضرت ابوذر بولے،

"بُرے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے"

یہ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے کہ لوگ مسجد میں آنے لگے یہاں تک کہ حضرت رسولِ کریمؐ بھی تشریف لائے۔ نمازِ مغرب و عشاء ادا کی گئی۔ رسول کریمؐ نے موعظہ فرمایا، لوگوں نے موعظہ سے اپنے قلوب کو منور کیا، آپ نے اپنے بیان میں اگلے پچھلے لوگوں کا ذکر فرمایا، قرآن مجید کی تعریف کی۔

پھر آپ دولتسرا میں تشریف لے گئے، نمازی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ صرف اصحابِ صفہ رہ گئے جو مسجد میں سویا کرتے تھے۔

رسول کریمؐ نے گھر پہنچ کر ان اصحاب کو ایک شخص کے ذریعہ سے بلا بھیجا، یہ سب کے سب حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی تعداد "تیس" تھی۔

آپ نے جَو کی تیار کی ہوئی روٹی ان لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا "آلِ محمد کو آج اس کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہو سکا۔ بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرو، خدا

Marfat.com

لذت و برکت دے گا۔"

ان لوگوں نے سیر ہو کر تناول کیا ـــــــ پھر سب کے سب روانہ مسجد ہو گئے۔ اور جا کر محوِ خواب ہو گئے۔ آدھی رات گذر جانے کے بعد حضور مسجد میں تشریف لائے اور آپ نے نمازِ تہجد ادا کرنا شروع کر دی۔

ابوذر اختتام نماز کے بعد آ گئے اور انہوں نے دست بستہ عرض کی، کہ حضور! آپ جو یہ آیت برابر پڑھ رہے تھے

"ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم"

اگر تو اُن پر عذاب کرے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو غالب اور حکیم ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔"

تو اس کا کیا مطلب ہے؟

حضرت نے فرمایا اے ابوذر میں نے خدا کی بارگاہ میں درخواست کی ہے کہ وہ مجھے "حق شفاعت" عطا فرما دے اور میں اپنی مکمل شفاعت سے بے حساب مسلمانوں کو بخشوا دوں۔

اے ابوذر، مجھے یقین ہے کہ میرا کریم خدا "مشرک اور دشمن اہلبیت" کے سوا میرے ذریعہ سے سب کو بخش دے گا۔

سوالات و جوابات

حافظ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں "ابوذر" نہایت زبردست عابد تھے، یہ اسلام لانے میں چوتھے شخص تھے۔ قبولِ اسلام سے پہلے ہی برائیوں سے کنارہ کش تھے۔ ان میں بڑی دلیری تھی حکومت وقت کے رعب و داب کا ان پہ کوئی اثر نہ پڑتا تھا یہ مشقت برداشت کرنے میں یکتا تھے، یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے "فلسفہ فنا و بقا پر گفتگو کیا انہوں نے رسول کریمؐ کی صحبت اختیار کی اور اس سے

بے انتہا فائدہ اٹھایا۔

آپ ہر وقت آنحضرت سے سوالات ہی کیا کرتے تھے۔ آپ نے اصول و فروع، ایمان اور احسان رویت باری تعالیٰ وغیرہ کے متعلق بے شمار سوالات کرکے اپنے دامن دل کو منور کیا تھا۔ یہ اُن لوگوں میں کے ایک ہیں جو سیرت رسول کریمؐ پر عامل رہے۔

سنت کی اتباع کو واجب جانتے تھے اور علی بن ابی طالب کی اقتدی کو فرض عین سمجھتے تھے۔

علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری تحریر فرماتے ہیں،

کہ جنگ خندق کے بعد سے حضرت ابوذر تمام جنگوں میں شریک رہے وہ بڑے بہادر تھے اور میدان میں شیر کی طرح حملہ کرتے تھے رسول کریم کی نظر میں بڑی عزت کے مالک تھے، غزوہ بنی المصطلق میں جاتے وقت آنحضرتؐ نے آپ کو "حاکم مدینہ" قرار دیا تھا۔ ابوذر، اکثر آنحضرت صلعم سے سوالات کیا کرتے اور اُن کے عظیم الشان جوابات سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ سوال کیا

"مولا نماز کیا ہے؟"

فرمایا "بہترین عبادت"

مولا، سب سے بہتر عمل کیا ہے؟

فرمایا "ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ"

"مولا، سب سے بڑا مسلمان کون ہے؟"

فرمایا، "جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ رہیں"

"مولا، بہترین ہجرت کیا ہے؟"

Marfat.com

فرمایا "گناہوں کا ترک"

"مولا، سب سے بہتر نماز کون سی ہے؟"

فرمایا "طویل قنوت والی"

"مولا، روزہ کیا ہے؟"

فرمایا "ایک عظیم فرض ہے جس پر عظیم جزا ملے گی"

"مولا، کونسا جہاد افضل ہے؟"

فرمایا "جس کا خون میدانِ جنگ میں بہہ گیا ہو اور جس کا گھوڑا قتل ہو گیا ہو"

"مولا، کون سے غلام بہتر ہیں؟"

فرمایا "جو گراں قیمت اور خدا کے فرمانبردار ہوں"

"مولا، کون سا صدقہ افضل ہے؟"

فرمایا "غریب آدمی کا دیا ہوا اور نادار تک پہنچا ہوا"

"مولا، خدا کی نازل کی ہوئی آیات میں کون سی آیتیں آپ کے نزدیک بہترین ہیں؟"

فرمایا "آیۃ الکرسی"

"مولا خدا نے کتنی کتابیں نازل کیں؟"

فرمایا "ایک سو چار، چار توریت، انجیل، زبور، قرآن اور شیثؑ پر پچاس، خنوخؑ پر تیس، ابراہیمؑ پر دس، موسیٰؑ پر قبل توریت دس"

"مولا، ابراہیمؑ کے صحیفے میں کیا تھا؟"

فرمایا "سب حکمت خیز کہاوتیں تھیں"

"مولا، موسیٰؑ کے صحیفے میں کیا تھا؟"

Marfat.com

فرمایا "سب سبق آموز عبرتیں تھیں۔"

"مولا، کچھ آپ نصیحتیں فرمائیں۔"

فرمایا "میں خوفِ خدا کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ یہ سب بھلائیوں کی جڑ ہے تلاوتِ کلام مجید کو لازم سمجھو، زیادہ ہنسنے سے بچو اس سے دل مردہ ہوتا ہے، ہمیشہ خاموش رہو جب بولو حکمت کی بات بولو۔ غریبوں سے محبت کرو اور اُن کے پاس بیٹھا کرو۔ اپنے سے پست لوگوں کے حالات پر نظر رکھو بڑوں کی طرف نگاہ نہ کرو۔ اہلِ قرابت سے صلہ رحمی کرو، خدا کی راہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرو حق کہو چاہے اُسے لوگ کڑوا ہی سمجھیں۔ اپنے نفس کو پہچانو۔"

اس کے بعد حضرت رسولِ کریمؐ نے ابوذر کے سینے پر دستِ مبارک رکھ کر فرمایا۔

"اے ابوذر! عقل سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔ اور ترکِ گناہ سے بہتر کوئی پرہیزگاری نہیں اور حسنِ اخلاق سے بہتر کوئی حسن نہیں۔"

Marfat.com

باب ۸

جنگِ تبوک اور حضرت ابوذرؓ

محبتِ رسولؐ کا ایک مثالی کارنامہ

حضرت ابوذر ایامِ حیات گذار رہے تھے کہ ۹ھ آگئی اور جنگ تبوک کا موقع رونما ہو گیا۔

جنگ تبوک کے متعلق مورخین کا بیان ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم کو معلوم ہوا کہ نصارائے شام نے، ہرقل بادشاہ روم سے چالیس ہزار فوج منگوا کر مدینہ پر تاخت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے لہذا آپ نے حفظ ماتقدم کے پیشِ نظر تیس ہزار یا چالیس ہزار فوج لے کر حضرت علی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنانے کے بعد شام کی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا اور ترتیب فوج کے بعد آپ مدینہ سے روانہ ہو گئے آپ کی روانگی کے بعد منافقوں نے حضرت علی علیہ السلام کو طعنہ دینا شروع کر دیا اور کہا کہ رسول خدا نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے تم کو یہاں چھوڑ دیا ہے، حضرت علیؑ نے ان منافقوں کو جھوٹا کرنے کے لئے فیصلہ کیا کہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں، چنانچہ آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مقام "جرف" میں حضرتؐ سے ملے اور آپ نے اُن کی خدمت میں عرض کی مولا، منافق ایسا ویسا کہتے ہیں، حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا کہ منافقین جھوٹے ہیں میں تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں اے علیؑ "اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ لکن لا نبی بعدی" کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہارا درجہ بے انتہا بلند ہو جائے اے

Marfat.com

علی خدا نے تمہیں وہی درجہ میرے معاملہ میں دیا ہے جو موسیٰؑ کے معاملہ میں ہارونؑ کو نصیب تھا، اے علی تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی بس فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبوت نہ ہوگی، ورنہ تم ہارون کی طرح میرے بعد نبی ہوتے، (صحیح بخاری کتاب المغازی پ۱۸ ص۸۹ طبع مصر) مطلب یہ تھا کہ جب موسیٰ کوہ طور پر جاتے تھے تو ہارون کو اپنا جانشین بنا جاتے تھے، میں نے بھی وہی انداز اختیار کیا ہے (فتح الباری ج ۸ ص۴۸۸) میں اس جنگ کے موقع پر تمہیں مدینہ میں اپنا جانشین بنا آیا ہوں، تم جاؤ اور فریضہ خلافت ادا کرو، منافقوں کی باتوں کو درخور اعتنا نہ لاؤ، سنو تم نبی نہیں ہو سکتے لیکن میرے خلیفہ تم ہی رہو گے (تذکرہ خواص الامۃ ص۱۲) اور یہ بھی سن لو کہ میں نے تمہیں اس لئے چھوڑا ہے کہ تم میرے خلیفہ ہو اور مدینہ کی حالت میرے یا تمہارے بغیر درست نہیں رہ سکتی (مستدرک کنز العمال ج ۱۱ ص۱۵۳)

یہ سن کر حضرت علی مدینہ کی طرف تشریف لائے اور حضرت رسول کریمؐ مقام تبوک کی طرف روانہ ہو گئے جو مدینہ اور دمشق دونوں سے دس دس منزل پر سلطنت روم کی سرحد پر واقع ہے، تبوک پہنچ کر آپ نے وہاں بیس یوم قیام فرمایا، دوران قیام میں آپ نے اطراف و جوانب میں سرئیے روانہ کئے اور دعوت اسلام پر زور دیا، روم کی طرف سے کوئی فوج مقابلہ کے لئے نہ آئی اور ناچار آپ کو وہاں سے واپس آنا پڑا۔ واپسی کے دوران ایک رات جبکہ آپ "عقبہ ذی فتق" سے گذر رہے تھے، منافقوں نے آپ کے اونٹ کو بھڑکا کر اس گھاٹی میں آپ کو گرا کر ہلاک کرنا چاہا لیکن حذیفہ یمانی اور عمار یاسر نے آپ کو بچا لیا، رسول کریمؐ نے گھاٹی پار کرنے کے بعد ان منافقوں کے نام جو تاریکی میں آپ کو ختم کرنا چاہتے تھے بنا دیئے اور ناموں کو چھپائے رکھنے کی ہدایت کر دی۔ اسلام کے بڑے بڑے نمایاں افراد

Marfat.com

اس میں شامل تھے (مدارج النبوت رکن ۴ ص ۲۲۵) تہذیب التہذیب میں ہے کہ وہ لوگ حذیفہ سے اپنا نام دریافت کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن آپ نے نہیں بتایا، بالآخر ایک عظیم فرد نے خود کہا، بااللہ انا من المنافقین تم بتاؤ یا نہ بتاؤ خدا کی قسم میں بھی اُن میں شامل تھا (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۲۶) الغرض آپ ماہِ رمضان میں واپس مدینہ پہنچے (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۸۱)

اسی جنگ تبوک میں روانگی کے وقت حضرت ابوذر بھی مدینہ سے چلے تھے آپ کا ناقہ چونکہ بہت لاغر اور کمزور تھا وہ کسی صورت سے قافلہ کا ساتھ نہ دے سکا بالآخر آپ قافلہ سے تین یوم کی منزل تک پیچھے رہ گئے، آپ نے ہر چند کوشش کی کہ کسی صورت سے ساتھ نہ چھوٹے لیکن کامیابی نہ ہوسکی جب آپ نے دیکھا کہ قافلہ تک پہنچنا ناممکن ہے تو آپ کو سخت رنج ہوا، ایک روایت کی بنا پر جب آپ پیچھے رہتے چلے جارہے تھے تو لوگوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ابوذر کا ہمراہ چلنا دشوار ہے تو آپ نے فرمایا اُن کو اپنے حال پر چھوڑ دو اگر خدا چاہے گا تو وہ پہنچ جائیں گے۔ غرض کہ قافلہ آگے بڑھ گیا اور ابوذر سخت حیرت واضطراب میں پیچھے رہ گئے، وہ کبھی یہ سوچتے تھے کہ مدینہ واپس جائیں کبھی یہ سوچتے تھے کہ جس صورت سے ہوسکے تبوک پہنچیں، انہیں رسولؐ خدا سے پیچھے رہ جانا کھائے جاتا تھا، وہ گھبرا گھبرا کر اپنے اونٹ کو ہنکاتے اور چلاتے تھے، لیکن وہ کسی طرح کمزور ہونے کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا یہ دیکھ کر محمل متاعۂ علی ظهره ثم خرج یتبع اثر رسول اللہ" آپ ناقہ سے اتر گئے اور اس کی پشت سے سارا سامان اتار کر اپنی پیٹھ پر لادا، اور آپ پیدل روانہ ہوگئے، ظاہر ہے کہ شدید گرمی کا زمانہ تھا، پیاس کا جو عالم ہوا ہوگا وہ سفر کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔

آپ اپنی پشت پر سامان لادے ہوئے جارہے تھے کہ پیاس نے غلبہ کیا،

Marfat.com

نکلی تو تھی ہی اب پیاس نے بھی بے حال کر دیا حضرت ابوذر نے پیاس کی بیتابی میں پانی تلاش کرنا شروع کیا، تا اینکہ ایک گڑھے میں بارش کا جمع ہوا پانی نظر آیا آپ انتہائی پیاس کی حالت میں اُس گڑھے کے قریب پہنچے اور چلو میں پانی لے کر پینا چاہا، ناگاہ اُن کے دل نے اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ پانی نہایت سرد ہے تیرے لیئے نہایت نامناسب ہے کہ حضرت رسول کریمؐ سے پہلے تو یہ پانی پی لے بس اس خیال کا آنا تھا کہ ابوذر نے اپنے چلو سے پانی پھینک دیا اور ایک لوٹا پانی بھر لیا۔

حضرت ابوذر پانی کا لوٹا لیئے ہوئے انتہائی پیاس کی حالت میں راستہ طے کرتے ہوئے جا رہے تھے یہاں تک حدود تبوک میں پہنچ گئے۔

جونہی آپ سرحد تبوک میں پہنچے، مسلمانوں کی نگاہ آپ پر پڑی، ان لوگوں نے رسول کریمؐ کی خدمت میں ایک باحال پریشان مسافر کے آنے کی اطلاع دی، حضرت رسول کریمؐ نے یہ سنتے ہی فرمایا "کن اباذر" ارے وہ میرا صحابی ابوذر ہے، اے میرے اصحاب دوڑو اور اسے میرے پاس لے آؤ اور سنو! وہ بہت زیادہ پیاسا ہے اُس کے لئے اپنے ہمراہ پانی لیتے جاؤ۔

یہ سن کر اصحاب پانی کا مشکیزہ لئے ہوئے ابوذر کے پاس پہنچے اور انہیں سیراب کیا، پھر انہیں لئے ہوئے رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت رسول کریمؐ نے مزاج پرسی کے بعد فرمایا کہ "اے ابوذر معلوم ہوا کہ تمہارے پاس تو پانی ہے پھر تم اس درجہ پیاسے کیوں ہو"

ابوذر نے عرض کی "مولا! پانی تو ہے لیکن میں اسے پی نہیں سکتا تھا"

آپؐ نے فرمایا کہ آخر نہ پی سکنے کی وجہ کیا ہے؟

ابوذر نے عرض کی "مولا، میرے راستے میں ایک پتھر کے دامن میں ٹھنڈا

پانی پالیا تھا لیکن میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ اسے میں آپ سے پہلے استعمال کروں اس لئے اُسے آپ کی خاطر ہمراہ لایا ہوں، جب آپ نوش فرمالیں گے تب میں اسے منہ لگاؤں گا یہ سن کر رسول کریمؐ نے فرمایا کہ

"اسے ابوذر! خدا تم پر رحم کرے۔ تم تنہا زندگانی بسر کرو گے، تنہا دنیا سے اُٹھو گے، تنہا مبعوث ہو گے، تنہا داخل بہشت ہو گے، ولیعد بک قوم من اھل العراق" اور اہلِ عراق کا ایک گروہ تمہارے سبب سے سعادت حاصل کرے گا، یعنی وہ تمہیں غسل دیگا کفن پہنائے گا اور تم پر نماز پڑھے گا۔"

(حیات القلوب ج ۱ ص ۱۲۹ و ابوذر الغفاری ص ۱۰۱)

اس واقعہ سے جہاں حضرت ابوذر کی بے مثال محبت کا پتہ چلتا ہے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ نے حضرت ابوذر پر آنے والے حادثات اور مصائب بھی واضح فرما دیئے، علامہ مجلسی کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے مختلف مواقع پر حضرت ابوذر کے آئندہ واقعات پر روشنی ڈالی ہے وہ ایک واقعہ بحوالہ علامہ ابن بابویہ عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، کہ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ مسجد قبا میں تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد بہت سے اصحاب حلقہ باندھے بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا کہ جو شخص سب سے پہلے اس مسجد کے دروازہ سے داخل مسجد ہو گا، وہ اہلِ بہشت سے ہو گا، یہ سن کر چند اصحاب آپ کے پاس سے اُٹھ کر باہر چلے گئے تا کہ داخل مسجد ہونے میں سبقت کریں،

ان اصحاب کے اٹھ کر جانے پر آپ نے فرمایا کہ اب بہت سے لوگ داخل مسجد ہونے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے اور داخل مسجد ہوں گے مگر چونکہ یہ مسابقت غیر مرغوب ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ جتنے لوگ اس

Marfat.com

مسجد کے دروازے سے داخل ہوں گے ان میں سے جو کوئی مجھے ماہ آذار کے ختم ہوجانے سے مطلع کرے وہ اہل بہشت سے ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ داخل مسجد ہوئے آپ نے پوچھا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ یہ مہینہ رومی مہینوں میں سے کون سا ہے؟ انہیں لوگوں میں حضرت ابوذر بھی تھے جو تنہا باہر سے آنے والوں میں سے آنے والے تھے۔ رسول کریمؐ کے اس سوال پر سب خاموش ہوگئے لیکن حضرت ابوذر نے کہا کہ مولا ماہ آذار (چیت) ختم ہوچکا ہے، حضرت نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے لیکن میں نے یہ ظاہر کرنے کے لئے تم سے یہ سوال کیا ہے کہ لوگ سمجھ لیں کہ تم اہل بہشت سے ہو۔ اے ابوذر!

"تم کو میرے اہل بیت کی دوستی میں حرم سے نکالا جائے گا۔ تم عالم غربت میں زندگی بسر کروگے اور عالم تنہائی میں دنیا سے اٹھوگے، تمہاری تجہیز و تکفین کی وجہ سے اہل عراق کا ایک گروہ سعادت حاصل کرے گا اور بہشت میں میرے ہمراہ ہوگا۔"

(حیات القلوب ج ۱ ص ۱۲۸)

Marfat.com

باب ۹

حضرت ابوذرؓ کی روحانی عظمت

واقعۂ شیر و گوسفند (۱۸۱)

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ حضرت ابوذر خاصانِ خدا اور بزرگانِ اصحابِ رسولِ خدا سے تھے، ایک دن آپ حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ میرے پاس ساٹھ گوسفند ہیں اور ان کی نگہداشت میرے ذمہ ہے لیکن میرا دل اسے گوارہ نہیں کرتا کہ میں آپ کی خدمت سے دور ہو جاؤں اگرچہ اس کا بھی خیال آتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری عدم موجودگی میں میرے گوسفندوں کی صحیح نگرانی نہ کی جائے اور ان کو تکلیف ہو، حضرتؐ نے ابوذر کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر تم واپس اپنے مقام پر چلے جاؤ اور جا کر ان گوسفندوں کے انتظامات کی فکر کرو۔

حکمِ رسولؐ پاتے ہی حضرت ابوذر روانہ ہو گئے، ابھی سات دن نہ گزرے تھے کہ پھر واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ حضور، میں آپ کے ارشاد سے واپس چلا گیا اور اپنے گوسفندوں کی نگہداشت کرتا رہا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ میں نماز میں مشغول تھا کہ ناگاہ ایک بھیڑیا میرے گوسفندوں کی طرف آیا، میں سوچنے لگا، کہ نماز توڑ کر گوسفندوں کی حفاظت کروں یا نماز کو تمام کروں۔ وہیں میرا دل نے فیصلہ کیا کہ گوسفند جاتی ہیں تو جائیں مجھے نماز نہیں توڑنی چاہیئے، میرے اس فیصلہ کے فوراً بعد شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا، اور یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر

بھیڑیئے نے سارے گوسفند ہلاک کر دیئے تو پھر کیا بنے گا، لیکن بلاتاخیر میرے جذبۂ ایمان نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر سارے گوسفند ہلاک ہو جائیں گے، اور خدا کی توحید، رسولؐ پر ایمان لانا اُن کے بھائی علی بن ابی طالبؑ کی دوستی جیسی دولت میرے پاس ہے تو پھر ان چیزوں کی ہلاکت سے مجھے کیا نقصان پہنچے گا۔

بالآخر میں بدستور نماز میں مشغول رہا، اور بھیڑیا آگے بڑھتے بڑھتے میرے گلہ گوسفند کے قریب آپہنچا اور یہاں پہنچ کر اُس نے حملہ کیا، پہلے حملہ میں وہ ایک بچہ گوسفند لے کر روانہ ہوا، ابھی وہ چند گام بھی نہ گیا تھا کہ ناگاہ ایک شیر نمودار ہوا اور اُس نے اُس بھیڑیئے پر حملہ کر کے اُس کو ہلاک کر دیا اور میرے بچہ گوسفند کو میرے گلہ میں پہنچا دیا اور بحکم خدا کہنے لگا:

"کہ اے ابوذر مشغول نماز خود باش کہ حق تعالی مرا موکل گردانیدہ است بگوسفندان تو تا از نماز فارغ شوی"

"اے ابوذر تم اپنی نماز میں مشغول رہو، حق تعالے نے مجھے تمہارے گوسفندوں پر مؤکل کیا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو، میں گوسفندوں کی حفاظت کرتا رہوں"

چنانچہ میں نے کمال حضور قلب اور مکمل ادب و شرائط کے ساتھ نماز تمام کی، اتمام نماز کے بعد وہ شیر میری طرف بڑھا اور قریب آکر کہنے لگا کہ اے ابوذر تم فوراً حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ خدا نے اُن کے ایک صحابی کے گوسفندوں کی حفاظت کے لئے شیر کو مسخر کیا ہے۔

اے مولا! میں اُس شیر کے کہنے کی بناء پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں حضرت ابوذر کے اس بیان کو سن کر وہ اصحاب جو اُس وقت موجود تھے سخت متعجب ہوئے اور رسول کریمؐ ارشاد فرما ہوئے کہ اے ابوذر تم بالکل سچ

Marfat.com

کہتے ہو، تمہارے بیان کی میں اور علی و فاطمہ، حسن و حسین تصدیق کرتے ہیں، ا
کے بعد ابوذر چلے گئے۔

اس گفتگو کے بعد منافقوں کے ایک گروہ نے آپس میں چہ میگوئیاں کیں
اور باہمی سرگوشی کے بعد طے کیا کہ ابوذر کی طرف چل کر اس کا امتحان کیا جائے
اور دیکھا جائے کہ کیا واقعتاً جب تک ابوذر نماز میں مشغول رہتے ہیں، شیر آ
گوسفندوں کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔

چنانچہ یہ لوگ اپنے مقام سے روانہ ہو کر نماز کے وقت اس جنگل میں پہنچے
جس میں ابوذر اپنے گوسفندوں کو چرا رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ واقعتاً ابوذر مش
نماز ہیں اور شیر اُن کے گوسفندوں کی حفاظت کر رہا ہے، جب کوئی گوسفند
سے الگ ہو جاتا ہے۔ شیر اُسے گلہ کے اندر داخل کر دیتا ہے۔

حضرت ابوذر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو شیر نے اُن کی طرف مخاطب
کہا کر اپنے گوسفندوں کو دیکھ لو، میں نے اُن کی حفاظت میں کوئی فروگذاشت
نہیں کی۔

اس کے بعد وہ شیر اُن منافقوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا، اے گروہ
کیا تم اس امر سے انکار کرتے ہو کہ خدائے تعالےٰ نے مجھے اُس شخص کے گوسفند
کی حفاظت کے لئے موکل فرمایا ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و
اور اُن کے آل پاک کا دوست ہے اور تقرب خداوندی کے لئے انہیں بزرگوار
کا توسل ڈھونڈھتا ہے، میں اُس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے حضرت محمد مصطفےٰ
اُن کے آل پاک کو گرامی کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے ابوذر کا تابع فرمان اور
قرار دیا ہے۔

اے لوگو! باور کرو کہ اگر ابوذر اس وقت مجھے حکم دیں کہ میں تم سب کو

ردوں تو میں ضرور بلا تاخیر تمہیں پھاڑ کھاؤں گا۔ الغرض وہ لوگ اپنا سامنہ لئے
ہوئے واپس چلے آئے۔

پھر چند دنوں کے بعد جب ابوذر خدمت رسول کریمؐ میں حاضر ہوئے
تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر تم نے اپنے خالق کی اطاعت کے سبب یہ شرف
حاصل کر لیا کہ جنگل کے جانور تک تمہارے مطیع کر دیئے گئے ہیں، بے شک تم
ان بندوں میں بڑا مقام رکھتے ہو جن کی تعریف قرآن مجید میں نماز کے قائم رکھنے
کے متعلق کی گئی ہے۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۴۵۵)

Marfat.com

باب ۱

حضرت ابوذر کی اسلامی زندگی اور اُن کے

اخلاق و عادات

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک ایسا عقلی ضابطۂ حیات ہے جس کا عقل سے چولی دامن کا ساتھ ہے، اسی لئے اس اصول کو جسے شرع محمدی کہتے ہیں، جو اسلام کا نچوڑ ہے، کہا جاتا ہے کہ "کل ما حکم بہ العقل حکم بہ الشرع" جس کا عقل حکم کرتی ہے اسی کا شرع بھی حکم دیتی ہے یعنی عقل اور اسلام ایک دوسرے کے تابع اور متبوع ہیں، اسلام کا کوئی حکم عقل کے خلاف نہیں ہو سکتا اور عقل سلیم کا کوئی عمل اسلام کے خلاف نہیں ہو سکتا اور چونکہ ان دونوں کا رشتہ باہمی بہت ہی مضبوط و مستحکم ہے اس لئے ہر وہ شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے چاہے وہ ظاہراً اسلام سے دور ہو، لیکن جب وہ ظاہری طور سے اسلام کی صف میں آکر کھڑا ہو جائے گا تو اُس کا وجود بھونڈا نہ ظاہر ہو گا بلکہ ایسا معلوم ہو گا کہ وہ اسی اسلام کا ایک خوبصورت جزء ہے، حضرت ابوذر چونکہ عقل کامل رکھتے تھے، اس لئے اُن کی غیر اسلامی زندگی میں بھی اسلام کی مخالفت نظر نہیں آتی اور جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے یہ اسلام ہی کے ایک لازمی جزء تھے اور اُن کی خلقت اصول اسلام پر ہوئی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابوذر اسلام لانے کے بعد اس طرح نکھرے کہ لاجواب ہو گئے، آپ نے نفس کی صفائی، عقیدے کی پاکیزگی اور خلوص میں اُس

Marfat.com

کمال کا مظاہرہ کیا جو ارباب بصیرت کے لئے مشعلِ راہ ہے، انہوں نے ظہورِ اسلام کے بعد لوگوں کو نصائح سے بھرپور کر دیا اور انہیں مساوات و محبت کا سبق دیا، اطاعت خدا و رسولؐ اور آلِ محمدؐ کا راستہ بتایا، وہ زمانہ جو جاہلیت کا زمانہ کہا جاتا ہے اُس میں نہ آپ کی سیرت میں یہودیت نظر آتی ہے نہ نصرانیت دکھائی دیتی ہے نہ کسی ایسے عمل کا سراغ ملتا ہے جو عقل کے خلاف ہو۔

حضرت ابوذر کا زہد آپ کی اسلامی زندگی اتنی بلند گذری ہے جس کی مثال دشوار ہے، علامہ عبداللہ سبتی لکھتے ہیں۔

فکان من اورع الناس	کہ حضرت ابوذر تمام لوگوں میں سب سے زیادہ
وازهد الناس واعبد الناس	متقی پرہیزگار، عبادت گذار، سچے، ایمان
واصدق الناس واقواهم ایماناً	میں پختہ، توکل میں یکتا تھے، اُن کی یومیہ
واکثرهم اتکالاً ولقد کان قوته	خوراک عہد رسولؐ خدا میں ایک
علی عهد رسول الله علیه وآله وسلم	صاع کھجور تھی۔ آپ اسی پر تاحیات
صاعاً من تمر فلم یازد علیه حتی	قائم رہے۔
مات	

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر اخلاق میں اتنے بلند اور فضیلتوں پر اس درجہ چھائے ہوئے تھے کہ حضرت رسولِ اکرمؐ کو جناب سلمان فارسی کی طرح داخل اہلبیت کرنا پڑا، حافظ ابونعیم کا کہنا ہے کہ حضرت ابوذر بڑے عابد بڑے زاہد، زبردست قناعت کرنے والے اسلام لانے والوں میں آپ کا چوتھا درجہ ہے، نزول شرع سے پہلے ہی یہ برائیوں سے توبہ کئے ہوئے تھے حکام وقت کے سامنے گردن نہ جھکانا اُن کا سرمایہ حیات تھا، یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے

ہ۔ علامہ کی تحریر میں شاید لفظ "صاع" کسی اور لفظ کی جگہ مرقوم ہو گیا ہے (۱۲ منہ)

موعظہ میں مسئلہ فنا و بقاء کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور مصائب و آلام کے برداشت کرنے میں ثابت قدم رہے ہیں اور رسول کریمؐ کے وصایا اور مواعظ کو یاد رکھنے میں امتیاز حاصل کیا ہے، ان کی خصوصیات میں ایک بات یہ بھی تھی کہ یہ تمام اہلِ دنیا سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھے، ابو نعیم لکھتے ہیں، کہ حضرت ابوذر نے رسول کریمؐ کی بڑی خدمت کی اور اُن کے پاس رہ کر اصول و فروع سے آگاہی حاصل کی اور وہ برائیوں سے محفوظ رہے، ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ یہ برابر رسول کریمؐ سے سوالات کیا کرتے تھے۔ یہ رسول کریمؐ کے بتائے ہوئے مطالب و مفاہیم کو یاد رکھتے تھے اور اس مقصد میں بڑے حریص بھی تھے انہوں نے اصول و فروع، ایمان و احسان، رویت باری تعالیٰ جیسے اہم مسائل کے متعلق جہاں سوالات کئے، وہاں معمولی سے معمولی مسئلہ بھی دریافت کیا، غرضیکہ اُن سے جس قدر ممکن ہو سکا، اُنہوں نے سوالات کر کے اپنے کو نہ صرف مطمئن کیا بلکہ عوام اُمت کے لئے اسلامی معلومات کا ایک ذخیرہ فراہم کر دیا۔ اور اُن کی زندگی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ "مضوا علی منہاج رسول اللہ" رسول کریمؐ کے بعد بیا اُسی راستے پر چلتے رہے جو رسول کریمؐ کا منشا و مقصد تھا اور جس پر چلنے کے لئے وہ ہدایت فرما گئے تھے۔ ولازم امیر المومنین علیؑ ولم ینفلت عنہ بیسیر یہ امیر المومنین حضرت علی کے ساتھ رسول کریمؐ کے بعد لگے رہے انہوں نے بالکل اُن کا ساتھ نہیں چھوڑا، یہ اُن کی پیروی کرتے رہے اور اُن کے نور علم سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اور علم و زہد عبادت و سخاوت اور اخلاق و عادات کا اثر لیتے رہے اسی لئے حضرت رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابو ذر صدیق ھذہ الامۃ ابوذر اس امت کے صدیق ہیں —— ایک مقام پر ارشاد فرمایا، فی امتی ابو ذر شبیہ عیسیٰ بن مریم فی زھدہ "ابوذر میری امت میں حضرت عیسیٰؑ کی

زہد میں مثال ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "من سرّہ ان ینظر الی تواضع عیسٰی بن مریم فلینظر الی ابی ذر" جو یہ چاہتا ہو کہ حضرت عیسٰی کے زہد و تواضع کو دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ ابوذر کی طرف نگاہ کرے (ابوذر الغفاری صفحہ ۵)

علامہ مجلسی بحوالہ علامہ کلینی رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوذر فرمایا کرتے تھے، کہ میں دنیا سے سخت بیزار ہوں اور مال دنیا سے دو گردہ نان اور دو پارچہ جامہ کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا، روٹی کے دونوں ٹکڑے صبح و شام کھانے کے لیئے اور دونوں کپڑوں کے ٹکڑے گردن اور کمر میں باندھنے کے لیئے حضرت ابوذر کا یہ ارشاد اُن کے زہد کی منزل کا پتہ دیتا ہے (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۵۵)

علامہ سبیتی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوذر کی آنکھیں آشوب کر آئیں، کسی نے کہا کہ اے ابوذر تم اس وقت آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہو خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہاری آنکھیں درست کردے اور مرض دور فرما دے، آپ نے جواب دیا کہ خدا سے آنکھوں کے لیئے کیا دعا کروں مجھے تو سامنے جہنم نظر آرہا ہے جنت اور دوزخ کی کش مکش نے مجھے آنکھوں کے درد سے بے پرواہ کردیا ہے میں آنکھوں کے لیئے دعا کرکے کیا کروں گا، مجھے تو جنت کی فکر کرنی اور اس کے متعلق خدا سے درخواست کرنا ہے۔

عطا ابن ابی مروان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر کو ایک دن مسجد میں نماز پڑھتے دیکھ کر کہا کہ اے ابوذر کیا تمہارے اس کپڑے کے علاوہ کوئی دوسرا لباس نہیں ہے کہ ہمیں اسی ایک لباس میں اکثر دکھائی دیتے ہو، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس اگر دوسرا لباس ہوتا تو تمہیں دکھائی نہ دیتا، میں نے جواب دیا کہ میں نے کچھ عرصہ قبل تمہارے پاس دو لباس دیکھے تھے، ایک تم نے کیا کیا؟ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ ایک لباس میں نے اُس شخص کو دے دیا جو

مجھ سے زیادہ محتاج تھا، میں نے کہا کہ میرے خیال میں تم کو خود دونوں لباس (یعنی چادر) کی ضرورت تھی تم نے اپنی ضرورت کی چیز کیوں دوسرے کو دیدی، آپ نے فرمایا کہ تم جس چیز کو میرے لئے ضروری سمجھتے ہو، میں اُسے دوسرے کے لئے ضروری جانتا ہوں، یہ کون سی انسانیت ہے کہ میرے پاس دو چادریں ہوں اور اُس شخص کے پاس ایک بھی نہ ہو جس کو میں نے دے دی ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ خدا ایک فالتو لباس کا مجھ سے حساب لے، سنو، جس کے پاس دو درہم ہوں گے اُس کا حساب اُس سے سخت ہوگا جس کے پاس ایک ہی درہم ہو۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک صاع خرمہ پر زندگی گذارتا تھا، مجھے پسند نہیں ہے کہ میں اُس میں اضافہ کروں، مجھے تو موٹا جھوٹا کپڑا اور روکھی سوکھی روٹی درکار ہے،

حضرت ابوذر ایک مرتبہ جناب ابودرداء کی طرف سے گذرے تو دیکھا کہ وہ مکان بنوا رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اے ابودرداء تم کو کیا ہوگیا ہے کہ تم لوگوں کے کندھوں پر اینٹ اور پتھر لاد رہے ہو، ابودرداء نے عرض کی، اے ابوذر میں مکان بنوا رہا ہوں، ابوذر نے صورت بگاڑ کر بڑے لہجے میں کہا کہ "مکان بنوا رہا ہوں" ابودرداء نے اُن کے لہجے سے محسوس کر لیا کہ انہیں میرا یہ عمل پسند نہیں آیا، کہنے لگے، اے بھائی شاید تم میرے مکان بنوانے سے ناراض ہوگئے ہو، ابوذر نے فرمایا، بے شک مجھے تمہارا یہ عمل پسند نہیں آیا، اے ابودرداء تم پر دنیا چھا گئی ہے، سنو، میں تو اُس وقت خوش ہوتا جب تمہیں اپنے اہل وعیال کی خدمت گذاری اور اُن کے علاج معالجہ میں مشغول دیکھتا، (کتاب ابوذر الغفاری ص ۹۵)

آپ کے زہد کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، معاویہ کی اُس شکایت

Marfat.com

کا حوالہ دیتے ہوئے جو انہوں نے حضرت عثمان سے ابوذر کے متعلق کی تھی جس کے نتیجہ میں انہیں ربذہ بھیجا گیا تھا لکھا ہے کہ

"حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد (حضرت ابوذر) شام چلے گئے اور وہاں رہنے لگے، حضرت عثمان کے زمانہ میں امیر معاویہ نے جو اُس وقت شام کے حاکم تھے۔ اُن کی شکایت کی، بات یہ تھی، کہ حضرت ابوذر کے مزاج میں زُہد غالب تھا اور بعض احادیث سے اُن کو ایسا سمجھ میں آیا تھا کہ مال جمع کرنا قطعاً ناجائز ہے انہوں نے اسی کا وعظ شام میں کیا اور امیر معاویہ پر اعتراض کیا کہ وہ مال جمع کرتے ہیں، امیر معاویہ نے حضرت عثمان کو شکایت لکھی حضرت عثمان نے اُن کو وہاں سے بُلا کر مقام ربذہ بھیج دیا، باقی عمر اُن کی وہیں گذری، ربذہ ایک جنگل کا نام تھا، نہ وہاں آبادی تھی، نہ کوئی چیز ملتی تھی (ازالۃ الخفاج ا صـ۲۸۲)

حضرت ابوذر کی عبادت

یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوذر جیسے معرفت نواز کی عبادت صرف نماز تک محدود نہ تھی، وہ عبادت کے جملہ شعبہ جات پر عمل میں مہارت رکھتے تھے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت باری تعالیٰ کے وجود اور اس کے صنائع کے متعلق سوچ بچار کرنا بھی عظیم عبادت ہے، حضرت ابوذر اس میں بھی کمال رکھتے تھے

علامہ مجلسی بحوالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رقمطراز ہیں کہ

"بیشتر عبادت ابوذر رحمۃ اللہ علیہ تفکر نمودن وعبرت گرفتن بود"

حضرت ابوذر کی عبادت اکثر وجود باری تعالیٰ میں تفکر اور اس سے عبرت حاصل کرنا تھی (حیات القلوب ج ا صـ۲۵۷)

Marfat.com

علامہ مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں کہ "جب روایتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے بعض شاگرد سڑکوں اور عام شاہراہوں پر سجدے کیا کرتے تھے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ شاگردوں کی حرکت استاد ہی کی تقلید ہوگی اس لئے نقل کرتا ہوں کہ اس سے بھی) آپ کی مجذوبانہ کیفیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ابو عوانہ اور سلیمان اعمش یہ دونوں کسی راستے سے گذر رہے تھے، چلتے چلتے یہ سلسلہ جاری ہوا کہ انہوں نے مجھے قرآن سنانا شروع کیا اور میں نے ان کو دیکھا کہ اس عرصہ میں جہاں سجدہ کی آیت آجاتی وہ سڑک ہی پر سجدہ میں گر جاتے۔

میں نے کہا "التسجد فی السکتۃ" کیا سڑک ہی پر سجدہ کرتے ہو؟

اس کے جواب میں وہ بولے کہ میں نے ابراہیم تیمی سے سنا وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے کہ حضرت ابوذرؓ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے ایک دن آنحضرتؐ سے عرض کی، یا رسول اللہ روئے زمین کی سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا "مسجد الحرام (کعبہ)، پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا مسجد الاقصیٰ، میں نے عرض کیا، دونوں کی تعمیر میں کتنا فاصلہ ہے، آپ نے فرمایا چالیس سال، اس کے بعد آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

"اینما ادرکت الصلوٰۃ فصل فھو مسجد" جس جگہ نماز کا وقت آجائے وہیں نماز شروع کر دو کہ وہی مسجد ہے۔"

اس حدیث سے سڑکوں پر سجدہ کرنے کی اجازت کا استنباط بظاہر حضرت ابوذرؓ کی اشفاد طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ سڑک تو بہرحال کچھ نہ کچھ صاف ہوتی ہے اور سجدہ کے لیے زیادہ گنجائش کی ضرورت بھی نہیں۔

حضرت ابوذر کا تو یہ حال تھا کہ لیٹنے تک کے لئے وہ یہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ کہاں لیٹ رہے ہیں، کس جگہ لیٹ رہے ہیں۔ نحو کے امام اول حضرت

Marfat.com

ابوالاسود دوئلی سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوذرؓ اپنے ایک تالاب سے کھیتوں کو پانی دے رہے تھے، چند مسلمان ادھر سے گذر رہے تھے، حضرت ابوذر کو دیکھ کر انہیں خیال آیا کہ کاش! اس مقدس بزرگ کے موئے مبارک ہاتھ آجاتے تو کیا اچھا ہوتا، آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کوئی ہے کہ جو اس کام کو انجام دے، ان میں سے کسی ایک نے اس مہم کا بیڑا اٹھایا اور بولا، ہاں میں اس کام کو کرتا ہوں، یہ کہہ کر وہ تالاب پہ پہنچا لیکن (بدقسمتی سے شاید اضطراب میں اس سے کچھ ایسی حرکت سرزد ہوئی) کہ تالاب کا کنارہ اس کی حرکت سے ٹوٹ گیا یہ دیکھتے ہی حضرت ابوذر وہیں تالاب کے پاس زمین پر بیٹھ گئے اور پھر بیٹھنے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اسی (مرطوب کیچڑ سے بھری ہوئی زمین) پر لیٹ گئے ـــــ" اس شخص نے پوچھا کہ حضرت یہ آپ یکایک بیٹھ کیوں گئے اور بیٹھنے کے بعد لیٹے کیوں؟

حضرت ابوذر نے اس کے جواب میں فرمایا کہ
اے شخص! مجھے رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں جب کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو چاہئے کہ فوراً بیٹھ جائے کہ اس سے غصہ جاتا رہتا ہے ورنہ پھر لیٹ جائے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۲، نورالابصار امام شبلنجی ج ا ص ۲۹)

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر کو تالاب کے توڑنے والے پر غصہ آگیا تھا اس کے علاج کے لئے آپ بیٹھے لیکن مجذوبانہ غصہ تھا نہ اترا، لیکن مجاہدی جذب کا اثر دیکھو کہ جذب کے ساتھ اس کا بھی ہوش ہے کہ ایسے موقع پر پیغمبرؐ کی کیا ہدایت ہے اس پر عمل کرتے ہوئے آپ اسی زمین پر لیٹ جاتے ہیں خدا جانے اس کے بعد اس بیچارے نے جس مہم کے سر کرنے کا وعدہ اپنے رفیقوں

Marfat.com

سے کیا تھا وہ سرزد ہوا بھی یا نہیں کہ روایت اس پر ختم ہو گئی ہے، مجھے تو اس روایت سے صرف یہ دکھانا تھا کہ جو آدمی اتنی لاپروائی کے ساتھ تالابوں اور کنوؤں کے کنارے کی مرطوب زمینوں پر اس طرح لیٹ جاتا ہے، کیا بعید ہے کہ سڑکوں پر سجدہ کرنے کا طریقہ شاگردوں نے اپنے اسی استاد سے سیکھا ہو۔

(حضرت ابوذر غفاری ص۱۲۷ طبع انجمن پریس کراچی ۱۹۶۲ء)

علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری حضرت ابوذر کے ایمان لانے کے بعد کے واقعات میں رقمطراز ہیں کہ

"ابوذر مسجد نبوی میں رات دن عبادت میں مشغول رہنے لگے انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑ لیا، مال جاہ و لذت سب کو چھوڑ دیا، اور اللہ سے دل لگا لیا، جب رات ہو جاتی تو اصحاب رسولؐ کے ساتھ مسجد میں رات گذار دیتے، جن کا کوئی گھر بار نہ تھا، رسول اللہ عشائیہ کے وقت انہیں بلاتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور کچھ لوگوں کو کھانا تقسیم کرا دیتے، ابوذر بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جو رسولؐ اللہ کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے، حضرت ابوذر زہد و عبادت میں رسولؐ اللہ کی پوری پوری پیروی کرتے تھے لہذا آپ مشہور ترین زاہد و عابد ہو گئے"۔ (حضرت ابوذر غفاری ص۵۶ طبع نقوش پریس لاہور)

حضرت ابوذر کا تبحر علمی

مورخین و محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوذر علم کے عظیم مدارج پر فائز تھے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحبت رسولؐ پورے خلوص کے ساتھ حاصل کیا، کوئی ایسا وقت نہ گذرتا تھا جس میں آنحضرتؐ سے سوالات نہ کرتے ہوں، اور روایات کو تحفظ نہ فرماتے ہوں، آپ آنؐ کی خدمت میں رہ کر علم سے بھرپور ہو گئے تھے، صاحب

Marfat.com

کتاب الدرجات الرفیعہ کا کہنا ہے "کان من اکابر العلماء والزهاد وکبیر الشان حضرت ابوذر اکابر علماء اور زہاد میں سے تھے اور علم کی بڑی شان و شوکت کے مالک تھے "ومن اعاظم الصحابۃ وکبرائهم- الذین اوفوا بما عاهدوا اللہ علیہ" وہ بزرگ اصحاب میں تھے اور اُن بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے اُس عہد کو پورا کیا، جو خدا سے کیا تھا یعنی اُس وعدے کو پورا کیا جو ایمان کل کی پیروی سے متعلق تھا، "وهو احد الارکان الاربعۃ" وہ اُن چاروں میں کے ایک تھے جن کی محبت کا حکم دیا گیا ہے ؛

حافظ ابونعیم، کتاب حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم بقاء اور فنا پر بحث کی اور اصول و فروع علم کی تعلیم دی، حضرت ابوذر کا کہنا ہے کہ جب آسمان میں کوئی فرشتہ حرکت کرتا تھا تو میں اُس کے متعلق بھی حضرت رسول کریمؐ سے کچھ معلومات حاصل کر لیتا تھا یا جب کوئی پرندہ پر مارتا تھا تو میں اُس کے متعلق بھی کسب علم کر لیتا تھا (حضرت ابوذر غفاری عربی ص ۶۴ طبع نجف ۱۳۶۴ھ)

علامہ مناظر احسن گیلانی، حضرت ابوذر کی علمی بلندی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"حیدر کرار، افضل الصحابہ و باب العلم، کی اس شہادت کو پڑھو اور خود غور کرو کہ اگر انہوں نے ایسا فرمایا تو کیا غلط فرمایا، فرماتے ہیں، ابوذر سخت حریص اور لالچی تھے، لالچی دین کی پیروی کرتے ہیں اور اُس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور حریص علم کے حاصل کرنے میں تھے، بہت زیادہ رسول اللہ سے پوچھا کرتے تھے، پھر انہیں کبھی جواب دیا گیا اور کبھی نہیں اس پر بھی "قد ملئ لہ فی وعائہ حتی امتلاء" ان کے لئے اُن کا پیمانہ بھر گیا حتیٰ کہ وہ لبریز ہو گیا،

Marfat.com

کیا علم کے دروازے کی یہ گواہی ابوذر کے دعویٰ کی یہ دلیل نہیں ہے
خود حضرت ابوذر کبھی جوش میں آکر فرمادیا کرتے تھے کہ
ہم رسول اللہ سے اس وقت بچھڑے ہیں کہ فضاء آسمانی میں بازو
ہلا کر اڑنے والا کوئی ایسا پرندہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہمیں اس کے متعلق
کوئی خاص بات معلوم نہ ہوئی ہو (طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۰)
اگر حضرت ابوذر کی صداقت میں کسی کو شبہہ نہیں تو وہ سمجھ سکتا ہے
کہ آپ کی علمی وسعتوں کا کیا حال ہوگا "حضرت ابوذر غفاری ص ۲۲ اردو طبع کراچی

وعیٰ علما عجز فیہ علامہ گیلانی موصوف، حضرت ابوذر کے علم پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ حضرت ابوذر کو کیسا خیال کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، وعی علما عجز فیہ، انہوں نے ایک علم کو محفوظ کیا جس میں وہ عاجز آ گئے،

عموماً علماء حدیث اس جملہ کو نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد خود متحیر ہیں، کہ اس کا مطلب کیا ہے، پھر حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ حتیٰ کہ شیخ ابو عمر بن عبدالبر کو جب "عجز فیہ" کی کوئی صحیح توجیہہ معلوم ہو سکی تو انہوں نے استیعاب میں "عجز فیہ" کے لفظ کو "عجز عنہا" سے بدل دیا، پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ بعضوں کا خیال ہے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ اس کو ظاہر نہ کر سکے، بعض کہتے ہیں کہ یہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس علم کو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے اسے حاصل نہ کر سکے۔

لیکن میرے نزدیک اس جملہ کا مطلب بالکل کھلا ہوا ہے اور انشاء اللہ وہ واقعیت سے بہت زیادہ قریب ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت سے جو کچھ سیکھتے تھے عموماً وہ علوم ایسے ہوتے تھے جس کو براہ راست عمل سے تعلق

تھا، کیونکہ اعتقادات کے باب میں سرورِ کائنات نے بصیغہ اجمال وایمان بالغیب کے مضبوط و محفوظ اصول کو پیشِ نظر رکھا جو کچھ بھی تفصیل کی وہ محض عملیات کی بھی، ماسوا اس کے عام طور پر عقائد کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ صرف ماننے اور ایمان لانے کی چیزیں ہیں، عمل سے ان کا کوئی تعلق نہیں، میرے نزدیک یہ بھی صحیح نہیں ہے، ظاہری اعمال کی پابندی یقیناً ایک بڑی آزمائش اور شریعت کا اہم مطالبہ ہے لیکن عقائد صحیحہ جن کو ہم علوم صحیحہ بھی کہہ سکتے ہیں، ان کو اپنے اندرونی احساسات یقین اور اذعان کے ساتھ وابستہ کرنا اور ان کے مقابل جو باطل اور کاذب معلوم ہوں، ان کو مٹانا جہاں تک تجربہ کا تعلق ہے اعمال جوارح سے زیادہ مشکل ہے، بہرحال عقائد ہوں یا اعمال، عمل کی دونوں میں ضرورت ہے۔

حضرت ابوذر میں قبول و اثر پذیری کا مادہ جتنا تیز تھا وہ تم پڑھ چکے، اور واقعات سے خود بھی اندازہ لگا سکتے ہو، یہی وجہ ہوئی تھی کہ حضورؐ سے یہ جو کچھ سنتے تھے ٹھیک اسی طرح اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے بلا کسی چون و چرا کے جس طرح آپ سے سننے کی کوشش کرتے کہ اسی طرح ہم اسے ادا بھی کر دیں، وہ چاہتے تھے کہ میرا عملی نقشہ علمی نقشہ پر پورے طور سے منطبق ہو جائے۔

اس باب میں ان کو اس قدر غلو اور تشدد تھا کہ دنیا کی کہ — بڑی سے بڑی قوت بھی اگر اس معاملہ میں آڑے آجاتی تو آپ کو اس کی بالکل پرواہ نہ ہوتی تھی، واعظانہ مشورے، مصالحانہ پند، فہمائشیں تذکیر و ترغیب دم تک ان کو اس مرکز نقل سے ہلا نہ سکی، حتیٰ کہ اپنے اسی امتیاز پر آپ کبھی کبھی ناز بھی کرتے ہوئے فرماتے کہ

"لوگو! میں قیامت کے دن آنحضرتؐ کی مجلس میں سب سے زیادہ قریب رہوں گا، کیوں کہ میں نے سنا ہے، حضورؐ فرماتے تھے، کہ تم میں سب سے زیادہ قریب قیامت کے دن مجھ سے وہ شخص

Marfat.com

ہوگا جو دنیا سے اُسی حال میں رخصت ہو جس حال میں میں اُسے چھوڑ کر جاؤں، اور قسم خدا کی اب تم میں کوئی ایسا نہیں رہا جو اپنی پہلی حالت پر قائم ہو اور اُس کے ساتھ کوئی نئی چیز نہ لپٹ گئی ہو" بجز میرے" (طبقات ابن سعد و مسند احمد)

اور یہ اُن کا دعویٰ صرف ذاتی نہ تھا بلکہ سید العالم اور رسول خاتمؐ نے بھی اس کی تصدیق کی تھی، طبقات ابن سعد میں ہے کہ ایک دن رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو مجھ سے اُسی طرح آکر ملے گا جیسا میں اُسے چھوڑ کر جاؤں گا حضرت ابوذر نے فرمایا کہ "میں" آنحضرتؐ کی سچی زبان نے اس کے جواب میں فرمایا "صدقت" سچ کہتے ہو یعنی تم اُسی حال میں مروگے جس میں تمہیں میں چھوڑوں گا۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی فرمایا کرتے تھے،

"اب دنیا میں کوئی نہیں رہا جو خدا کی باتوں میں ملامت کرنے والوں کی طعن و تشنیع سے نہ ڈرتا ہو سوائے ابوذر کے"

الغرض "عجز فیہ" کا صاف مطلب یہی ہے کہ وہ اپنے علم اور معلومات سے مغلوب و عاجز آگئے تھے جو کچھ جانتے تھے اُس کے خلاف پر قادر نہیں رہتے تھے تعجب ہے امیر کرم اللہ وجہہٗ تو "عجز فیہ" علم میں عاجز آگئے فرماتے ہیں اور بعض شراح حدیث اسے "عجز عنہ" سمجھ کر اپنے خود ساختہ معانی کو اس پر خواہ مخواہ منطبق کرنا چاہتے ہیں اور بعض نے تو یہ کیا کہ جب اس لفظ پر اُن کا مطلب چسپاں نہ ہوا تو انہوں نے "فی" کے لفظ کو "عن" سے بدل دیا جس کا میں حاشیہ میں ذکر کر آیا ہوں اور یہ بالکل سچ ہے کہ تعمیل ارشادات نبویہ میں جو نمونہ حضرت ابوذر نے پیش کیا اُس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم سے مقہور و مغلوب ہو رہے تھے۔

(حضرت ابوذر غفاری ص۱۶)

علامہ گیلانی کے بیان پر تبصرہ اور جملہ علویہ کی وضاحت

علامہ مناظر احسن گیلانی نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کے کلام کے سمجھنے میں محدثین نے غلطی کی ہے، درست ہے، میرے خیال میں محدثین نے بھی غلطی کی ہے اور خود علامہ گیلانی نے پورا زور لگانے کے باوجود صحیح منزل کو نہیں پایا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر انہوں نے لغات کی طرف رجوع کیا ہوتا تو شاید صحیح نتیجہ نکال لیتے۔ لغت المنجد کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت علی یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے علم سے اپنے کو بھرپور کر لیا تھا اور اسے وہ نہایت اچھے طریقے سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے المنجد کے ص ۵۰۸ پر لفظ "عجز" کے ذیل میں کہا ہے کہ "اعجز فی الکلام، ادی معانیہ بابلغ الاسالیب، عجز فی الکلام کا مطلب یہ ہے کہ کلام کے معانی کو عمدہ اور بلیغ طریقے سے ادا کیا جائے یعنی جب لفظ عجز کو فی سے متعدی کرتے ہیں تو اہلِ عرب کے نزدیک اس کے معانی اچھے طریقے سے ادا کرنے کے ہو جاتے ہیں، لغت صراح کے ص ۲۰۳ ج ۱ میں عَجُز کے معنی "بن ہر چیزے" مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی آخر شئے کے ہیں جس کا مطلب آخر امر تک پہنچنے کے ہیں۔ فالعجز کل شیئ موخرہ اور شئ کے عجز کا مطلب اس کے آخر تک پہنچنے سے متعلق ہے نہایۃ اللغت ابن اثیر جذری کے ص ۱۸۴ میں ہے الاعجاز جمع عجز وھو موخر الشئ یرید بھا اواخر الامور، اعجاز عجز کی جمع ہے جس کے معنی مؤخر شئے کے ہیں اور جس کا مطلب آخر امور تک پہنچنے سے متعلق ہے، اس کے بعد علامہ جذری لفظ اعجاز کی شرح کرتے ہوئے حضرت علی کی ایک حدیث نقل فرماتے ہیں، فامن حدیث علی لنا حق ان نعطہ ناخذہ و ان نمنعہ نرکب اعجاز الابل

شا ان طال السری" آپ فرماتے ہیں کہ خلافت ہمارا حق ہے اگر ہمیں دے دیا گیا تو ہم لے لیں گے اور اگر ہمیں روک دیا گیا تو ہم "اعجاز ابل" پر سواری کریں گے یعنی آخر تک ہم اپنے اس حق کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے اور اس میں مدت کی پرواہ نہ کریں گے یہاں تک کہ اُسے حاصل کر لیں، یہی وجہ ہے کہ "سلم و صبر علی التاخر ولم یتاتل وانما قاتل بعد انعقاد الامامۃ" ولہٰذا اور صبر کیے آخر تک بیٹھے رہے اور خلفاء وقت سے جنگ نہیں کیا، پھر جب انہوں نے خلافت و امامت حاصل کر لیا تو اُسے صحیح اصولوں پر چلانے کے لئے جنگ کرنا ضروری سمجھا۔ اس حدیث کے متعلق علامہ طریحی تحریر فرماتے ہیں کہ بعض متجرین علماء کا قول ہے کہ حضرت علی کا مذکورہ کلام آپ کے لطیف اور فصیح کلاموں میں شامل ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "اعجاز ابل" کے حوالہ سے حضرت علی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارا حق نہ دیا گیا تو ہم عبد اور اسیر کے مانند ردیف کی صورت سے پشت بعیر (ناقہ) پر بیٹھیں گے (مجمع البحرین ص۳۰)

حضرت علی علیہ السلام کے اس قول سے بھی آپ کے اُس جملہ کی فی الجملہ شرح ہو جاتی ہے جو آپ نے حضرت ابوذر کے متعلق فرمایا ہے کہ

"وعی علماً عجز فیہ"

غرضیکہ میرے نزدیک اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوذر نے بھرپور علم حاصل کیا اُس کی حقیقت و بنیاد کو سمجھا اور اُسے اچھی طرح نشر کیا انہوں نے حضرت رسول کریمؐ سے حاصل کئے ہوئے علوم کو لوگوں تک پہنچانے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کی، کسی حکومت سے وہ مرعوب نہیں ہوئے، امیر معاویہ کی سیاست سے متاثر نہیں ہوئے، حضرت عثمان کی دولت سے نہیں دبے اور زندگی کے آخری لمحہ تک رسول کریمؐ کے بتائے ہوئے حق کو حق ہی کہتے رہے اور ان کی

Marfat.com

ملتے ہوئے اصول وعلوم پر چلتے بھی رہے اور زبان سے بھی کہتے رہے، یہاں تک
بہر بدر بھی ہوئے اور جنگل میں وفات بھی پا گئے۔

حضرت علی کی اسی مذکورہ حدیث سے ملتی جلتی ایک روایت علامہ مجلسی
نے کتاب حیات القلوب ج ۲ ص ۴۵۵ میں تحریر فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"حضرت امیرالمومنین فرمود کہ ابوذر علمی چند ضبط کرد کہ مردماں از حمل
آں عاجز بودند و گرہے برآں زد کہ ہیچ ازاں بیروں نہ آمد"

اس عبارت کا ترجمہ کتاب شفاء الصدور مالکروب ترجمہ اردو حصہ ۲ ج دوم
حیات القلوب کے ص ۱۰۲۱ میں یہ کیا گیا ہے "کتاب استیعاب میں حضرت امیرالمومنین
سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ابوذر نے ایسے چند علم یاد کئے جن کے تحمل سے
لوگ عاجز تھے اور ان پہ ایسی گرہ لگائی کہ اس میں سے کوئی چیز باہر نہ نکلی"

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوذر کے علم کے تحمل سے عوام کا عاجز ہونا بالکل یقینی
ہے کیونکہ وہ علم و معرفت کے اس درجہ پہ فائز تھے کہ عوام اس کے قریب تک نہیں
پہنچ سکتے تھے کیونکہ ہر چیز کے لئے ظرف کی ضرورت ہے، جب ظرف سے زیادہ کوئی چیز
ڈالی جائے تو وہ اس میں سما نہیں سکتی بلکہ ابل جایا کرتی ہے اور یہ نئی بات نہیں، خود
ابوذر کے متعلق سلمان کے بارے میں مرقوم ہے کہ سلمان علوم و معرفت کے اُن مدارج
پر فائز تھے کہ اگر ابوذر پہ وہ چیزیں وارد کر دی جائیں جو سلمان کے ظرف ایمان میں
سما سکتی ہیں تو ابوذر سلمان کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

حافظ برسی کتاب المشارق میں لکھتے ہیں کہ ایمان کے دس درجے ہیں جو
ایمان کے پہلے درجے پر فائز ہے وہ دوسرے درجے والے کے حدود ایمان سے
بے خبر ہے اور جو دوسرے پہ فائز ہے وہ تیسرے سے بے خبر ہے، اسی طرح دسویں
درجوں کا حال ہے، حضرت سلمان علم باطن میں بھی درجہ کمال پہ فائز تھے، اور

Marfat.com

حضرت ابوذر علوم ظاہریہ میں کمال رکھتے تھے، سلمان کے مقابلہ میں ابوذر وہی حیثیت رکھتے تھے جو حضرت خضر کے مقابلہ میں حضرت موسیٰؑ رکھتے تھے، کراجکی نے کتاب کنز میں لکھا ہے کہ سلمان حضرت علی کو جب مخاطب کیا کرتے تھے تو فرماتے تھے یابی انت داحی یاقتیل کوفان "اے کوفہ میں شہید ہونے والے آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اور کہا کرتے تھے کہ اگر میں تمہارے متعلق وہ باتیں ظاہر کر دوں جو تمہاری حقیقی معرفت سے مجھے معلوم ہیں تو لوگوں کے نفوس میں اضطراب پیدا ہو جائے۔ علامہ مجلسی نے شرح اصول کافی میں اسی قسم کی حدیث سلمان اور مقداد کے بارے میں لکھی ہے (نفس الرحمان فی فضائل سلمان، علامہ مرزا حسین نوری صـ۵۴ طبع ایران)

مطلب یہ ہے کہ جب ایک صحابی دوسرے صحابی کے علم کی وسعت کا احاطہ نہیں کر سکتا اور ایک دوسرے کے تحفظ علوم سے عاجز ہے تو ابوذر جیسے راسخ الایمان کے علوم کا تحمل عوام کیوں کر کر سکتے ہیں۔

حضرت علی کا مذکورہ ارشاد "دعلی علما عجز فیہ" کتاب طبقات الکبری ج ۵ صـ۱۷۔ اسد الغابہ ج ۵ صـ۱۸۶، شرح جامع صغیر مناوی ج ۵ صـ۴۲۳، اصابہ ابن حجر ج ۴ صـ۶۴ اور ابوداؤد میں بھی ہے)

حضرت ابوذر کا محدث ہونا

علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری علم ابوذر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تب ہی تو اُن کے دل کا قفل کھول دیا۔ یقین وصدق عطا فرمایا، دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان عطا فرمائے، لہذا انہوں نے رسول اللہ سے جو کچھ

Marfat.com

سنا اُسے محفوظ رکھا، پڑھا، لکھا حفظ کیا، حدیث حاصل کی اور حدیث کی روایت کی۔ آپ بڑے محدثین سے تھے

(حضرت ابوذر غفاری صفحہ ۵۶ طبع لاہور ۱۹۶۱ء)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت ابوذر اول درجے کے محدث تھے، بڑی فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے، وہ متقی مسلمان کا نمونہ تھے لہٰذا تمام لوگ جن کے قبلہ بن گئے، ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے، آپ حسب عادت احادیث نبوی بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص بولا "کاش میں نبیؐ کو دیکھتا" ابوذر نے فرمایا، رسول اللہ نے فرمایا ہے میری امت میں سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے، اور کہیں گے "کاش ہم رسول اللہ کو دیکھتے" چاہے اُن کی اولاد و مال چھن جائے۔

حضرت ابوذر کے اخلاق

اخلاق خلق کی جمع ہے جس کے معنی اچھی عادت کے ہیں، علم الاخلاق حکمت عملیہ کے اقسام میں داخل ہے۔

انسان وہی انسان ہے جس کے اخلاق درست ہوں اور جس کی عادتیں اچھائیوں سے پُر ہوں، وہ انسان، انسان نہیں بلکہ صرف آدمی ہے جس کے اخلاق درست نہ ہوں، وہ چیز جو آدمی کو انسان بنا کر بہائم سے ممتاز اور ممیز قرار دیتی ہے وہ اخلاق اور صرف اخلاق ہے، علامہ عزیز لکھنوی کہتے ہیں ؎

بہائم سے بھی کم رتبے میں تھا یہ خاک کا پتلا
مگر اخلاق نے انسان کو، انساں بنایا ہے

Marfat.com

حضرت ابوذر، اخلاق کے اعلیٰ منازل و مدارج پر فائز تھے، آپ میں حضرت رسول کریمؐ کے اخلاق حسنہ کا جلوہ نظر آتا تھا۔ آپ کے کردار میں کوئی ایسی چیز دکھائی نہیں دیتی جس پر کوئی منصف انگلی اٹھا سکے، آپ نے اپنے عہد حیات میں جو کچھ کیا وہ اخلاق کی بے نظیر مثال تھی اور جو کچھ کہا وہ معاشرت کے تقاضے کے مطابق تھا، یہ اور بات ہے کہ بعض بد اخلاق اُن کے حسن اخلاق کو بداخلاقی پر محمول کریں۔

علامہ سبیتی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے اخلاق کے جو عملی نمونے پیش کئے ہیں وہ نہایت ہی قابل قدر ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر کو ایک کالا کمبل اوڑھے ہوئے ایک گوشہ مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا کہ اے ابوذر تم تنہا کیوں بیٹھے ہو؟

آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب خاص محمد مصطفیٰ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ برے لوگوں میں بیٹھنے سے گوشہ تنہائی بہتر ہے، اور گوشہ تنہائی میں بیٹھنے سے اچھے اخلاق کے لوگوں میں بیٹھنا بہتر ہے، بُری بات بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے اور چپ رہنے سے اچھی بات کہنا اچھا ہے"

حضرت ابوذر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رسول کریمؐ نے تعلیم اخلاق کے سلسلہ میں بہت سی باتیں بتائی ہیں جن میں سے سات یہ ہیں۔

۱۔ فقراء اور مساکین کو دوست رکھنا اور انہیں اپنے سے قریب رکھنے کی کوشش کرنا۔

۲۔ اپنے حالات کو سنوارنے کے لئے اپنے سے کم حیثیت کے لوگوں

Marfat.com

پر نظر کرنا اور اپنے سے بڑی حیثیت والوں کی طرف توجہ نہ کرنا

۳۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا اور قناعت کو اپنا شعار قرار دے لینا۔

۴۔ صلہ رحم کرنا یعنی اپنے اقرباء کے ساتھ پوری ہمدردی کرنا اور اُن کے آڑے وقت میں اُن کے کام آنا۔

۵۔ حق بات کہنے میں کوئی باک نہ کرنا، چاہے ساری دنیا دشمن ہو جائے۔

۶۔ خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

۷۔ ہمیشہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کرتے رہنا۔ (مسند احمد بن حنبل)

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ چیزیں عرش کے خزانوں میں سے ہیں (ابوذر الغفاری ص۴۷ عربی)

قال ابو ذر ثم ضرب بیدہ علی صدری وقال

یا اباذر لا عقل کالتدبیر ولا ورع کالکف ولا حسن کحسن الخلق"

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ مذکورہ باتیں بتانے کے بعد حضرت رسول کریمؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر کہا،

اے ابوذر! تدبیر سے بہتر کوئی عقل (دسائنس) نہیں اور اپنے نفس پر کنٹرول سے بہتر کوئی پرہیزگاری نہیں اور حسن اخلاق سے بہتر دنیا میں کوئی خوبصورتی اور حسن نہیں ص۴۷

علامہ مناظر احسن گیلانی، مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے مذکورہ سات چیزوں میں سے ولا کا ذکر کرنے کے بعد جن میں مسکینوں سے محبت اور کم رتبہ والوں پر نگاہ کا تذکرہ ہے، لکھتے ہیں کہ

یہ دراصل اس مرض (حب مال و حب دنیا) کا بہترین علاج

Marfat.com

ہے، فرض کرو کہ ایک آدمی ہے جسے ململ کا کرتہ اور لٹھے کا پاجامہ پہننے کو، گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت کھانے کو، ایک صاف ستھرا مٹی کا مکان رہنے کو ملتا ہے، اب اگر یہ اس شخص پر جس کے پاس گاڑھے کا کپڑا اور جو کی روٹی اور پھونس کی جھونپڑی کے علاوہ کچھ نہیں ہے نظر کرے گا تو اپنی حالت پر شکر کرے گا اور خواہ مخواہ ان فضول مصائب میں مبتلا نہ ہوگا، جو اُسے اپنے سے زیادہ مال دار، زیادہ قیمتی لباس، عمدہ کھانے کھانے والے پر نظر کرنے کے بعد جھیلنے پڑتے، دنیاوی طمانیت اور آخروی فوائد کی یہ بہترین تدبیر ہے، لیکن ہم میں کتنے ہیں جو آج اس پر عامل ہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر اس اصول پر انسان عمل کرے تو شاید اُسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، دنیا و آخرت دونوں میں۔ یہی وہ سنہرا اصول ہے جس کی تعبیر میں شیخ سعدی نے کہا ہے،

"پیر کٹے کو دیکھ کر پھر مجھے اس کا افسوس نہ ہوا کہ میرے پاؤں میں جوتے کیوں نہیں ہیں"

حُب مال کے بعد حب دنیا کا دوسرا جزو جاہ و عزت کی محبت ہے یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نظام عالم کے فساد کا باعث ہے، دنیا میں بندگان دولت سے جتنے مفاسد پیدا ہوئے وہ ان سے بہت ہی کم ہیں جو جاہ پرستیوں کی دلولوں سے ظہور میں آئے۔

اس مرض کا اصلی سبب صرف یہ ہے کہ انسان اپنے اندر جب کسی کمال کو محسوس کرتا ہے تو وہ کمال عطا کرنے والے کی قوت و قدرت کو بھول جاتا ہے

اور سمجھتا ہے کہ اب میں بھی کچھ ہوں، اور اُسی کے بعد کوشش کرتا ہے کہ جیسا میں نے اپنے آپ کو کچھ سمجھا ہے کوشش کرنی چاہیئے کہ ہمارے گردو پیش والوں کو بھی میرے وجود باکمال کی اطلاع ہو، پھر اس کے لیئے جو کچھ تدبیریں اپنی اپنی پرواز کے موافق سمجھ میں آتی ہیں، کم دیکھا گیا ہے کہ حرص و ہوا کا غلام اس کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا رکھتا ہو، منافقت کے انگاروں سے اپنا سینہ بھر لیتا ہے اور حلال و حرام طریقوں سے اپنے وجود کی خبر دنیا کے کانوں تک پہنچانے کی فکر میں مصروف رہتا ہے، حضرت ابوذر میں جو کمال پیدا ہونے والا تھا یا ہو چکا تھا وہ زہد و تقویٰ کا کمال تھا۔ ڈر تھا کہ کہیں اس پر عجب و خود بینی نہ پیدا ہو، جس کے بعد جاہ و عزت کا سیلاب خود بخود دنیا و آخرت کے چین کو بہا کر لے جاتا ہے۔ سرور کائنات صلعم نے قبل از وقت اس کا بھی انسداد فرما دیا اور صاف لفظوں میں حضرت ابوذر کو مخاطب کر کے آپ نے ایک دن فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے میرے بندو! سب کے سب گناہگار ہو، لیکن جسے میں محفوظ رکھوں۔ پس تم سب کے سب مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش کی درخواست کرتے رہو، میں تمہیں بخشوں گا جو مجھے صاحب قدرت جانتا ہے کہ گناہوں کو خدا مٹا سکتا ہے اور مٹاتا ہے اور جس نے میری قدرت کے وسیلے سے اپنے گناہوں کی معافی چاہی، میں نے اس کے گناہ معاف کیئے اور مجھے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں،

اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو، لیکن صرف وہ جسے میں راستہ بتاؤں تو تم ہم ہی سے ہدایت کی التجا کرو۔

تم سب کے سب محتاج و فقیر ہو لیکن صرف وہ جسے میں غنی کردوں، تم مجھ سے اپنی روزیاں طلب کرو، اور یاد رکھو، اگر تمہارے مردے اور زندے، اگلے اور پچھلے، بڑے چھوٹے، خشک و تر، سب کے سب میرے کسی

Marfat.com

بندے کی انتہائی پرہیزگاریوں پر جمع ہوجائیں تو اُن سب سے میرے ملک میں مچھر کے پَر کے برابر بھی کوئی اضافہ نہ ہوگا،
اور اگر تمہارے زندے مُردے، اگلے پچھلے بُرے بھلے جمع ہوں اور ہر ایک اپنی اپنی تمام اُمیدوں کا مجھ سے سوال کرے اور میں سب کے سوال پُورے کر دوں، تو اُس سے بھی میرے ملک میں کچھ کمی نہیں ہوگی، لیکن صرف اس قدر کہ ایک شخص کسی دریا میں اپنی سوئی ڈبوتا ہے، اور نکال لیتا ہے اور یہ اس لئے کہ میں بڑی بخششوں والا بزرگ و برتر اور تمام مقاصد پر غالب ہوں، کرتا ہوں، جو کچھ چاہتا ہوں، میری دنیا بھی صرف میرا کلام ہے اور میرا عذاب بھی صرف میرا کلام ہے، میں جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں اُس سے کہتا ہوں کہ "ہوجا" پس وہ ہوجاتی ہے"۔

یزدانی جلال و جبروت کا جو نظارہ تم اس کلام میں کرتے ہو کیا؛ اس کی صداقت یقین کرنے کے بعد اپنی ہستی یا اپنے مکاسب و کمالات پر کبھی کوئی ناز کر سکتا کیا اس کے بعد ایک سکنڈ کے لئے غرور و گھمنڈ کی چنگاریاں کسی دل میں چمک سکتی ہیں اور کیا اس کے بعد پھر کبھی کوئی مومن باللہ، جاہ و عزت و بقاء و نمود کے لئے کرۂ ارض پر کوئی فتنہ اٹھا سکتا ہے، آخر جب کہ ہم میں ہر ایک خطاوار ہے تو تقویٰ و طہارت پر کوئی دیوانہ مغرور ہو سکتا ہے حتٰی کہ اس کی شہرت و صیت کی جد و جہد میں مبتلا ہو؛

جب کہ ارباب دُول کی تمام ثروتیں صرف خدائے قیوم کے لئے قبضۂ اقتدار میں ہیں تو کیسۂ زر پر سینہ تاننے والا اگر احمق نہیں تو اور کیا ہے؛ اگر یہ صحیح ہے کہ ہمارے تمام اکابر اسافل، بڑے اور چھوٹے مل کر بھی خدا کی بارگاہِ جلال میں پرِ پشہ کے برابر اضافہ نہیں کر سکتے تو پھر انسان مشتے از خاک انسان کس پر اکڑتا ہے، اس کی شانِ بے نیازی کا جب یہ حال ہے وہ ہدایت و رشد کے باب میں بھی صرف

Marfat.com

[illegible] اللہ نے جو کچھ کہا ہے [illegible] آپ [illegible] ہے

[illegible] ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

چھٹا سوال یہ ہے کہ [illegible] حضور صلعم اپنی زندگی [illegible] قلب [illegible] عبادت [illegible] رہتے تھے۔ لیکن آپ کی تعلیم و ارشاد میں سب سے زیادہ [illegible] اسلام [illegible] کے ساتھ تمام دنیا و مافیہا سے علیحدہ [illegible] ہے۔

[illegible] تعلیمات کی [illegible] تھی تو پھر اسلام نے رہبانیت کی [illegible] مخالفت کی [illegible] عیسائیوں [illegible] کے خود تراشیدہ [illegible] کیوں ختم کیا؟

میں اس سوال کے جواب کی طرف تمہیں متوجہ کرنا چاہتا ہوں، عام طور پر سمجھا گیا ہے کہ زہد و تقویٰ اس کا نام ہے کہ آبادیوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور بیابانوں میں نکل جانا چاہیے اور وہیں کہیں تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی عبادت میں مصروف ہونا چاہیے

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا

"راستوں سے ہڈیاں اٹھانا یہ بھی نیکی ہے، کسی کمزور آدمی کی معاونت کرنا یہ بھی صدقہ ہے اور تیرا اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونا بھی صدقہ ہے

(مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے تعجب سے پوچھا کہ حضور کیا بیوی کے ساتھ

Marfat.com

ہم خلوت ہونا بھی صدقہ ہے ؟ حالانکہ اس میں تو آدمی اپنے نفس کی خواہش پوری کرتا ہے
کیا آدمی اپنی خواہش بھی پوری کرے گا اور اجر بھی پائے گا ؟

حضرت سید الانبیاء نے فرمایا

"اچھا بتاؤ اگر تم اس خواہش کو کسی ناجائز اور حرام طریقے سے پوری کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتا "

حضرت ابوذر نے کہا یقیناً، آپ نے فرمایا تو تم لوگ گناہوں کا تو خیال کرتے ہو لیکن نیکیوں کا نہیں، عموماً زاہدانہ زندگی گذارنے والے کسب و حرفت کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور پھر جب انہیں دنیاوی ضروریات ستاتی ہیں تو حالاً یا قالاً بھیک مانگنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسولؐ نے بلایا اور فرمایا "کیا تم ایک بات پر بیعت کرو گے کہ اس کے بعد تمہارے لئے صرف جنت ہے "

حضرت ابوذر نے کہا جی ہاں ! اور پھر میں نے ہاتھ پھیلا دیئے۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں تم سے عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم کسی آدمی سے کچھ نہیں مانگو گے ،

حضرت ابوذر نے کہا بہت بہتر، آنحضرت صلعمؐ نے فرمایا، حتیٰ کہ وہ کوڑا بھی نہیں جو تمہارے گھوڑے سے گر پڑے ، بلکہ تم اترو اور خود اٹھاؤ۔

ہمارے زمانہ نے فقراء اور درویش نے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کر رکھا ہے، کہ ہر وقت منہ چڑھا ہوا ہے، کسی نے کوئی بات بھی پوچھی تو اس کا جواب بھی پیشانی پہ بل دیتے ہوئے دیا جاتا ہے ۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "ہرگز کسی قسم کی نیکی اور بھلائی کو حقیر نہ سمجھو، اگر تمہارے پاس

Marfat.com

پاس کسی مسلمان کے ساتھ سلوک کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے تو تم اپنے
بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملو۔"

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں پر زُہد کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ یکا یک اپنے گھر سے غائب ہو جاتے ہیں، بیوی بال بچے، اقربا کی خبرگیری کا بالکل خیال نہیں کرتے حالانکہ یہ حرکت اس مقصد کے بالکل خلاف ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ انسان دنیا میں چند سال کے لئے جس کی مدت اس زمانہ میں ۶۰، ۷۰ سال سے زیادہ نہیں، محض آزمائش کے لئے اتارا گیا ہے اور اصلی آزمائش یہی ہے کہ تمام فتنوں میں مبتلا ہو کر بھی اپنے خالق ذوالجلال کو نہیں بھولتا۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں، مجھے میرے محبوب نے وصیت کی کہ میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتا رہوں، اگرچہ اسے پورے طور پر انجام نہ دے سکوں (مسند احمد بن حنبل) کیونکہ یہ بہت مشکل ہے" بہرکیف جس قدر بضاعت ہو اسی میں سب کے ساتھ سلوک کرتا رہے۔

(ابوذر غفاری ص۱۱۹)

حضرت ابوذر کا سلوک اپنی لونڈیوں اور اپنے غلاموں کے ساتھ

حضرت ابوذر کے اخلاق کا نقشہ اس وقت پیش نگاہ آجاتا ہے، جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ آپ ہمیشہ فقراء اور مساکین کے جھرمٹ میں نظر آتے ہیں اور غرباء کو سینے سے لگائے رہتے ہیں، آپ پر چونکہ تعلیم رسولؐ کا شدید اثر تھا اور آپ ان بہترین اصحاب میں تھے جن میں اخلاقِ رسولؐ کی خوشبو سما سکی تھی بلکہ ایسے بوترابی تھے جن کے رگ و ریشہ میں اخلاقِ رسولؐ کی بوئے خوش سمائی ہوئی تھی،

Marfat.com

حضرت رسول کریمؐ کا حکم تھا کہ "اطعموھم مما تاکلون والبسوھم مما تلبسون" جو تم کھاتے ہو وہی اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو، وہی ان کو پہناؤ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابوذر کا یہی طرزِ عمل رہا، ہمیشہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو وہی پہناتے تھے جو خود پہنتے تھے اور وہی کھلاتے تھے جو خود کھاتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوذر اپنے مکان سے باہر نکلے راستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اُس نے دیکھا کہ حضرت ابوذر جیسا کپڑا پہنے ہوئے ہیں اُسی طرح کا اُن کا غلام بھی پہنے ہوئے ساتھ ہے، اُس نے کہا کہ اے حضرت آپ نے یکساں لباس پہن رکھا ہے، معلوم نہیں ہوتا کہ مالک کون ہے اور غلام کون ہے، کیا اچھا ہوتا کہ اگر آپ غلام والے لباس کو خود ہی استعمال کرتے اس طرح آپ کا لباس پورا ہو جاتا اور غلام کے لئے کوئی اور لباس بنوا دیتے۔

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ

"میں نے حضرت رسول کریمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنے غلاموں کو اُسی میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اُسی میں سے پہناؤ جو تم پہنتے ہو، بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں کچھ پہنوں اور میرا غلام کچھ اور

(ابوذر غفاری صـ ۱۲۳)

حضرت ابوذر کی ظاہری وضع قطع

حضرت ابوذر کے اخلاق و عادات کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اُن کی ظاہری وضع و قطع کیا تھی، طبقات ابن سعد اور مسند احمد بن حنبل اور دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بناؤ سنگھار نہیں کیا کرتے تھے، اور انہیں زرق برق لباس پہننے کی بھی فکر نہ تھی، وہ موٹے جھوٹے کپڑے

Marfat.com

پہنتے تھے۔ اور کم سے کم لباس کو شعار و دثار بنائے ہوئے تھے، نہ وہ بالوں میں کنگھی کرتے تھے نہ ڈاڑھی ترشوانے کی طرف توجہ فرماتے تھے، وہ کپڑوں کو پاک رکھنا ضروری سمجھتے تھے لیکن انہیں صاف ستھرا رکھنے کی فکر نہ کرتے تھے، اکثر اُن کی ڈاڑھی کے بال الجھے رہا کرتے تھے، اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگوں نے انہیں نہلانے دھلانے اور کپڑے پہنانے کی کوشش کی ہے۔

قبیلہ بنی ثعلبہ کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میرے سامنے سے ایک ضعیف العمر شخص گذرا، جس کی ڈاڑھی اور جس کے سر کے بال سفید تھے، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ یہ صحابی رسول حضرت ابوذر ہیں، یہ سن کر میں اُن کے قریب گیا اور میں نے اُن سے درخواست کی کہ مجھے نہلا دھلا کر بالوں میں کنگھی کرنے کی اجازت دیں، چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی اور میں نے نہلا دھلا کر اُن کے کپڑے بدلوا دیئے اور اُن کے بالوں میں کنگھی کر دی، میرے اس طرز عمل سے وہ بہت خوش ہوئے اور مجھ سے مانوس ہو گئے (طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۹)

علامہ گیلانی کا کہنا ہے کہ اصول تصوف میں ایسے لوگوں کو "مجاذیب و بہالیل" کا خطاب دیا گیا ہے (ص ۱۲۴) سچ ہے اللہ والے لوگ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور زیب و زین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضرت ابوذر کا بستر مبارک

علامہ مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

حضرت ابوذر عموماً سونے۔ لیٹنے۔ بیٹھنے کے لئے "ٹاٹ" استعمال فرمایا کرتے تھے کسی نے عرض کی، کوئی نرم گدا اپنے لئے کیوں نہیں بنوا لیتے، ہاتھ اٹھا کر فرمانے لگے "خدایا! دنیا میں تو نے جو چیزیں اپنی مرضی سے عطا کی ہیں اس کے متعلق

Marfat.com

بھی مغفرت کا طلبگار ہوں۔"

غالباً مطلب یہ تھا کہ نعمتوں کا لینا آسان نہیں، نعمت کے بعد اُس کے حقوق جو منعموں پر عائد ہوتے ہیں، مشکل ہے بھول جانے والے ناقدر انسان کا ان حقوق سے عہدہ برا ہونا۔ کس حد تک ان کا شکر ادا کر سکا۔ اپنے دوسرے ہم جنسوں۔ قرابت داروں عزیزوں کے جو حقوق اس میں پیدا ہو گئے، کہاں تک اُسے اپنی اپنی جگہہ پر ٹھیک طرح سے پہنچا سکا۔

سچ تو یہ ہے کہ ہر نعمت کے بعد، تقصیرات کے عذر بھی اسی قدر کرنے چاہئیں جتنی ہماری تقصیریں ہیں۔ (حضرت ابوذر غفاری)

حضرت ابوذر کا اپنی بیوی کے ساتھ برتاؤ

حضرت ابوذر سنت رسول کے پیش نظر شادی ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے شادی کی ہوئی تھی لیکن وہ شادی کا مطلب عیش و عشرت اور فرح و سرور نہیں سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ شادی سنت رسول کی تکمیل کا نام ہے، ان کے متعلق یہ ملتا ہے کہ وہ جب کہیں بھی تشریف لے جاتے تھے، اُن کی بیوی اُن کے ہمراہ ہوا کرتی تھیں۔

اُن کی بیوی چونکہ کالی تھیں اس لئے کبھی کبھی لوگ کہا کرتے تھے کہ تم کیا کالی عورت رکھے ہوئے ہو وہ اُس کا جواب یہ دیتے تھے کہ میں اسے بہتر سمجھتا ہوں کہ میری بیوی کالی اور بدصورت ہو، اور میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ میری بیوی حسین ہو اور لوگ میرا تذکرہ اس لیے کریں کہ میری بیوی خوبصورت ہے۔

حضرت ابوذر اپنی بیوی کا کافی خیال بھی رکھتے تھے لیکن انہوں نے اپنے کمال زہد کی وجہ سے اُن کے لئے زیورات نہیں بنوائے تھے، کتابوں میں صرف اتنا ملتا ہے کہ اُن کے کانوں میں صرف دو بالیاں تھیں۔

Marfat.com

مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"قاعدہ ہے کہ جب عورت انسان کے گھر آتی ہے تو خواہ فطرتاً آدمی کے مردہ احساسات زندہ ہو جاتے ہیں، کسی قسم کا شخص ہو لیکن اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اچھے کپڑے پہنائے، عمدہ زیوروں سے اسے آراستہ کرے، عطر و پھلیل سے ہمیشہ اس کے لباس اور بدن کو معطر رکھے، الغرض قدرتاً اس قسم کے خیالات اولاً تو خود ہی دل میں ابھرتے ہیں، پھر اس پر بیوی کی فرمائش "کریلا اور نیم چڑھے" کی مصداق بنا دیتی ہے اس کا آخری انجام اکثر یہی ہوا ہے کہ انسان اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہر ایک قسم کے وسائل و ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اور جس فعل کو وہ کبھی کرنا نہیں چاہتا تھا اس کے کرنے پر نہ صرف آمادہ بلکہ اسے بسا اوقات کر گذرتا ہے یہ ایک کاری سحر، چلتا ہوا جادو ہے جس کے بعد کم روحیں نسوانی منتروں کے برے یا تاثیروں سے نجات پا سکتی ہیں۔

مگر حضرت ابوذر کی شان عاجزی دیکھو اور اندازہ کرو کہ نبوی احکام اور تعلیموں نے ان کو اپنا کس قدر مقہور و مغلوب بنا رکھا تھا، وہ نکاح بھی کرتے ہیں اور جب ان کی بیوی فرمائش کرتی ہیں تو آپ گھر سے نکل کر مجمع عام میں فرماتے ہیں۔

"تم لوگ اس کالی کلوٹی کو دیکھتے ہو مجھ سے کہتی ہے کہ روپئے پیسے لے کر جھکیں گے، لیکن ہم کیا کریں، ہمارے دوست حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے ہم سے عہد لیا ہے کہ پل صراط کے قریب ایک راستہ ہے جس پر پاؤں پھسل جاتے ہیں، اس پر میں ہلکا پھلکا چلوں، یہی ہمارے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ روپئے اور پیسے کے بوجھ میں لدا ہوا گراں بار ہو کر اسے عبور کروں۔"

(طبقات ابن سعد)

حضرت ابوذر کی مہمان نوازی

مہمان نوازی ایک بہترین صفت ہی نہیں بلکہ انسانیت کا جوہر ہے جو اسلام کے اصولوں سے جس قدر واقف ہوگا اسی قدر اُس کے دل میں مہمان نوازی کا جذبہ موجزن ہوگا۔

نعیم بن قعنبت ریاحی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت ابوذر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں بہ یک وقت آپ سے محبت بھی کرتا ہوں اور نفرت بھی۔

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں کیوں کر جمع ہوئیں، میں نے کہا کہ میں اولاد کشی کرتا رہا ہوں، اب مجھے اس چیز کا احساس ہوا ہے کہ یہ بہت غلط کام ہوا ہے جب میں یہ سوچتا ہوں کہ آپ کے پاس چل کر اس کی معافی اور اس کے کفارہ کے متعلق دریافت کروں تو اُسی وقت دونوں قسم کے جذبے پیدا ہوتے تھے، خیال یہ ہوتا تھا کہ اگر آپ نے اس کا کوئی حل بتا دیا تو بہت بہتر ہوگا تو اس سے محبت کا جذبہ موجزن ہوتا تھا، لیکن پھر یہ خیال آتا تھا کہ اگر آپ نے اس کو لاعلاج کہہ دیا تو ہمیشہ کے لئے دل میں خلش پیدا ہو جائے گی، اس خیال کے آتے ہی نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔

حضور اب میں آپ کی خدمت میں اسی مشکل کی مشکل کشائی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت ابوذر نے فرمایا، کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کچھ عالم کفر میں کیا ہے یا اسلام لانے کے بعد۔

میں نے کہا، عالم کفر میں،

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ تمہارا گناہ معاف ہو گیا ہے اسلام ان تمام اقسام

Marfat.com

گناہوں اور گناہوں کا علاج ہے۔

یہ سن کر میں مطمئن ہو گیا۔ اس کے بعد میں ان کی خدمت سے اٹھ کر چلنے ہی والا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ "ٹھہرو"

میں اُن کا حکم پا کر ٹھہر گیا۔

اس کے بعد حضرت ابوذر اپنی بیوی کی طرف مخاطب ہوئے اور کچھ سر سے اشارہ کیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ مہمان کے لئے کچھ کھانا لاؤ۔

بیوی یہ سنتے ہی اُن پہ برس پڑیں کہنے لگیں کہ ایک تو کماتے کھاتے نہیں پھر مہمان نوازی کا یہ شوق،

آپ نے نہایت نرمی سے کہا کہ، اس غریب مہمان، مسافر کے لئے کچھ کھانے کے واسطے لے آؤ، لیکن وہ تھیں کہ آپے سے باہر تھیں،

آپ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا کہ ارے میں تم سے کہتا ہوں کہ مہمان کے لئے کچھ لے آؤ مگر تم پرواہ ہی نہیں کرتیں، وہ خاموش رہیں، مگر اپنی جگہ سے اٹھیں نہیں۔

حضرت ابوذر نے ہنس کر فرمایا کہ میرے حبیب نے تم عورتوں کے لئے سچ فرمایا ہے،

نعیم کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ حضور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کیا؟

آپ نے فرمایا کہ حضور پرنور نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورت کی مثال ٹیڑھی ہڈی کی ہے، اگر اسے سیدھی کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر اس سے اسی حال میں کام نکالو گے خوب کام دے گی۔

یہ سن کر آن کی بیوی اپنے مقام سے اٹھیں اور اٹھ کر اندر چلی گئیں، پھر تھوڑی

Marfat.com

دیر کے بعد خشک ثرید اور روٹی کے ٹکڑے لئے واپس آئیں۔

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ اے نعیم بسم اللہ کرو۔

میں نے شروع کرنے سے قبل عرض کی، حضور آپ بھی آئیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں روزے دار ہوں۔

یہ کہہ کر آپ نے نماز شروع فرما دی۔

میں نے کھانا شروع کر دیا، جب میں سیر ہونے کے قریب تھا تب، آپ نے نماز ختم کر کے کھانا شروع کر دیا۔

میں نے کہا کہ اسلام میں جھوٹ بولنا بڑا عیب اور گناہ ہے لیکن اگر میں کسی کو جھوٹا سمجھ بھی لوں تو عین امکان ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹا ہو، لیکن آپ جیسے کے لئے میں حیران ہوں کہ کیا رائے قائم کروں۔

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ تم اتنی دیر سے میرے پاس بیٹھے ہو، تم نے مجھے کس بات میں جھوٹا پایا،

میں نے عرض کی، ابھی آپ نے تھوڑی دیر ہوئی مجھ سے فرمایا تھا کہ میں روزہ دار ہوں۔ اب میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا، میں روزہ دار بھی ہوں اور آپ کے ساتھ کھانا بھی کھا رہا ہوں۔

میں نے پوچھا یہ کیسے؟

آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس ماہ (شعبان) میں ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھے گویا اس نے پورا مہینہ روزہ رکھا، یعنی اس کو ایک روزہ کا ثواب دس روزوں کے برابر ملے گا، میں نے چونکہ ان تاریخوں میں روزہ رکھا ہے لہذا مجھے حق ہے کہ میں از روئے ثواب پورے ماہ یہ سمجھوں اور کہوں کہ روزہ دار

Marfat.com

ہوں (مسند احمد بن حنبل و حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۱۰۴۴)

اسی قسم کا ایک واقعہ علامہ بیہقی نے بھی نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابوذر اور عبداللہ بن شقیق عقیلی کسی کے ہاں مہمان کے طور پر پہنچے، ابوذر پہلے کہہ چکے تھے کہ میں روزہ دار ہوں اور جب کھانا آیا تو آپ کھانے لگے، عبداللہ نے اشارہ کیا کہ آپ روزہ سے ہیں۔ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ مجھے اپنا روزہ یاد ہے، میں بھولا نہیں ہوں، میں ہر مہینے کی تین تاریخوں میں جنہیں "ایام بیض" کہتے ہیں، روزہ ضرور رکھتا ہوں، اور بفرمان نبوی ہمیشہ اپنے کو صائم سمجھتا ہوں۔ (سنن بیہقی)

Marfat.com

باب ۱۱

حضرت ابوذر کے فضائل و محامد

حضرت ابوذر کے فضائل و محامد کا تحریر کرنا میرے احاطۂ قلم سے باہر ہے، میں اس سلسلہ میں صرف چند احادیث و ارشادات رسول پر اکتفا کرتا ہوں علماء کرام کے بیانات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر اصحاب میں اُن مدارج پر فائز تھے جن کے قریب بھی بہت سے اصحاب نہیں پہنچ سکے، علامہ شہید ثالث حضرت نور اللہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کبار صحابہ میں سے تھے اور آپ کا شمار قدیم الاسلام اصحاب میں ہے، اسلام لانے میں آپ کا مقام تیسرا ہے یعنی آپ حضرت خدیجہ اور حضرت علی علیہ السلام کے بعد ہی ایمان لائے ہیں، صاحب استیعاب کا بیان ہے کہ آپ علم و زہد و ورع اور حق گوئی میں تمام صحابہ سے ممتاز تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ابوذر نے علوم دینی کے حاصل کرنے اور اُن کے سمجھنے میں وہ مقام حاصل کیا جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوا حضرت رسول کریمؐ فرمایا کرتے تھے کہ ابوذر میری اُمت میں عیسیٰؑ کی مثال ہیں، جس انداز کا زہد عیسیٰؑ میں تھا اُسی انداز کا زہد ابوذر میں ہے۔ (مجالس المومنین ص ۹۴)

ایک حدیث میں ہے کہ جو حضرت عیسیٰؑ کے تواضع کو دیکھنا چاہے اُسے چاہیئے کہ ابوذر کو دیکھ لے، علامہ شیخ صدوق کتاب عیون اخبار رضا میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ "ابوذر صدیق ھذہ الامۃ" ابوذر اس امت کے صدیق ہیں۔

Marfat.com

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خدا اور اس کے احکام و فرمان کے بارے میں صرف ابوذر ہی ہیں جو کسی وقت بھی کسی قسم کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، یعنی جو حق بات ہوگی آپ بہ زبان پہ جاری کریں گے اس پہ عمل کریں گے اور اس سلسلہ میں نہ پابندیوں کی پرواہ کریں گے۔ نہ حکومتوں کی جبروت سے مرعوب ہوں گے۔ (ابوذر الغفاری صہ۴۵)

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذر نے حضرت رسول کریم سے اسی بات پہ بیعت کی تھی کہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے اور یہ کہ وہ حق بات کہہ دیا کریں گے چاہے وہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو (تاریخ آئمہ صہ۲۰)

صدق ابوذر کے متعلق حضرت رسول کریمؐ کا اہم ارشاد

صدق گوئی اور دلیری وہ صفت ہے جس پہ بڑی سے بڑی شخصیت ثابت قدم نہیں رہتی، حضرت رسول کریمؐ نے اسی خصوصی صفت کے لئے حضرت ابوذر کے واسطے نص فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ اس اہم امر پہ ابوذر نہایت عظیم کردار ادا کریں گے اور اس سلسلہ میں سخت سے سخت مظالم برداشت کرنے کے باوجود ثابت قدم رہیں گے آپ فرماتے ہیں،

ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی اللہجۃ اصدق من ابی ذر"	شامیانہ آسمان کے نیچے اور فرش زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں"۔

(ازالۃ الخفاء ج ۱ صہ۲۸۲ و مجالس المومنین صہ۹۴، طبقات ابن سعد ج ۴ صہ۱۶۷، مستدرک حاکم ج ۳ صہ۳۴۲، اصابہ ج ۳ صہ۶۲۲، جامع صغیر مناوی ج ۵ صہ۴۲۳)

اس حدیث کی تفصیل میں علامہ سیبنی لکھتے ہیں۔

ان النبی قال ایکم یلقانی علی	حضرت رسول کریمؐ نے اپنے اصحاب

الحال التی افارقنا علیها فقال ابوذر انا یا رسول اللہ فقال صلعم صدق، ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء علی ذی لهجة ما اصدق من ابی ذر (ابوذر غفاری ص۶۲)

کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے میرے اصحاب تم میں کون ایسا ہے، جو اسی حالت میں قیامت کے دن مجھ سے ملے گا، جس حال اور خیال میں میں اسے چھوڑ کر دنیا سے جاؤں گا، یہ سن کر سب خاموش رہے، صرف ابوذر بولے اے مولا! وہ میں ہوں، حضرت نے فرمایا، بے شک سچ کہتے ہو، اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے میرے اصحاب یاد رکھو میں سب کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اپنے اوپر نہیں اٹھایا کسی ایسے شخص کو جو ابوذر سے زیادہ راست گفتار ہو۔

(تاریخ الائمہ ص۲۱)

علامہ مجلسی نے اپنی کتاب حیات القلوب کی ج ۲ ص۵۵۹ طبع ایران میں حدیث مذکور کو نقل کرنے کے بعد چند سطریں تحریر فرمائی ہیں جن کا ترجمہ میں شفاء الصدور والکرب ترجمہ حیات القلوب ج ۲ حصہ ۲ سے نقل کرتا ہوں۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ کسی نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ ابوذر بہتر ہیں یا آپ اہلبیت، امام نے فرمایا ایک سال کے کتنے مہینے ہوتے ہیں، اس نے عرض کی، بارہ ۱۲، فرمایا اس میں سے کتنے مہینے حرام محترم ہیں اس نے کہا چار مہینے، فرمایا کیا ماہ رمضان بھی ان چاروں مہینوں میں داخل ہے اس نے کہا نہیں، فرمایا، ماہ رمضان بہتر ہے یا وہ چاروں مہینے اس نے کہا، ماہ رمضان بہتر ہے، فرمایا، ہم اہلبیت کا حال بھی یہی ہے

کسی کو ہمارے ساتھ قیاس نہیں کر سکتے بتحقیق کہ ابوذر ایک دن اصحاب رسولؐ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور وہ لوگ اس امت کی فضیلتیں بیان کر رہے تھے، ابوذر نے کہا کہ اس امت میں علیؑ بن ابی طالبؑ سب سے بہتر ہیں اور وہی بہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے اور اس امت کے صدیق و فاروق اور اس امت پر حجت خدا ہیں، اُن منافقوں نے یہ کلام اُن سے سُن کر اُن کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اُن کے قول سے منکر ہو کر اُن کو دروغ گو قرار دیا، اس وقت ابو امامہ وہاں سے اُٹھ کر حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں گئے اور ابوذر کا یہ قول اور اُس گروہ کا اُس سے انکار کرنا آنحضرتؐ سے بیان کیا، حضرت نے فرمایا، کوئی ناطق ایسا نہیں جس پر آسمانِ سبز نے سایہ کیا ہو اور زمین گرد آلود نے اوس کو اپنی پشت پر اٹھایا ہو اور وہ ابوذر سے زیادہ سچا ہو" ایضاً" بسند دیگر روایت کی ہے کہ کسی نے حضرت صادقؑ سے یہ حدیث دریافت کی کہ آیا حضرت رسول کریمؐ نے ابوذر کے حق میں ایسا فرمایا ہے، امام نے فرمایا، ہاں، اُس نے کہا، پس حضرت رسولؐ و حضرت امیر المومنین و حضرت امام حسن و حضرت امام حسین کہاں ہیں (یعنی اُن کی حیثیت کیا رہی) امام نے فرمایا، ہماری مثل ماہ مبارک رمضان کی مثل ہے جس میں ایک رات ایسی ہے کہ اُس رات کا عمل ہزار مہینے کے اعمال کے برابر ہے اور باقی تمام، اکابر صحابہ مانند ماہ حرام کے ہیں بہ نسبت اور مہینوں کے اور ہم اہلبیت کو کسی کے ساتھ قیاس نہیں کر سکتے (ص ۱۴۷)

حضرت رسول کریمؐ کی مذکورہ حدیث سے جہاں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوذر صداقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے وہاں حدیث کے واقع ارشاد سے متعلق

روایات سے اس کی بھی پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیت رسول اکرمؐ بہترین امت ہیں اور اسی کی تصدیق میں رسول کریمؐ نے حضرت ابوذر کو سند صداقت دی ہے۔

حدیث مذکور کی وہ شرح و تفصیل جو علامہ سبیتی نے بیان کی ہے جس میں بتایا گیا کہ ابوذر اسی حال میں دنیا سے رخصت ہو کر رسول کریمؐ سے ملیں گے جس حال میں وہ انہیں چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے تھے، یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوذر آخر عمر تک اہلبیت رسولؐ کی محبت کا پرچار کرتے رہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے کسی حکومت کا رعب برداشت نہیں کیا تا اینکہ جلاوطنی کی مصیبت برداشت کی اور وہ عالم غربت میں عروس موت سے ہمکنار ہو گئے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو حضرت ابوذر کا اس مرحلہ پر قائم رہنا جس پر حضرت رسول کریمؐ استوار کر گئے تھے، ان کی اہم فضیلت کو واضح کرتا ہے، علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوذر منہاج رسولؐ سے سر مو نہیں ہٹے، حضرت سلمان جیسے کو ہم بعد رسولؐ ایک منزل پر خاموش دیکھتے ہیں اور یہ منزل وہ ہے جب انہیں بیعت پر مجبور کیا گیا اور ایک دن مسجد میں ان کی اس درجہ زدوکوب کی گئی کہ ان کی گردن پھول گئی مگر حضرت ابوذر کسی منزل پر خاموش نظر نہیں آتے، علامہ سبیتی لکھتے ہیں۔

كان رضوان الله عليه احد الصحابة الذين صمدوا على منهاج رسول الله و قد ابا قاهم الله وتابعهم في سيرته يقتفي اثره ويتبع سنته ولازم امير المومنين علي عليه السلام ولم ينفك عنه يستبين بسيرته و

حضرت ابوذر حضرت رسول اکرمؐ کے ان ماننے والوں میں تھے جو رسول کریمؐ کی راہ پر لگے رہے اور اس جادہ پر جمے رہے جو انہوں نے خدا سے کیا تھا اور آپ کی پوری اتباع کرتے رہے اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہے اور ان کی سیرت کی پیروی کرتے رہے اور انہوں نے

Marfat.com

يقتدى به و يتبع اثره و يقتبس من نور علمه -

(ابوذر الغفاری ص ۵۲ طبع نجف)

حضرت علی علیہ السلام سے ذرا بھی جدائی اختیار نہیں کی اور ان کی اقتدا کرتے رہے اور ان کی پیروی میں مشغول رہے اور ان کے نور علم سے فائدہ اٹھاتے رہے ۔

علامہ نوری لکھتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ حضرت علی نے بروایتے جناب سلمان سے فرمایا کہ تم اب بیعت کر لو لیکن جب حضرت علی نے ابوذر سے فرمایا کہ تم سکوت اختیار کرو تو انہوں نے عرض کی حضور کا حکم سر آنکھوں پر لیکن میں حق کو حق کہنے سے باز نہ آؤں گا (نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان ص ۱۳۲ و ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۳۰ طبع ایران)

دعاء ابوذر اور حضرت جبرئیلؑ

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ... ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام ... آل محمد سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت ابوذر حضرت رسول کریم صلعم کی خدمت سے گزرے اور جبرئیل بصورت "دحیہ کلبی" حضرت کے ساتھ تخلیہ میں باتیں کر رہے تھے حضرت ابوذر نے یہ سمجھ کر کہ دحیہ کلبی ہیں اور کوئی پوشیدہ راز حضرت صلعم سے کہہ رہے ہیں واپس چلے گئے۔ حضرت جبرئیل نے حضرت ابوذر کے واپس چلے جانے کے بعد حضرت رسول کریم سے کہا کہ

"اینک ابوذر بر ما گذشت و سلام نکرد اگر سلام می کرد من او را جواب می گفتم"

اے محمد ابھی ابھی ابوذر آئے اور وہ ہم پر سلام کئے بغیر واپس چلے گئے تو آپ یقین کریں کہ اگر وہ ہم کو سلام کرتے تو ہم انہیں جواب ضرور دیتے ، اے محمد ابوذر کے پاس ایک ایسی دعا ہے جو اہل آسمان کے درمیان مشہور و معروف ہے ... جب میں آسمان چلا جاؤں تو آپ ان سے دریافت فرمائیے ، آپ نے فرمایا بہت بہتر ۔

اس کے بعد جب حضرت جبرئیل آپ کی خدمت سے چلے گئے اور ابوذر حضرت

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر اس سے قبل جب تم آئے تھے، تو تم نے سلام کیوں نہیں کیا تھا۔

حضرت ابوذر نے عرض کی، کہ جب میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس " دحیہ کلبی " بیٹھے ہوئے تھے اور آپ اُن سے محو گفتگو تھے، میں نے یہ سمجھا کہ آپ اُن سے راز کی باتیں کر رہے ہیں، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ آپ کی بات قطع کروں اس لئے واپس چلا گیا حضرت نے فرمایا کہ وہ دحیہ کلبی نہ تھے بلکہ جبرئیل امین تھے وہ دحیہ کلبی کی صورت میں میرے پاس آئے تھے اور اے ابوذر وہ کہہ رہے تھے کہ اگر ابوذر سلام کرتے تو میں جواب ضرور دیتا نیز وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ابوذر کے پاس ایک دعا ہے جو اہلِ آسمان میں بہت مشہور ہے، یہ سن کر حضرت ابوذر بہت زیادہ نادم و شرمندہ ہوئے اور اظہار افسوس کرنے لگے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے ابوذر ذرا بتاؤ تو سہی وہ کون سی دعا ہے جو تم پڑھتے ہو اور جس کا چرچا بالائے آسمان ہے، حضرت ابوذر نے کہا کہ حضور! میں جو دعا پڑھتا ہوں، وہ یہ ہے:

اللھم انی اسئلک الامن والایمان بک والتصدیق بنبیک والعافیۃ من جمیع البلاء والشکر علی العافیۃ والغنی عن شرار الناس۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۵۵۴، مستطرف ج ۱ ص ۱۶۶، ربیع الابرار باب ۲۳ قلمی مخزونہ لائبریری)

علامہ سبتی اس واقعہ کو بحوالہ علامہ کلینی بروایت ابوخدیجہ الجمال تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نے یہ بھی کہا، انہ فی السماء اعرف منہ فی الارض واسئلہ عن کلمات یقولہا اذا اصبح " وہ آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہے اُن سے پوچھئے کہ جب صبح ہوتی ہے تو وہ کون سی دعا پڑھتے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں۔

وا حسب ابی ذر من المناقب والفضائل ان یعرفہ اھل السماء اکثر من اہل الارض

وان یکون لہ دعاء ہانعرفۃ ملائکۃ السماء" ابوذر کے مناقب و فضائل کے لئے یہ بہت ہی کافی ہے کہ انہیں زمین والوں سے زیادہ آسمان والے پہچانتے ہیں اور اُن کی ایک دعا ہے جو آسمانی ملائک میں مشہور و معروف ہے (ابوذر الغفاری ص۹۱)

چار اصحابؓ

ہمیں فریقین کی بے شمار احادیث ایسی ملتی ہیں جن میں (چار اصحاب کی محبت کا خصوصی حکم دیا گیا ہے، علماء کا بیان ہے کہ وہ چار اصحاب حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان ہیں)، عمر کشی اپنی رجال میں، ابو جعفر قمی خصائل میں، عبداللہ حمیری قرب الاسناد میں، شیخ مفید اختصاص میں، عیاشی اپنی تفسیر میں، صدوق عیون اخبار رضا میں، عبدالبر استیعاب میں، ابن سعد طبقات میں اور صاحب اسد الغابۃ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ

"انہ قال امرنی بحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبہم علی وابوذر وسلمان ومقداد وسلمان"

آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے چار اصحاب کو دوست رکھوں اور ان سے محبت کروں اور مجھے بتایا ہے کہ وہ خود بھی ان چاروں کو دوست رکھتا ہے، ان چار اصحاب کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ علی بن ابی طالب ۲۔ ابوذر غفاری ۳۔ مقداد بن اسود ۴۔ سلمان فارسی (مشکوٰۃ شریف ص۲۷۵)

علماء کا بیان ہے کہ یہی چار وہ اصحاب ہیں، جن کا اشتیاق جنت اور اہل جنت کو ہے، علامہ کشی لکھتے ہیں کہ رسول خدا کے وہ اصحاب جن کی وجہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے پانی برستا ہے اور شرفاء کی مدد ہوتی ہے اُن میں حضرت ابوذر بھی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا۔

"این حواری محمد بن عبداللہ الذین لم ینقضوا العھد ومضوا علیہ

Marfat.com

شیعتہم سلمان والمقداد و ابو ذر۔

محمد بن عبداللہ کے وہ حواری کہاں ہیں جنہوں نے بعد رسول اپنے عہد ولایت و محبت اہلبیت کو نہیں توڑا اور اسی پر قائم و دائم رہے تو سلمان مقداد اور ابوذر کھڑے ہو جائیں گے۔ (ابوذر الغفاری ص۲۹)

علامہ نوری بحوالہ روضۃ الواعظین شیخ شہید محمد بن احمد بن علی بن فتال نیشاپوری رقمطراز ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں، مقداد آٹھ درجوں پر، ابوذر نو درجوں پر اور سلمان دسوں درجوں پر فائز تھے۔
(نفس الرحمٰن ص۵۲)

عقد مواخات اور حضرت ابوذر و سلمان

عقد مواخات سے تاریخ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو قبل ہجرت اور بعد ہجرت رسول کریمؐ نے اصحاب میں "بھائی چارگی" قرار دی تھی۔

واقعہ ہجرت سے قبل اصحاب میں اس بنیاد پر آپ نے ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی قرار دیا تھا کہ باہمی ہمدردی پیدا رہے۔ اس بھائی چارگی میں آپ نے طبائع کی مناسبت کو بھی پیش نگاہ رکھا تھا جس صحابی کی طبیعت و فطرت اور بنیاد مزاج کا توافق جس صحابی سے تھا اس کو اس کا بھائی بنایا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر کو حضرت عمر کا، طلحہ کو زبیر کا، حضرت عثمان کو عبدالرحمٰن بن عوف کا، حضرت حمزہ کو زید ابن حارثہ کا، سلمان کو ابوذر کا اور حضرت علی کو اپنا بھائی قرار دیا تھا۔

(تاریخ خمیس ج ا ص۳۵۵، ریاض النضرۃ ج ا ص۱۵)

پھر واقعہ ہجرت کے ۵ یا ۸ ماہ بعد اسی طرح مواخات قائم فرمائی، آپ مدینہ پہنچ چکے تھے ضرورت تھی کہ مہاجر و انصار میں مواخات قائم کر دی جائے تاکہ باہمی ہمدردی

Marfat.com

پیدا ہو سکے، اس سلسلہ میں آپ نے پچاس اصحاب میں بھائی چارگی قرار دے دی۔
علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ۔

اسلام تہذیب اخلاق و تکمیل فضائل کی شہنشاہی ہے جن لوگوں میں رشتہ اخوت قائم کیا گیا ان میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ استاد و شاگرد میں وہ اتحاد و مذاق موجود ہو جو تربیت پذیری کے لئے ضروری ہے۔ تفحص و استقصا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جس کا بھائی بنایا گیا، دونوں میں یہ اتحاد و مذاق ملحوظ رکھا گیا اور جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ اتنی کم مدت میں سینکڑوں اشخاص کی طبیعت اور فطرت و مذاق کا صحیح اور پورا اندازہ کرنا قریباً نا ممکن ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ شان نبوت کی خصوصیات میں سے ہے (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۷۱)

اس کے ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت علی کے مذاق کا کوئی شخص آنحضرت کو نہ مہاجرین میں ملا نہ انصار میں حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ میں کس کا بھائی بنایا گیا تو فرمایا، انت اخی فی الدنیا والاخرۃ، اے علی تم دنیا و آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو، اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں بار بار بر سر منبر فرمایا ہے، انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ، میں خدا کا بندہ اور رسول خدا کا بھائی ہوں (تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۲۷)

تاریخ اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ جن لوگوں میں مواخات قرار دی گئی، وہ ایک دوسرے کی طبیعت کے مطابق طبیعت رکھنے والے تھے، مناسبت کے پیش نظر آپ نے مواخات قائم کی تھی، جیسا کہ علامہ شبلی کی مذکورہ تحریر سے واضح ہے، عقد مواخات میں حضرت ابو بکر کو حضرت عمر کا اور حضرت علی کو اپنا بھائی قرار دینا، مناسبت کے نظریے کو واضح کر رہا ہے۔

Marfat.com

بالکل اسی بنیاد پر حضرت رسول کریمؐ نے حضرت ابوذر کو حضرت سلمانؓ کا بھائی قرار دیا (نفس الرحمٰن ص۵۵) اور سلمان کے لئے فرمایا "السلمان منا اهل البیت" سلمان ہم اہلبیت میں سے ہیں، میرے نزدیک حضرت ابوذر کے فضائل میں سے ایک اہم فضیلت یہ بھی ہے کہ حضرت رسول کریمؐ جیسی بالغ نظر شخصیت نے آپ کو حضرت سلمان کا بھائی قرار دیا۔

علامہ سبیتی تحریر فرماتے ہیں کہ صالح الاحول کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخی رسول اللہ بین سلمان و ابی ذر و اشترط ابی ذر ان لا یعصی سلمان" رسول اللہؐ نے سلمان اور ابوذر کے درمیان مواخات قرار دی اور ابوذر سے فرمایا کہ سلمان کی مخالفت نہ کریں۔

(کتاب ابوذر الغفاری ص۸۹ بحوالہ اصول کافی)

حضرت ابوذر کی دعوت حضرت سلمان کے گھر

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت ابوذر کو مدعو کیا جب وہ آپ کے گھر پہنچے تو حضرت سلمان نے چولھے پر ایک پتیلی پانی سے بھر کر چڑھا دی اور اس میں لکڑی لگانے کے بجائے اپنا ایک پاؤں لگا دیا، آگ جلنے لگی اور کھانا تیار ہونے لگا، جب آپ کو کسی ضرورت سے اٹھنا پڑا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور آگ بجھ گئی پھر جب واپس آئے تو آپ نے پاؤں چولہے میں داخل کر دیا، آگ پھر جلنے لگی، اسی طرح کھانا تیار کر کے ابوذر کو کھلا دیا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت ابوذر حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے ان سے سارا واقعہ بیان کیا حضرت علی نے اپنے جواب سے انہیں مطمئن فرما دیا وہ اپنے گھر چلے گئے، حضرت سلمان جو حضرت ابوذر کے فوراً بعد حضرت علی کے

Marfat.com

پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا "یا ابا عبد الله اسا فی بصاحبک" اے ابو عبد اللہ سلمان تمہارے واقعہ دعوت سے ابوذر کو بڑا تعجب ہوا ہے، دیکھو آئندہ ایسی باتیں رونما نہ کرنا اور ان کے ساتھ نرم روی سے کام لینا (نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان ص۵۶)

قرآن مجید اور حضرت ابوذر

حضرت ابوذر کا مرتبہ یہ ہے کہ ان کی مدح میں آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں، ایک آیت یہ ہے "ان الذین امنو وعملوا الصالحات کانت لهم جنات الفردوس نزلا" وہ لوگ جو ایمان لائے اور ایمان کے ساتھ عمل صالح کرتے رہے اُن کی منزل آخرت جنت الفردوس ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوذر، مقداد عمار اور سلمان کی شان میں نازل ہوئی ہے، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار کو میں دوست رکھوں، اور یہ فرمایا ہے کہ میں خود اُن کو دوست رکھتا ہوں ایک روایت میں ہے کہ جنت ان حضرات کی مشتاق تھی (حیات القلوب ج ۲ ص۹۲۶)

حضرت رسول کریم کا علم غیب اور حضرت ابوذر کا ایک اہم واقعہ

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ صادق آل محمد ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن ابوذر حضرت رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ حضور! تبدیلی آب وہوا کے لئے اپنے بھتیجے کے ہمراہ قبیلہ مزینہ کی طرف جانا چاہتا ہوں، اگر اجازت ہو تو چلا جاؤں اور چند دن وہاں گذار دوں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جانے کو تو چلے جاؤ لیکن میں اس چیز سے ڈرتا ہوں، کہ کہیں سواران عرب تمہارے بھتیجے پر یورش کر کے اسے قتل نہ کر دیں اور تم گرد آلود میرے

Marfat.com

سامنے آکر اپنے عصا پر تکیہ کر کے یہ نہ کہو کہ میرے بھتیجے کو قتل کر دیا گیا اور میرے گوسفند لوٹ لئے گئے۔

ابوذر نے عرض کی حضور خدا خیر کرے گا۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ خدا حافظ۔

حضرت ابوذر روانہ ہو کر اپنی بیوی سمیت اپنے بھتیجے کے ہمراہ قبیلہ مزینہ میں جا پہنچے ابھی چند ہی دن قیام کے گذرے تھے کہ "قبیلہ فزارہ" کے سواروں کا ایک گروہ اُن کو لوٹنے کے لئے آگیا، اسی گروہ میں "عیینہ بن حصن" بھی تھا، ان لوگوں نے حملہ کر دیا اور حضرت ابوذر کے بھتیجے کو قتل کر کے ابوذر کی بیوی کو جو کہ بنی غفار کی تھی لے گئے اور اُن کے چوپایوں کو لوٹ لیا۔

اس واقعہ کے عمل میں آتے ہی حضرت ابوذر دوڑتے ہوئے حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابوذر کی حالت یہ تھی کہ اُن کا پہلو نیزے کے وار سے زخمی تھا، انہوں نے اپنے عصا پر تکیہ کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی،

حضورؐ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا، وہی کچھ ہم پر گذر گیا، میرا بھتیجا بھی قتل ہوا، میرا گلہ گوسفند بھی چھین لیا گیا۔

یہ سن کر حضرت رسول کریمؐ نے اہل اسلام کو طلب فرمایا اور اُن کو حکم دیا کہ فوراً مسلح ہو کر اہل فزارہ کا تعاقب کریں اور ابوذر کی تمام چھینی ہوئی چیزیں اُن سے واپس لائیں۔

چنانچہ مسلمانوں نے کافی تعداد میں مدینہ سے روانہ ہو کر اُن کافروں کو جا لیا اور اُن میں کے بہت سے مشرکوں کو قتل کر کے ابوذر کا مال و اسباب اور گوسفند اور اُن کی بیوی کو حاصل کر لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت رسول کریمؐ بہت ہی مسرور ہوئے (حیاۃ القلوب ج ۲ ص۵۰۱) اس واقعہ سے حضرت ابوذر کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

حضرت رسول کریمؐ کی نگاہ میں اُن کی کس درجہ وقعت تھی ۔

عالمِ خواب و بیداری میں رسول کریمؐ کی یکساں حالت اور حضرت ابوذرؓ

علامہ مجلسی بسندِ شیخ کشی، حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوذر حضرت رسول اکرمؐ کو تلاش کرتے ہوئے ایک باغ میں پہنچے، دیکھا کہ حضور محوِ خواب ہیں، حضرت ابوذر نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حضور سو رہے ہیں، یا جاگ رہے ہیں ایک سوکھی لکڑی اٹھا کر توڑی، حضرتؐ نے سر بلند کیا اور فرمایا،

"اے ابوذر میری حالت خواب و بیداری میں یکساں رہتی ہے، میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل جاگتا رہتا ہے،

میں تمہارے اعمال کو جس طرح عالم بیداری میں دیکھتا ہوں اُسی طرح عالمِ خواب میں بھی دیکھتا ہوں (شفاء الصدور ترجمہ حیات القلوب، ج ۲ حصہ دوم ص ۱۰۲۶ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء)

حضرت ابوذرؓ اور امارتِ مدینہ

علامہ مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں کہ

"روز بروز آپ کا اقتدار اور اعزاز دربارِ نبوی میں بڑھ رہا تھا حتیٰ کہ جب آنحضرت صلعم غزوہ ذات الرقاع[1] میں تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کا امام آپ ہی کو بنایا اور نہ صرف آپ ہی امیر ہوئے، بلکہ آپ کے صدقہ میں کبھی کبھی

[1] اس جنگ کا نام ذات الرقاع (یعنی لتوں والی لڑائی) ہے اس کی وجہ

Marfat.com

غفاریوں کو بھی یہ عہدہ ملا، مثلاً غزوۂ دومۃ الجندل کے موقع پر حضورؐ نے "سباع بن عرفطہ الغفاری" کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا (زاد المعاد)

حضرت ابوذر کا ردیف النبیؐ ہونا

عرب میں عام دستور تھا کہ جب کوئی اونٹ پر سوار ہوتا تھا تو اپنے کسی خاص آدمی کو اپنا ردیف بنا لیا کرتا تھا، ردیف جب پیچھے بیٹھتا تھا تو سوار کی کمر تھام لیا کرتا تھا۔ عام دستور کے مطابق حضرت رسول کریمؐ بھی اکثر اپنا کوئی نہ کوئی ردیف بنا لیا کرتے تھے، حجۃ الوداع میں آپ کے ردیف "فضل بن عباس بن عبدالمطلب" تھے صحابہ کے نزدیک ردیف ہونے کا شرف بہت ممتاز تھا، آنحضرتؐ کے ردیف کو "ردیف النبی" کہا جاتا تھا۔

علماء کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر کو اکثر یہ شرف حضرت رسول کریمؐ عنایت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت رسول کریمؐ نہ صرف اونٹوں پر بلکہ بعض چھوٹی سواریوں پر بھی سوار ہوا کرتے تھے، آپ کی سواری میں اکثر گدھے بھی دیکھے گئے ہیں حضرت رسول کریمؐ ابوذر کو اپنے پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے۔ اور اُن سے باتیں کرتے جاتے تھے (طبقات ابن سعد[۶۸])

شاہ ولی اللہ دہلوی اسلام میں فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ حرّہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ،

ابوداؤد نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے، وہ کہتے تھے کہ میں ایک روز رسول خداؐ کے ہمراہ آپ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا، جب ہم مدینہ کی آبادی سے باہر نکل گئے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ

اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا، جب مدینہ میں بھوک کا غلبہ ہوگا اور تم

یہ تھی کہ راستہ نہایت سنگلاخ اور پتھریلا تھا، جس سے اکثر لوگوں کے پاؤں پھٹ گئے تھے، اس لئے لوگوں نے پاؤں میں پتے باندھ لئے تھے (زاد المعاد ج ۱)

Marfat.com

اپنے بستر سے اٹھ کر مسجد تک نہ پہنچنے پاؤ گے کہ بھوک سے بیتاب ہو جاؤ گے، وہ کہتے تھے کہ میں نے عرض کی کہ اللہ اور رسولؐ کو خوب علم ہے، آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر اس وقت سوال نہ کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں موت کی بہ کثرت ہوگی کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر ہو جائے گی میں نے عرض کی کہ اللہ اور رسولؐ کو خوب علم ہے فرمایا اے ابوذر صبر کرنا"

پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں قتل عام ہوگا ایسا کہ احجار زیت خون میں ڈوب جائیں گے، میں نے کہا کہ اللہ و رسولؐ کو خوب علم ہے، آپ نے فرمایا کہ تم اس وقت گھر میں بیٹھ رہنا میں نے کہا کہ کیا اس وقت ہتھیار ہاتھ میں لوں، آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو تم بھی اُن کے شریک سمجھے جاؤ گے، میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ پھر کیا کروں، فرمایا کہ اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تلوار کی چمک تمہاری آنکھوں کو خیرہ کر دے گی تو تم اپنے کپڑے کا دامن اپنے منہ پر ڈال لو تاکہ وہ شخص تمہارا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سر لے

(ازالۃ الخفاء ج ا ص ۳۵ طبع کراچی)

حضرت ابوذر اور رازداری رسول اکرمؐ

مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۷۶ الطبع مصر

میں ہے کہ حضرت رسول کریم، جناب ابوذر کو اپنے راز بتا دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے ان پر پورا پورا اعتماد ہے،

حضرت ابوذر بھی حضرت کے رازوں کی بڑی حفاظت کرتے تھے، جب کوئی آپ سے کسی حدیث کے متعلق دریافت کرتا تھا تو فرماتے تھے کہ اُن چیزوں کے علاوہ

Marfat.com

جن کو رسولِ خدا نے مجھ سے راز کے طور پر بیان فرمایا ہے، میں سب کچھ بتانے کو تیار ہوں تم جو پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

حضرت ابوذر کی تصنیف

علماء کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر کا درجہ مصنفین میں تیسرا ہے یعنی اسلام میں تصنیف کے لحاظ سے آپ تیسرے نمبر پر ہیں، اسلام میں سب سے پہلی کتاب حضرت علی نے تحریر فرمائی جس کا نام "کتاب الدیات" تھا اس کتاب کو آپ اپنی تلوار کے قبضہ میں باندھے رہتے تھے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کے باب الصید والذباء صفحہ ۳۴۹ طبع دہلی سنہ ۱۲۷۱ھ اور صحیح بخاری کے باب کتابتہ العلم ج ۱ صفحہ ۲۲ اور صواعق محرقہ سے بحوالہ مسلم ج ۱ صفحہ ۲۴۲ واضح ہے۔ آپ کی یہ خدمت "جمع قرآن" کے علاوہ ہے۔ آپ کے بعد حضرت سلمان نے ایک کتاب تحریر کی جس میں اس جاثلیق رومی کا ذکر کیا جس کو رسولؐ کے بعد بادشاہ روم نے مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا، حضرت سلمان کے بعد حضرت ابوذر نے کتاب لکھی جس میں وہ خطبہ تھا جس کے ذریعہ سے رسول کریمؐ کی وفات کے بعد کے حالات پر روشنی ڈالی تھی۔ حضرت ابوذر کے بعد اصبغ بن نباتہ نے لکھی، ان کے بعد عبید اللہ بن رافع نے تحریر کیا، پھر سلیم بن قیس ہلالی نے لکھا پھر میثم تمار نے لکھا، پھر حسن بصری نے مجموعہ کلام مرتب کیا۔ پھر صحیفہ کاملہ تحریر کیا گیا (نفس الرحمٰن صفحہ ۵۶)

میرے نزدیک کتاب الدیات کے بعد کتاب مصحف فاطمہ کا ذکر ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ کتاب مسلمات سے ہے اس کتاب میں قیامت تک ہونے والے واقعات کا ذکر تھا اور اس میں اسامی شیعہ مرقوم تھے اس لحاظ سے حضرت ابوذر کی کتاب کو چھٹا درجہ حاصل ہے۔ یہی خیال علامہ نوری کا بھی ہے۔

Marfat.com

باب ۱۳

جناب ابوذر سے حضرت محمد کائنات کے ناصحانہ ارشادات

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اہم ارشادات جو آپ نے جناب ابوذر سے فرمائے ہیں، بے شمار ہیں، ہم اس مقام پر بعض ارشادات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ طوسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ "اے ابوذر! جن چیزوں کو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا تمہارے لئے بھی پسند نہیں کرتا، اے ابوذر سنو!

"امیر مشو بہر کس متکفل مال یتیم مشو"

میں تم سے کہتا ہوں کہ تم دو آدمیوں پر بھی امیر بننے کی کوشش نہ کرنا اور مال یتیم کی ذمہ داری نہ لینا کیوں کہ یہ امور بہت اہم ہیں اور ان میں سخت مشکلات ہیں اور تم یقیناً ان امور میں کمزور ہو۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۵۷)

ہر ماہ تین روزے کی ہدایت

احمد بن حنبل بحوالہ حضرت ابوذر تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت رسول کریمؐ نے حضرت ابوذر کو وصیت فرمائی ہے کہ وہ چاشت کے وقت نماز (شکر) اور سونے سے قبل نماز وتر ضرور پڑھ لیا کریں اور ہر مہینے میں تین روزے رکھا کریں۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۶)

Marfat.com

سات چیزوں کی طرف توجہ کا حکم

حضرت ابوذر ارشاد فرماتے ہیں کہ

میرے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے مجھے سات چیزوں کی طرف خصوصی توجہ کی ہدایت و وصیت فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ میں ان چیزوں پر عمل کرنے کی سعی بلیغ کروں ،

پہلی چیز یہ ہے کہ میں مسکینوں پر مہربانی کروں اور ان کے ساتھ نشست برخاست رکھوں ۔

دوسری چیز یہ ہے کہ اپنے سے بدتر حال والوں پر نظر رکھوں اور اپنے سے بہتر حال والوں کو نہ دیکھوں ،

تیسری چیز یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کروں۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ سچ بولوں چاہے وہ تلخ ہی کیوں نہ معلوم ہو۔

پانچویں چیز یہ ہے کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی برابر تلاوت کرتا ہوں۔

چھٹی چیز یہ ہے کہ خدا کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کروں۔

ساتویں چیز یہ ہے کہ ، کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کروں ۔

(مسند احمد بن حنبل)

علامہ سیمتی ان چیزوں کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ فانھن کنز تحت العرش " یہ چیزیں عرش کے نیچے خزانہ کی حیثیت رکھتی ہیں (ابوذر الغفاری صلا)

علامہ محمد ہارون زنگی پوری بحوالہ امالی شیخ طوسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ

Marfat.com

"یا اباذر اعبد اللہ کانک تراہ فان کنت لاتراہ فانہ عز وجل یراک"

اے ابوذر: خدا کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اے ابوذر یہ جان لو کہ اُس کی اولین عبادت اُس کی معرفت ہے یعنی یہ سمجھنا کہ وہ ایسا اول ہے جس سے پہلے کوئی نہیں، وہ ایسا اکیلا ہے جس کا کوئی دوسرا نہیں، وہ ایسا باقی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ آسمان اور زمین اور اُس کے درمیان کی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، وہ لطیف و خبیر ہے وہ ہر چیز عیب سے پاک اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

اے ابوذر وحدانیت سمجھنے کے بعد میرے اقرار کی ضرورت ہے اور یہ سمجھنا لازمی ہے کہ خداوند عالم نے مجھے بشیر و نذیر اور سراج منیر بنا کر خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے لئے ارسال فرمایا ہے۔

اے ابوذر میری رسالت کے اقرار کے بعد میرے اہلبیت کی محبت واجب و لازم ہے جنہیں خدا نے پاک و پاکیزہ بنایا ہے۔

اے ابوذر دو اہم نعمتوں کو بہت اہمیت دو، ایک صحت و تندرستی، دوسرے عبادت کے لئے فرصت۔

اے ابوذر پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے صحت کو بیماری سے پہلے، آسودگی کو فقیری سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے،

اے ابوذر دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو جس طرح غریب بسر کرتا ہے، یا اس طرح دن گذارو جس طرح راہرو راستہ چلتا ہے۔

اے ابوذر جب صبح کرو تو شام کی امید نہ رکھو اور جب شام کرو تو صبح کی تمنا نہ کرو،

Marfat.com

اپنی بیماری سے پہلے اپنی صحت سے (عبادت) کا فائدہ اٹھاؤ اور اپنی موت سے پہلے اپنی زندگی (کو راہ خدا میں) صرف کرو، اس لئے کہ یہ نہیں معلوم کہ کل تمہیں لوگ کیا کہیں گے، زندہ یا مردہ، یعنی کل زندگی رہے یا نہیں؟

اے ابوذر تم اپنی عمر کے بارے میں درہم و دینار سے زیادہ بخیل بن جاؤ یعنی جس طرح تم اپنے درہم و دینار کے صرف کرنے میں بخل سے کام لیتے ہو اور کوشش کرتے ہو کہ ناجائز خرچ نہ ہونے پائے اسی طرح اپنی عمر کے بارے میں بھی بخیل بن جاؤ اور کوشش کرو کہ عمر بیکار کاموں میں ضائع نہ ہو۔

اے ابوذر قیامت کے دن خداوند عالم جن لوگوں پر سب سے بری نگاہ ڈالے گا وہ ایسے عالم ہوں گے جن کے علم سے لوگوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچا ہوگا یا ایسے عالم ہوں گے جنہوں نے صرف اس لئے علم حاصل کیا ہوگا کہ لوگوں میں عزت حاصل کریں، اور کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچائیں۔ اے ابوذر ایسے علماء جنت کی بو نہ سونگھ سکیں گے۔

اے ابوذر جب تم سے کچھ پوچھا جائے اور تمہیں اس کا علم نہ ہو تو صاف کہہ دو کہ "لا اعلم" مجھے نہیں معلوم، دیکھو کبھی اس چیز میں فتویٰ نہ دینا جس کا تمہیں پورا پورا علم نہ ہو،

اے ابوذر ایک وہ دن بھی ہوگا کہ جنت کے کچھ لوگ جہنم کے کچھ لوگوں سے کہیں گے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم تو تمہاری تعلیم اور تبلیغ سے جنت میں آگئے اور تم جہنم میں چلے گئے تو وہ اس کا جواب دیں گے کہ "انا کنا نامر بالخیر ولا نفعلہ" ہم نیکیوں کا حکم دیتے تھے لیکن خود نہیں کرتے تھے۔

اے ابوذر خدا کے بڑے حقوق ہیں، تمہیں چاہیئے کہ ان حقوق کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سوتے وقت توبہ کرو اور بستر سے اٹھتے وقت توبہ کرو

Marfat.com

اے ابوذر موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے، نہیں معلوم کس وقت آجائے اس لئے تمہیں چاہیئے کہ اچھے اعمال کرو اور عمل کرنے میں عجلت سے کام لو اور سنو الکل زارع ما زرع "بونے والا جو بوئے گا وہی کاٹے گا" سے

گندم از گندم بروید جو زجو ، از مکافات عمل غافل مشو

اے ابوذر پرہیزگار لوگ سردار ہیں اور فقہا قائد ہیں، ان لوگوں کی ہمنشینی سے بے انتہا فائدہ ہے۔

اے ابوذر مومن گناہ کو پہاڑ سمجھتا ہے اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے دب رہا ہے اور کافر گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے ناک پر مکھی۔

اے ابوذر گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو، یہ دیکھو کہ کس کا گناہ کر رہے ہو۔

اے ابوذر اس دنیا میں مومن کا نفس اس چڑیا سے زیادہ بے چین ہوتا ہے جو تمہارے جال میں پھنس جائے۔

اے ابوذر جس شخص کا قول اور فعل یکساں ہو وہ آخرت میں فائدہ اٹھائے گا اور جس کا قول و فعل علیحدہ ہو وہ نقصان پائے گا۔

اے ابوذر ہر معاملہ میں بولنا نہیں چاہیئے اور اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہیئے جس طرح اپنے رزق کی حفاظت کی جاتی ہے۔

اے ابوذر خداوند عالم نے نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے، اے ابوذر بھوکا کھانا کھا کر سیر ہو جاتا ہے اور پیاسا پانی پی کر سیراب ہو جاتا ہے، "و انا لا اشبع من الصلوٰۃ" لیکن میں نماز سے سیر نہیں ہوتا۔

اے ابوذر خدا نے عیسیٰ کو رہبانیت کا خوگر بنایا انھوں نے شادی نہیں کی اور مجھے شادی کا حکم دیا اور میرے لئے خوشبو سے دلچسپی قرار دی، سہ

"ان النساء ریاحین خلقن لکم ، وکلکم تشتھی شم الریاحین"

(ولمبا لعرب)

اے ابوذر تم جب تک نماز میں ہوتے ہو تو گویا، بادشاہ قادر مطلق کے دروازے کو کھٹکھٹاتے رہتے ہو، "من یکثر قرع باب الملک یفتح" تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جو بار بار دق الباب کرتا ہے بالآخر دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔

اے ابوذر تم اپنے گھر کو قبر نہ بناؤ، جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے وہ قبر کے مانند بے نور ہوتا ہے، تمہیں چاہیئے کہ گھر میں نماز پڑھ کر اپنی قبر کے لئے نور کا بندوبست کرو، گھر کی نماز قبر کے لئے نور بنتی ہے۔

اے ابوذر نماز دین کا ستون ہے اور صدقہ گناہوں کو مٹاتا ہے، ان دونوں سے زیادہ ضروری اپنی زبان پر قابو رکھنا ہے۔

اے ابوذر سخت قلب والا شخص خدا کے قریب نہیں جا سکتا، تم اپنے دل کو نرم کرو، "فلیتباک" اور رویا کرو۔

اے ابوذر خدا کا ذکر خمول کی حالت میں کیا کرو، میں نے پوچھا یا رسول اللہ، خمول کیا ہے فرمایا "الذکر الخفی" پوشیدہ طور پر ذکر خدا کو خمول کہتے ہیں۔

اے ابوذر میرا بندہ وہ ہے جو مجھ سے ڈرے، جو مجھ سے ڈرتا ہے میں اُسے قیامت میں بے خوف کر دوں گا وہ ھول قیامت سے گھبرائے گا نہیں اور امن و امان سے رہے گا۔

اے ابوذر عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو حقیر جانے اور آخرت کے لئے عمل کرے اور عاجز و بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کی پیروی کرے اور آخرت سے بے پرواہ ہو۔

اے ابوذر دنیا اور دنیا والے ملعون ہیں، دنیا والوں کو وہی چیزیں فائدہ پہنچا سکتی ہیں جنہیں فی سبیل اللہ خرچ کیا گیا ہو۔

اے ابوذر خدا نے میرے بھائی عیسیٰ کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ تم دنیا کو دوست نہ رکھو

Marfat.com

کیونکہ میں اُسے دوست نہیں رکھتا، اے عیسٰی آخرت کو دوست رکھتا ہوں فانھا دار المعاد" کیونکہ وہ بازگشت کا گھر ہے۔ ہر شخص کو وہیں پلٹ کر جانا ہے اور وہیں حساب وکتاب ہوگا، اچھے عمل کا اچھا بدلا اور برے عمل کا برا بدلا وہیں ملے گا۔

اے ابوذر جو شخص دنیا میں زہد اختیار کرے گا خداوند عالم اُس کے قلب کو حکمت سے پُر کردے گا اور اُس کی زبان کو صحیح گویائی دے گا اور اُس کے سامنے دنیا کے عیوب اور اُن کا علاج پیش کردے گا اور اُسے دنیا سے اس طرح اٹھائے گا کہ وہ صحیح طریقہ پر "دارالسلام" پہنچے گا۔

اے ابوذر خدا نے جمع مال کے لئے کبھی وحی نہیں کی، اُس نے تسبیح وتقدیس کی وحی کی ہے نہیں چاہیئے کہ تم عبادت گذار ہو، سجدے کرو، اور اُس کی اتنی عبادت کرو کہ یقین کامل ہو جائے۔

اے ابوذر میں پرانا کپڑا پہنتا ہوں، زمین پر بیٹھتا ہوں۔ بلا زین کے گدھے پہ سواری کرتا ہوں، سنو! تمہیں چاہیئے کہ تم میرے ردیف ہو اور میری سنت پر عمل کرو" فمن رغب عن سنتی فلیس منی" جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میری امت سے نہیں ہے۔

اے ابوذر زاہدوں کو مبارک ہو جو دنیا سے بے پرواہ اور آخرت کی طرف مائل ہوں، جو زمین پر بیٹھتے اور اُس کی مٹی کو اپنا فرش (بچھونا) سمجھتے اور اُس کے پانی کو اچھا سمجھتے، کتاب خدا کو اپنا شعار اور دعا کو اپنا دثار قرار دیتے اور دنیا سے دور رہتے ہیں۔

اے ابوذر دنیا کی کھیتی مال اور اولاد ہیں اور آخرت کی کھیتی اعمال صالح ہیں۔

اے ابوذر خدا سے ڈرو اور لوگوں کی پرواہ نہ کرو، جب تم خدا سے ڈرو گے لوگ تمہاری

Marfat.com

عزت بھی کریں گے۔

اے ابوذر جب جنازہ جاتا ہو یا تم جنازے کے ساتھ ہو تو خاموش رہو اور اُس وقت بھی خاموش رہو جب مقاتلہ ہو رہا ہو اور اُس وقت بھی چپ رہو، جب قرآن پڑھا جا رہا ہو۔

اے ابوذر ہر شئے کو خرابی سے بچانے کے لئے نمک ہے اور جب نمک خراب ہو جائے تو پھر کوئی علاج نہیں، مطلب یہ ہے کہ اس حدیث سے علماء کی طرف اشارہ ہے کہ جب علماء خراب ہو جائیں تو پھر دین کا خدا حافظ ہے۔

اے ابوذر دو ایسی مختصر نمازیں جو خلوص اور تفکر کے ساتھ ہوں وہ بلا خلوص سے پڑھی جانے والی ساری رات کی نمازوں سے بہتر ہیں۔

اے ابوذر تم یوم حساب سے پہلے اپنے نفس کا حساب کر لو تاکہ قیامت کے حساب میں مدد ملے۔

اے ابوذر عمل نیک کے بغیر دعا کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے بلا نشانہ کے تیر مارنا

اے ابوذر جب کوئی شخص جنگل میں نماز ادا کرتا ہے تو خداوند عالم فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز باجماعت ادا کریں اور اس کی دعا پر آمین کہیں، بشرطیکہ اُس نماز میں اذان و اقامت کہی گئی ہو۔ اور جو نماز بلا اذان اقامت پڑھی جائے اُس میں صرف دو ملک شریک کئے جاتے ہیں۔

اے ابوذر غافل لوگوں میں خدا کا ذکر کرنا بالکل ایسا ہے جیسے میدان جنگ میں مقابلہ کیا جائے۔

اے ابوذر اچھے لوگوں میں بیٹھنا تنہائی سے بہتر ہے اور تنہائی بُرے لوگوں میں بیٹھنے سے بہتر ہے۔

اے ابوذر صرف مومنوں سے دوستی رکھو اور کھانا پینا پرہیزگاروں کے ساتھ قرار دو

Marfat.com

اے ابوذر ہر بولنے والے کی زبان کے قریب خدا ہوتا ہے لہٰذا بولتے وقت خدا کا خیال رکھو۔

اے ابوذر جھوٹ کے لئے یہی کافی ہے کہ جو سنے وہ کہدے۔

اے ابوذر زبان کے لئے لازم ہے کہ اُسے مکمل طور پر قید میں رکھا جائے۔

اے ابوذر علم اور علماء، سفید ریش مسلمان حامل قرآن، اور بادشاہ عادل کا اکرام خدا کو پسند ہے۔

اے ابوذر تم خدا (کے احکام) کی حفاظت و اطاعت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم اُسے اپنے سامنے پاؤ گے، تم اُسے خوشحالی میں یاد کرو وہ تم کو تمہاری فنا کے وقت یاد کرے گا اور تمہیں نجات دے گا۔ جب کچھ مانگو تو اُسی سے مانگو جب تونگری چاہو تو اُسی سے چاہو۔ اس لئے کہ سب کچھ وہی کرنے والا ہے اگر ساری دنیا تمہاری دشمن ہو جائے اور خدا دشمن نہ ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر سارے لوگ تمہیں مل کر فائدہ پہنچانا چاہیں اور وہ نہ چاہے تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ صبر میں خدا مدد کرتا ہے، تکلیف کو وہی دور کرتا ہے ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے۔

اے ابوذر خدا تمہاری صورتیں اور تمہارے اموال نہیں دیکھتا۔ وہ صرف تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

اے ابوذر مومن کی صفت خاموش رہنا، تواضع (فروتنی) کرنا، ہر حال میں خدا کو یاد کرنا اور مالدار نہ ہونا ہے۔

اے ابوذر اُس پر خدا کی لعنت اور اُس کا ویل ہے جو مجلس میں بیٹھ کر صرف اس لئے جھوٹ بولے کہ لوگ ہنسیں۔

اے ابوذر غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ

Marfat.com

یہ کیسے؟ فرمایا زناکار جب توبہ کرے تو خدا اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، لیکن غیبت کا گناہ اُس وقت تک معفو نہیں ہوتا جب تک وہ نہ بخش دے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

اے ابوذر مومن کو گالیاں دینے والا فاسق ہے اور اُس سے لڑنے والا کافر ہے اور اُس کا گوشت (غیبت کے ذریعہ سے) کھانے والا سخت گناہگار ہے اور اُس کے مال کی حفاظت اُس کی جان کی حفاظت کے برابر ہے، میں نے کہا" اے رسولؐ خدا" غیبت ہے کیا چیز، فرمایا" ذکرک اخاک بما یکرہ" تمہارا اپنے برادر کو اُن چیزوں سے یاد کرنا جنہیں وہ بُرا مانے، میں نے عرض کی، اور اگر اُس میں وہ چیزیں موجود ہوں تو، ارشاد فرمایا کہ وہی تو غیبت ہے، اگر تم نے اُن چیزوں کا ذکر کیا جو اُس میں نہیں ہیں تو یہ بہتان ہوگا (جس کی سزا علیحدہ ہے)

اے ابوذر جو شخص اپنے برادر مومن کی کسی مصیبت کو دور کرے، خدا اُسے جنت میں جگہ دے گا۔

اے ابوذر جنت میں "قتات" داخل نہ ہوگا، میں نے عرض کی یا حضرت قتات کون لوگ ہیں فرمایا "نمام" یعنی چغل خور۔

اے ابوذر چغلخوری کرنے والا آخرت میں ہرگز عذاب خدا سے نہ بچ سکے گا۔

اے ابوذر دو رکابہ جہنم میں جائے گا۔

اے ابوذر اپنے دوست کے راز کو افشا کرنا خیانت ہے۔

اے ابوذر جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اُس نے کسی وقت بھی تکبر کیا ہو اور اس سے توبہ نہ کی ہو تو وہ جنت کی بُو نہ سونگھ سکے گا۔

اے ابوذر جہنم میں وہ لوگ زیادہ جائیں گے جو تکبر کرتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی

Marfat.com

حضور تکبر سے نجات کی کیا سبیل ہے؟ فرمایا، موٹے جھوٹے کپڑے پہننا، گدھے کی سواری کرنا، بھیڑوں کا دودھ دوہنا، فقیروں کے ساتھ بیٹھنا، جوتیاں ٹانکنا، چہرے کو خاک آلود کرنا، اپنے دامن کو چھپٹا رکھنا تکبر کو ختم کر دیتا ہے۔

اے ابوذر جس کے پاس دو قمیصیں ہوں اُسے چاہیئے کہ ایک خود استعمال کرے اور ایک اپنے بھائی کو دے دے۔

اے ابوذر جو شخص مال دار ہونے کے باوجود اچھے لباس کو خدا کے لئے ترک کر دے خدا اُسے جنت میں حلّے عطا کرے گا۔

اے ابوذر آخر زمانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو دوسروں پر اپنی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے گرمی و سردی دونوں میں اُون کا لباس پہنیں گے، خدا اُن پر لعنت کرے گا۔ (نوادر الادب من کلام سادة العجم والعرب صنہ ۲ طبع لکھنؤ)

اے ابوذر الدنیا سجن المومن و جنة الکافر" یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

اے ابوذر تمہاری نیت بہرحال خالص ہونی چاہیئے حتیٰ کہ سونے اور کھانے میں یعنی تمہارا کھانا اور سونا تک خلوص نیت سے ہونا ضروری ہے۔ (عین الحیات صفحہ ۲۰۸)

واضح ہو کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حضرت رسول کریمؐ کے مذکورہ وصایا اپنی کتاب عین الحیات میں صرف جمع ہی نہیں فرمائے بلکہ اُن کی شرح میں پوری کتاب لکھی ہے یعنی یہ کتاب عین الحیات جو ۵۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، وصایا کی شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔

چند سوالات اور اُن کے جوابات

کتاب حلیة الاولیاء میں حافظ ابونعیم تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ، میں ایک دن حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں ابھی آن کے سامنے زانوئے ادب تہ نہ

Marfat.com

کرنے پایا تھا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر تم نے "تحیۂ مسجد" ادا نہیں کیا، میں
عرض کی حضور یہ وہ کیا ہے، فرمایا کہ دو رکعت نماز، اے ابوذر جب مسجد میں داخل ہو
تمہیں چاہیئے کہ فوراً دو رکعت نماز ادا کرو۔ ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے تعمیل ارشاد میں
فوراً دو رکعت نماز پڑھ لی اس کے بعد اُن سے عرض کیا کہ حضور نماز کی اصل اور اس
کا موضوع کیا ہے؟ فرمایا "بہترین عبادت"

پھر میں نے سوال کیا،

حضور بہترین عمل کیا ہے؟ فرمایا، ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ بہترین
حضور وہ کونسے مومن ہیں جن کا ایمان کامل سمجھا جاتا ہے؟ فرمایا، جن کے اعمال و اخلاق اچھے ہوں۔
حضور کون سے مومن صحیح مسلمان ہیں، فرمایا، جن کی زبان اور جن کے ہاتھ سے مسلمان
محفوظ ہوں،
حضور کن چیزوں کا ترک کرنا بہترین چیز ہے؟ فرمایا، گناہوں سے پرہیز اور اُن سے باز رہنا
حضور کون سی نماز بہتر سمجھی جاتی ہے؟ فرمایا، جس میں طویل قنوت پڑھا جائے
حضور روزہ کیا ہے؟ فرمایا، وہ ایسی واجبی عبادت ہے جس میں بے انتہا
ثواب ہے۔
حضور بہترین جہاد کیا ہے؟ فرمایا، جس جہاد میں سواری کا جانور پے کر دیا جائے
اور سوار شہید ہو جائے۔
حضور صدقہ کون سا بہتر ہے؟ فرمایا، وہ صدقہ بہتر ہے جو مشقت سے حاصل کی
ہوئی رقم سے دیا جائے۔

حضور خدا کی نازل کی ہوئی آیات میں
برتری کن آیات کو ہے؟ فرمایا آیۃ الکرسی کو،
حضور انبیاء کتنے آئے؟ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار

Marfat.com

حضورؐ ان میں رسول کتنے تھے؟ فرمایا، تین سو تیرہ

حضورؐ پہلا نبی کون تھا؟ فرمایا، آدم صفی اللہ

حضورؐ کیا آدم نبی مرسل تھے؟ فرمایا، ہاں، اے ابوذر خدا نے انہیں اپنے ہاتھوں بنایا اور آدم میں اپنی روح پھونک کر انہیں زندگی دی، اے ابوذر چار نبی سریانی تھے، آدمؑ، شیثؑ، خنوخ (ادریسؑ) و نوحؑ، اور چار عربی تھے، ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ اور ادریس، اے ابوذر، ادریس وہ ہیں جنہوں نے لکھنا ایجاد کیا،

حضورؐ کتاب خدا کی تعداد کتنی ہے؟ فرمایا، ایک سو چار، پچاس صحیفے شیثؑ پر، تیس صحیفے ادریسؑ پر، دس صحیفے ابراہیمؑ پر دس صحیفے موسیٰؑ پر قبل توریت نازل ہوئے اور توریت، زبور، انجیل، قرآن، موسیٰؑ، داؤدؑ عیسیٰؑ اور مجھ پر نازل ہوئے۔

حضورؐ موسیٰؑ کی کتاب میں کیا تھا؟ فرمایا، اس میں تمام عبرت کی باتیں ہیں، مثلاً عجبت لمن ایقن بالموت ثم یفرح، مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جو موت کا یقین رکھتا ہے اور پھر دنیا کے امور میں خوشی بھی کرتا ہے عجبت لمن ایقن بالنار ثم یضحک میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں کہ جو جہنم کا یقین رکھتے ہوئے ہنستا بھی ہے وغیرہ وغیرہ

حضورؐ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا، ہاں، تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں

کیونکہ یہ چیز تمام نیکیوں کی بنیاد ہے

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا تم قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو، یہ تمہارے لیئے زمین پر نور اور آسمان پر ذکر خیر کا سبب ہے۔

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا زیادہ ہنسا نہ کرو اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا زیادہ چپ رہا کرو اس سے تم بہت سی مصیبتوں سے محفوظ رہو گے۔

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا فقیروں کو دوست رکھا کرو اور ان میں اٹھا بیٹھا کرو

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا جو تم سے کم حیثیت ہوں ان پر نگاہ کیا کرو اور اپنے سے بڑے لوگوں کو نہ دیکھا کرو۔

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا اپنے قرابت داروں سے اچھا سلوک کرو چاہے وہ تم سے نفرت ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا خدا کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرو۔

حضورؐ کچھ اور فرمائیے فرمایا "قل الحق ولو کان مراً" حق کہہ دیا کرو چاہے وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔

(کتاب ابوذر الغفاری عربی ص۸ٗ)

Marfat.com

باب ۱۴

حضرت ابوذرؓ کے آئندہ حالات متعلق حضرت رسول کریمؐ کی پیشگوئی

حضرت رسول کریمؐ چونکہ علم غیب سے آگاہ تھے لہذا انہوں نے حضرت ابوذر سے اُن پر گذرنے والے مصائب اور اُن کے آئندہ حالات کو ان سے بار بار ارشاد فرمادیا تھا مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوذر تبلیغی کاموں سے تھک کر مسجد نبوی میں جا کر سو گئے حضرت رسول کریمؐ اُن کی دلجوئی کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں آنحضرتؐ نے انگوٹھے کے اشارہ سے اُن کو بیدار فرما کر کہا۔

"اے ابوذر اُس وقت کیا کروگے جب اس مسجد نبوی سے نکالے جاؤ گے ابوذر بولے کہ اے حضورؐ اگر ایسی نوبت آئے گی تو میں اپنی تلوار سونت لوں گا اور جو مجھے نکالے گا اُس کی گردن مار دوں گا حضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر، ایسا نہ کرنا، بلکہ اُس وقت صبر سے کام لینا اور جدھر بھیجے جانا چلے جانا جدھر ہانکے جانا، ہو جانا،

(ابوذر الغفاری ص ۹۵، کشف الکرب ص ۱۶۹)

علامہ محمد باقر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہؐ نے ایک دن حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ

"اے ابوذر تم تنہا زندگی بسر کروگے تنہا وفات پاؤ گے، تنہا محشور ہوگے تنہا بہشت میں جاؤ گے اور تنہا عالم غربت میں مروگے عراق کے چند باشندے

تمہیں غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے اور دفن کریں گے۔

(انوار القلوب ص۳۴۳ طبع ایران ۱۲۹۶ھ)

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان اور حضرت ابوذر آپس میں باتیں کرتے ہوئے مسجد نبوی میں داخل ہو گئے، وہاں پہنچ کر حضرت رسول کریمؐ کو دیکھا کہ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں، یہ دونوں اُن کی خدمت میں حاضر ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمان اُٹھ کر چلے گئے، اُن کے جانے کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر تم عثمان سے کیا راز کی باتیں کر رہے تھے، ابوذر نے عرض کی حضور قرآن مجید کی ایک آیت پر بحث ہو رہی تھی۔

آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر، وہ دن دور نہیں کہ تم میں اور عثمان میں سخت اختلاف پیدا ہوگا اور تم ایک دوسرے کے سخت دشمن ہو گے اور تم میں سے ایک مظلوم ہوگا اور ایک ظالم، اے ابوذر تم حق کہنے سے باز نہ رہنا چاہے تم پر جو بھی ستم گذر جائے (حیات القلوب ج۲ ص۲۵۰)

بہت ممکن ہے کہ جس آیت کے متعلق مذکورہ عبارت میں حوالہ دیا گیا ہے وہ مسئلہ زکوٰۃ سے متعلق ہو کیونکہ علامہ سبیتی نے اپنی کتاب میں ایک جگہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ مسئلہ زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عثمان اور حضرت ابوذر میں مباحثہ ہو گیا تھا، جس کا فیصلہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوذر کے حق میں فرمایا تھا۔

(ابوذر الغفاری عربی ص۴۹)

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ نے مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابوذر کے مدینہ سے نکالے جانے کی پیشینگوئی فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی وجہ بھی بیان کر دی اور یہ بتا دیا کہ تمہاری جلاوطنی کا سبب میرے اہلبیت کی محبت ہوگی۔ (حیات القلوب ج۲ ص۵۸۱)

باب۲۱

حضرت ابوذر کے ایمان افروز مواعظ

مورخین و محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوذر پر زہد غالب تھا، آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ موعظہ سے خالی نہ ہوتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حضرت رسول کریمؐ سے اسی امر پر بیعت کی تھی، آپ نے کہہ دیا تھا کہ میں کسی ملامت کرنے والے کی احکام خدا کے بارے میں پرواہ نہ کروں گا، آپ کے بے شمار مواعظ ہیں، میں اُن میں سے چند قلمبند کرتا ہوں۔

علامہ طریحی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے اپنے مواعظ میں اکثر یہ فرمایا ہے،

ایہا الناس، اگر نمازوں اور دیگر عبادت کی وجہ سے تمہاری کمریں بھی خمیدہ ہو جائیں اور تمہارے اعضاء و جوارح تمہارا ساتھ چھوڑ بیٹھیں، جب بھی یہ چیزیں تمہیں نفع نہ بخشیں گی اگر تمہارے دل میں محبت اہلبیت نہیں ہے۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنے دلوں میں محبت آل محمدؐ کو جگہ دو (مجمع البحرین ص۳۵۶)

علامہ سبینی تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دن حضرت ابوذر نے خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا، میرے بھائیو! میرے قریب آؤ اور گوش دل سے میری باتیں سنو!

اُن کا یہ کہنا تھا کہ لوگ ارد گرد جمع ہو گئے

حضرت ابوذر نے فرمایا، میرے بھائیو! تم میں کا ہر ایک اپنے سفر کے لئے زاد راہ مہیا کرتا ہے، جب زادِ راہ مہیا ہو جاتا ہے، تب سفر کرتا ہے تم میں مشکل سے کوئی ایسا ہو گا جو بلا زادِ راہ سفر کے لئے آمادہ ہو جائے، میرے بھائیو! تمہارے سامنے قیامت کا سفر ہے، اس کے لئے تمہیں لازم ہے کہ زادِ راہ

مہیا کرو۔

لوگوں نے کہا اے حضرت، قیامت کا سفر تو ضروری ہے لیکن ہمیں تو نہیں معلوم کہ اس کا زادِ سفر کیا ہے۔

حضرت ابوذر نے فرمایا، اس کا زادِ سفر حج خانہ کعبہ ہے، اس کا زادِ سفر گرم ترین ایام میں روزہ رکھنا ہے، اس کا زادِ سفر تاریک رات میں وحشت قبر سے بچنے کے لئے دو رکعتیں نماز پڑھنی ہیں۔

میرے بھائیو! اچھی باتیں کرو، بری باتوں سے زبان کو روکو، اپنے مالوں کو صدقہ میں صرف کرو، اپنے ایام کو طلب آخرت اور طلب حلال میں صرف کرو، تمہیں اگر دو درہم نصیب ہوں تو ایک اپنے بچوں پر خرچ کرو اور دوسرے کو طلب آخرت کے لئے صدقہ دے دو۔ وہ باتیں اور وہ عمل کبھی نہ کرو جس سے تمہاری آخرت کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔

سنو! اب تمہاری زندگی دو منزل سے خالی نہیں ایک تو وہ ہے جو گذر چکی اور دوسری وہ جو آنے والی ہے، عہدِ حاضر میں آنے والی منزل کے لئے عمل خیر کرو اور اپنے کو گناہوں سے بچاؤ، فان لم تفعل ھلکت" سنو! اگر تم نے ان باتوں پر عمل نہ کیا تو یقیناً ہلاک ہو جاؤ گے اور تمہاری آخرت خراب ہو جائے گی۔ (ابوذر غفاری ص۱۱)

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا، اے حضرت یہ تو بتائیے کہ ہم موت کو کیوں پسند نہیں کرتے، آپ نے فرمایا کہ تم نے دنیا داری کی وجہ سے آخرت کو خراب کر رکھا ہے، تمہیں علم ہے کہ تم نے آخرت کے لئے کچھ نہیں کیا اور تمہیں آخرت میں تکلیف ہی ہوگی، بھلا ایک ایسا شخص جس کو اپنی کسی منزل کی خرابی کا علم ہو وہ وہاں جانا کیوں کر پسند کرے گا۔

پھر اُس نے کہا کہ خدا کے سامنے ہماری پیشی کس انداز کی ہوگی، آپ نے فرمایا کہ جو نیک کردار ہیں، وہ اس طرح جائیں گے، جس طرح کوئی مسافر اپنے گھر جاتا ہے اور جو گناہگار ہیں وہ اس طرح پہنچیں گے، جس طرح کوئی بھاگا ہوا گرفتار کرکے لایا جاتا ہے۔

پھر اُس نے کہا، حضرت یہ تو بتایئے کہ خدا کے سامنے ہماری کیا حالت ہوگی۔

آپ نے فرمایا، اس کا اندازہ تو تم خود کر سکتے ہو، اپنے اعمال کو کتاب خدا کی روشنی میں جانچ لو وہ فرماتا ہے، ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔ نیکوکار جنت میں اور بدکار جہنم میں جائیں گے، اُس نے عرض کی جب ایسا ہے تو پھر اس کی رحمت کب کام آئے گی،

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ اُس نے اس کے متعلق پہلے سے بتا دیا ہے، رحمتہ اللہ قریب من المحسنین، اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے لئے ہے۔

ایک شخص نے حضرت ابوذر کو لکھا کہ آپ مجھے کچھ علم کی باتیں تحریر فرمایئے آپ نے لکھا کہ علم کی باتیں محدود نہیں ہیں، میں تمہیں کہاں تک لکھ سکتا ہوں بس یہ خیال رکھو کہ اپنے دوست کی برائی نہ کرو۔ اُس نے لکھا ہے کہ ہے کوئی ایسا شخص جو اپنے دوست کی برائی کرنے والا ہو؟ آپ نے لکھا کہ دیکھو تم سب سے زیادہ اپنے نفس کو چاہتے ہو اور اُس سے زیادہ تمہارا کوئی دوست نہیں پھر ایسی صورت میں اگر تم خدا کا گناہ کروگے تو یہ یقیناً اپنے نفس کے ساتھ بُرائی کا ہوگا۔

ایک مقام پر آپ نے فرمایا، ایھا الناس خدا نے تمہیں انسان بنایا ہے

تم اُس کا گناہ کرکے اپنے کو جانور اور درندہ قرار نہ دو ۔ (فیہ ۱۰۶)

علامہ شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے ایک دفعہ موعظہ کہتے ہوئے فرمایا "کما تدین تدان" جیسا کرو گے ویسا بھرو گے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے، یعنی جیسا عمل کرو گے اُس کا بدلا اسی انداز کا پاؤ گے اگر تم نے دنیا میں اچھا عمل کیا تو آخرت میں اچھا بدلا پاؤ گے اور اگر برا عمل کیا تو اس کا بُرا نتیجہ دیکھو گے" ان ھذا اللسان مفتاح خیر و مفتاح شر" یہ زبان اچھائیوں کی بھی کنجی ہے اور برائیوں کی بھی۔ فاختموا علی قلوبکم کما تختمون علی ذھبکم "تم اپنے قلب پر اسی طرح مہر لگاؤ جس طرح تم اپنے کیسۂ زر پر لگاتے ہو، یعنی جس طرح تم اپنے مال کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اپنے دل کی بھی حفاظت کرو اور کوشش کرو کہ اس میں کوئی کھوٹی چیز داخل نہ ہونے پائے جو خیالات اس میں جمع ہوں وہ پاکیزہ ہوں (امالی شیخ مفید طبع نجف اشرف ۱۳۵۱ھ)

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر اپنے مواعظ اور خطبہ میں فرمایا کرتے تھے،

"اے علم کے طلب کرنے والے دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا اُن کا خیر تجھے نفع دیتا ہے، یا اُن کا شر تجھے نقصان پہنچاتا ہے تجھے چاہیئے کہ ایسی چیز کو طلب کرے جس سے خیر کی امید ہو۔ اے علم کے طلب کرنے والے اس امر کا بڑا خطرہ ہے کہ کہیں تیرے اہل و اموال تجھے تیری جان سے بے فکر نہ کر دیں اس لئے کہ تو ایک دن اپنے اہل و عیال اور اولاد و اموال سے ضرور مفارقت کرے گا، اور جب تو دنیا سے جانے لگے گا تو بالکل اُس مہمان کے مانند ہوگا جو رات کو کسی جماعت کے ساتھ بسر کرے اور صبح کو اُن سے جدا ہو جائے، بس مرنے اور مبعوث ہونے کے درمیان اُس خواب کی حیثیت کے علاوہ کوئی واسطہ نہیں جس سے تو

Marfat.com

جلد جاگ اٹھنا ہے،

اے علم کے طلب کرنے والے اپنے اعمال نیک کو اس دن کے لئے اپنے آگے روانہ کر جس دن تجھے حساب و کتاب اور سوال و باز پرس کے واسطے خدا کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور تو اس دن اپنے اعمال نیک کا ثواب پائے گا، اور جو کام اچھا کیا ہوگا اس کی جزا حاصل کرے گا۔ (ترجمہ حیات القلوب ج ۲ ص ۲۴۳)

حضرت ابوذر کے موعظہ کا ایک واقعاتی پہلو

شیخ طوسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک دن لوگوں نے حضرت ابوذر سے پوچھا کہ اے صحابی رسول اللہ آپ نے آج کس حالت میں صبح کی، آپ نے فرمایا کہ میں نے دو نعمتوں کے درمیان صبح کی ہے، ایک نعمت یہ ہے کہ خدا نے میرے گناہ پوشیدہ کئے دوسری نعمت یہ ہے کہ لوگ میری تعریف و توصیف کرتے ہیں، پس جو کوئی اس تعریف و توصیف سے مغرور ہو گیا اس نے فریب کھایا، مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم کی اس عنایت پر لوگوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے اور کوئی شخص ممدوح ہو اور لوگ اس کی تعریف و توصیف کرتے ہوں تو اسے اس امر سے مغرور نہیں ہونا چاہیئے (حیات ناشیب ج ۲ ص ۱۲۴)

حضرت ابوذر کی دنیا سے بیزاری اور اُن کا جمع مال کی مذمت کرنا

علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوذر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرح دنیا

سے سخت بیزار تھے اور اکثر اس کی مذمت کیا کرتے تھے، آپ کے وعظ میں جمع مال کی مذمت کا پہلو غالب رہا کرتا تھا، بعض احادیث (بلکہ آیات قرآنی) کے ذریعہ سے آپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جمع مال کرنا قطعاً ناجائز ہے (ازالۃ الخفاء ج اص ۲۸۲) اور اسی کی آپ تبلیغ کیا کرتے تھے، جس کے نتیجہ میں امیر شام اور حضرت عثمان غنی آپ سے ناراض ہوئے تھے اور آپ کو ربذہ جیسے جنگل میں رہ کر جان بحق ہونا پڑا۔ (اس کی تفصیل آئندہ آئے گی)

Marfat.com

باب ۱۵

مرویات حضرت ابوذر

احادیث کی روایت بڑی اہمیت کی مالک ہے، ہر کہ دمہ کو نہ روایت کرنے کا حق ہے اور نہ اس کی سنی جا سکتی ہے، اس کے لئے علم رجال کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے حضرت ابوذر اُن معتمد، معتبر اور موثق اصحاب میں شامل ہیں جن کی روایات سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آپ چونکہ حضرت رسول کریم صلعم کے ہمراہ اکثر رہے ہیں لہذا آپ کی مرویات بھی بہت کثیر ہیں، ہم اس مقام پر چند روائتیں قلم بند کرتے ہیں۔

اولوالامر کی تعیین اور اُن کے اسماء

قرآن مجید کی اس آیت یا ایہا الذین آمنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم کے متعلق امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں واضح کیا ہے کہ اس سے معصوم مراد ہیں اور علامہ سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں اُن کی نشاندہی کر دی ہے اور چہاردہ معصومینؑ کا حوالہ دے دیا ہے لیکن اس کی توثیق کے لئے ضرورت ہے کہ رسول کریمؐ کا کوئی عظیم صحابی خود رسول کریمؐ کے حوالہ سے اپنا بیان دے، حضرت ابوذر حضرت رسول کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیۂ مذکورہ نازل ہوا تو میں نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ اولوالامر کے اسماء بتا دیجئے، آپ نے بارہ امام بتا دیئے، حضرت ابوذر نام کی تصریح کے بعد اس کا خلاصہ یوں فرماتے ہیں، ان اولھم علی و آخرھم مہدی، اولوالامر کی پہلی فرد حضرت علیؑ اور آخری فرد حضرت امام مہدیؑ ہیں (ینابیع المودہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی) (روضۃ الاحباب)

(نوٹ) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "پیغمبر اسلام کے بارہ جانشین" مولفہ حقیر

Marfat.com

آیہ اِنّما ولیکم اللّٰہ کی تفسیر اور حضرت ابوذر

ابو اسحاق ثعلبی اپنی

تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"ایک دفعہ ابن عباس چاہ زمزم کے کنارے بیٹھے ہوئے آنحضرت کی حدیثیں بیان کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک نقاب پوش آدمی آنکلا، ابن عباس نے حدیث کے بیان کرنے میں توقف کیا وہ شخص حضرت کی حدیث بیان کرنے لگا۔ ابن عباس کہنے لگے، اے شخص میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ بتا تو کون ہے؟ اس نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا اے لوگو! جس نے مجھے پہچانا ہو وہ پہچانتا ہی ہے، اور جس نے نہ پہچانا ہو، وہ پہچان لے کہ "میں ابوذر غفاری ہوں" میں نے آنحضرتؐ سے ان دو کانوں کے ساتھ سنا ہے، ورنہ یہ دونوں بہرے ہو جائیں، اور ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اگر غلط کہوں تو یہ دونوں، اندھی ہو جائیں۔ آنحضرتؐ حضرت علیؓ کی شان میں فرماتے تھے "انه قائد البررة، قاتل الفجرة، منصور من نصره، مخذول من خذله" وہ نیکوکاروں کا پیشوا اور بدکاروں کا قاتل ہے، فتح مند ہوا وہ شخص کہ جس نے اس کی مدد کی اور چھوڑ دیا شخص کہ جس نے اس کو چھوڑا۔ میں ایک روز جناب رسالتمآبؐ کے ساتھ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک سائل نے آکر سوال کیا، کسی نے اسے کچھ نہ دیا، سائل آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا۔ اے خدا گواہ رہیو، میں نے تیرے رسول کی مسجد میں سوال کیا تھا، مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا جناب امیر رکوع میں تھے انہوں نے سائل کی طرف اپنے داہنے ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کیا، اس میں انگوٹھی تھی۔ سائل نے چھنگلی سے انگوٹھی اتار لی۔ یہ ماجرا حضرت نے دیکھ کر جناب اقدس الٰہی میں دعا کی۔

"الٰہی میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے استدعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر اور میرے کام کو آسان بنا، میری زبان کی گرہ کھول

Marfat.com

تاکہ میری باتیں لوگ سمجھ سکیں، اور میرے گھر کے لوگوں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا، اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر، اور اس کو میرے کام میں میرا شریک بنا، پس الٰہی تو نے اپنا قرآن (تورات) اس پر نازل کیا کہ ہم تیرے بھائی کی وجہ سے تیرے بازو قوی کریں گے اور تم دونوں کو غالب بنائیں گے۔ الٰہی میں محمدؐ ہوں اور تیرا برگزیدہ نبی ہوں، پس میرے سینے کو بھی کھول اور میرے کام کو آسان کر اور میرے گھر والوں میں سے "علی" کو میرا وزیر بنا اور اس کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر۔

ابوذر کہتے ہیں کہ ابھی حضرت صلعم نے دعا کو ختم نہیں کیا تھا کہ جبرئیل خدا کے پاس سے تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمد پڑھ بجز اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآنحالیکہ وہ رکوع کئے ہوئے ہیں (یعنی حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)

(ارجح المطالب علامہ عبید اللہ امرتسری باب ۱۴ صفحہ ۹۵ طبع لاہور ۱۲۵۱ھ)

صدیق اکبرؓ اور حضرت ابوذرؓ

"ریاض النضرہ محب طبری میں ہے"

ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے کہ علی کو فرما رہے تھے کہ "تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پہ ایمان لایا اور میری تصدیق کی اور تو صدیق اکبر ہے (ارجح المطالب صفحہ ۲۵)

فاروق اعظم اور حضرت ابوذر

ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب سے سنا ہے کہ جناب امیر سے فرماتے تھے کہ تم "صدیق اکبر" اور "فاروق اعظم" ہو، تم حق اور باطل میں فرق کرو گے (ارجح المطالب صفحہ ۲۷)

Marfat.com

علی سے لڑنے والے کو قتل کردو

ابوذر سے روایت ہے، کہ جناب رسول خدا فرماتے تھے کہ جو شخص علی کے ساتھ خلافت پر لڑے اُس کو قتل کر دو، چاہے جو کوئی ہو، (ارجح المطالب بحوالہ دیلمی ص۴۲)

ایک بہادر کی خبر اور حضرت ابوذر

ابوذر سے مروی ہے، کہ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ "بنی ولیعہ یا ولیعہ" متنبہ ہو جائیں کہ اُن پر مجھ جیسا ایک آدمی بھیجا جائے گا، جو اُن سے جنگ کرے گا اور اُن کی ذریت کو لونڈی اور غلام بنائے گا۔

ابوذر کہتے ہیں کہ ناگاہ میں نے اپنے پیچھے سے حضرت عمر کے ہاتھ کی سردی اپنے ازار کے نیفہ کے قریب محسوس کی، وہ حضرت سے عرض کرنے لگے کہ آپ کس سے مراد رکھتے ہیں، فرمایا جوتا سینے والے سے اور جناب امیر جوتا سی رہے تھے (ارجح المطالب ص۵۴ بحوالہ احمد و نسائی)

جنت دوزخ کا اختیار

حضرت ابوذر بحوالہ ہجرت حبشہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علی نے راہ خدا میں ایک لونڈی آزاد کر دی اور اُسی دن چار ہزار درہم ...... انہوں نے راہ خدا میں دے دیا،

اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ پروردگار عالم نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ علی سے کہدیں کہ میں نے تجھے لونڈی کے آزاد کرنے کے بدلے جنت عطا کی ہے اور ان چار ہزار درہم کے عوض کہ تو نے خیرات کئے ہیں تجھے اختیار دیا گیا ہے کہ جس کو تو چاہے دوزخ سے نجات دے اور میری رحمت کے ساتھ جس کو تو چاہے جنت میں داخل کرے اور میری مغفرت کے ساتھ جس کو کہ تو چاہے دوزخ

کی آگ سے نجات دے (ارجح المطالب ص۲۲۲ بحوالہ کتاب الشفاء)

محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ کی قبض روح ان کی مرضی پر موقوف ہے

ابوذر سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ فرماتے تھے کہ شب معراج ہم نے ایک فرشتہ کو نور کی کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا اُس کے آگے ایک لوح تھی جس میں وہ دیکھ رہا تھا، تمام دنیا اُس کے سامنے اور خلائق اُس کے زانوؤں میں تھی، اُس کا ہاتھ مشرق سے مغرب تک پہنچتا تھا۔ ہم نے جبرئیلؑ سے پوچھا، یہ کون ہے؟ جواب دیا، یہ عزرائیلؑ ہے، آپ بڑھ کر اس کو سلام کریں، میں نے بڑھ کر سلام کیا اُس نے جواب سلام دے کر کہا یا احمدؐ آپ کے چچازاد بھائی علیؑ بن ابی طالب کیا کر رہے ہیں، ہم نے کہا، کیا تم علی بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو کہنے لگا میں کیوں نہیں پہچانتا

"خدا نے مجھے خلائق کے ارواح قبض کرنے پر موکل فرمایا ہے، ما خلا روحک و روح ابن عمک علیؑ بن ابی طالبؑ کما بمشیئتہم" بجز آپ کے اور آپ کے ابن عم کے ارواح کے کیونکہ وہ آپ دونوں کے ارادے پر موقوف ہے (ارجح المطالب ص۵۵۹)

علیؑ کعبہ کے مثل ہیں

ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ مثل کعبہ کے ہے اور اُس کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے اور اُس کا حج فرض ہے (ارجح المطالب ص۵۷۴ بحوالہ مناقب مغازلی)

ایمان اور نفاق

ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ فرماتے تھے کہ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے اور اس بات کو کہ جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں، میری امت پر ظاہر کرنے والا ہے اس کی محبت ایمان

اور اس کا بغض نفاق ہے اور اس کی دوستی عبادت ہے (ارجح المطالب صفحہ ۴۰۶ بحوالہ دیلمی)

علی کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت ہے

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سرور عالم صلعم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی، اُس نے خدا کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی،

من اطاع علیاً فقد اطاعنی ومن عصاہ فقد عصانی ، جس نے علی کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے اُن کی نافرمانی کی، اُس نے میری نافرمانی کی (ارجح المطالب صفحہ ۴۰۶ بحوالہ حاکم)

منافق کی پہچان

ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے عہد میں منافقوں کو تین باتوں سے پہچانا کرتے تھے، اول خدا اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کرنے سے، دوم نماز سے باز رہنے سے اور سوم جناب امیر کے ساتھ اُن کے بغض رکھنے سے (ارجح المطالب صفحہ ۴۰۶ بحوالہ ابن شاذان)

علی پر نظر کرنا عبادت ہے

ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب فرماتے تھے کہ علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرا تحفہ ہے اور جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں میرے بعد اُسے بیان کرنے والا ہے، اس کی محبت ایمان اور اس کا بغض نفاق ہے اور اس کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے، علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ بہت سے صحابہ نے اس چیز کو روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ حضرت علی سے فرماتے تھے،

لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق ، اے علی تم کو مومن کے علاوہ کوئی دوست نہ رکھے گا اور منافق کے علاوہ کوئی دشمن نہ رکھے گا (ارجح المطالب صفحہ ۴۰۹ بحوالہ دیلمی)

Marfat.com

ثقلین کے متعلق سوال

ابوذر سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات نے فرمایا ہے کہ جب حوضِ کوثر پر امیرالمومنین کا علم پہنچے گا، میں اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو جاؤں گا، اُس کا چہرہ اور اُس کے اصحاب کا چہرہ نورانی ہوگا، میں اُن سے پوچھوں گا کہ

"تم نے میرے بعد ان دو بھاری چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے وہ کہیں گے، بڑی چیز کی ہم نے تصدیق کی اور چھوٹی چیز کی پیروی کی اور اُس کی مدد کی اور اُس کے ساتھ ہو کر جہاد کیا، میں اُن سے کہوں گا، جاؤ پیو اور پلاؤ، ایسا شربت پیئں گے کہ جس کے بعد اُن کو پھر پیاس نہ لگے گی اُن کے امام کا منہ مثل سورج کے چمکتا ہوگا اور اُن کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح سے ہوں گے یا آسمان کے نورانی ستاروں جیسے ہونگے

(ارجح المطالب ص۶۲۲ بحوالہ کفایۃ الطالب)

علیؑ مع الحق والحق مع علیؑ

ابوذر غفاری جناب ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان علیاً مع الحق والحق معہ کہ علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے اور دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے تاآنکہ وارد حوضِ کوثر ہوں (ارجح المطالب ص۴۹۹ بحوالہ ابن مردویہ)

فرشتوں کا اہلبیت کی چکی پیسنا

علامہ عبیداللہ امرتسری بحوالہ ملا علی قاری رقمطراز ہیں۔

ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سرورِ کائنات نے مجھے حضرت علی کو بلانے کے لئے بھیجا، میں نے وہاں پہنچ کر انہیں آواز دی، مجھے کوئی جواب نہ ملا، میں لوٹ کر حضرت کے حضور میں حاضر ہوا، حضرت نے

Marfat.com

مجھ سے فرمایا کہ تم پھر جاؤ، علی گھر ہی میں ہیں، میں نے پھر آکر آواز دی اور چکی کے چلنے کی آواز سنی،

"فاذا الرحا تطحن ولیس معہا احد"

میں نے جھانک کر دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے کوئی اُس کو چلا نہیں رہا، میں نے جناب امیرؑ کو آواز دی، وہ ہنستے ہوئے باہر تشریف لائے میں نے کہا کہ آپ کو سرورِ عالمؐ یاد فرماتے ہیں، وہ میرے ساتھ تشریف لائے، میں یہاں پہنچ کر آنحضرتؐ کو دیکھنے لگا، حضرت بھی مجھ کو بار بار دیکھتے رہے، پھر حضرت نے مجھ سے ارشاد کیا، اے ابوذرؓ تمہارا کیا حال ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے، آپ نے فرمایا، وہ کیا ہے، عرض کیا، علیؑ کے گھر میں خود بخود چکی چلتی تھی اُس کو کوئی چلاتا نہیں تھا، حضرت نے فرمایا

"یا اباذر ان للہ ملائکۃ یساحین فی الارض وقد وکلوا بمعونتنا آل محمدؐ"

اے ابوذر، خدا کے فرشتے سیر کرتے پھرتے ہیں اور وہ آلِ محمدؐ کی مدد کے لیے مامور ہیں" (ارجح المطالب ص ۶۹۴)

سچے امیر المومنینؑ اور حضرت ابوذرؓ

معاویہ ابن ثعلبہ لیثی بیان کرتا ہے کہ جب ابوذر غفاری سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے جناب امیر المومنینؑ سے وصیت کی، لوگوں نے کہا کہ اگر تم اپنی وصیت امیر المومنین عمر بن خطاب سے بیان کرتے تو تمہارے لئے یہ بہتر ہوتا۔

"فقال ابوذر اوصیت واللہ الی امیر المومنین حقا حقا"

ابوذر نے کہا خدا کی قسم میں نے سچے امیر المومنینؑ سے وصیت کی ہے

(ارجح المطالب صد ۲۱ بحوالہ ابن مردویہ)

معیار نجات

علامہ عبداللہ السبیتی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ، نجات اُس کو حاصل ہو گی جو خلوص کے ساتھ ایمان لائے۔ اپنے دل کو ...لائے کے لیئے پاک رکھے۔ سچ بولے، نفس کو مطمئن رکھے۔ اپنی عادت صحیح رکھے، اپنے کانوں ...و اچھی باتوں کے سننے میں استعمال کرے۔ اپنی آنکھوں کو حق بین فرمائے

(کتاب ابوذر الغفاری عربی صد ۶۱)

عجلت افطار اور تاخیر سحر کی مذمت

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"لاتزال امتی بخیر ما عجلوا الافطار واخروا السحور" میری امت کے لوگ اس وقت تک اچھائی نہ پائیں گے جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرتے رہیں گے (صد ۶۱)

انفاق فی سبیل اللہ کی مدح

ابوذر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر کوہ احد کے برابر میرے پاس سونا ہو تو میری خوشی اسی میں ہے کہ میں اُسے راہ خدا میں تقسیم کر دوں،

(صد ۶۱ تفسیر ابن کثیر)

عبادتیں محبت علیؑ کے بغیر بیکار ہیں

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول کریمؐ نے فرمایا کہ "اے لوگو! اگر ساری عمر روزے رکھو اور ساری عمر اس طرح نماز پڑھو

کہ تمہاری کمر خمیدہ ہو جائے اور اس طرح عبادت کرو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ" ثم ابغضتم علی بن ابی طالب اکبکم اللہ فی النار" اس کے باوجود علی بن طالب کو دشمن رکھو تو خدا تمہیں ضرور جہنم میں جھونک دے گا (ص۱۶)

حضرت علیؑ سید المسلمین اور امام المتقین ہیں

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے، یا علی ان اللہ اختنار نی و ایاک من شجرۃ انا اصلہا و انت فرعہا فمن قطع فرعہا اکبہ اللہ علی وجہہ فی النار اے علی خداوند عالم نے مجھے اور تمہیں اس درخت سے بنایا ہے جس کی اصل (جڑ) میں ہوں اور فرع (شاخ) تم ہو جو اس درخت کی شاخ کو قطع کرے گا، خداوند عالم اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا، پھر فرمایا" علی سید المسلمین و امام المتقین علی مسلمانوں کے سردار، اور پرہیزگاروں کے امام ہیں" یقتل الناکثین و المارقین و الجاحدین" یہ بیعت کر کے توڑنے والے اہل (جمل)، اور خوارج اور منکرین کو قتل کریں گے (ص۱۱)

حدیث منزلت

حضرت ابوذر ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سرور کائناتؐ نے فرمایا ہے، علی منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی" علی کی نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (ابوذر الغفاری ص۱)

علامہ عبید اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو اور بہت سے صحابہ نے بیان کیا ہے جن میں عمر بن الخطاب، حضرت علی، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ ابن مسعود عبد اللہ ابن عباس، جابر بن عبد اللہ ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، جابر بن سمرۃ، مالک بن حویرث، براء بن عاذب، زید بن ارقم، انس بن مالک، ابو ایوب انصاری، عقیل

ابی طالب وغیرہ قابلِ ذکر ہیں (ارجح المطالب ص۵۲۴)

محبت خداوندی

علامہ شیخ شبلنجی امام عبدالمومن رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوذر حضرت رسول اکرم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے تھے کہ "خداوند عالم کے نزدیک بہترین عمل، خدا سے محبت کرنا اور اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرنا ہے۔ (نور الابصار ص۲۸)

اپنے دوست پر اپنی دوستی کو ظاہر کر دینا چاہیے

حضرت ابوذر بحوالہ حضرت رسول کریمؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جب تم کسی کو فی سبیل اللہ دوست رکھو تو تمہیں چاہیئے کہ اُس پر اپنی دوستی کو واضح کر دو (نور الابصار ص۲۸)

غصہ کو دور کرنے کا طریقہ

حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ حضرت سرورِ کائناتؐ کا ارشاد ہے کہ جب کسی کو غصہ آ جائے تو چاہیئے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھنے سے غصہ دور نہ ہو تو لیٹ جائے (نور الابصار ص۲۹)

بُرے پڑوسی کی اذیت پر صبر

حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بُرے پڑوسی کی اذیت پر صبر کرے، خداوند عالم اُس سے محبت کرتا ہے (ص۳۲)

تقویٰ کی وصیت

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ امانت کی حفاظت کرو اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ اور دو آدمیوں کے درمیان محبت کے رشتہ کو نہ توڑو، جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم اُس کے ساتھ بھلائی کرو، ہر پوشیدہ اور ظاہر امر میں خدا کا خوف پیشِ نظر رکھو (نور الابصار ص۳۳)

Marfat.com

حدیث سفینہ و باب حطہ

حضرت ابوذر بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رسولِ کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے

جعل اھلبیتی فی امتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ ومن تخلف عنھا غرق وھویٰ "خدا نے میرے اہلبیت کو اس امت کے لیے سفینۂ نوح کے مانند قرار دیا ہے، جو شخص اس پر سوار ہوا طوفان سے بچ گیا جس نے اُس سے کنارہ کیا وہ ڈوب گیا یعنی گمراہ ہوا۔" و مثل باب حطہ فی بنی اسرائیل من دخلہ کان آمنا" اور میرے اہلبیت میری امت کے لیے مثل بنی اسرائیل کے دروازہ حطہ کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی بابت بنی اسرائیل کو حکم فرمایا تھا کہ جو اس دروازہ میں داخل ہو جائے گا دنیا و آخرت میں میرے عذاب سے نجات پائے گا، ایسے ہی میری امت سے جو کوئی دامن اہلبیت کو مضبوط تھامے رہے گا اور ان کی پیروی میں ثابت قدم رہے گا وہ قیامت کے روز نجات پائے گا (چشمۂ نجات ترجمہ عین الحیات ص۔ طبع لاہور ۱۹۰۹ء)

زیادتی ایمان کا ذریعہ

عارف صمدانی علامہ علی بن شہاب ہمدانی تحریر فرماتے ہیں،

عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ یقول الخ

حضرت ابوذر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خداوند عالم نے مجھے منتخب کیا اور میرے لئے علیؑ بن ابی طالبؑ کو میرا داماد قرار دیا، جو تمام اگلوں اور پچھلوں اور تمام پیغمبروں اور رسولوں کا سید و سردار ہے اور رکن و مقام، حوض کوثر، زمزم، مشعر اعلیٰ اور جمرات عظام ہے، اُس کے جسم کا داہنا حصہ صفا اور بایاں حصہ مروہ ہے، خدا نے اُس کو وہ نعمت عطا کی ہے جو کسی پیغمبر اور فرشتہ مقرب کو نہیں دی۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں، کہ یہ سن کر ہم لوگوں نے عرض کی، مولا وہ کونسی نعمت ہے

Marfat.com

جو علی کے سوا کائنات عالم میں کسی کو نصیب نہیں، آپ نے فرمایا
"أعطاه فاطمة العذراء والبتول" وہ میری بیٹی فاطمہ زہرا ہے جو عذرا اور بتول ہے، ایسی زوجہ کسی پیغمبر اور کسی رسول کو نصیب نہیں ہوئی، اے ابوذر! اُن کو حسن اور حسین جیسے فرزند عطا فرمائے جو دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہو سکے، اے ابوذر انہیں مجھ جیسا خسر عطا فرمایا، اس چیز میں بنیاد کائنات ہے اُس دن تک جس طرح دنیا ختم ہوگی کوئی علی کی نہ ہمسری کر سکا ہے، نہ کر سکتا ہے۔

اے ابوذر علی کی وہ ہستی ہے جو بہشت اور دوزخ کو تقسیم کرنے والی ہے، اے ابوذر جنت و دوزخ کی تقسیم کا شرف کسی فرشتہ کو بھی نصیب نہیں ہوا، اور سنو "فجعل شیعتہ فی الجنۃ" ان کے شیعوں کے لئے جنت مقرر کی گئی ہے اور اُن کو مجھ سا بھائی عطا کیا گیا ہے۔ اور کسی کا بھائی مجھ جیسا نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا،

"ایھا الناس من شاء ان یطفی غضب اللہ و من اراد ان یقبل اللہ عملہ فلینظر الی علی بن ابی طالب فان النظر الیہ یزید فی الایمان و ان حبہ یذیب السیئات کما تذیب النار الرصاص"	"اے لوگو! جو یہ چاہے کہ خدا کے غضب کی آگ کو بجھا دے، اور اُس کے اعمال قبول کر لیے جائیں، اسے چاہیئے کہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے کیونکہ اُن کے چہرے پر نظر کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اُن کی محبت گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے، جس طرح آگ، سیسہ (قلعی) کو گلا دیتی ہے"

(مودۃ القربیٰ م۶ صہ۷۲)

Marfat.com

استحکامِ دین کا سبب

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

"ان اللہ ایّد ھذا الدین بعلی"	خداوند عالم نے اس دینِ اسلام کو علیؑ بن ابی طالبؑ کے ذریعہ سے مستحکم بنایا ہے۔
"و انہ منّی و انا منہ"	اور علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔
و فیہ انزل افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاھد منہ"	اور انہیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس آیت میں صاحب دلیل و بینۃ میں ہوں اور علی میرے شاہد و گواہ ہیں۔
(مودۃ القربیٰ ص۵۵)	

یہ ظاہر ہے کہ جو کسی نبی کا شاہد اول ہوتا ہے وہی اُس کا خلیفہ قرار پاتا ہے جیسے زلیخا کا ماموں زاد بھائی (زلیخا) کمسنی کی حالت میں پاکدامنی حضرت یوسف پہ شہادت دے کر اُن کا خلیفہ قرار پایا۔

اطاعت خدا اور رسولؐ

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا

"یاعلی من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من اطاعک فقد اطاعنی و من عصانی فقد عصی اللہ و من عصاک فقد عصانی	اے علیؑ جس نے میری اطاعت کی، اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے تیری اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔
(مودۃ القربیٰ م ۹ ص۵۵ و ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی)	

خدا کی بارگاہ میں نیکوکاروں کی مثال

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے سرورِ کائنات فرماتے ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں نیکوکار اس طرح جائے گا جیسے کوئی مسافر اپنے سفر سے واپسی میں خوش خوش اپنے بال بچوں میں جاتا ہے اور بدکار اس طرح پہنچے گا۔ جس طرح کوئی بھاگا ہوا شخص پکڑ کے لایا جاتا ہے۔

(اعتقادیہ شیخ صدوق)

باب ۱۶

واقعۂ غدیر خم، حادثۂ وفات رسول اکرمؐ

اور

حضرت ابوذر

مورخین اور محدثین فریقین کا اتفاق ہے کہ حضرت رسول کریمؐ جب حج آخر کے لئے روانہ ہونے لگے تو آپ نے دیار و امصار میں اعلان کیا کہ تمام اصحاب میرے ہمراہ حج کے لئے چلیں، اس اعلان کے بعد اصحاب رسولؐ، ملک کے اطراف و جوانب سے مدینہ پہنچنے لگے، آپ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو لوگ یہاں نہیں آسکتے، وہ براہ راست مکہ معظمہ پہنچ جائیں اور میرے ساتھ مناسک حج ادا کریں۔

حضرت رسول اکرم صلعم ۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوگئے۔ (تاریخ ابن الوردی) مدینہ منورہ سے آپ کے ہمراہ بے شمار اصحاب روانہ ہوئے جن میں سلمان، مقداد، ابوذر، عمار شامل تھے۔

مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد آپ نے مناسک حج ادا فرمائے، آپ کے اہلبیت ازواج، اصحاب سب کے سب آپ کے ہمراہ مناسک حج کی ادائیگی میں شریک رہے، حج کے موقعہ پر آپ نے خطبہ بھی ارشاد فرمایا، جس میں اپنی امت کی بھلائی کے روشن پہلو اجاگر کئے گئے تھے اور بتایا گیا تھا کہ کن وسائل و ذرائع سے امت نجات پاسکے گی۔

حج سے فراغت کے بعد آپ مکہ معظمہ سے بارادہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اُس وقت آپ کے ہمراہ (بروایت محدث دہلوی) ایک لاکھ چھبیس ہزار اور (بروایت خاوند شاہ) ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب تھے (ازالۃ الخفاء ج ۱ ص۱۵، روضۃ الصفا ج ۲ ص۲۱۵) جب آپ اپنے اصحاب سمیت بمقام "غدیر خم" پہنچے تو حضرت جبرئیلؑ نے پیغام ربانی سناتے ہوئے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس" اے میرے رسول اُس حکم کو اس مقام پہ پہنچا دو جو ہم نے تم پہ نازل کیا ہے اور سنو! اگر تم نے میرا حکم نہ پہنچایا تو ہم یہ سمجھیں گے کہ تم نے رسالت کا کوئی کام ہی نہیں کیا (تم آزادی کے ساتھ میرا حکم پہنچا دو، دنیا والوں سے نہ ڈرو) خدا تمہیں لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

اب اس حکم صریح کے بعد جس میں رسولؐ کو تہدید بھی کی جا رہی ہے، حضرت کے لئے اس کے علاوہ چارہ ہی نہ تھا کہ وہ فرمان خداوندی کو لوگوں تک پہنچا دیں، چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ "پالان اشتر" کا منبر بنایا جائے" منبر کی تیاری کے بعد ارشاد ہوا، اے بلال، آواز دے دو اور میرے اصحاب سے کہہ دو کہ جو آگے بڑھ گئے ہیں، واپس آجائیں، اور جو پیچھے رہ گئے ہیں فوراً آگے بڑھ آئیں، بلال نے "حی علی خیر العمل" سے ندا کی، مجمع سمٹ کر منبر رسولؐ کے گرد جمع ہو گیا آپ ممبر پہ تشریف لے گئے اور ایک نہایت طویل اور انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ کے بعد حضرت علیؑ کو قریب بلایا، پھر جھک کر اُن کے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اتنا بلند کر کے کہ آپ کے بغل کی سفیدی ظاہر ہو رہی تھی، ارشاد فرمایا، من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" جس کا میں مولا، آقا اور سردار ہوں، اُس کا یہ علی بھی مولا، آقا اور سردار ہے (مستدرک حاکم وغیرہ، کتاب صراط المستقیم مولفہ مسٹر کینتھ ڈبلیو مورگن مترجمہ غلام رسول مہر لاہوری ص۲۹۲ طبع لاہور)

Marfat.com

یہ سننا تھا کہ چاروں طرف سے تائیدی آواز بلند ہوئی، آپ منبر سے نیچے تشریف لائے، آپ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ ایک خیمہ سبز میں بیٹھ کر اصحاب کی مبارکبادیں قبول کریں، چنانچہ حضرت علی علیہ السلام جانشینی رسولؐ کی مبارکباد قبول فرماتے رہے اور مبارکباد دینے والوں کا شکریہ ادا کرتے رہے، معارج النبوت میں ہے کہ حضرت علیؑ کو اصحاب کے ساتھ امہات المومنین نے بھی مبارکباد دی۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے خطبہ غدیر میں حضرت علیؑ کے شرف و منزلت پر پوری روشنی ڈالی اور کہا علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک کتاب خدا دوسرے میری عترت، میرے اہلبیت اگر ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہی کچھ خصائص نسائی میں بھی ہے، روضۃ الاحباب میں ہے کہ رسولؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ خدایا اُس کو دوست رکھنا جو علیؑ کو دوست رکھے اور اُس سے دشمنی فرمانا جو علیؑ کو دشمن رکھے، اور "الحق معہ حیث دار" جدھر علی پھریں، حق کو اسی طرف پھیر دے، کتاب اسباب النزول، در منثور، تفسیر فتح القدیر شوکانی، تفسیر فتح البیان صدیق حسن میں ہے کہ آیت بلغ حضرت علی ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے، شرح بخاری عینی، تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری، تاریخ ابن الاضح، کنز العمال وغیرہ میں ہے کہ آیۃ بلغ حضرت کی شان و فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ نور الدین حلبی شافعی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ "جانشینی" ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کا ہے "ھا قد اتخذت الرافضی ھذا الیوم عیداً" جسے روافض نے یوم عید قرار دے لیا ہے۔

تاریخ ابو الفداء میں ہے کہ غدیر خم میں واپسی کے بعد آخر ماہ صفر سنہ ۱۱ھ

Marfat.com

میں حضرت رسول کریم علیل ہو گئے، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آپ کی علالت کا سبب وہی زہر تھا جو آپ کو خیبر میں دیا گیا تھا اور جو کبھی کبھی ابھرا کرتا تھا۔ تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ آپ نے حالت مرض میں فرمایا کہ جیش اسامہ کے ساتھ تمام اصحاب چلے جائیں، میں نے اسامہ کو تمہارا امیر بنا دیا ہے۔

مدارج النبوت میں محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ پھر دوسرے دن شدت مرض میں آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے ایک علم جنگ بنا کر اسامہ کو دیا اور فرمایا کہ "بسم اللہ" جاؤ اور خدا کی راہ میں کفار سے جہاد کرو، اسامہ نے باہر نکل کر وہ نشان بریدہ ابن خصیب کو دیا اور اُن کو لشکر کا علمدار بنایا، پھر مدینہ سے روانہ ہو کر مقام "جرف" میں قیام کیا جو مدینہ منورہ سے قریب ہے تا ایک فوج جمع ہو گئی، پیغمبر اسلام نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ سوا حضرت علی کے اور کل اعیان مہاجرین و انصار یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان اور سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ ابن الجراح وغیرہم اُس لشکر اسامہ میں شریک ہو کر اُس کے ساتھ جائیں، بعض اصحاب پر یہ بات گراں گزری کہ آنحضرتؐ نے ایک غلام کو اکابر مہاجرین و انصار پر امیر مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس باب میں سر مجلس چہ میگوئیاں کیں، جب یہ خبر رسول اللہ کے گوش مبارک تک پہنچی تو آنحضرتؐ رنجیدہ خاطر ہوئے اور باوجود تپ و درد سر بحالت غضب محلسرا سے باہر آ کر منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے بطور خطبہ ارشاد فرمایا، کہ ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو تم لوگ اسامہ کے امیر لشکر مقرر ہونے پر کر رہے ہو جیسا کہ غزوہ موتہ میں بھی تم نے پدر اسامہ کے سردار فوج ہونے پر کی تھیں، خدا کی قسم اسامہ سزاوار امارت ہے اور اُس کا باپ بھی امیر فوج ہونے کے قابل تھا۔

کتاب ملل و نحل شہرستانی اور حجج الکرامہ صدیق حسن میں ہے کہ آنحضرتؐ نے صحابہ سے ارشاد کیا کہ لشکر اسامہ کی جلدی تیاری کرو، خدا لعنت کرے اُس پر

Marfat.com

جو جیش اسامہ سے تخلف کرے، مدارج النبوت میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دیگر ہم سے پیچھے ہی مدینہ میں رہے اور اسامہ نے فوج روانہ کر دی، جب خود سوار ہونے لگے تو ماں نے اطلاع کرائی کہ رسولؐ کی حالت اچھی نہیں ہے، لہٰذا واپس آ جاؤ چنانچہ وہ لوٹ آئے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے اسی حالت میں ارشاد فرمایا کہ علی کو میرے پاس بلاؤ، حضرت عائشہ نے کہا کہ کاش آپ میرے والد ابوبکر کو بلاتے اور حضرت حفصہ نے کہا کہ کاش آپ عمر کو بلاتے، اتنے میں یہ حضرات وہاں مجتمع ہو گئے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ واپس جاؤ، اگر تمہاری ضرورت ہو گی تو میں تمہیں خود بلا لوں گا، یہ سن کر یہ حضرات واپس چلے گئے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب جناب رسول خدا کا وقت احتضار ہوا تو دولتکدہ نبوت میں حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اصحاب مجتمع تھے، رسول مقبولؐ نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے کچھ (بطور وصیت) لکھ دوں، تاکہ بعد ازاں تم گمراہ نہ ہو، حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں، تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے، اس بات پر حضار میں اختلاف واقع ہوا، بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے، تاکہ آنحضرتؐ جو کچھ چاہیں ہمارے لئے تحریر فرمائیں، بعض حضرت عمر کے ہم زبان تھے، جب اس بات پر بہت شور اور اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ، اسی بنا پر حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ کے ارادہ کتابت میں حائل ہوئی، اور جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کچھ نہ لکھ سکے، اور صحیح بخاری میں بروایت سعید بن جبیر مروی ہے کہ کہا عبداللہ ابن عباس نے "آہ پنجشنبہ کا دن کیسا دن تھا" اور یہ کہہ کر اتنا روئے کہ جو سنگریزے اس جگہ پر پڑے ہوئے تھے اُن کے آنسوؤں سے

Marfat.com

تہ ہو گئے۔ بعد ازاں کہنے لگے کہ جب بروز پنجشنبہ رسول اللہ کے مرض کو شدت ہوئی تو آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ مجھے کتابت کا سامان دو تاکہ میں تمہارے لیے (بطور وصیت) کچھ لکھ دوں، جس سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو، اس بات پر لوگوں نے تنازع اور اختلاف کیا (آنحضرتؐ نے فرمایا، دیکھو نبی کے پاس جھگڑا کرنا اچھا نہیں، وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ہذیان بک رہے ہیں، آنحضرتؐ بولے کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ، فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی" پس جس حالت میں میں ٹھیک ہوں، جو بات تم کہتے ہو غلط ہے تم مجھے چھوڑ دو، میرے پاس سے اٹھ جاؤ، اس کے بعد آنحضرتؐ نے تین وصیتیں کیں، ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ دوسری یہ کہ جو وفود تمہارے پاس دور دراز سے آئیں اُن کی خاطر و مدارت کرو، تیسری وصیت راوی نے بیان نہیں کی یا بھول گیا، اور مسند احمد بن حنبل اور صحیح مسلم میں بروایت سعید بن جبیر مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس یہ کہہ کر کہ "روز پنجشنبہ کیسا دن تھا" اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح اُن کے رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے بعد ازاں کہا کہ پنجشنبہ وہ دن تھا جب رسول اللہ نے ارشاد کیا کہ مجھے سامان کتابت دو تاکہ میں تمہارے لئے کچھ (بطور وصیت) لکھ دوں جس سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو مگر افسوس لوگوں نے کہہ دیا کہ "آنحضرت ہذیان بک رہے ہیں"۔ شہاب الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں ہے "قال عمران النبی لیہجر" حضرت عمر نے فرمایا کہ پیغمبر ہذیان بکتے ہیں، علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا تنازع و اختلاف جو رسول مقبولؐ کے زمانۂ مرض میں واقع ہوا وہ تھا جس کو بخاری نے کتاب صحیح میں اپنے اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسولؐ اللہ کے مرض موت میں زیادتی ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے دوات اور کاغذ دو تاکہ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ (بطور وصیت نامہ) لکھ دوں جس کی وجہ

تم میرے بعد گمراہ نہ ہو، یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر صاحب غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں، ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ جب اس بات پر شور و غل ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ، تم لوگوں کو زیبا نہیں کہ میرے حضور میں تنازع اور اختلاف کرو، اسی پر عبداللہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ، مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف جس نے ہمارے اور پیغمبر صاحب کی تحریر میں حائل ہو کر آنحضرتؐ کو کتابت سے باز رکھا، علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ "روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں... حضرت عمر نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (الفاروق ص۱۰۶)

لغت میں ہذیان کے معنی "بیہودہ گفتن" یعنی بکواس کے ہیں (صراح ج ۲ ص۵۲۲) شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں "جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انہوں نے دھینگا مشتی سے منصوبہ ہی چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی یہ تاویل کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس بجا نہیں ہیں، کاغذ قلم، دوات کا لانا کچھ ضروری نہیں، خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے (امہات الامۃ ص۹۲)

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے اپنی وفات سے قبل اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم دوات، کاغذ دے دو "لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر" تاکہ میں تمہارے لئے امامت و خلافت کی مشکلات کو تحریراً دور کر دوں اور تم کو بتا دوں کہ میرے بعد امامت و خلافت کا مستحق کون ہے، مگر حضرت عمر نے اس وقت یہ کہہ دیا کہ اس مرد کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے

(سر العالمین ص۹ طبع بمبئی سطر ۱۵، شرح مسلم نووی ج ۲ ص۴۳)

الغرض جب آپ کو قلم دوات نہ دیا گیا تو دربار نبوی میں دھینگا مشتی ہونے لگی، میرا تاریخی استنباط کہتا ہے کہ اس وقت حضرت ابوذر، حضرت سلمان، حضرت مقداد، اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے سخت مزاحمت کی اور پردے سے عورتوں نے شور مچایا،

"الا تسمعون ما يقول رسول الله" ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے، رسول کریمؐ کے ارشاد پر کان نہیں دھرتے، خدارا وہ جو مانگتے ہیں انہیں دے دیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا چپ رہو، تمہاری مثال تو صواحبات یوسف کی ہے، پیغمبر کی بیماری میں روتی ہو اور بوقت صحت ان کی گردن پر سوار ہوتی ہو۔ رسول کریمؐ کے کانوں میں جب یہ آواز پہنچی، انہوں نے فرمایا، انہیں کچھ نہ کہو کہ یہ تم سے بہتر ہیں (طبرانی)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جناب رسالتمآب نے (وقت احتضار) حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اپنے فرزندوں کو لاؤ۔ جناب سیدہ حسنینؑ کو آنحضرتؐ کے پاس لائیں، دونوں صاحبزادے سلام کر کے اپنے جد امجد کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آنحضرتؐ کو تکلیف مرض کی حالت میں دیکھ کر ایسا روئے کہ دیکھنے والے بھی رونے لگے۔ حسنؑ نے اپنا منہ رسول اللہ کے منہ پر اور حسینؑ نے اپنا سر حضرت کے سینے پر رکھ دیا۔ حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور صاحبزادوں کو بنظر شفقت و الفت پیار کر کے ان کی تعظیم و محبت کے باب میں وصیت فرمائی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حسنینؑ کے رونے سے جو اصحاب در دولت پر حاضر تھے ایسا روئے کہ ان کی آواز گریہ سن کر آنحضرتؐ بھی رونے لگے، پھر فرمایا کہ میرے برادر عزیز علیؑ کو لاؤ۔ حضرت علیؑ آئے اور جناب رسالتمآبؐ کے سرہانے بیٹھ گئے، آنحضرتؐ نے اپنا سر بستر سے اٹھایا تو حضرت علیؑ نے آپ کے پہلو میں آ کر سر مبارک اپنے بازو پر رکھ لیا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ فلاں یہودی سے میں نے تجہیز جیش اسامہ کے لئے اس قدر قرض لیا ہے، خبردار! اس کو ادا کر دینا، اور اے علیؑ تم وہ شخص ہو جو سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہو گے اور میرے بعد تم کو بہت صدمات پہنچیں گے، تم ان کو بطریق صبر برداشت کرنا اور جب دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا تو تم آخرت کو اختیار کرنا (مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۱۱ و ناسخ التواریخ ج ۱۱ ص ۱۶۱)

مدارج النبوت میں یہ بھی ہے کہ حضرت رسول کریمؐ کے انتقال سے حضرت سیدہ

Marfat.com

سخت متاذی ہوئیں اور درد بھری فریادوں کے ساتھ بے پناہ گریہ کرتی رہیں، کتاب "ماثبت بالسنۃ" محدث دہلوی میں ہے کہ وفات رسول صلعم کے بعد آپ پر سخت مصیبتیں نازل ہوئیں جس کا ذکر انہوں نے اس شعر میں فرمایا ہے،

صبت علی مصائب لو انہا — صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ وہی اگر دن پر پڑتیں تو وہ شب تار بن جاتا، روضۃ الاحباب میں ہے کہ رسول کریم کے بعد سے کسی نے آپ کو خنداں نہیں دیکھا، طبقات ابن سعد میں ہے کہ جس وقت رسول خدا نے وفات پائی، ان کا سر علیؑ کی آغوش میں تھا، مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول خدا وفات کے وقت تک حضرت علیؑ کو راز اور رموز سمجھاتے رہے روضۃ الاحباب میں ہے کہ وقت وفات آپ کی زبان مبارک پر جو آخری کلمہ جاری ہوا وہ "الصلوٰۃ، الصلوٰۃ" تھا، تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ رسول اللہ کے غسل کے متولی؛ علیؑ، عباس، فضل، قثم، اسامہ اور شقران تھے، عباس، فضل، قثم آنحضرتؐ کو پھیرتے تھے اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے۔ اور حضرت علیؑ غسل دیتے تھے، استیعاب ابن عبد البر میں عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ علی کے لئے چار خصوصیتیں ایسی ہیں کہ ہم میں سے کسی کو نصیب نہیں، ایک یہ کہ کل عربی و عجمی میں علیؑ ہی وہ شخص ہیں جن کو سب سے پہلے رسول مقبولؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، دوسرے یہ کہ ہر معرکۂ جنگ میں رائے نبوی انہیں کے ہاتھ میں رہا، تیسرے یہ کہ جب لڑائیوں میں لوگ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگے تو علیؑ ابن ابی طالبؑ آنحضرتؐ کی رفاقت میں ثابت قدم رہے، چوتھے یہ کہ علیؑ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے رسول مقبولؐ کو غسل دیا اور آنحضرتؐ کو قبر میں اتارا۔

ہمارے مسلمات سے ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے بتاریخ ۲۸ صفر ۱۱ھ یوم دوشنبہ بوقت دوپہر ظاہری خلعت حیات اتار دیا (مودۃ القربیٰ ص ۴۹ م ۱۴ طبع بمبئی ۱۳۱۰ھ) آپ کی وفات سے اہلبیت کرامؑ اور اصحاب ذوی الاحترام میں کہرام مچ گیا، حضرت ابوذر، سلمان، مقداد،

عمار اور دیگر مخلص صحابہ ڈھاڑیں مار کر رو رہے تھے، کوئی اپنے سر کو پیٹتا تھا کوئی اپنے سر کو دیوار سے ٹکراتا تھا، حضرت ابوذر کی یہ حالت تھی کہ کبھی اپنے سینے کو پیٹتے تھے، کبھی منہ پر طمانچے مارتے تھے، کبھی سر کو دیوار سے ٹکراتے تھے، کبھی جنگل کی طرف بھاگنے لگتے تھے غرضیکہ آپ پر وہ کیفیت طاری تھی جو ایک محب صادق پر ہونی چاہیے۔ تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر کا یہ تاثر تا بحیات رہا، علامہ مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ "اگرچہ حضرت ابوذر غفاری کے اکثر حالات میں تفتہ جگروں کو اس تپش کے کھلے نشانات ملتے ہیں جس کے بغیر مومن مومن نہیں ہوتا، لیکن بعض واقعات خاص طور پر عبرت انگیز ہیں جس سے محب و محبوب کی باہمی لگاوٹوں کا ایک دلفریب مرقع سامنے کھنچ جاتا ہے (ابوذر الغفاری ص۹۱)

وفات رسولؐ کے وقت حضرت ابوبکر اپنے گھر بمقام "سخ" گئے ہوئے تھے جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا، حضرت عمر نے واقعۂ شہادت و وفات کو نشر ہونے سے روکا اور جب حضرت ابوبکر آگئے تو دونوں سقیفۂ بنی ساعدہ چلے گئے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اور انہیں کے ساتھ ابوعبیدہ بھی چلے گئے جو غسال تھے۔ غرضیکہ اعیان صحابہ رسول خدا کی لاش چھوڑ کر معرکۂ خلافت میں جا شریک ہوئے، اور حضرت علیؑ نے غسل و کفن کا بندوبست کیا، حضرت علی غسل دیتے ہیں، فضل ابن عباس حضرت کا پیراہن اونچا کرتے ہیں، عباس اور قثم کروٹ بدلواتے ہیں اور اسامہ و شقران پانی ڈالنے میں مصروف ہو گئے، غسل سے فراغت کے بعد آپ کو کفن پہنایا گیا، ابوطلحہ نے قبر کھودی، حضرت علی علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ ہی نے قبر میں اتر کر آنحضرتؐ کو لحد میں اتارا، بعدہٗ بصد گریہ و زاری سپرد خاک کر دیا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وغیرہما آپ کے غسل و کفن اور نماز میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ جب یہ حضرات سقیفہ سے واپس آئے تو آنحضرتؐ کی نعش مطہر سپرد خاک کی جا چکی تھی (کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰، ارجح المطالب، ص ۶۷۲، المرتضیٰ ص ۳۹، فتح الباری ج ۷ ص ۲۳، وفات کے وقت آپ عمر ۶۳ سال تھی (البدایۃ ج ۵ ص ۱۵۲)

Marfat.com

حضرت ابوذر وفات حضرت رسولؐ کے بعد

حضرت رسول کریمؐ کی وفات کے بعد وہ صحابہ جو واقعہ غدیر کے مخالف اور حضرت علی کے خلاف تھے فوراً بمقام "سقیفہ بنی ساعدہ" جو مشورہ ہائے باطل کے لئے وضع کیا گیا تھا (غیاث اللغات) جمع ہوگئے اور چند افراد ہیں جن کی تعداد تقریباً ۲ سو ہوگی جن میں مہاجر اور انصار موافق اور مخالف دونوں شامل ہیں، ایک انفرادی حکومت کی بنیاد ڈال دی، پھر وہاں سے جب دفن رسولؐ کے بعد مدینہ پہنچے تو اس انفرادی نظام کو اجماعی اور جمہوری شکل دینے کے لئے بیعت لینا شروع کردی اور اس سلسلہ میں صرف ایمان دار صحابہ کے ساتھ ہی نہیں، بلکہ اہلبیت رسولؐ کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جسے سُن کر انسانیت لرزہ براندام ہو جاتی ہے، اس دور کی غم انگیز داستان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی کو بیعت کے لئے مجبور کیا گیا (روضۃ الاحباب) اور آپ کے انکار پر خلافت کی فوج نے آپ کے گلے میں رسی باندھ کر دربار تک پہنچایا (ابن ابی الحدید) حضرت فاطمہ کے گھر میں آگ لگادی (تاریخ طبری تاریخ الامامۃ والسیاست، مراۃ العقول) حضرت سیدہ کے شکم پر دروازہ گرا دیا گیا جس سے آن کے بطن میں جو فرزند تھا، ساقط ہوگیا (ملل ونحل شہرستانی) علامہ ملا معین کاشفی لکھتے ہیں کہ فاطمہؑ اسی ضرب سے بیمار ہوگئیں اور یہی آن کی موت کا سبب بنی (معارج النبوت رکن ۴ ص۲ باب ۲) پھر ان لوگوں کو پوری سختی کے ساتھ بیعت پر مجبور کیا، جنہوں نے بیعت سے انکار کردیا تھا اور بعض کو اچھی طرح پٹوایا، جن میں حضرت سلمان فارسی شامل ہیں جن کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا تھا کہ یہ میرے اہلبیت میں سے ہیں، سلمان کو اس درجہ مارا گیا کہ ان کی گردن کج ہوگئی اور یہ کجی مرتے دم تک باقی رہی، وہ لوگ جو مدینہ میں تھے اور جنہوں نے بیعت سے انکار کیا آن میں کے نمایاں افراد کے اسماء یہ ہیں۔

Marfat.com

(۱) حضرت علی علیہ السلام (۲) حضرت ابوذر (۳) حضرت سلمان فارسی (۴) حضرت عمار (۵) حضرت مقداد (۶) حضرت خالد بن سعید (۷) حضرت بریدہ اسلمی (۸) حضرت ابی بن کعب (۹) حضرت خذیمہ ابن ثابت ذوالشہادتین (۱۰) حضرت سہیل بن حنیف (۱۱) حضرت عثمان بن حنیف (۱۲) حضرت ابوایوب انصاری (۱۳) حضرت حذیفہ بن یمان (۱۴) حضرت سعد بن عبادہ (۱۵) حضرت قیس بن سعد (۱۶) حضرت عبداللہ بن عباس (۱۷) حضرت عباس بن عبدالمطلب (۱۸) حضرت ابوالھیثم بن تیہان (۱۹) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری (۲۰) حضرت عبداللہ بن صامت (۲۱) حضرت عبادہ بن صامت (۲۲) حضرت ابوسعید خدری زنبیلۃ العوام صـ۲۴ و عین الحیات صـ۵) علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ ان حضرات کی محبت واجب قرار دی گئی ہے، ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ علیؑ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ سب کے سب رافضی تھے (تبصرۃ العوام برحاشیہ کتاب معارف الملۃ الناجیۃ والناریہ صـ۴۲ طبع لاہور ۱۲۹۶ھ) اسی کتاب کے صـ۴۳ پر ہے کہ تھوڑے زمانہ کے بعد اسی انکار بیعت کی وجہ سے سعد بن عبادہ کو تیروں سے مار دیا گیا۔"

بہرحال وفات رسول کے بعد اسی قسم کی سیاسی دھما چوکڑی جاری رہی، مورخین کا بیان ہے کہ اسی انکار بیعت کی وجہ سے اہلبیت کی جائیداد یعنی باغ فدک ضبط کر لیا گیا واضح ہو کہ ان حضرات کا کہنا یہ تھا کہ خلافت علیؑ کا حق ہے، انہیں ملنا چاہیئے۔ حضرت علیؑ کے خطبۂ شقشقیہ میں اس کی تفصیل اب بھی موجود ہے، انہوں نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ خلافت میرا حق ہے وہ مجھ سے جبراً چھین لی گئی ہے، آپ نے استقرار حق کی سعی کا حوالہ بھی دیا ہے جیسا کہ "نہایۃ ابن اثیر کے صـ۲۳۱" سے ظاہر ہے، اب ہم اس مصیبت عظمیٰ حادثۂ فاجعہ کو جو رسولؐ کے بعد اہلبیت اور خالص اصحاب پر نازل ہوئے تاریخ احمدی سے نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو فی الجملہ یہ معلوم ہو جائے کہ انتقال رسولؐ کے بعد سے دو ہفتے کے اندر آل محمد اور ان کے خالص دیندار اصحاب پر کیا گذری اور سانحہ موقع

پھر حضرت ابوبکر نے کیا کردار ادا کیا۔

"تاریخ ابن جریر میں ہے کہ رسول مقبولؐ کی وفات کے وقت حضرت عمر موجود تھے مگر حضرت ابوبکر حاضر نہ تھے، موضع "سخ" میں تھے، جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو حضرت عمر نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ رسول اللہ فوت ہو گئے، مگر بخدا حضرت فوت نہیں ہوئے"

کتاب ملل و نحل شہرستانی میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ جو یہ کہے گا کہ رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا ہے، میں اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت عمر کے اس قول کو سن کر لوگ شک میں پڑ گئے کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوا یا نہیں، اس وقت حضرت ابوبکر اپنے گھر واقع محلہ سخ میں تھے، ان کو رسول اللہؐ کے انتقال کی خبر دی گئی تو فوراً سوار ہو کر روتے ہوئے، وامحمداہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی میں پہنچ کر دیکھا کہ لوگ متفرق الحال ہو رہے ہیں۔

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر، آیت "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل" کی تلاوت فرمائی جس کو سن کر لوگ متنبہ ہوئے اور ان کو رسول اللہ کی وفات کا یقین ہو گیا پھر وہ سب بعجلت سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ میں پہنچ کر کہا کہ ہم لوگ جناب رسول خدا کے رفیق و عشیرت ہیں اور سب سے زیادہ خلافت نبوی کا استحقاق رکھتے ہیں۔

تاریخ طبری ابن جریر میں ہے کہ پھر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کروں، حضرت ابوبکر بولے کہ نہیں، بلکہ تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ کیونکہ تم مجھ سے ہر طرح قوی تر ہو، کچھ دیر تک یہی کشمکش رہی بالآخر حضرت عمر نے حضرت

Marfat.com

ابوبکر کا ہاتھ پھیلا کر اُن کی بیعت کی اور کہا کہ تم اپنی قوت کے ساتھ میری قوت کو بھی شامل سمجھو۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ حضرت عمر اور دوسرے اشخاص نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی مگر کل انصار یا بعض انصار نے کہا کہ "نبایع الا علیاً" ہم سوائے علی کے کسی اور کی بیعت نہ کریں گے۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو بیعت سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ سقیفۂ بنی ساعدہ سے مسجد نبوی میں آکر منبر پر بیٹھے اور وہاں بھی لوگ اُن کی بیعت کرتے رہے حتیٰ کہ دن گذر گیا اور لوگ رسول اللہ کے دفن میں شریک ہونے سے قاصر رہے۔ آخر شب سہ شنبہ تک۔

کنز العمال میں عروہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے دفن کے وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر موجود نہ تھے (بلکہ سقیفۂ بنی ساعدہ) مجمع انصار میں تشریف رکھتے تھے اور قبل اس کے کہ یہ دونوں صاحب وہاں واپس آئیں رسول اللہ دفن ہو چکے تھے۔

نہایہ ابن اثیر جزری اور مجمع البحار ملا طاہر فتنی اور ملل و نحل شہرستانی میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ابوبکر کی بیعت کا معاملہ ناگہانی واقعہ تھا، مگر خدا نے اس کے شر سے بچا دیا۔

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت اور نیز زبیر بن العوام، مقداد بن عمرو۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار یاسر۔ براء بن عازب وغیرہم نے حضرت علیؑ کے ساتھ میلان کر کے حضرت ابوبکر کی بیعت سے کنارہ کشی کی۔

تاریخ خمیس اور تاریخ کامل میں ہے کہ علی مرتضیٰ اور بنی ہاشم نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے تخلف اختیار کیا،

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت کی گئی تو حضرت علی

Marfat.com

نے بیعت نہیں کی اور خانہ نشینی اختیار فرمائی۔

مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ جب بروز سقیفہ حضرت ابوبکر کی بیعت کی گئی تو حضرت علی نے جا کر حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم نے ہمارے امور کو تباہ کیا ہم سے کچھ نہ پوچھا اور ہمارے حق کی رعایت اور نگہداشت بالکل نہ کی۔ حضرت ابوبکر بولے کہ شکایت تمہاری بجا ہے مگر میں نے فتنہ کے خوف سے ایسا کیا ہے۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو مہم بیعت سے فراغت حاصل ہوئی تو انہوں نے بعض مہاجر و انصار کے ذریعہ سے حضرت علیؑ کو طلب کیا حضرت علیؑ نے آکر پوچھا کہ مجھے کیوں طلب کیا گیا ہے، حضرت عمر بولے کہ اس لئے بلایا گیا ہے کہ جس طرح سب نے ابوبکر کی بیعت کی ہے تم بھی کرو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جس بات کو تم نے انصار پر حجت قرار دے کر منصب خلافت حاصل کیا ہے اُسی کو میں تم پر حجت قرار دیتا ہوں، سچ بتاؤ کہ جو شخص جناب رسالتمآب سے قریب تر ہے وہ کون ہے؟ حضرت عمر نے کہا کہ جب تک تم بیعت نہ کرو گے ہم تم کو نہ چھوڑیں گے، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ پہلے تم میری بات کا جواب دو اُس کے بعد مجھ سے بیعت کو کہو۔ ابوعبیدہ ابن جراح نے کہا کہ اے ابوالحسن سبقت اسلامی اور رسول اللہؐ کے ساتھ قرابت قریبہ کا جو شرف تم کو حاصل ہے اس کی وجہ سے تمہیں حکومت و خلافت کے مستحق ہو مگر چونکہ صحابہ نے ابوبکر پر اتفاق کیا ہے لہذا مناسب ہے کہ تم بھی اُن کا ساتھ دو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ خدا نے جو موہبت خاندان رسالت کو عطا کی ہے تم چاہتے ہو کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کرو۔ دیکھو مہبط وحی و مورد امر و نہی و منبع فضل و علم و معدن عقل و حلم ہم ہیں، یہ سن کر بشیر بن سعد نے کہا کہ اے ابوالحسن تمہارے گھر میں بیٹھے رہنے کے باعث یہ گمان ہوا کہ شاید تم کو امر خلافت سے کنارہ کشی منظور ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے بشیر کیا تم لوگ اس بات کو روا رکھتے ہو کہ میں رسول اللہؐ کے

Marfat.com

قالب انور اور جسد اطہر کو بلا تجہیز و تکفین و تدفین چھوڑ کر طلب خلافت کے لئے منازعت و مخاصمت میں مشغول ہوتا۔

اسد الغابہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا کہ جناب رسالتمآبؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے علیؑ تم بمنزلہ کعبہ کے ہو اس کے حضور میں سب حاضر ہوتے ہیں اور وہ کسی کے پاس نہیں جاتا، پس اگر قوم کے لوگ تمہارے پاس حاضر ہو کر بیعت خلافت کریں تو قبول کرو، ورنہ ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ خود تمہارے پاس آئیں۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب یہ باتیں حضرت ابوبکر نے سماعت کیں اور دیکھا کہ ان میں سے ہر بات ہزار باتوں کے مقابل میں محکم و استوار ہے تو نہایت نرمی سے ارشاد کیا کہ اے ابوالحسن میں نے خیال کیا تھا کہ تم کو میری بیعت میں مفاتقہ نہ ہوگا، اگر میں جانتا کہ تم میری بیعت سے تخلف کرو گے تو میں اس کو ہرگز قبول نہ کرتا، چونکہ لوگ میری بیعت کر چکے ہیں، چاہو تو میرے خیال کے مطابق تم بھی ان سے موافقت کرو، اور اگر اس باب میں تم کو کچھ توقف اور تامل ہو تو کوئی الزام نہیں ہے، پس حضرت علیؑ وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر چلے آئے۔

کتاب عقد الفرید شہاب الدین ابن عبدربہ اندلسی میں ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے خلاف ورزی کی وہ علیؑ اور عباس اور زبیر اور سعد بن عبادہ تھے، جن میں سے حضرت علیؑ اور عباس اور زبیر بیت الشرف جناب فاطمہؑ میں اقامت پذیر ہوئے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ جو لوگ خانہ سیدہ میں ہیں ان کو نکال دیں اور اگر وہ نکلنے سے انکار کریں تو ان کو بضرب شمشیر نکالیں، پس حضرت عمر تھوڑی آگ لے کر اس قصد سے وہاں پہنچے کہ گھر میں آگ لگا دیں، یہ معلوم کر کے حضرت فاطمہ نے کہا کہ پسر خطاب کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے، حضرت عمر نے کہا بے شک اسی ارادے سے آیا ہوں ورنہ یہ لوگ جو اس گھر میں ہیں وہ چل کر حضرت ابوبکر کی بیعت کریں۔

Marfat.com

تاریخ ابو الفداء میں ہے کہ حضرت عمر تھوڑی آگ لے کر اس قصد سے آئے، کہ حضرت فاطمہ کا گھر جلا دیں، یہ معلوم کر کے جناب سیدہ نے کہا کہ اے پسر خطاب کیا تو اس غرض سے آیا ہے کہ میرے گھر میں آگ لگائے، حضرت عمر بولے کہ "ہاں" اور یا تو یہ لوگ جو اس گھر میں ہیں ابوبکر کی بیعت کرنے والوں میں داخل ہوں۔

تاریخ طبری ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر نے دولتسرائے مرتضوی پر (جہاں طلحہ زبیر اور بعض اصحاب مہاجر بھی تھے) پہنچ کر کہا کہ خدا کی قسم تمہارے اس گھر میں آگ لگا دوں گا ورنہ تم لوگ بیعت کے لئے باہر نکلو۔

کتاب الامامۃ والسیاست ابن قتیبہ دینوری میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے اُن لوگوں کو جو حضرت علیؑ کے پاس تھے اپنی صحبت بیعت میں حاضر نہ پایا تو حضرت عمر کو اُن کے بلانے کے لئے بھیجا، وہ لوگ حضرت علیؑ کے گھر کے اندر تھے، انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا، حضرت عمر نے جلانے کی لکڑیاں منگا کر کہا کہ باہر نکلو ورنہ خدا کی قسم جو اشخاص اس گھر میں ہیں اُن کو آگ لگا کر جلا دوں گا، لوگوں نے کہا کہ اس گھر میں فاطمہؑ بنت رسولؐ بھی ہیں، حضرت عمر بولے "ہوا کریں" یہ سنتے ہی وہ لوگ جو خانہ مرتضوی میں تھے باہر نکلے اور سوا حضرت علیؑ کے سب روانہ ہوئے، حضرت علی نے اُن لوگوں سے جو آپ کی طلب میں آئے تھے، مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین، میں امر خلافت کے لئے تم سے ہر طرح احق ہوں، تمہاری بیعت نہ کروں گا، تم کو خود میری بیعت کرنی چاہیئے دیکھو تم نے انصار سے امر خلافت کو یہ دلیل پیش کر کے حاصل کیا کہ بہ نسبت اُن کے تم لوگ نبی کریمؐ سے قرابت رکھتے ہو اور (تعجب ہے) کہ اب تم اہلبیت رسولؐ سے خلافت کو غصب کرتے ہو، کیا تم کو اس پر زعم نہیں ہے کہ تم کو انصار پر اوّلیت اسی دلیل سے ہے کہ رسولؐ تمہاری قوم سے تھے، اب میں وہی حجت تمہارے مقابل میں پیش کرتا ہوں۔ جو تم نے انصار کے مقابل میں پیش کی، یعنی ہماری قرابت ہر طرح تم لوگوں سے اولیٰ ہے، آنحضرتؐ کی زندگی

Marfat.com

ہیں بھی اور اُن کی وفات کے بعد بھی۔ اب تم ہی انصاف کرو کہ اگر تم ہی خدا پر ایمان لائے ہو اور اُس سے ڈرتے ہو۔ اے گروہ مہاجرین خدا کو یاد کرو اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری عرب کو اُن کے گھر سے خارج کر کے اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ بعدہٗ حضرت فاطمہؑ نے در خانہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے قوم تم نے رسول اللہ کی نعش مقدس ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت کو باہم طے کر لیا اور ہمارے حق پر نظر نہ کی۔

اسنی المطالب شمس الدین جزری میں بروایت ام کلثومؑ بنت فاطمہ مروی ہے کہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ نے ارشاد کیا کہ آیا تم لوگ رسول اللہؐ کا وہ قول بھی بھول گئے جو آنحضرتؐ نے بروز غدیر خم علیؑ کے باب میں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" نیز فرمایا علی منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ"

تاریخ ابن قتیبہ میں ہے کہ جب حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ علیؑ کو کیوں گرفتار نہیں کرتے جو تمہاری بیعت سے خلاف ورزی کر رہے ہیں حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو پھر بھیجا کہ علیؑ کو میرے پاس لے آئے؛ قنفذ نے حضرت علی سے کہا کہ تم کو خلیفۂ رسول اللہؐ بلاتے ہیں، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ بہت جلد تم لوگوں نے رسول اللہؐ پر افترا پردازی کی۔ قنفذ واپس گیا اور اُس نے حضرت ابوبکر سے حضرت علیؑ کا ارشاد عرض کیا حضرت ابوبکر سن کر دیر تک روتے رہے، حضرت عمر نے دوبارہ حضرت ابوبکر سے کہا کہ علیؑ کو مہلت نہ دو جو تمہاری بیعت سے کنارہ کشی کئے ہوئے ہیں، حضرت ابوبکر نے پھر قنفذ کو حکم دیا کہ جا کر علیؑ سے کہہ کہ تم کو امیر المومنین بیعت کے لئے بلاتے ہیں، قنفذ نے حاضر ہو کر حضرت علی کو حضرت ابوبکر کا پیغام پہنچایا، حضرت علیؑ نے باآواز بلند فرمایا کہ سبحان اللہ! تیرے آقا نے اُس نسبت کا ادعا کیا ہے جس سے اُن کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ قنفذ نے جا کر حضرت ابوبکر سے کہا کہ علیؑ یہ کہتے ہیں، حضرت ابوبکر سن کر پھر رونے لگے، پس حضرت عمر اٹھے اور ایک جماعت کے ساتھ خانہ حضرت فاطمہ پر پہنچ کر انہوں نے "دق الباب" کیا۔ حضرت فاطمہ

لوگوں کی صدا سُن کر باآواز بلند رونے اور فریاد کرنے لگیں کہ یا پدرِ بزرگوار، یا رسول اللہ آپ کے بعد پسرِ خطاب اور پسرِ ابوقحافہ سے ہم کو یہ کیسی مصیبت پہنچی ہے ۔ جب لوگوں نے حضرت فاطمہؑ کی فریاد وزاری سُنی تو اُن میں سے اکثر روتے ہوئے واپس گئے اور چند نفر حضرت عمر کے ساتھ باقی رہ گئے ، پس حضرت علیؑ دولت سرا سے باہر نکلے اور اُن کے ہمراہ حضرت ابوبکر کے پاس تشریف لے گئے وہاں آپ سے کہا گیا کہ بیعت کرو، آپ نے کہا کہ " اور اگر میں بیعت نہ کروں تو " وہ بولے کہ اگر بیعت نہ کروگے تو خدا کی قسم ہم تمہیں قتل کردیں گے ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیا ایسے شخص کو قتل کروگے جو عبداللہ اور اخورسول اللہ ہے ، حضرت عمر نے جواب دیا کہ یہ ہم جانتے ہیں کہ تم عبداللہ ہو لیکن اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ تم اخ رسول اللہ بھی ہو، حضرت ابوبکر اُس وقت بالکل چپ تھے ، حضرت عمر نے اُن سے کہا کہ تم کیوں حکم نہیں کرتے ، اور خاموش بیٹھے ہو، حضرت ابوبکر نے کہا کہ فاطمہؑ کے ہوتے ہوئے میں علی کو مجبور نہ کروں گا ، پس حضرت علیؑ وہاں سے اُٹھ کر جناب رسالتمآبؐ کے مزار اقدس پر گئے اور وہاں جاکر آپ نے آہ وزاری فریاد کی کہ اے بھائی قوم کے لوگوں نے ہماری نہایت تحقیر کی اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں ۔"

حضرت ابوذر کا جراُت مندانہ اقدام اور اُن کا نعرہ حق

حضرت ابوذر ان حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اُن کے سامنے وہ نقشہ بھی تھا جو وہ غدیر خم میں دیکھ چکے تھے ، انہیں سخت حیرت تھی اور انتہائی تعجب تھا کہ کیا ہو رہا ہے ، اسی حیرت و استعجاب میں تھے کہ ایک مرتبہ اُن کے جذبۂ ایمانی نے کر

Marfat.com

ں اور سخت مضطرب و بے چین ہو کر مسجد رسول کی طرف دوڑے، دل بھرا ہوا تھا، طبیعت پریشان تھی، خون کھول رہا تھا چاہتے تھے کہ دل کے بخار نکالنے کے لئے موقع ہاتھ آئے، جب آپ مسجد رسولؐ میں پہنچے تو وہاں اصحاب کا مجمع پایا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو بھی وہاں موجود دیکھا، آن کی ہمت مردانہ نے جوش مارا اور یہ ایک اونچے مقام پر کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے، وہ بولے:۔

یا معشر قریش، اے قریش والو، تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کس غفلت میں پڑے ہو، ارے تم نے رسولؐ کی قرابت کو یکسر نظر انداز کر دیا، خدا کی قسم عرب کی ایک جماعت مرتد ہو گئی ہے، اور دین میں شکوک کے رخنے ڈال بیٹھے ہیں، سنو! امر خلافت اہلبیت کا حق ہے، یہ دھینگا مشتی اور دھما چوکڑی اچھی نہیں ہے، ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے، اہل کو نااہل بناتے ہو اور نااہل کو سر چڑھاتے ہو، خدا کی قسم تم میں سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے بار بار فرمایا ہے۔ ان الامر بعدی لعلی ثم لابنی الحسن والحسین ثم الطاهرین من ذریتی کہ خلافت و امارت میرے بعد علیؑ کے لئے ہے پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر میری پاک ذریت اس کی مالک ہے۔ ارے تم لوگوں نے قول رسولؐ اور حکم خدا کو نظر انداز کر دیا فنسیتم ما عهد به الیکم، تم اس عہد و پیمان اور حکم و فرمان کو بھول گئے جو تم پر عائد کیا گیا تھا تم نے فنا ہو جانے والی دنیا کی اطاعت کر لی ہے اور آخرت کو بیچ ڈالا ہے جو باقی رہنے والی ہے اور جس میں جوان بوڑھے نہ ہوں گے اور جس کی نعمتیں زائل نہ ہوں گی جس کے رہنے والوں پر حزن و ملال طاری نہ ہوگا جس کے ساکنوں پر ملک الموت کا دسترس نہ ہوگا، ارے ایسی قیمتی چیز کو تم نے دنیائے فانی کے عوض فروخت کر ڈالا، یہ تو تم نے وہی کچھ کیا جو

Marfat.com

تم سے پہلے انبیاء کی امت کر چکی تھی، انہوں نے یہ کیا تھا کہ جب نبی فوت ہو گیا تو انہوں نے بیعت توڑ دی اور وہ "رجعت قہقری" کر گئے، انہوں نے معاہدے ختم کر دیئے اور احکام بدل دیئے اور دین کو مسخ کر دیا فساقتبوھم تم نے اُن سے مساوات کا پورا ثبوت دے دیا، فعما قلیل تذوقوت وبال امرکم و تجزون بما قدمت ایدیکم و ما اللہ بظلام للعبید" اے گروہ قریش تم بہت جلد اپنے کرتوت کا بدلہ پا جاؤ گے اور تمہیں اپنی بدکرداری کا نتیجہ مل جائے گا، وہ چیز تمہارے سامنے آجائے گی جو تم نے اپنے کردار سے بھیج دی ہے، یاد رکھو! جو کچھ ہوگا درست ہوگا، کیونکہ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ (ابوذر الغفاری ص۱۳۳ عربی)

اس عظیم الشان تقریر سے حضرت ابوذر کی ہمت مردانہ کا پتہ چلتا ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلو میں نہایت حساس دل رکھتے تھے، اور اُن میں جراُت و ہمت کا پورا جوہر موجود تھا۔

حضرت ابوذر کی یہ تقریر اُس موقع کی ہے جس موقع پر کوئی "چوں" نہیں کر سکتا تھا حکومت کی فوجیں اصحاب رسولؐ کا گلا گھونٹنے پر آمادہ تھیں، جس نے ذرا بھی انکار بیعت کی طرف اشارہ کیا اُس کا سر اڑانے کی فکر کی گئی، جس نے ذرا بیعت میں تامل کیا اُسے گلا گھونٹ کر مار دینے کا ارادہ کر لیا گیا، علی جیسے بہادر کے گلے میں رسی باندھ دی گئی اور سلمان جیسے صحابی کا گلا گھونٹ دیا گیا اور اُن کی اس طرح زدوکوب کی گئی کہ وہ اس صدمہ سے قبر تک متاذی رہے۔

بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی قسم کی تقریر حضرت ابوذر نے حادثہ سقیفہ کے وقت بھی فرمائی ہے، علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب حضرت عمر اور حضرت ابوبکر مسئلہ خلافت کو حل کرنے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ

Marfat.com

کی طرف جانے لگے تو حضرت ابوذر بھی ہمراہ ہو لئے، ابوذر کا منشاء یہ رہا ہوگا کہ وہاں کے حالات معلوم کریں چنانچہ سقیفہ میں پہنچے اور آپ نے تمام حالات کا بغور مطالعہ کیا اُن کی تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوذر نے اسی سلسلہ میں اپنے غم و غصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے، اُن کی تحریر کے ترجمہ کے عین الفاظ یہ ہیں۔

"ابوذر بڑبڑانے لگے کہ لوگ حضرت علیؑ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ علیؑ سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں، سب سے زیادہ انھوں نے ہی رسولؐ کی تصدیق کی ہے، آپ اُن کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں، یہ لوگ کسی دوسرے کے ہاتھ پر کیسے بیعت کرنا چاہتے ہیں (کتاب ابوذر الغفاری صفحہ ۹۲)

حضرت ابوذر کا حادثہ سقیفہ کی اطلاع حضرت علیؑ کو دینا

علامہ جودۃ السحار مصری حنفی نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوذر ہی نے حضرت علیؑ کو واقعہ سقیفہ کی اطلاع دی تھی، وہ لکھتے ہیں۔

"وفات رسولؐ کے بعد جب حضرت ابوبکر آئے تو حضرت عمر جلدی سے اُن کی طرف بڑھے اور کہا۔

کیا آپ کو علم نہیں کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔

ابوبکر اور عمر اور ابوعبیدہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے ابوذر بھی اُن کے پیچھے پیچھے گئے۔

ابوبکر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے، علیؑ عباس اور بعض بنوہاشم تجہیز و تکفین میں مشغول رہ گئے، حضرت عباس نے محسوس کیا کہ لوگ

Marfat.com

خلافت کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں، وہ حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔

"اپنا ہاتھ بڑھائیے، میں بیعت کرتا ہوں، لوگ کہیں گے کہ رسول اللہؐ کے چچا نے رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی کے ہاتھوں پر بیعت کر لی لہذا کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا، چچا کیا میرے علاوہ بھی کوئی خلافت کا امیدوار ہے؟

(عباس بن عبد المطلب) عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی حضرت علیؑ نے فرمایا

"کون ہے؟"

"ابوذر" نے کہا، میں ہوں ابوذر

"حضرت علیؑ" ابوذر کیا بات ہے؟

"ابوذر" لوگوں نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

"حضرت علیؑ" کیسے؟

ابوذر نے کہا۔

"انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کی بیعت کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ ابوبکر اور عمر اور ابوعبیدہ وہاں پہنچ گئے، ابوبکر انصاریوں میں خطبہ دینے لگے تو انصار بولے، ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے۔

حضرت ابوبکر نے کہا، اہل عرب نے سوائے قریشیوں کے کسی کو سردار نہیں دیکھا لہذا امیر ہم میں سے ہوگا اور وزیر تم میں سے

پھر حضرت عمر نے فرمایا

قسم بخدا، اہل عرب اس امر پر راضی نہیں ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں

جبکہ نبی تم ہی سے نہ تھا، ہاں عرب کی یہ عادت رہی ہے کہ جس خاندان میں نبی ہوتا ہے وہ اس کی اطاعت قبول کر لیتے ہیں، لہٰذا کوئی شخص اعتراض کرے گا تو ہمارے پاس اس کے خلاف دلیل موجود ہوگی۔

"بتاؤ ہم میں سے رسول اللہؐ کی سلطنت و امارت کو کون چھین سکتا ہے جبکہ ہم اُن کے ولی اور کنبے والے ہیں مگر یہ کوئی شخص باطل پرست گناہگار ہو یا یہ کہ ہلاکت میں پڑنے والا ہو۔"

پھر حضرت عمر پکارے، ابوبکر ہاتھ پھیلاؤ، ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا، اور حضرت عمر نے یہ کہتے ہوئے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

"اے ابوبکر کیا رسول اللہؐ نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ لوگوں کی امامت کرو، لہٰذا تم ہی خلیفۂ رسول ہو، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں جس سے رسول اللہؐ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔"

ابو عبیدہ نے بھی یہ کہتے ہوئے بیعت کی۔

"آپ مہاجرین میں سب سے افضل ہیں۔ یارِ غار ہیں اور نائبِ رسول اللہؐ ہیں تو آپ سے کون آگے ہو سکتا ہے۔ یا آپ کے سوا کون اس معاملہ کو سنبھال سکتا ہے۔"

یہ سن کر حضرت علیؑ کے پیر تلے سے زمین نکل گئی، آپ کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، آپ ہکا بکا حیران رہ گئے آپ کے گمان میں نہیں تھا کہ مسلمان نعشِ رسولؐ کو چھوڑ کر منصبِ خلافت کی طرف اس تیزی سے دوڑیں گے جس سرعت سے وہ دوڑے۔

Marfat.com

ابوذر خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے، علیؑ بھی سر جھکائے بیٹھے تھے، حضرت عباس اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، میں نے تم سے کہا تھا کہ (مجھ سے بیعت لے لو) مگر تم نے نہ مانا...۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، پھر اب کیا کریں۔

ابوذر نے کہا، میں مقداد، سلمان، عبادہ بن صامت، ابوالہیثم، حذیفہ اور عمار کو بلاتا ہوں۔ تاکہ ہم سب مل کر رائے قائم کریں۔

رات اپنی تاریکیاں پھیلاتی چلی آئی اور ہر چیز ڈھنپ گئی، حضرت علیؑ کے مددگار مسجد کے برابر کھلے میدان میں جمع ہوئے۔ تو ابوذر نے کہا۔

"حضرت علی سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں، لہذا مہاجرین سے مشورہ کرنا چاہیئے اور سقیفہ کی بیعت کو توڑ دینا چاہیئے"

ایک شخص بولا "کیسے"؟

ابوذر نے کہا۔

جو دلیل انہوں نے انصار کے مقابلہ میں استعمال کی، وہی دلیل ہم دیں گے کہ حضرت علیؑ رسول اللہؐ سے سب سے زیادہ قریب ہیں"

گفتگو ہوتی رہی، حتیٰ کہ یہ طے پایا کہ مہاجرین سے مشورہ کر لیا جائے۔

اگلے دن سورج طلوع ہوا تو ابوذر، اپنے گھر سے نکلے اور حضرت فاطمہؑ کے گھر کی طرف حضرت علیؑ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے، وہاں زبیر بن العوام عمار بن یاسر، مقداد بن اسود، اور سلمان جمع تھے، آپ اُن کے پاس بیٹھ گئے، خالد بن سعید بڑھے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے عرض کی

"قسم بخدا رسول اللہؐ کے مقام پر بیٹھنے کے لائق آپ کے سوا کوئی نہیں ہے"

حضرت ابوبکر و عمر کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہوئے ہیں تو حضرت عمر فوراً ایک جماعت لے کر حضرت فاطمہؑ کے گھر کی طرف گئے، اور

Marfat.com

حضرت علی اور آن کے ساتھیوں سے مطالبہ کیا کہ باہر نکل کر بیعت کرو جس طرح دوسرے لوگوں نے بیعت کی ہے۔

انہوں نے جواباً انکار کیا۔ (کتاب حضرت ابوذر غفاری ص ۹۲، ۹۶ مولفہ عبدالحمید حنفی مصری)

اس کے بعد وہی واقعہ درپیش ہوا جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں یعنی حضرت عمر نے ان لوگوں سے بیعت لینے کی سعی بلیغ کے سلسلہ میں حضرت فاطمہ کے گھر پہ آگ اور لکڑیاں جمع کر دیں اور ان لوگوں کے ساتھ پوری سختی کا مظاہرہ کیا لیکن ان حضرات نے بیعت نہ کی (تبصرۃ العوام علامہ علم الہدیٰ ص ۲۴۲)

علامہ عبدالحمید، جودۃ السحار مصری حنفی، مذکورہ بالا عبارت کے بعد لشکر اسامہ کا عہد حضرت ابوبکر میں ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"کیا رسول اللہ حضرت علی کے اسلام لانے پر خوش نہیں ہوئے تھے اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ اے اہل قریش یہ میرا خلیفہ ہے حالانکہ اس وقت آن کی عمر صرف ۱۴ سال کی تھی (ص ۱۰۱)

Marfat.com

باب ۱۵

حضرت ابوذر عہد حضرت ابوبکر میں

حضرت ابوذر اپنی عادت، فطرت، طبیعت اور فرمانِ رسولؐ کی وجہ سے اس امر سے مجبور تھے کہ حق گوئی سے زبان بند کر لیں اور خاموش زندگی بسر کریں، وہ برابر آلِ محمدؐ کی حمایت میں تقریریں کرتے پھرتے تھے، اگر کسی غلیظ الطبع نے آپ کی مزاحمت کی تو آپ نے اُسے جھڑک دیا، لوگوں نے دربارِ خلافت میں شکایات بھی کیں اور آپ کے درپئے آزار بھی ہوئے مگر آپ اپنے فطری طرزِ عمل سے باز نہ آئے، حضرت ابوبکر چونکہ طبیعت سے آگاہ تھے لہٰذا وہ بھی صرفِ نظر کرتے رہے وہ جانتے تھے کہ اگر ان پر دباؤ ڈالوں گا تو یہ یقیناً بے سود ہوگا، میرے دباؤ ڈالنے سے ابوذر جو بات کسی کسی وقت کہتے ہیں وہ ہر وقت کہیں گے اور ابھی چپکے چپکے بولتے ہیں، میری مزاحمت پر برسرِ عام بولیں گے، یہی ایک پالیسی تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوذر دربار مدینہ میں مقیم رہے، اُن کا کام عبادتِ خدا کے بعد حضرت رسول کریمؐ کے مزار مقدس کی مجاورت اور آلِ محمدؐ کی مدح سرائی تھا، بعض تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے آپ کو نرم پالیسی اختیار کرنے کی ہدایت کر دی تھی۔ (ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۸۳) میرے نزدیک آپ کے مدینہ میں قیام پذیر رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے پالیسی نرم کر دی ہو گی۔

دن گذرے، راتیں گذریں یہاں تک کہ ۱۳ھ آگیا اور حضرت ابوبکر بسترِ علالت پر لیٹے پڑ گئے، تاریخ ابن جریر طبری اور معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ انہوں نے وقتِ وفات نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ ارشاد کیا کہ کاش میں فاطمہؑ بنت رسولؐ کے مکان کو نہ کھولتا اگر وہ جنگ ہی کے قصد سے کیوں نہ بند کیا گیا ہوتا اور کاش بروز سقیفہ میں خود امر خلافت

Marfat.com

کو اختیار نہ کرتا بلکہ خلافت کا قلادہ، عمر یا ابو عبیدہ کے گلے میں ڈال دیتا۔

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا ولی عہد خلافت حضرت عمرؓ کو بنا دیا، ملل ونحل شہرستانی میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا تو لوگ چیخ اٹھے کہ "قد ولیت علینا فظاً غلیظاً" "تم نے ایک درشت خو سنگدل کو ہم پر حاکم کر دیا ہے۔"

تاریخ ابو الفداء میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ہجری کو بین المغرب والعشاء انتقال کیا اور اسی دن حضرت عمر کی بیعت کی گئی۔

میری نظر سے کسی تاریخ میں نہیں گزرا کہ حضرت ابوذرؓ نے حضرت ابوبکر کے کفن دفن اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی ہو، میرے نزدیک ان کا شریک نہ ہونا اسی تاثر کا نتیجہ تھا جس سے حضرت سیدہؑ اور حضرت علیؑ اور سلمان، مقداد، عمار وغیرہم متاثر تھے۔

حضرت ابوذرؓ کی شام کو روانگی

حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد فتوحات کا طوفان بڑھنے لگا،

حضرت ابوذر نے حالات حاضرہ کی روشنی میں ترک مدینہ کا عزم کیا اور فیصلہ فرما لیا کہ مجھے شام جا کر وہاں قیام کرنا اور ایام حیات گزارنا ہے، مسند احمد میں ہے کہ آپ نے قصد شام رسول کریمؐ کی ایک وصیت کی وجہ سے کیا تھا، وہ یہ تھی، "اذا بلغ البناء سلعاً فارتحل الی الشام" اے ابوذر جب کوہ سلع تک شہر کی آبادی بڑھ جائے تو تم مدینہ چھوڑ کر شام چلے جانا،

علامہ مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں "یہ فرمان کیوں دیا گیا تھا اس کی صحیح علت مجھے معلوم نہیں (حضرت ابوذر الغفاری ص ۱۹۱ طبع کراچی) لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول کریمؐ کو

Marfat.com

علم تھا کہ اتنی مدت میں جلتی ہیں کہ وہ سلع تک آبادی بڑھے، مدینہ میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے کہ ابوذر کا مدینہ سے ہجرت کرنا ضروری ہو جائے گا، اسی لیئے آپ نے فرمایا تھا کہ مدینہ سے شام چلے جانا۔

غرضیکہ حضرت ابوذر وصیت رسولؐ کی روشنی میں اپنے فیصلہ کے مطابق اپنی بیوی اور بچی سمیت شام کی طرف روانہ ہو گئے (حضرت ابوذر غفاری ص۱۷ طبع لاہور) اور وہاں پہنچ کر کھاوں کا ایک معمولی سا جھونپڑا ڈال دیا اور اسی میں زندگی گذارنے لگے (طبقات ابن سعد ج۴) علامہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں حضرت ابوذر، حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد شام چلے گئے اور وہاں رہنے لگے (ازالۃ الخفاء ج۱ ص۲۸۲)

حضرت ابوذر مسجد شام میں

حضرت ابوذرؓ اپنے معمول مدینہ کے مطابق شام میں بھی مسجد کو اپنی تبلیغ کا مرکز قرار دے لیا، آپ مسجد میں احادیث رسولؐ بیان فرمایا کرتے تھے، ایک دن آپ احادیث بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص بول اٹھا۔

"اے ابوذر، تم کوئی جاگیر کیوں نہیں لے لیتے جس طرح ابوہریرہ نے لے لی ہے کہ وہ بحرین کے بھی گورنر ہو گئے۔

حضرت ابوذر نے فرمایا

میں گورنر بن کر کیا کروں گا، مجھے ہر روز ایک گلاس دودھ یا پانی اور ہر ہفتہ چند سیر گیہوں کافی ہیں۔"

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حبیب بن مسلمہ حاکم شام کا آدمی، ابوذر کو پوچھتا ہوا مسجد میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ "میرے آقا نے تین سو دینار آپ کی ضروریات کے لیئے بھیجے ہیں۔

حضرت ابوذر نے کہا، واپس لے جا، اسے میرے سوا اور کوئی نہیں ملا ہے کہ

Marfat.com

لئے سر چھپانے کو سایہ، بکریوں کا گلہ اور ایک باندی کافی ہے۔

(حضرت ابوذر الغفاری ص۱۱ طبع لاہور)

شام میں حضرت ابوذر کا ایک موعظہ

علامہ جودۃ السحار مصری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے ایک دن اپنے وعظ میں فرمایا،

"بخدا مجھے اُن اصحاب پر تعجب ہے جو دنیا پر کتوں کی طرح گرتے ہیں اور سونے چاندی کو کوئی قیمت دیتے ہیں، جبکہ وہ رسول اللہ سے سن چکے ہیں، کہ آپ نے فرمایا، مجھے اس دنیا سے کیا غرض، میری اور دنیا کی مثال اُس سوار کی مانند ہے جو سخت گرمی کے دن سفر پہ جا رہا ہو، پھر ایک گھنٹے کے لئے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا، پھر اُسے چھوڑ چھاڑ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

حاضرین آپ کے ارشاد کو گوش دل سے سن رہے تھے اور آپ کے بیان سے محظوظ ہو رہے تھے، اتنے میں ایک شخص بولا،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں، لیکن آپ ان چیزوں کی مذمت فرماتے ہیں۔

حضرت ابوذر نے فرمایا۔

"بڑا تعجب اُس شخص پر ہے جو دار بقا کی تصدیق کرتا ہے اور دار فنا کے لئے کوشش کرتا ہے، ہمیں زینت دنیاوی سے کیا تعلق، کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا اچھے اور باقی رہنے والے اعمال صالحہ خدا کے نزدیک نہایت ثواب رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اگر بغور دیکھا جائے تو حضرت ابوذر کے یہ خیالات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، قرآن مجید، احادیث رسولؐ اور اقوال آئمہ، دنیا کی مذمت اور مال دنیا کی تحقیر میں بھرے پڑے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کے لئے بقا نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں ایک مشہور شعر پر تضمین کی ہے جو درج ذیل ہے۔

گلشن دنیا پہ کیوں نازاں ہے تو اے بے خبر — یہ مسافر کی سرا ہے رہرو کی رہگذر

اس کے باشندوں کو لازم ہے فنا المختصر — یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور

اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

شام میں حضرت عمر کی حضرت ابوذر سے ایک ملاقات

حضرت ابوذر حق کے بارے میں نہایت سخت تھے وہ اس سلسلہ میں نہ کسی کی بدمزاجی کی پرواہ کرتے تھے نہ کسی کی حکومت و جبروت سے ڈرتے تھے،

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوذرؓ کے شام چلے جانے کے بعد کسی ضرورت سے خود شام گئے تو انہوں نے حضرت ابوذر سے ملاقات کی، حضرت ابوذر نے حضرت رسول کریمؐ کی ایک حدیث سنا دی۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو کوئی کسی شخص کا والی بنایا جائے گا تو قیامت کے دن اسے جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا اگر نیک ہوگا تو نجات پا جائے گا اور اگر برا ہوگا تو پل پھٹ کر گر جائے گا، اور وہ شخص جہنم میں گر کر ستر سال تک دھنستا چلا جائے گا (حضرت ابوذر ص ۱۱۲)

حضرت بلال کی آواز اذان پر حضرت ابوذر کا گریہ

حضرت ابوذر کے

دل میں چونکہ آنحضرتؐ کی محبت حد سے زیادہ تھی، لہذا آپ کی وفات کے بعد بھی اکثر محبت

Marfat.com

کروٹ لے لیتی تھی اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ جاری ہوجایا کرتا تھا قیام شام کے دوران میں ایک دن لوگوں نے حضرت بلال کو اذان کے لیے مجبور کیا حضرت بلال نے فرمایا کہ آنحضرت کے بعد سے میں نے اذان کہنا ترک کر دیا ہے، اب نہ میں اذان کہہ سکتا ہوں اور نہ میرا دل اسے برداشت کر سکتا ہے۔ حضرت بلال کے اس کہنے پر انہیں سمجھایا بجھایا گیا اور بڑی مشکلوں سے انہیں اذان کہنے پر راضی کر لیا گیا۔

"بلال اذان کے لیے کھڑے ہوئے اور اپنی قوی، شوخ آگیں آواز سے اذان کہنا شروع کی جو اکثر زمانۂ رسالت میں مدینہ کی گلیوں میں گونجتی تھی۔ حضرت ابوذر نے گردن جھکالی، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ان کے خیالات انہیں مدینہ لے گئے لہذا آپ نے اپنی خیالی آنکھوں سے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ اصحاب ارد گرد جمع ہیں تو یاد نے گھیر لیا آپ چیخ مار کر رونے لگے آپ کی آنکھوں سے) آنسو بہنے لگے (صہ۱۱۳)

حضرت ابوذر تقریباً دس سال مدینہ سے باہر شام میں زندگی کے ایام گذارتے رہے جب آپ کو حضرت عمرؓ کے قتل ہو جانے کی اطلاع ملی تو آپ بارادہ مدینہ روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے ہو

Marfat.com

باب ۱۸

حضرت ابوذرؓ عہد حضرت عثمانؓ میں

مقسوم نظر تھا حق و باطل کا تماشہ
ہم دیکھ رہے ہیں تیری محفل کا تماشہ
(سہیل بلگرامی)

علامہ ابوالفداء اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ۲۳ھ میں ۲۷ ذی الحجہ کو ایک شخص نے جس کا نام، ابولولو فیروز تھا، حضرت عمر کو زخمی کیا،

تاریخ کامل میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو قبیلہ بنی حارث کا ایک طبیب بلایا گیا اُس نے حضرت عمر کو نبیذ پلائی جو بجنسہ خارج ہو گئی، پھر دودھ پلایا وہ بھی اُسی طرح خارج ہو گیا، یہ دیکھ کر طبیب نے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ کو جو وصیت کرنا ہو کیجئے

کنزالعمال میں ابومجلز سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں سے دریافت کیا، کہ میرے بعد تم کس کو خلیفہ کرنا چاہتے ہو، ایک شخص نے کہا، زبیر بن العوام کو، حضرت عمر بولے کہ تو کیا ایسے آدمی کو خلیفہ کروگے جو ایک بخیل اور بداخلاق ہے، پھر دوسرے شخص نے کہ ہم طلحہ کو خلیفہ کریں گے، حضرت عمر نے فرمایا، ایسے آدمی کو کیا خلیفہ کروگے کہ جس نے رسول اللہ کی عطا کی ہوئی زمین کو ایک یہودیہ کے یہاں رہن کردیا، یہ سن کر ایک تیسرے شخص نے کہا کہ ہم علیؑ کو خلیفہ بنالیں گے، حضرت عمر نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے میری جان کی تم علیؑ کو خلیفہ نہ کروگے اور بخدا اگر علیؑ کو خلیفہ کروگے تو چاہے تم ناخوش ہی کیوں نہ ہو، وہ تم کو امر حق پر قائم کئے بغیر نہ رہیں گے، یہ سن کر ولید بن عقبہ بولا کہ

سمجھ گیا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا، حضرت عمر اٹھ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے پوچھا کون ولید نے کہا عثمان، حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ حضرت عمر سے (جب وہ اچھے تھے) پوچھا گیا کہ آپ کے بعد کون شخص آپ کا خلیفہ ہوگا، انہوں نے کہا کہ "عثمان بن عفان"

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر کا وقت موت قریب ہوا تو انہوں نے امر امامت کو عثمانؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص میں منحصر کیا اور کہا کہ امر خلافت ان چھ شخصوں سے خارج نہ ہو۔

تاریخ کامل میں ہے کہ پھر حضرت عمر نے صہیب سے ارشاد کیا کہ تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے اور ان چھ آدمیوں کو (جن میں امر امامت منحصر کیا گیا ہے) ایک مکان میں داخل کر کے اُن کے سروں پر کھڑا ہو۔ پس اگر اُن میں سے پانچ آدمی باہم اتفاق کریں اور ایک شخص اختلاف کرے تو اُس کا سر اڑا دے اور اگر چار شخص متفق ہوں اور دو آدمی انکار کریں تو اُن دونوں کے سر کاٹ دے اور اگر تین آدمی ایک رائے پر ہوں اور تین ایک رائے پر تو فیصلہ کے لئے عبداللہ ابن عمر کو حکم قرار دے اور اگر یہ لوگ عبداللہ بن عمر کا حکم ہونا منظور نہ کریں تو جس گروہ میں عبدالرحمٰن ہوں اُس کو اختیار کر کے باقی اشخاص کو قتل کر۔

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ سلخ ذی الحجہ روز شنبہ کو حضرت عمر نے رحلت فرمائی۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ (جب بعد وفات حضرت عمر اُن کی ہدایت کے موافق کمیٹی شوریٰ بر مکان فاطمہ خواہر اشعث بن قیس (تاریخ اعثم ص۱۱۲) منعقد ہوئی تو) ممبروں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو اختیار دیا کہ وہ جس شخص کو چاہیں خلیفہ منتخب کریں۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر تین بار پوچھا کہ اگر ہم تم کو ولی امر اور امام قرار دیں، تو تم کتاب خدا اور سنت رسولؐ اور سیرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر عمل کرو گے؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ قرآن و سنت پر تو عمل کروں گا لیکن (بجائے سیرت

Marfat.com

شیخین کے) اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر عبد الرحمٰن نے تین مرتبہ حضرت عثمان سے پوچھا کہ اگر ہم تم کو امام مقرر کریں تو تم کتاب اللہ اور سنت الرسولؐ اور سیرت شیخین پر عمل کروگے؟

حضرت عثمان نے کہا کہ "ہاں ضرور عمل کروں گا" پس عبد الرحمٰن ابن عوف نے تین بار پوچھنے کے بعد حضرت عثمان کی بیعت کی، اُن کے بعد اور لوگوں نے۔

تاریخ کامل اور تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت کی گئی تو حضرت علی نے معاملہ بیعت کا طرز عمل دیکھ کر فرمایا کہ آج یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم لوگوں نے مل کر غلبہ حاصل کیا۔ خیر صبر بہتر ہے۔ اے عبد الرحمٰن، خدا کی قسم تم نے عثمان کی بیعت اس لئے کی ہے کہ امر خلافت تمہاری جانب پھر جائے، عبد الرحمٰن ابن عوف بولے اے علیؑ تم اس کا کچھ خیال نہ کرو، پس حضرت علیؑ یہ فرماتے ہوئے "بیبلغ الکتاب اجلہ" اُس مکان سے باہر نکلے۔ حضرت مقداد نے کہا اے عبد الرحمٰن تم نے علیؑ کو ترک کیا حالانکہ واللہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حق کے ساتھ حکم اور عدل کرتے ہیں۔

تاریخ کامل اور تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ بعد ازاں مقداد نے کہا کہ میں نے ایسا برتاؤ نہیں دیکھا جیسا اہل بیت نبوت کے ساتھ اُن کے نبیؐ کے بعد کیا گیا۔ مجھے تعجب ہے کہ قریش نے ایک ایسے شخص کو ترک کیا جس سے بڑھ کر نہ میں کسی کو اعلم جانتا ہوں، نہ اقضیٰ بالعدل کہہ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر میں ناصر و مددگار پاتا۔ مقداد ابھی اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ عبد الرحمٰن نے کہا کہ اے مقداد خدا سے ڈرو، مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر فتنہ برپا نہ ہو۔

مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ عمار نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے گروہ قریش جبکہ تم امر خلافت کو اپنے نبی کے اہلبیت سے پھیر کر کبھی یہاں لے گئے، کبھی وہاں تو ہم کو اس بات سے بھی بے خوف نہ ہونا چاہیئے کہ خدا اس امر کو تم سے لے کر تمہارے

Marfat.com

غیر کو دے دے، جیسا کہ تم نے اُس کو اس کے اہل سے لے کر اُس کے غیر اہل کو دے دیا ہے
پھر مقداد نے کھڑے ہو کر کہا کہ رسول مقبولؐ کے بعد جیسی ایذا اہلبیت رسالتؑ کو پہنچائی گئی ہے
ایسی تو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے مقداد تم یہ کیا کہہ رہے ہو، مقداد
بولے۔ کیوں نہ کہوں؟ کہ میں اہلبیت رسالتؑ کو حُبّ رسول کی وجہ سے دوست رکھتا ہوں
اور بے شک حق انہیں کے ساتھ اور انہیں میں ہے۔ اے عبدالرحمٰن میں تعجب کرتا ہوں
قریش سے جنہیں تم غلبہ دلانے کی کوشش کرتے ہو اور جو اس بات پر مجتمع ہوئے ہیں کہ
رسولؐ کی محبت اور عظمت کو آنحضرتؐ کے بعد اُن کے اہلبیت سے چھین لیں۔ اے
عبدالرحمٰن آگاہ ہو کہ اگر میں انصار و مددگار پاتا تو خدا کی قسم قریش کے ساتھ اُسی طرح قتال
کرتا کہ جس طرح میں نے جنگ بدر میں کی ہے

تاریخ ابن جریر میں ہے کہ عمار یاسرؓ نے کہا کہ ایہا الناس، خدائے عزوجل نے اپنے دین
کے ساتھ ہم کو عزت دی اور اپنے نبیؐ کے سبب سے ہم کو بزرگی عطا فرمائی، تم امر خلافت
کو اپنے نبیؐ کے اہلبیت سے کہاں پھیر رہے ہو۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان کی بیعت کر
چکے اور حضار مجلس نے اس باب میں اُن کی موافقت کی تو حضرت علیؑ نے تعلل اور تامل فرما
کر ارشاد کیا۔ ایہا الناس، میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اصحاب رسولؐ میں میرے
سوا کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کو آنحضرتؐ نے موقع مواخات پر اپنا بھائی قرار دے کر
اُس سے کہا ہو کہ تم میرے بھائی ہو دنیا اور آخرت میں؛ حضار مجلس بولے کوئی نہیں، حضرت
علیؑ نے فرمایا کہ کیا میرے سوا کوئی تم میں ایسا ہے جس کی شان میں رسول مقبولؐ نے
فرمایا ہو کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا مولا یہ بھی ہے؛ سب نے کہا ہرگز نہیں۔ حضرت علیؑ نے
کہا کہ کیا میرے سوا کوئی تم میں ایسا ہے جس سے پیغمبر خدا نے فرمایا ہو کہ تم میرے لئے اُسی
منزلت پر ہو جس منزلت پر موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے۔ حضار نے کہا نہیں۔ حضرت علیؑ نے

Marfat.com

کہا کہ کیا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جس کو جناب رسالتمآبؐ نے تبلیغ سورہ برأت پر مقرر و متعین فرما کر یہ ارشاد کیا ہو کہ امر رسالت کو سوا میرے یا ایسے شخص کے جو میری عترت سے ہو ادا نہیں کر سکتا۔ سب بولے کوئی نہیں۔

حضرت نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ سید بشر اور شفیع روز محشر نے اکثر مرتبوں میں جملہ مہاجرین و انصار پر مجھے امیر کر کے بھیجا اور اُن کو میری اطاعت و متابعت کا حکم دیا اور مجھ پر کبھی کسی کو امیر نہیں کیا۔ حاضرین بولے کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ تم واقف ہو کہ سید المرسلین و منبع علم اولین و آخرین نے میرے علم کے اعلام کو بلند فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" سب نے کہا کہ ہاں ہم جانتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ اصحاب رسولؐ نے اکثر آنحضرت کو میدان جنگ کے خطرناک مقام میں درمیان اعدا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی ہے مگر میں نے کبھی کسی خوفناک معرکے میں آنحضرتؐ سے تخلف نہیں کیا اور اپنی جان کو آنحضرتؐ کی جان عزیز و جسم مقدس پر فدا کرنے کے لئے موجود رہا۔ سب نے کہا کہ "در حقیقت ایسا ہی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ تم جانتے ہو کہ جس نے سب سے پہلے دائرہ ایمان و اسلام میں قدم رکھا میں ہوں، لوگوں نے کہا کہ ہاں، ہم جانتے ہیں۔

پھر حضرت علیؑ نے پوچھا کہ ہم سب میں کون شخص از روئے نسب، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تر ہے؟ سب نے متفق اللفظ عرض کیا، کہ بے شک رسولؐ کے ساتھ تمہارا مرتبۂ اقربیت و قرابت ہر طرح ثابت و مسلم و راسخ و محکم ہے حضرت علی یہ تقریر کر رہے تھے کہ عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ اے ابوالحسن جن فضائل کو تم نے گنایا اور بیان کیا اُن کے اقرار و اعتراف سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، مگر چونکہ اب اکثر لوگوں نے عثمان کی بیعت کر لی ہے لہذا متوقع ہوں کہ تم بھی اُن سب کے ساتھ موافقت کرو گے، حضرت نے جواب دیا کہ

Marfat.com

"واللہ تم خوب جانتے ہو کہ مستحق خلافت کون شخص ہے لیکن افسوس ہے کہ جان بوجھ کر اس سے اعراض کرتے ہو۔"

تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ پھر حضرت علیؑ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی، اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ علیکم رقیبا یعنی اس خدا سے ڈرو جس کے ذریعہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو نیز خوف کرو قطع رحم سے بے شک خدا تمہارے افعال کا نگران ہے۔ واقعہ انتخاب حضرت عثمان کی بحث کتاب عقد الفرید ج ۳ ص ۷۵ طبع مصر و شرح مقاصد تفتازانی ص ۲۹۶ میں بھی ہے۔

مورخ محمد بن علی ابن اعثم کوفی اپنی تاریخ مصنفہ ۲۰۴ھ میں لکھتے ہیں کہ "اس کے بعد حضرت علیؑ بن ابی طالب نے فرمایا۔

"اے عزیزو! تمہیں معلوم ہے کہ ہم اہلبیت نبوت ہیں اور ہر ایک بلا و مصیبت سے امت کے بچاؤ کا ذریعہ ہیں اگر تم ہمارا حق نہیں پہنچاؤ گے تو حق اپنے مرکز پر پہنچ جائے گا اور اگر ہمارا حق ہمیں نہ دو گے تو ہم اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر جہاں مناسب سمجھیں گے چلے جائیں گے، اگرچہ کتنا ہی زمانہ گذرے ہمیں پرواہ نہیں جب ہمارا مقررہ وقت آپہنچے گا چلے آئیں گے خدائے جلیل کی قسم اگر محمدؐ ہم سے عہد نہ لیتے اور ہم کو اس امر سے اطلاع نہ کر چکے ہوتے تو میں اپنا حق کبھی نہ چھوڑتا اور کسی شخص کو اپنا حق نہ لینے دیتا، اپنے حق کے حاصل کرنے کے لئے اس قدر کوشش بلیغ کرتا کہ حصول مطلب میں معرض ہلاکت میں پڑنے کا کچھ بھی خیال نہ کرتا (ص ۱۱۳)

اس بیان سے حضرت کے تلوار نہ اٹھانے کی وجہ واضح ہے (مؤلف)

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ حضرت عثمان کی بیعت خلافت ۱۲ محرم الحرام ۲۴ھ کو ہوئی۔

Marfat.com

حضرت ابوذر کی شام سے مدینہ کی طرف روانگی

علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"شام میں اطلاع پہنچی کہ ابو لؤلؤ جو ایک کوفی غلام تھا اور مدینہ گیا تھا، اُس نے نماز پڑھتے ہوئے حضرت عمر کو شہید کر دیا اور یہ کہ حضرت عمر نے معاملہ، شوریٰ کے سپرد کر دیا ہے کہ علی، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر اور طلحہ میں سے کسی کو خلیفہ چن لیا جائے تو ابوذر نے اپنے دل میں کہا۔

بخدا سوائے علیؑ کے کون مستحق خلافت ہو سکتا ہے، لہذا ابوذر نے یہ ارادہ کر لیا کہ مدینہ جا کر رہیں تاکہ اپنے دوست کی قربت رہے جس طرح کہ وہ نبی حبیبؐ کے ساتھ رہے۔

ابوذر اپنی بیوی اور بچی کو لے کر یثربی قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے، سارے راستے سوچتے چلے گئے کہ

"علیؑ خوب عدل و انصاف کریں گے، لہذا اُن کا دل مطمئن ہو گیا، اور وہ خوش ہو گئے۔"

ابوذر حیران رہ گئے

راستے میں ایک دوسرا قافلہ یثرب سے آتے ہوئے ملا معلوم ہوا کہ عثمان بن عفان خلیفہ چن لیے گئے۔

"ابوذر نے سر جھکا لیا، رنجیدہ ہو گئے اور بڑبڑانے لگے۔"

قافلہ چلتے چلتے یثرب پہنچ گیا۔

ابوذر حضرت علی کے پاس گئے۔ سلام کیا اور بیٹھ گئے،

دوران گفتگو میں عثمان کے انتخاب اور حضرت علیؑ کے منتخب نہ ہونے کی وجہ معلوم ہوئی (حضرت ابوذر غفاری ص۱۲۰)

حضرت ابوذر کو یقین کامل تھا کہ حضرت علیؑ ہی خلیفہ منتخب ہوں گے، اور اب عدل و انصاف کا ڈنکا بجے گا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کا انتخاب عمل میں نہیں آیا تو آپ حیران رہ گئے، اور آپ کی امیدوں پہ پانی پھر گیا ۔

———(ح)———

Marfat.com

باب ۱۹

استقرارِ خلافت کے بعد —

حضرت عثمانؓ کا رویہ طرزِ عمل اور طریقۂ حکمرانی

(اقرباء پرستی)

حضرت ابوذرؓ کی نکتہ چینی

حضرت عثمان استقرارِ خلافت کے بعد تھوڑے عرصہ تک تو حکمرانی کے صحیح راستے پر چلتے رہے لیکن قدرے زمانہ گذرتے ہی وہ انصاف سے بھٹک کر الٹی سیدھی راہ چلنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب رسولؐ میں اضطراب پیدا ہو گیا۔

مورخ اسلام علامہ ابو محمد احمد بن اعثم کوفی جو تیسری صدی ہجری کا مورخ ہے بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے جو کچھ عثمان کے حق میں کہا ہے اور اُن کے جن جن اقوال و افعال ناپسندیدہ کو گوارا کیا، میں نے معتبر راویوں سے اُن کو مختلف پیرایوں اور جدا گانہ الفاظ میں سنا ہے مگر اس وجہ سے کہ مطالب یکساں ہیں میں نے اُن کی عبارتوں کو اختلافات لغات کے ساتھ ایک ہی عبارت میں فراہم کر دیا ہے، راویوں کا کہنا ہے کہ عثمان نے خلیفہ ہو کر خلیفہ عمر کے عمال کو چند ہی روز اُن کی خدمتوں پر قائم رکھا بعدہٗ اُن کو معزول کر کے تمام علاقے بنی امیہ کو جو اُن کے چچا کی اولاد اور اپنے عزیز تھے دیدیئے، عبداللہ بن عامر کرب بن

Marfat.com

کو بصرہ میں، ولید بن عقبہ ابن ابی معیط کو کوفہ میں مامور کیا، معاویہ بن ابی سفیان کو امیر شام برقرار رکھا، عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو مصر میں، عمرو بن عاص کو فلسطین میں مقرر کیا، خراسان، سجستان، فارس، کرمان، مصر، شام اور جزائر عراق کے فتوحات کے بعد متواتر بے انتہا مال غنیمت، خدمت خلیفہ میں پہنچتا رہا، خلیفہ عثمان بھی اچھے برتاؤ کرتے رہے، طریق عدل و انصاف پر نظر رکھی، مگر جب مال و زر اور سامان غنیمت بکثرت فراہم ہو گیا تو خلیفہ کی عادت بدل گئی، تمام ممالک پر بنی امیہ کو متصرف —— —— اور تمام شہروں کو اپنے ہی عزیزوں اور رشتہ داروں کے لئے مخصوص کر دیا، بیت المال کے روپیہ میں سے انہیں کو زر کثیر بخشنا شروع کیا، عبداللہ بن خالد بن اسد بن ابی عاص ابن امیہ کو جو شامل حال نہ تھا حاضر ہوتے ہی ایک لاکھ دینار حوالہ کر دیئے، حکم بن عاص کو بھی ایک لاکھ دینار دیدیئے اور اسی قدر اس کے بیٹے حارث بن حکم کو دے دیئے، لوگوں کو یہ امر بہت ناپسند ہوا، عبدالرحمن بن عوف سے شکایت کی اور کہا کہ اس کا وبال تیری گردن پر پڑے گا تیرے ہی سبب سے ہمیں یہ نقصانات پہنچ رہے ہیں، جس دن تو نے اُسے خلیفہ قرار دیا تھا تو ہم نے ان بری رسموں اور عادتوں کے لئے اُس کی بیعت اور اطاعت کا اقرار نہیں کیا تھا، اب بتا کیا کرنا چاہیئے عبدالرحمن نے کہا، جو باتیں تم بیان کرتے ہو مجھے اب تک اُن کی اطلاع نہیں ہوئی، دوسرے دن حضرت علیؑ بن ابی طالب عبدالرحمن سے ملے اور کہا اس طرح کی کاروائیاں تجھے پسند ہیں؟ عبدالرحمن نے کہا مجھے معلوم نہیں اگر یہ باتیں سچی ہیں اور عثمان کا طور طریقہ اسی قسم کا ہو گیا ہے تو تم بھی تلوار پکڑ لو، اور میں بھی تلوار کھینچتا ہوں، لوگوں نے عثمان سے بھی یہ خبر جا کہی وہ بڑے غضبناک ہوئے اور کہا "عبدالرحمن منافق ہے" اور اُس کے نزدیک میرے خون سے ہاتھ رنگنا تو سخت کام نہیں، عبدالرحمن نے بھی یہ کلمات سن پائے، بہت بگڑے، اور کہا، تو ابھی گمان نہ تھا کہ عثمان کسی وقت بھی مجھے منافق

Marfat.com

بتائے گا۔ پھر قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا، عثمان سے نہ بولوں گا۔ اب یہ تمام حالات مشہور ہوگئے اور ہر شخص عثمان کی نسبت سختی کرنے لگا۔

عثمان کو بھی خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ ایک دن حکم دیا کہ مسلمان مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں۔ جب سب فراہم ہو گئے، امیر عثمان نے منبر پر جا کر باری تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرکے حضرت محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد کہا۔

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہو تاکہ تمہاری نعمتیں اور ثروتیں ترقی کرتی رہیں۔ ہر وقت اسے یاد کرتے اور اس کا نام لیتے رہو اور اس کے حقوق کو یاد رکھو تم مسلمان ہو اور کتاب الٰہی جس میں جملہ امور درج ہیں تمہارے پاس موجود ہے۔

آگاہ ہو کہ حکم الٰہی یہی ہے کہ صاحب حکومت کی فرمانبرداری کرتے رہو۔ خدا سے ڈرو، اس کے حکموں کو مانو مخالفتوں اور گناہوں کا رشتہ چھوڑ دو۔

مطلع رہو کہ رسولؐ خدا کی جگہ پانا اور خلافت کا بندوبست کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ نیز خلافت کا مرتبہ اس حد سے کہ تم خیال کرتے اور سمجھتے ہو بہت زیادہ ہے اللہ تعالیٰ نے دلیلوں اور امیروں کو اسی لیے حکومت عطا کی ہے کہ عاجزوں اور زبردست لوگوں کے فیصلے کرتے رہیں اور طاقت ور کو کمزور پر ظلم و زیادتی نہ کرنے دیں۔

تم میں بہت سے ایسے شخص ہیں جنہوں نے عہد مبارک حضرت محمد مصطفیٰ صلعم دیکھا ہے، آپ کی متبرک باتیں سنی ہیں، ان کے طریقوں کو ملاحظہ کیا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی کتاب تمہارے ہاتھ میں ہے، تمام اوامر و نواہی اور حلال و حرام امور کو اس میں پڑھ چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر حجت تمام کر دی ہے کہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص نعمتوں کا شکرگذار ہوگا اس کی نعمتوں کو ترقی کرامت فرمائے گا۔ نیکوں کے لیے ثواب اور بدکاروں کے واسطے عذاب کا بدلہ ظاہر ہے۔ تم نے عجمی بادشاہوں کی شان و شوکت اور عظمت و قوت کا حال سن ہی رکھا ہے۔ ان کی طاقت ہم سے

Marfat.com

بہت زیادہ تھی، اور جمعیت کثیر۔ اُن کے شہر بڑے وسیع تھے اور عیش و راحت بے انتہا تھی۔ اس سبب سے کہ خدا کے حکم نہ مانا۔ دنیا کو آخرت کے عوض اختیار کیا، فتنہ و فساد پر مائل ہو گئے اور اُس کی نعمتوں کی شکر گذاری چھوڑ دی، اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر زوال ڈال دیا۔ ان کے تمام شہر مکانات اور چراگاہ تمہارے حوالے کر دیئے، اُن کی نعمتیں تم کو بخش دیں، اگر تم اُن نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہو گے تمہارے واسطے قائم رہیں گی نہیں تو گناہوں اور نافرمانیوں سے اُن میں نقصان عائد ہو گا اور آخر کار زوال آ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت رسول عطا کی ہے، آج میں اُس کے لائق و سزاوار ہوں، میں نے اس امر کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور اس اہم اور خطرناک خدمت کو انجام دے رہا ہوں، جس خدا نے مجھے خلافت دی ہے وہی اپنی تقدیرات کے مطابق مجھے توفیق عطا کرتا ہے اور میں نے بھی اس کلمہ کو "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ" یعنی تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے رعیت کی نسبت سوال کیا جائے گا کے رو کو پہچانتا اور حقیقت حال کو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو امیر بنایا ہے اُسے بہت بڑی امانت سپرد کی گئی ہے اور رعیت کے ہر امر کی نسبت اُس کے نگہبان سے جواب طلب کیا جائیگا اور ذرہ ذرہ بھر کا حساب لیا جائے گا، لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تم میں بعض آدمی میرے خرچ کردہ مال پر اعتراض کرتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کہ اگر عثمان یہ روپیہ بچا رکھتا اور اُن کی اولاد کو دیتا تو بہت اچھا ہوتا، از روئے سلطنت بھی ٹھیک ہوتا اور درگاہ باری میں بھی مقبول ہوتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں اور بعد ازیں ایسا ہی کروں گا۔ ہر شہر میں ایک معتبر آدمی بھیجوں گا کہ جس قدر روپیہ بہم پہنچے، خرچ کردہ اور اُن کی اولاد کو دیا جائے اور جس قدر زائد بچے اُسے جمع رکھیں کہ کسی مشکل وقت پر کام آئے۔

انشاء اللہ تعالیٰ میں بوڑھوں، فقیروں، یتیموں اور بیوہ عورتوں کے حقوق اُن کو پہنچاتا رہوں گا اور خالی اوقات میں امور درپیش آمدہ کے متعلق تم سے مشورہ لے کر

Marfat.com

عمل درآمد کروں گا، تم میرے پاس آؤ، مصلحتوں اور کاموں کے متعلق گفتگو کرتے رہو، جو کچھ مناسب اور بہتر معلوم ہو بیان کرو، میں تم سب کی رضامندی اور مصلحتِ وقت کو دیکھ کر اس کام کو سرانجام دینے والا ہوں گا، میرے دروازے پر کوئی دربان یا پہرہ دار نہیں جو شخص جس وقت چاہے آئے اور جو کچھ کہنا ہو، کہے، والسلام۔

تمام مسلمان عثمان کی باتیں سن کر خوش ہو گئے اور تعریفیں کرتے دعائیں دیتے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ عثمان نے بھی عدل و انصاف کا طریقہ اختیار کیا، سپاہیوں اور رعیت میں مساوات اختیار کی، خاص و عام پر مہربانی کا برتاؤ شروع کیا، فقیروں، یتیموں کا خیال رکھا، اسی طرح ایک سال تک گذر گیا۔

اب پھر عادتیں تبدیل ہوئیں اور وہ امور اختیار کئے جو طریقۂ سنت اور نیکی کے خلاف تھے، اصحاب رسول خدا کو سخت ناگوار گذرا۔ انجمن فراہم کر کے مشورہ کیا کہ خلیفہ کے پاس چلیں اور اُس کی شروع خلافت سے اس وقت تک جس قدر امور خلاف شرع واقع ہوئے ہیں اُن کو لکھ کر پیش کریں، کیونکہ زبانی کہنے میں ممکن ہے کہ بعض باتیں یاد نہ رہیں یا یاد بھی ہوں تو کہی نہ جائیں، اس لئے مناسب ہے کہ سب باتیں تحریر کر لی جائیں۔ پھر قلم اُٹھا کر عثمان کے مسند نشین خلافت ہونے کے وقت سے تاوقت تحریر جو جو امور خلافِ شرع نبوی ظہور میں آئے تھے، لکھ لئے، اور چاہا کہ سب ساتھ چلیں اور یہ نوشتہ اُسے دیں۔

اس کے بعد حضرت عمار یاسر سے ملے اور کہا کہ ہم نے عثمان کے لئے ایسا کچھ لکھا ہے کیا یہ تحریر تم اُسے دے سکتے ہو؟ حضرت عمار نے کہا ہاں دے سکتا ہوں۔ پھر وہ نوشتہ لے کر عثمان کے دروازے پر پہنچے۔ اُس وقت خلیفہ گھر سے باہر آ رہے تھے حضرت عمار کو دروازے پر نوشتہ لئے ہوئے دیکھا، پوچھا۔ اے ابوالیقظان، کیا مجھ سے کچھ کام ہے عمار نے جواب دیا، میرا ذاتی کوئی کام نہیں ہے اصحاب رسول خدا نے جمع کر کے تمہارے

واسطے اُن امور کی فہرست تیار کی ہے جو تم نے خلاف شرع اختیار کئے ہیں تاکہ تم اُن کا جواب دو۔

خلیفہ عثمان نے غصہ ہو کر نوشتہ لیا اور چند سطریں پڑھیں اور ہاتھ سے پھینک دیا۔ حضرت عمار نے کہا یہ نوشتہ اصحاب رسول خدا نے تحریر کیا ہے، ہاتھ سے نہ پھینکئے، بلکہ اچھی طرح پڑھ کر جو کچھ تحریر ہے اُس پر عمل کیجئے۔ میں یہ باتیں آپ کی بہتری کے لیئے کہتا ہوں۔

عثمان نے کہا "اے سمیہ کے بیٹے تو جھوٹ بولتا ہے، انہوں نے کہا: اس میں شک نہیں کہ میں سمیہ اور یاسر کا بیٹا ہوں۔

خلیفہ کو زیادہ غصہ آیا، اپنے غلاموں کو حکم دے کر حضرت عمار صحابی رسولؐ کو اس قدر پٹوایا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ پھر آپ خود بڑھ کر کئی لاتیں اُن کے پیٹ اور خصیوں پر ماریں، حضرت عمار علیہ الرحمۃ کو غش آگیا اور عارضہ فتق لاحق ہو گیا اور صدمہ پہنچا، بنی مخزوم کے لوگ جو حضرت عمار کے رشتہ دار اور حلیف کی اولاد تھے، خبر پا کر ہاشم بن ولید بن مغیرہ کے ہمراہ آئے اور حضرت عمار کو اٹھا لے گئے، گھر پہنچا کر بستر پہ لٹا دیا، حضرت عمار کو ہنوز غشی لاحق تھی کہ جملہ حضرات نے قسم کھائی کہ اگر عمار اس صدمہ سے مر گئے تو ہم عثمان کو قتل کر دیں گے، اسی غشی میں حضرت عمار یاسر کی نماز ہائے پیشین و شام قضا ہو گئیں، بوقت شب ہوش آیا تو حضرت عمار نے اٹھ کر وضو کیا اور قضا نمازیں ادا کیں۔

عثمان کی جن باتوں سے صحابہ رسولؐ نے ناراض ہو کر بیعت سے انکار کیا انہیں میں حضرت عمار یاسر کا یہ معاملہ بھی داخل ہے (تاریخ اعثم کوفی ص۱۳۰-۱۲۸) ناظرین کرام یہ تو صرف ایک واقعہ ہے جسے آپ نے بحوالہ مورخ اعثم پڑھا، تواریخ میں تو آپ کی حرکات کا گنجینہ موجود ہے، ہم مثال کے طور پر چند مستند اور معتبر کتب کی عبارتوں کا ترجمہ تحریر کرتے ہیں جن سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے اپنے ایام حیات میں عہدہ خلافت سنبھالنے کے بعد

Marfat.com

کیا کیا کارنامے کئے ہیں اور عوام اور اصحاب رسولؐ کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا ہے ۔

تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ حضرت عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے نماز جمعہ کے لیے اذان اول کی زیادتی فرمائی ۔کتاب الوسائل فی معرفتہ الاوائل میں ہے کہ حضرت عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے عید میں نماز پر خطبہ کو مقدم کیا (جو عہد رسولؐ عہد خلیفہ اول و ثانی میں نہ تھا) تاریخ مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو اُن کے چچا حکم بن عاص اور مروان بن حکم اور دیگر بنی امیہ (جو بحکم رسولؐ خارج از مدینہ تھے) حضرت عثمان کے پاس آکر مجتمع ہوگئے اور مروان وہی رانده درگاہ نبوی تھا جس کو رسولؐ اللہ نے مدینہ منورہ سے نکلوا دیا تھا اور مدینہ کے قرب و جوار میں آنے کی ممانعت فرمائی تھی ۔نیز جو عمال حضرت عثمان نے مقرر کئے اُن میں حضرت عثمان کا اخیافی بھائی ولید بن عقبہ بھی تھا جس کے جہنمی ہونے کی خبر جناب رسولؐ خدا نے دی تھی ولید بن عقبہ تمام رات اپنے مصاحبین اور ارباب نشاط کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول رہتا تھا اور جب مؤذن نماز کے لئے ولید کو خبردار کرتے تھے تو وہ اسی طرح مخمور مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز صبح پڑھایا کرتا تھا اور بجائے دو رکعت کے چار رکعت پڑھا کے کہتا تھا کہ اگر کہو تو رکعتوں کو اور زیادہ کردوں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ولید مذکور جب سجدہ میں جاتا تھا تو دیر تک پڑا رہتا تھا اور کہتا تھا "اشرب واسقنی" "پی اور مجھے بھی پلا" ، چنانچہ ایک بار جو لوگ اُس کے پیچھے پہلی صف میں تھے ، اُن میں سے کسی نے کہا کہ ہم تجھ پر تو تعجب نہیں کرتے لیکن اس پر متعجب ہیں جس نے تجھے ہمارا والی اور امیر بنا کے یہاں بھیجا ہے ۔جب ولید بن عقبہ کے فسق اور مداومت شراب خواری کی خبر مشہور ہوئی تو مسلمانوں کے ایک گروہ نے جس میں ابوجندب اور ابوزینب بھی تھے مسجد میں آکر ولید پر ہجوم کیا ، دیکھا کہ ولید تخت حکومت پر بیہوش پڑا ہے لوگوں نے اُس کو ہشیار کرنا چاہا ، جب وہ کسی طرح ہوش میں نہ آیا تو اُس کی انگلی سے

Marfat.com

انگشتری مہر اتار لی اور فوراً مدینہ آ کر حضرت عثمان سے ولید کی شراب نوشی کا ماجرا بیان کیا حضرت عثمان نے ابو زینب اور ابو جندب سے پوچھا کہ تم نے کیونکر جانا کہ ولید نے شراب پی ہے انہوں نے ولید کی مخموری کے ثبوت میں اُس کی انگشتری پیش کر کے کہا کہ اُس نے وہی شراب پی تھی جو ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں پیا کرتے تھے، حضرت عثمان نے اُن کی باتوں پر غور کرنے کے بجائے اُن کو ڈانٹا اور ان کے سینے پر دھکا دے کر فرمایا، تنحیا عنی " میرے پاس سے دور ہو جاؤ، یہ سن کر وہ دونوں الٹے پاؤں باہر نکل آئے۔

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ ۲۶ھ میں حضرت عثمان نے عمرو بن عاص کو حکومت مصر سے معزول کر کے اُس کی جگہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حاکم مقرر کیا اور یہ وہی شخص ہے جس کا قتل رسول مقبولؐ نے بروز فتح مکہ مباح کر دیا تھا۔ تاریخ کامل میں ہے کہ ۲۶ھ میں حضرت عثمان نے لوگوں کے ساتھ حج کعبہ ادا فرمایا، مسند ابو داؤد طیالسی میں مروان بن حکم سے مروی ہے کہ میں نے (حج کے موقع پر) عثمان اور علی کو دیکھا عثمان لوگوں کو متعۃ الحج سے منع کر رہے ہیں، جب یہ حال علیؓ نے مشاہدہ کیا تو حج اور عمرہ کی تہلیل ایک ساتھ ادا کی اور فرمایا "لبیک بحجۃ وعمرۃ معاً" عثمان نے کہا کہ میں لوگوں کو جس بات سے منع کرتا ہوں ہائے علی تم وہی کرتے ہو، علیؓ نے جواب دیا کہ میں کسی کے کہنے سے سنت رسول ترک نہ کروں گا (یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے)

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ ۲۹ھ میں حضرت عثمان نے ابو موسیٰ اشعری کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے اُن کی جگہ اپنے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا۔

حضرت عثمان کے رویہ پر حضرت ابوذر کی شدید نکتہ چینی

علامہ عبدالحمید مصری، علامہ عبداللہ سبیتی رقمطراز ہیں کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد سے حضرت ابوذر مدینہ ہی میں قیام پذیر

Marfat.com

رہے، انہوں نے دیکھا کہ حضرت عثمان بنی امیہ کی طرف مائل ہیں اور حکومت اسلامیہ میں ان کا نفوذ بہت بڑھ گیا ہے اور سلطنت کی سی شان پیدا ہوگئی ہے، لوگ شان و شوکت اور عیش پرستی میں مبتلا ہوگئے ہیں اور دنیا پر گرنے لگے ہیں، انہوں نے بیشتر صحابہ کو دیکھا کہ ان کا رنگ ہی بدل گیا ہے، زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمن بن عوف نے (حکومت سے مصالحت کرکے) جاگیریں اور گھر خرید لئے ہیں اور سعد بن ابی وقاص نے اپنے محل میں منجنیق جڑوائے ہیں اور اُسے خوب اونچا بنایا ہے، صحن کو وسیع کیا ہے اور اس کے اوپر کنگرے بنائے ہیں، لہذا حضرت ابوذر کھڑے ہوگئے اور میدان میں نکل آئے وہ کسی امیر یا خلیفہ سے ڈرنے والے نہیں تھے وہ لوگوں کو زہد کی طرف دعوت دینے لگے، اور حضرت عثمان پر اپنی تقریر میں حملے کرنے لگے۔

ایک دن انہیں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان نے مروان بن حکم کو افریقہ کے خراج سے پانچواں حصہ دیا ہے اور حرث بن ابی العاص کو تین لاکھ درہم دیئے ہیں اور زید بن ثابت کو ایک لاکھ درہم، عبداللہ بن ابی سرح جو کہ ان کا رضاعی بھائی ہے کو بے شمار دولت غنائم افریقہ سے دیا ہے اور مروان کو وہ فدک دیا ہے جو حضرت فاطمہؓ سے چھین لیا گیا تھا۔

آپ مسجد میں بیٹھ کر یہ آیت تلاوت کرنے لگے۔

"الذین یکنزون الذھب	وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے
و الفضۃ و لا ینفقونھا	ہیں اور اُسے راہ خدا میں خرچ
فی سبیل اللہ فبشرھم	نہیں کرتے، انہیں تکلیف دہ
بعذاب الیم"	عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

مروان کو معلوم ہوا کہ ابوذر اس پر اور عثمان پر حملے کرتے ہیں تو اس نے حضرت عثمان سے شکایت کی، آپ نے اپنے غلام نائل کو بلایا اور کہا، ابوذر کو بلا لاؤ۔

حضرت ابوذر تشریف لائے۔

حضرت عثمان نے دیکھتے ہی کہا۔

ابوذر جو کچھ میں سن رہا ہوں اُس سے باز آجاؤ، ورنہ تمہارے لئے مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔

حضرت ابوذر نے فرمایا، اے امیر آپ نے میرے بارے میں کیا سُنا ہے۔

حضرت عثمان نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میرے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے ہو وہ کیسے؟

وہ اس طرح کہ تم مسجد میں بیٹھ کر یہی آیت "والذین یکنزون الذھب والفضہ" پڑھتے ہو۔

حضرت ابوذر بولے، اے امیر کیا مجھے آپ کتاب اللہ کی تلاوت سے روکتے ہیں اور اُن لوگوں کے عیوب ظاہر کرنے سے روکتے ہیں، جنہوں نے حکم خداوندی کو چھوڑ دیا ہے،

قسم خدا کی میں عثمان کی خاطر اللہ کو ناراض نہیں کر سکتا، عثمان کی ناراضی میرے لئے خدا کی ناراضی سے بہتر ہے"

یہ سنتے ہی عثمان غنی کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے مگر اُن کی سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح تردید کریں، لہذا خاموش ہو گئے اور دیر تک خاموش رہے حضرت ابوذر وہاں سے اٹھ کر چلے آئے، درانحالیکہ اُن کا پختہ ارادہ تھا کہ اب وہ پہلے سے زیادہ حکم الٰہی کے خلاف چلنے والوں پر تنقید کریں گے۔

حضرت ابوذر، حضرت عثمان پر بہت زیادہ حملے کرنے لگے اس سے آپ کو غصہ آیا، اور آپ موقع کی تلاش کرنے لگے اور اس فکر میں لگ گئے کہ ابوذر کو کسی طرح جلاوطن کر دیں، ایک دن آپ کو موقع مل گیا اس فرصت کو آپ نے غنیمت سمجھا اور اسے

ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

حضرت ابوذر ایک دن حضرت عثمان کے پاس آئے، کعب الاحبار بیٹھے ہوئے تھے، یہ یہودی تھے پھر مسلمان ہوگئے تھے، ابوذر نے دونوں کو سلام کیا اور بیٹھ گئے باتیں ہوتی رہیں، حضرت عثمان نے کعب الاحبار سے دریافت کیا۔

کیا امام کے لئے یہ جائز ہے کہ بیت المال سے روپیہ قرض لے لے اور جب مالدار ہو جائے تو ادا کر دے ؟

حضرت ابوذر بول پڑے "ہرگز نہیں"

کعب الاحبار نے کہا، کوئی حرج نہیں ایسا کرسکتے ہیں۔

حضرت ابوذر کعب الاحبار کی طرف متوجہ ہو کر بولے، یہودی کے بچے تو ہمیں ہمارے دین کی تعلیم دیتا ہے

کعب الاحبار نے حضرت عثمان کی طرف دیکھا اور عثمان غنی نے حضرت ابوذر سے کہا

"تو مجھے بہت ستانے لگا ہے اور میرے دوستوں کو بھی"۔

پھر دونوں میں تو تو، میں میں، ہوگئی اور بات بڑھ گئی، یہ دیکھ کر حضرت عثمان نے بڑے غصہ سے کہا۔

"ابوذر۔ جا شام چلا جا" (یعنی میں تجھے یہاں سے نکال دوں گا اور شام بھیج دوں گا) (کتاب حضرت ابوذر غفاری ص ۱۲۳/۱۲۲، ابوذر غفاری عربی ص ۱۲۵ طبع نجف)

نوٹ :- کعب الاحبار کے واقعہ کی صحیح تفصیل آئندہ آئے گی۔

مسجد نبوی کے دروازہ پر حضرت ابوذر کی شاندار تقریر اور اس کا نتیجہ

مورخ ابن واضح تاریخ یعقوبی میں لکھتا ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمان کو اطلاع دی کہ ابوذر غفاری مسجد نبوی میں

Marfat.com

بیٹھ کر آپ پر طعن کیا کرتے ہیں نیز انہوں نے باب مسجد پر یہ تقریر کی ہے"

"ایہا الناس، جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہ جانتا ہو، وہ جان لے، کہ میں ابوذر غفاری ہوں، میرا ہی نام جندب بن جنادہ ربذی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیم اور آل عمران کو اہل عالم پر برگزیدہ کیا ہے جناب محمد مصطفیٰ صلعم علم حضرت آدمؑ اور ان تمام فضائل کے وارث ہیں جن سے انبیاء کو فضیلت حاصل ہوئی ہے اور علیؑ بن ابی طالب رسول مقبولؐ کے وصی اور وارث علم ہیں،

اے امت حیران اگر تم اپنے نبیؐ کے بعد اُس کو مقدم کرتے جس کو خدا نے مقدم کیا ہے اور اُس کو مؤخر کرتے جس کو خدا نے مؤخر کیا ہے اور حکومت و وراثت کو اپنے نبیؐ کے بعد اہلبیتؑ میں قرار دیتے تو تم کو تمہارے سروں کے اوپر اور قدموں کے نیچے سے بے شمار نعمتیں حاصل ہوتیں اور کوئی خدا کا دوست فقیر و محتاج نہ ہوتا اور کوئی حصہ فرائض خدا کا بیکار نہ جاتا اور کبھی دو شخص حکم خدا میں اس وجہ سے اختلاف نہ کرتے کہ اُس حکم کا علم اپنے نبی کے اہلبیت کے پاس مطابق کتاب خدا اور سنت رسولؐ موجود پاتے لیکن جب کہ تم نے کیا، جو کچھ کیا، تو اب اپنے کردار کا مزا چکھو اور قریب ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا، وہ جان لیں گے کہ اُن کی بازگشت کس طرف ہے"

نیز تاریخ مذکور میں ہے کہ حضرت عثمان کو یہ خبر بھی پہنچائی گئی کہ انہوں نے سنت رسولؐ اور سنت ابوبکر و عمر میں (جس کی بنیاد پر اُن کی خلافت کی دیوار قائم کی گئی تھی)، تغییر و تبدیل کیا ہے، ابوذر اُس کا شکایت آمیز ذکر لوگوں سے کیا کرتے ہیں ان اخبار کو سن کر حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو شام میں معاویہ کے پاس بھیج دیا۔

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ یہ واقعہ ۳۰ھ ہجری کا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوذر پر حضرت عثمان کی طرف سے شدید پابندی

علماء کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر چونکہ حضرت عثمان کے خلاف شریعت کرنے پر برابر نکتہ چینی کرتے رہتے لہٰذا انہوں نے ان پر سخت پابندی لگا دی۔

حکم تھا کہ ابوذر سے کوئی بات چیت نہ کرے اور کوئی ان کے قریب نہ جائے، نہ اُن سے ملے، نہ اُن کے پاس بیٹھے، اس حکم کے نشر کرنے اور لوگوں کو سنانے کے لئے بار بار جلسے بھی کئے۔

علامہ مجلسی اور علامہ بستی کا بیان ہے کہ "احنف بن قیس" اکثر مسجد نبوی میں آکر بیٹھا کرتا تھا، ایک دن اُس نے مسجد نبوی میں آکر دعا کی۔

"خداوندا میری وحشت کو اُنس سے اور میری تنہائی کو وصل سے بدل دے اور مجھے ایسا شائستہ ہمنشیں عنایت فرما کہ جو بے نظیر ہو"

اس دعا سے فراغت کے بعد اُس نے دیکھا کہ گوشۂ مسجد میں ایک شخص بیٹھا ہوا عبادت کر رہا ہے، وہ اپنے مقام سے اٹھا اور ساتھ کر اُس کے پاس پہنچ گیا پھر پوچھا کہ اے بندۂ خدا تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟

جواب دیا کہ جندب بن جنادہ یعنی ابوذر غفاری ہوں، یہ سن کر اُس نے کہا، اللہ اکبر اللہ اکبر۔

حضرت ابوذر نے پوچھا کہ اے بندۂ خدا تو نے تکبیر کیوں کہی،

اُس نے جواب دیا کہ آج جب میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دعا کی کہ خدایا، مجھے بہترین ہمنشیں عنایت کر، خدا نے میری بات بہت ہی جلد سن لی اور اُس نے آپ کی خدمت اور ملازمت کا شرف بخشا،

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ تجھ سے زیادہ میرے لئے سزاوار ہے کہ میں تکبیر کہوں، کیونکہ میں

منشیں شناسمہ قرار پایا۔ اے شخص سن، مجھ سے حضرت رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے ہ میں اور تم دونوں قیامت کے دن ایک نہایت بلند مقام پر ہوں گے اور جب تک ب حساب و کتاب سے فارغ نہ ہوں گے وہیں رہیں گے۔ پھر حضرت ابوذرؓ نے احنف بن قیس ے ارشاد فرمایا کہ

"اے بندہ خدا، ہمارے پاس سے اٹھ جا ورنہ کسی آفت میں مبتلا ہو جائیگا
اُس نے پوچھا کہ حضور یہ کیسے؟ ارشاد ہوا کہ عثمان بن عفان نے لوگوں کو
میرے پاس بیٹھنے سے روکا ہے اور حکم دیا ہے کہ جو مجھ سے ملیگا اور مجھ سے
بات چیت کریگا اور میرے پاس بیٹھیگا۔ وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔

(ترجمہ حیات القلوب ج ۲ حصہ ۲ ص ۱۰۲۵ و حضرت ابوذر الغفاری عربی ص ۷۱)

الغرض عثمان، حضرت ابوذر کی حق گوئی سے عاجز آگئے، پابندیوں کے باوجود وہ اپنا کام کرتے رہے اور اس کی اطلاع حضرت عثمان کو پہنچتی رہی بالآخر انہوں نے عاجز آکر آپ کو شام کی طرف بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔

حضرت ابوذرؓ کی شام کی طرف پہلی جلا وطنی

اور

وہاں آپؓ کی تبلیغی سرگرمیاں

مقصدِ زیست ہی بس یہ ہے جفاکاروں کا
نام مٹ جائے محبت کے پرستاروں کا

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر کے نعرۂ حق سے عاجز آکر حضرت عثمان نے حلقہ اثر کے اندر آپ پر ہر قسم کی سختی کی، حکم تھا کہ کوئی ابوذر سے بات چیت نہ کرے، آپ کے پاس نہ بیٹھے، زبان بندی مضبوط طریقہ سے قائم رہی، لیکن ابوذر کا نعرۂ حق جاری رہا، جب آپ مسجد نبوی میں تقریر فرماتے تھے لوگوں کے کانوں میں آواز پہنچ ہی جاتی تھی، چونکہ آپ کی تقریریں وہی کچھ فرماتے تھے جو حکم خدا اور رسولؐ ہوا کرتا تھا، لہذا اس کا اثر لوگوں کے دلوں پر ہوتا جاتا تھا، لوگ حضرت عثمان سے اُن کی غلط کاریوں اور اسلام سوز حرکتوں سے بیزار ہوتے جاتے تھے لہذا انہوں نے سیاسی طور پر ضروری سمجھا کہ ان کو شہر بدر کر دیں اس لئے انہوں نے بہت زیادہ سوچ بچار کے بعد اُن کے شام بھیجنے کا فیصلہ کیا، حضرت عثمان کا خیال تھا کہ شام میں چونکہ معاویہ حاکم ہے اور وہ چالاک ترین شخص ہے،

Marfat.com

ں پہنچ کر ابوذر کو پورے طور پر مفلوج کرا دیا جائے گا، یہی کچھ سوچ کر حضرت ابوذر کو شام کی ں جانے پر مجبور کر دیا ہے

حکم یہ ہے کہ کوئی اف بھی زباں پر آئے ۔ تا لقفہ بند ہے الفت کے گرفتاروں کا

اگرچہ علامہ سبینی، علامہ عبدالحمید جودۃ السحار، علامہ امینی نجفی اور دیگر مورخین نے پ کے اس دیس نکالا کی تفصیل بیان نہیں کی، علامہ امینی نے صرف اتنا تحریر فرمایا ہ "لم یکن ذالک باختیارہ" یہ سفر حضرت ابوذر کے اختیار اور منشاء سے ہیں ہوا (الغدیر ج ۸ صـ۲۹۳) ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں یہ لکھ کر ی عثمان نفی اباذر اولا الی الشام" عثمان نے ابوذر کو شام کی طرف پہلے الا" میرے لئے تاریخی استنباط کا راستہ کھول دیا کیوں کہ ابوذر جس طرح عہد حضرت عمر ں خود شام چلے گئے تھے اس طرح اس مرتبہ نہیں گئے، بلکہ انہیں نکالا گیا ہے المنجد صـ۹۰ ں ہے "نفاہ عنہ نحاہ ودفعہ وازالہ نفی الرجل حبسہ فی سجن۔ نفی رجل من بلدہ اخرجہ وسیرہ منہ الی بلد آخر" یعنی نفی کے معنی دور کرنے فع کرنے اور ہٹا دینے کے ہیں، نفی الرجل جب بولا جاتا ہے تو اس کے معنی قید کرنے لے ہوتے ہیں اور شہر بدر کرنے کے لئے نفی الرجل من بلدہ کہا جاتا ہے یعنی ایک شہر سے کالنے اور دوسرے شہر میں بھیجنے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوذر کو اُن کی مرضی سے نہیں، ان کے منشاء سے نہیں بلکہ جبراً شام بھیجا گیا تھا، پھر تاریخی استنباط کہتا ہے کہ حضرت عثمان جب بان بندی سے عاجز آگئے اور اُن کی حق گوئی پر پہرہ بڑھانے سے معذور ہو گئے اور اُن سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ حضرت ابوذر کو محبت آلِ محمدؐ کی تبلیغ سے روک سکیں تو انہوں نے ان کے مکان پر فوج کا پہرہ لگا کر انہیں بال بچوں سمیت مدینہ سے نکال دیا اور حکم دے دیا کہ یہاں سے نکل کر شام میں قیام کریں۔ ہ

Marfat.com

برملا سب کچھ دیتی ہے آواز تفنگ — بول بالا ہے زمانہ میں ستمگاروں کا

حضرت ابوذر نے اپنے بال بچوں سمیت مدینہ منورہ کو خیرباد کہا اور آپ وہاں سے نکل کر شام جا پہنچے، آپ نے شام پہنچ کر اس پیشگوئی کی تکمیل کی جو رسول کریم سے باہمی گفتگو کے درمیان تذکرہ میں آئی تھی، آپ نے آنحضرت کے حکم کے مطابق صبر فرمایا اور خاموشی سے دیس نکالا منظور فرما لیا (الغدیر علامہ امینی ج ۸ ص۲۹۲)

تاریخ بلاذری ج ۵ ص ۵۴ طبع مصر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر شام جا کر بمقام دمشق قیام فرما ہوئے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ نے وہاں کمبلوں کا ایک جھونپڑا بنایا تھا اور اسی میں اپنے ایام حیات گذار رہے تھے، آپ نے کبھی اچھا مکان بنانے کی طرف توجہ نہیں فرمائی، ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس معاملہ میں بھی حضرت علیؑ کی پیروی کو باعث ثواب سمجھ کر اختیار کیا ہو، حضرت علیؑ سے ایک بار کہا گیا کہ آپ کم از کم ایک مکان تو بنا لیجئے، آپ نے فرمایا کہ دنیا میں زندگی کا اختتام کیا ہے؟ کہا گیا کہ حضور، موت، آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر مکان کی کیا ضرورت ہے۔

علامہ سبیتی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان کا ابوذر کو مدینہ سے نکالنا ان کی عدم سیاست کی دلیل ہے (ابوذر الغفاری ص ۱۳۱)

حضرت ابوذر کی شام میں رسیدگی اور امیر معاویہ سے نوک جھونک

حضرت ابوذر حضرت عثمان ہی کے اسلام سوز طرز عمل سے عاجز اور نالاں تھے ہی کہ شام پہنچ کر امیر معاویہ کے اسلام کو تباہ کرنے والے طرز عمل کو دیکھا اور سخت حیران ہوئے، دل میں کہنے لگے کہ اللہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" امیر معاویہ کے اسلوب حیات سے یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ اسلام جو محمد مصطفیٰ لائے تھے، وہ صرف کمزور ہی نہیں ہو رہا، بلکہ بالکل ہی

Marfat.com

کالعدم ہو رہا ہے، یہ دیکھ کر آپ کے فطری جذبات ابھرے، حق گوئی اور صداقت آفرینی نے کروٹ لی، اور آپ نے نعرۂ حق بلند کرنا شروع کر دیا، آپ چونکہ بے انتہا دلیر تھے اس لئے حق بات کہنے میں کبھی تامل نہیں فرماتے تھے، چنانچہ آپ نے اس کا خیال کئے بغیر کہ معاویہ بادشاہ وقت ہے آپ نے فریضۂ اسلامی ادا کرنا شروع کر دیا اور معاویہ کو اُن امور سے باز رکھنے کے لئے جو خلاف شرع تھے، اپنی زبان کھولی اور آپ نے اچھی طرح بتا دیا کہ تیرا طرز عمل بالکل اسی طرح اسلام سوز ہے جس طرح عثمان بن عفان کا ہے، علامہ سبیتی لکھتے ہیں کہ ابوذر کا مدینہ سے شام بھیجنا اس امر کی دلیل ہے کہ عثمان نے ابوذر کے جذبہ انتقاد کو اپنی طرف سے معاویہ کی طرف موڑ دیا (ابوذر الغفاری ص۱۳۱)

امیر معاویہ کے قلعۃ الخضراء کی تعمیر اور حضرت ابوذرؓ

مورخ بلاذری، علامہ مجلسی، علامہ سبیتی اور علامہ امینی تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوذر مدینہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، معاویہ ان دنوں اپنا "قلعۃ الخضراء" بنوا رہے تھے، ہزاروں مزدور کام پر لگے ہوئے تھے، ایک دن معاویہ بڑے فخر سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے، حضرت ابوذر نے دیکھ پایا، آپ اُس کے قریب گئے اور آپ نے فرمایا،

یا معاویہ ان کانت ھذہ الدار من مال اللہ فھی الخیانۃ وان کانت من مالک فھذا الاسراف"

اے معاویہ! اگر اس محل کی تعمیر خدا کے مال سے ہے تو خیانت ہے اور تیرے مال سے ہے، تو اسراف ہے۔

معاویہ نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی اور آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا، ابوذر چلے گئے اور مسجد میں پہنچے، وہاں بیٹھ گئے، کچھ مسلمان ابوذر سے ملاقات

کی شکایت کرنے لگے، کہنے لگے سال ہوگیا ہے کہ عطیات میں سے کچھ نہیں ملا، ابوذر نے سر جھکا لیا، پھر آپ کھڑے ہوئے لوگ آپ کی طرف دیکھنے لگے، آپ نے ارشاد فرمایا:

واللہ لقد حدثت اعمال خدا کی قسم اب ایسی بدعتیں جلدی ہوگئی ہیں جو نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں قسم بخدا میں دیکھتا ہوں کہ حق مٹتا جارہا ہے اور باطل زندہ ہوتا جاتا ہے، سچوں کو جھٹلایا جارہا ہے اور فاسقوں کو نیکوں پر ترجیح دی جارہی ہے

اے مالدارو! فقیروں کی غمخواری کرو، خوشخبری سنادو، ان لوگوں کو جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں صرف نہیں کرتے کہ ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پشتوں کو آگ سے داغ دیا جائے گا، اے مال جمع کرنے والے کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے سب کچھ منقطع ہوجاتا ہے صرف تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں، صدقہ جاریہ علم نافع، اور نیک بچہ جو اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے۔

"میرے پروردگار نے مجھ سے کہا کہ مکہ کے پہاڑوں کو تیرے لئے سونا بنادوں تو میں نے کہا، پروردگار نہیں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں ایک دن سیر ہوں، مجھے تو بس یہی چیز پسند ہے تو جس دن میں بھوکا رہوں تیری طرف گڑگڑاؤں اور تجھ سے دعا مانگوں اور جس دن سیر رہوں، تیری تعریف کروں،

علامہ جودۃ السحار لکھتے ہیں، پھر ابوذر نے فرمایا، اے مسلمانو!

تم لوگوں نے حریر کے پردے اور دیبا کے تکیے بنائے اور اندی صوف پر لیٹنا تمہیں گوارہ نہیں، رسول اللہ تو چٹائی پر سوتے تھے، تم طرح طرح کے کھانے

Marfat.com

کھاتے ہو، حالانکہ رسول اللہؐ کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرتے تھے،
اے مال کے جمع کرنے والو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا
کہ آسمان سے دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ایک کہتا ہے۔

"اے اللہ! راہ خدا میں خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا کہتا ہے
اے اللہ بخیل کا مال تلف کر دے۔

لوگوں نے حضرت ابوذر کا وعظ سنا، فقراء ان کے گرد جمع ہو گئے اور امراء
آپ سے خوف کھانے اور ڈرنے لگے۔

حبیب بن مسلمہ فہری نے ابوذر کے پاس لوگوں کا جمگھٹا دیکھا تو کہا "یہ تو
بڑا بھاری فتنہ ہے" وہ فوراً معاویہ کے پاس گیا اور اُن سے کہنے لگا۔

"ان اباذر مفسد علیک الشام فتدارک اهله ان کانت لکم
بہ حاجتہ"

اے معاویہ، ابوذر شامی نظام کو درہم برہم کر دیں گے اگر آپ کو شامیوں
کی ضرورت ہے تو اس کا جلد تدارک کیجئے۔

امیر معاویہ غور کرنے لگے کہ آیا سختی سے گرفت کریں یا نرمی سے، سختی کرنے سے
آگ اور بھڑک جائے گی۔ کیا عثمان سے شکایت کریں؟ مگر عثمان کیا کہیں گے؟ وہ یہی
کہیں گے کہ وہ اپنی رعیت سے ایک آدمی کو بھی درست نہ کر سکے، بہتر یہ ہے کہ انہیں شام
سے نکال دیں۔ (الغدیر ج ۸ ص ۲۹۳، تاریخ بلاذری، حیات القلوب ج ۲ ص ۱۲۲، ابوذر الغفاری
ص ۱۳۲، حضرت ابوذر غفاری ص ۱۲۵)

حضرت ابوذرؓ کی تبلیغی سرگرمیاں اور امیر معاویہ کی طرف سے قتل کی دھمکی

یہ ہوتا آیا ہے کہ اللہ والوں کی حق بات کو تلخ ہونے کی وجہ سے

Marfat.com

دبانے کی ہر ممکن سعی کی جاتی رہی ہے، حضرت ابوذر جن کی تبلیغی سرگرمی فطری شکل اختیار کر چکی تھی، بھلا دنیا والے ان کی بات سن کر کیسے خاموش رہ سکتے تھے اور پھر امیر معاویہ جیسی شخصیت جو اپنی چالاکی اور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بڑی سی بڑی شخصیت کو نظر میں نہ لاتے تھے۔ ابوذر کی نصیحت کیونکر عمل کر سکتے تھے اور اُن کی تلخ باتوں کو کیوں کر برداشت کر سکتے تھے۔

حضرت ابوذر اپنی تبلیغی سرگرمی کے سلسلہ میں آیہ "والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم"

"وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں نہیں دیتے انہیں سخت ترین عذاب کی بشارت دے دو" کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اُن کا یہ طریقہ تھا، کہ شام کے اکثر کوچہ و بازار میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے، جب آپ اس کی متواتر تلاوت فرماتے تو آپ کو فقراء و مساکین گھیر لیا کرتے تھے، اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فقراء امیروں کی عیش پرستی اور اپنی ناداری کا شکوہ حضرت ابوذر سے کیا کرتے تھے، امیر معاویہ کو آپ کی تبلیغی سرگرمی کی اطلاع برابر وصول ہو رہی تھی، بالآخر معاویہ نے آپ پر پوری سختی شروع کر دی اور چاروں طرف سے انہیں مصائب میں گھیر دیا، جب اس سے بھی سکون نہ ہوا، تو "ھددہ بالقتل" انہوں نے حضرت ابوذر کو قتل کر دینے کی دھمکی دے دی۔

حضرت ابوذر نے جب قتل کی دھمکی سنی تو ارشاد فرمایا "وبھدنی بنو امیۃ بالفقر والقتل والفقر احب الی من الغنی ولبطن الارض احب الی من ظھرھا"

اسیہ کی اولاد مجھے فقر اور قتل کی دھمکی دیتی ہے، میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ فقیری مجھے تونگری سے زیادہ مرغوب ہے اور زمین کے اندر ہونا مجھے زمین کے باہر ہونے سے زیادہ پسند ہے، نہ میں قتل کی دھمکی سے مرعوب ہوتا ہوں اور نہ مرنے سے ڈرتا ہوں

(ابوذر الغفاری ص۱۲۴)

Marfat.com

عشق بڑھ کر امتحان کو ہمن تک آ گیا | بے خودیٔ شوق میں دار و رسن تک آ گیا
خود بخود اٹھے قدم چلتا رہا، بڑھتا رہا | جانے میں کیسے تمہاری انجمن تک آ گیا

موعظہ حضرت ابوذرؓ کے متعلق اہل شام کا بیان | علامہ مجلسی

بحوالہ حضرت شیخ مفید، رقمطراز ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کے عظیم الشان مواعظ کے متعلق اہل شام کا بیان ہے کہ جب حضرت عثمان نے حضرت ابوذرؓ کو مدینہ بدر کرکے شام کی طرف بھیج دیا اور وہ ہم میں آکر مقیم ہوئے تو انہوں نے مواعظ کی بوچھاڑ شروع کر دی، ہم ان کے پُرتاثیر مواعظ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے وہ اپنے موعظہ کی ابتداء حمد خدا اور نعت حضرت محمد مصطفیٰؐ سے فرماتے تھے پھر کہتے تھے کہ آل محمدؐ کی محبت واجب ہے جو ان کی محبت سے بے بہرہ ہے وہ جنت کی بو نہ سونگھ سکے گا پھر فرماتے تھے۔

ایہا الناس، سنو، میں ایام جاہلیت میں ایمان لانے سے قبل اور نزول کتاب قرآن سے پہلے اور بعثت آنحضرتؐ سے قبل، اپنے عہد و پیمان وفا کرتا تھا، سچ بات کہتا تھا، ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا مہمان نوازی کو اپنا فریضہ جانتا تھا، فقیروں کے ساتھ احسان کرتا تھا۔ ان کو اپنے اموال میں شریک کرتا تھا، پھر جب خداوند عالم نے اپنی کتاب نازل فرمائی، اور اپنے نبیؐ کو مبعوث فرمایا، تو میں نے حالات دریافت کئے، ہمیں معلوم ہوا کہ جو اطوار و طریقے ہمارے تھے وہی نبی کریمؐ کے ارشادات میں ہیں، ایہا الناس اہل اسلام کے لئے نہایت ہی سزاوار ہے کہ وہ اخلاق کریمانہ پر عمل کریں جیسے کہ محاسن اسلامیہ پر مسلمان عمل کرتے رہتے، لیکن اے میرے دوستو! ایک ساعت بھی تک مسلمانوں کا عمل درست رہا مگر پھر ایسا بھی کیا کہ۔

والیانِ جور نے وہ اعمال قبیحہ ظاہر کئے ہیں کو ہم پیشتر نہ دیکھتے تھے ان لوگوں نے رسولِ خدا کی سنتوں کو مٹا دیا اور بدعتوں کو فروغ دیا، جس نے کلام حق کہا اس کی تکذیب کی اور اپنے لئے ایسی جماعت کو اختیار کیا، جس میں پرہیزگار نہ تھے اور ان لوگوں کو چھوڑ دیا، جو صالح اور شائستہ تھے۔

خداوندا اگر میرے لئے اس دنیا سے وہ چیزیں بہتر ہیں، جو تیرے پاس ہیں تو میری روح قبض کر لے، قبل اس کے کہ میں تیرے دین کو بدلوں یا تیرے پیغمبر کی سنت میں تغیر و تبدل کروں...."

پھر فرماتے تھے۔

"ایہا الناس طاعت الٰہی سے منسلک رہو اور گناہوں سے پرہیز کرو۔"

اس کے بعد وہ اہلبیت کے وہ فضائل بیان کرتے تھے جو انہوں نے رسول کریمؐ سے سنے تھے اور اہلبیت سے تمسک کی ہدایت کرتے تھے،

ان کے بیانات کو ہم لوگ بہت غور سے سنتے تھے جب وہ تقریر کرتے تھے، جم غفیر جمع ہو جاتا تھا یہاں تک کہ معاویہ نے حضرت عثمان کو ان حالات سے باخبر کیا، اور انہوں نے حضرت ابوذر کو اپنے پاس بلا لیا۔ (حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۱۴۳۶) علامہ عبداللہ سبیتی کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر جب مدینہ سے خارج کئے گئے، اس وقت بھی آپ نے یہی تقریر فرمائی تھی (ابوذر الغفاری صفحہ ۱۴۵)

حضرت ابوذر کی زبان بندی کے لئے امیر معاویہ کے تین سو دینار

یہ مسلم حقیقت ہے کہ حضرت ابوذر جمع مال کے مخالف تھے، وہ بار بار فرمایا

کرتے تھے کہ مال جمع کرنا اور سونا چاندی سے محبت کرنا جہنم میں جانے کا پیش خیمہ ہے، بھلا اُن کو مال سے کیونکر محبت ہو سکتی تھی، وہ دو روٹیاں اور دو کپڑوں پر اکتفا فرمانے میں مسرت محسوس کرتے تھے،

حضرت ابوذرؓ نے چونکہ تبلیغ دینی کی وجہ سے امیر معاویہ کو سخت عاجز کر دیا تھا اس لئے اس نے یہ خیال کرنے کے بعد کہ ابوذر کی کسی طرح زبان بندی کر دی جائے اور اس کا طریقہ اس کے نزدیک اس کے علاوہ کوئی نہ تھا کہ اُن کے پاس کیسۂ زر بھیج دے، چنانچہ اس نے اس کی جرأت کی،

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت ابوذر کی زبان بندی کے لئے مبلغ تین سو دینار سرخ کی ایک تھیلی اپنے ملازم خاص کے ذریعہ سے حضرت ابوذر کی خدمت میں ارسال کی، آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا، معاویہ سے کہنا کہ مجھے تیری رقم کی ضرورت نہیں "ردھا علیہ" اور اُسے واپس فرما دیا (حیات القلوب ج ۲ ص ۱۰۴۲ و ابوذر الغفاری ص ۱۳۲، تاریخ بلاذری، الغدیر ج ۸ ص ۲۹۴)

مدینہ میں حضرت عثمان کا حضرت عمار کو پٹوانا اور شام میں حضرت ابوذر کی برہمی

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت عثمان کی کثرت بدعات کی وجہ سے بہت سے اصحاب رسول نے مل کر ایک تحریر تیار کی جس میں اُن کی بدعات کا ذکر کیا اور اسے حضرت عمار بن یاسر کے ذریعہ سے حضرت عثمان کے پاس ارسال کیا، حضرت عمار نے جب اس تحریر کو حضرت عثمان کی خدمت میں پیش فرمایا تو انہوں نے اُسے غصہ میں زمین پر پھینک کر اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ حضرت عمار کی اچھی طرح مرمت کر دیں، چنانچہ اُن لوگوں نے حضرت عمار صحابی رسول کی اس درجہ زد و کوب کی کہ وہ بیہوش ہو گئے، لوگ اٹھا کر لے گئے، کئی دن تک انہیں

Marfat.com

ہوش نہ آیا اور وہ مرض فتق میں مبتلا ہو کر کچھ عرصہ بعد دنیا سے بطرف آخرت سدھارے

یہ ایسا واقعہ تھا کہ جس نے تمام اصحاب رسولؐ کے دلوں کو برما دیا اور عوام میں ہیجان عام پیدا کر دیا، حضرت ابوذر اُس وقت مدینہ سے خارج کر کے شام بھیجے جا چکے تھے، مورخ اعثم کوفی لکھتا ہے کہ

"ابوذر کو بھی اس حال سے اطلاع ہوئی، وہ اُس وقت شام میں تھے، عثمان کے حق میں طعن آمیز کلمات شروع کر دیئے (تاریخ اعثم کوفی ص۱۴۳ طبع دہلی)

حضرت ابوذر شام میں امیر معاویہ کے حرکات ہی پر تبصرہ فرمایا کرتے تھے اور آل محمدؐ کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے لیکن جب انہیں حضرت عثمان کا حضرت عمار جیسے صحابی کو پٹوانے کی خبر ملی جس کے متعلق رسولؐ خدا فرما گئے تھے کہ ان کی محبت واجب ہے (مشکوٰۃ شریف) اور جنت ان کی مشتاق ہے (مجمع الزوائد ہیثمی ج۹ ص۳۳۱) تو آپ نے شام میں بھی حضرت عثمان کے حرکات طشت از بام کرنا شروع کر دیئے وہ ان کی دیگر بدعات مثلاً قرآن مجید کا جلوانا (تاریخ ابن الواضح) عبد اللہ ابن مسعود صحابی کو پٹوانا اور ان کی پسلیاں تڑوانا (ابن الواضح) وغیرہ سے متنفر تھے ہی کہ حضرت عمار کے ساتھ انسانیت سوز حرکت نے "سونے پر سہاگہ کا کام کیا" اور آپ نے پوری طاقت سے حضرت عثمان کے کردار پر روشنی ڈالنا شروع کر دی جس کے نتیجہ میں آپ پر مکمل سختی شروع کر دی گئی جسے آپ نے فرمان نبویؐ کے مطابق پوری وفاداری کے ساتھ برداشت فرمائی ؎

بطور ناز وہ تازہ جفائیں کرتے ہیں
اب اور چاہیئے کیا بندۂ وفا کے لئے

شام میں حضرت ابوذر کا جمع مال کی مذمت میں موعظہ

تواریخ اسلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر کی تبلیغ کے موضوعات میں

دو پہلوؤں کو نمایاں حیثیت حاصل تھی، ایک آل محمدؐ کی محبت کا وجوب، دوسرے جمع مال کی مذمت،

آل محمدؐ کی محبت کی طرف آپ کی تبلیغ کا رخ اس لئے تھا کہ وہ ان کی صحیح حیثیت سے واقف تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے بعد رسولؐ کے وہ حوادث دیکھے تھے، جن سے آل محمدؐ کو دوچار کیا گیا تھا، اور جمع مال کی مذمت میں آپ کی زبان اس لئے تیزی سے چلتی تھی کہ وہ قرآن مجید کا منشاء اچھی طرح سمجھ چکے تھے اور محمد مصطفےٰؐ کا طرز عمل دیکھ چکے تھے اور آل محمدؐ کا طرز حیات دیکھ رہے تھے۔ ان حقائق کے بالکل خلاف ذمہ داران خلافت کے طرزِ عمل، اسلوب حیات اور طرزِ زندگی کو دیکھ کر کمال ایمان کی وجہ سے بوکھلا اٹھے، ان کے وہم و گمان میں بھی وہ کچھ نہ تھا جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ غصب خلافت کے ذمہ داران سے بیزار بیٹھے ہی تھے کہ حضرت عثمان نے عنان حکومت و خلافت سنبھالتے ہی ان کے دل کے جذبات کو زبان تک پہنچا دیا، وہ جو عرصہ دراز سے دل میں چھپائے بیٹھے تھے، اسے نوک زبان پر لانے کے لئے مجبور ہو گئے، آپ نے دیکھا کہ دولت اپنی فراوانی میں حدِ تصور سے بڑھ گئی ہے، خویش پروری اور اقربا نوازی کمال کو پہنچ گئی ہے، بیت المال کا مال غرباء اور مستحق لوگوں کے بجائے اپنے عزیزوں، دوستوں اور ہمنواؤں میں بلا حساب و کتاب تقسیم کیا جا رہا ہے، اور اسی دولت کے سہارے وہ بدعات فروغ پا رہی ہیں جو اسلام کی جڑوں کو مسلسل کھوکھلی کر رہی ہیں تو آپ نے اس معاہدہ کے مطابق جو رسول کریمؐ سے حق گوئی کے متعلق کیا تھا، ذمہ داران کو ٹوکنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں انہیں مدینہ سے نکال کر شام میں پھینکوا دیا گیا، وہاں پہنچ کر آپ نے وہ اسلام سوز عیش پرستی اور بدعات دیکھیں جو قیصر و کسریٰ کے اسلوب حیات کو شرما رہی تھیں، آپ چونکہ حکم و معاہدہ رسولؐ اور اپنے دینی و ایمانی جذبہ سے مجبور تھے لہٰذا آپ نے وہاں بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما دیا اور جس آیت کے زیر عنوان آپ مدینہ میں تقریر فرمایا کرتے

سمجھتے، اُسی کو "عنوان" قرار دے کر شام میں بھی تبلیغی تقاریر شروع فرما دیں اور اس سلسلہ میں آپ نے کثیر تقریریں کیں، جن میں سے بعض کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، جمع مال کی مذمت کے سلسلہ میں آپ کا سرنامہ کلام یہ آیت تھی۔

والذین یکنزون الذھب و	وہ لوگ جو سونا چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں
والفضۃ ولا ینفقونھا فی	اور اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے
سبیل اللہ، فبشرھم	انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری
بعذاب الیم، یوم یحمی علیھا	سنا دو اور انہیں بتا دو کہ ایک وہ
فی نار جھنم فتکوی بھا	دن آنے والا ہے کہ جس دن تمہاری دولت
جباھھم وجنوبھم و	کو جہنم کی آگ سے لال کیا جائے گا اور
ظھورھم ھذا ما کنزتم	اسی کے ذریعہ سے تمہاری پیشانی پہلو
لانفسکم فذوقوا ما کنتم	اور پیٹھ داغے جائیں گے اور تم سے
تکنزون (پ ۱۰ رکوع ۱۱)	کہا جائیگا یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے
	لئے جمع کر رکھا تھا، اب اپنے جمع کرنے کا
	مزہ چکھو۔

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ ایک دن شام میں آپ نے ایک مجمع سے اسی آیت کے ذیل میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا، کہ خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ سچائی مٹ رہی ہے، جھوٹ زندہ کیا جا رہا ہے سچ جھٹلائے جا رہے ہیں، تقویٰ کے بجائے لوگ خود غرضیاں اختیار کر رہے ہیں (البلاذری ۵ ص ۵۶)

آپ نے فرمایا کہ،

"وہ جو لوگ سونے اور چاندی پر گرہیں لگاتے ہیں، وہ شعلے بن کر ان سے لپٹیں گے، جب تک کہ وہ اسے راہ خدا میں صرف نہ کر دیں،

Marfat.com

اس پہ مزید تاکید کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔

"وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ جہنم کی آگ میں تپائی ہوئی تختیاں اُن کی چھاتیوں پر رکھی جائیں گی، یہاں تک کہ وہ اُن کے سینوں کو توڑ کر مونڈھے کی ہڈیوں سے نکل جائیں (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

مورخ طبری کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر اسی طرح تقریریں فرماتے تھے۔ اور آپ کی تقریریں، مسجدوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں ہوتی تھیں، آپ کی تقریروں کا اثر یہ ہوا، کہ دمشق میں ہیجان پیدا ہو گیا، غرباء امراء کو سخت پریشان کرنے لگے، اُن کا امیروں سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ اپنے مال میں سے ہمیں بھی دو (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۲)

علامہ عبدالحمید مصری تحریر فرماتے ہیں، کہ پھر حضرت ابوذر مسجد میں پہنچے، لوگ اردگرد جمع ہو گئے۔

آپ نے کہا، اے امیرو، جو کچھ اللہ نے دیا ہے، اُس میں سے خرچ کرو، دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، اپنے مالوں میں سے سائل و محروم کا حق رکھو، رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ تمہیں بہتات کے شوق نے غافل کر رکھا ہے۔

ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، مگر تیرا مال تو بس وہی ہے جو تو نے کھا لیا۔ اور فنا کر دیا یا پہن لیا اور پرانا کر دیا یا صدقہ کر دیا تو گویا جمع کر دیا۔ اے امیرو! اللہ نے خزانہ جمع کرنے سے منع کیا ہے —— رسول اللہ نے فرمایا کہ ہلاکت ہو سونے کے لئے، ہلاکت ہو چاندی کے لئے ... مالِ غنیمت مسلمانوں کا حق ہے مگر معاویہ انہیں جمع کرتا ہے تاکہ اپنے خادموں اور نگہبانوں پر خرچ کرے اور اپنے جاہ و جلال پر صرف کرے، معلوم یہ بھول گیا ہے کہ اسے اللہ کے مال سے صرف دو جُبے لینے جائز ہیں، ایک جاڑوں کے لئے اور ایک موسم گرما کے لئے۔ حج اور عمرہ کا خرچ اپنا اور اپنے گھر کا رزق وہ بھی اتنا ہی کہ جتنا ایک عام قریشی لے سکتا ہے جو نہ زیادہ امیر ہو اور نہ زیادہ غریب —— مالِ غنیمت تمام

Marfat.com

مسلمانوں پر تقسیم ہونا چاہیئے ـــــ جاگیریں جمع کی جا رہی ہیں اور گھر بنائے جا رہے ہیں اور ان کی زینت پر ہزاروں دینار خرچ کئے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھلایا جا رہا ہے ۔

ایک شخص نے کان میں کہا کہ معاویہ کو کیا کہہ رہے ہو ، ڈرو ، حضرت ابوذر اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میرے دوست نے مجھے نصیحت کی تھی کہ میں سچی بات کہوں ، اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو ، اور راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں ، میں ان ہی کی طرح یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ میں تجھ سے بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں بخل سے پناہ چاہتا ہوں ، لمبی عمر سے پناہ چاہتا ہوں اور دنیا اور عذاب سے پناہ مانگتا ہوں پھر کہنا شروع کیا ،

"لوگ طرح طرح کے کھانے بنانے لگے ہیں اور رنگ رنگ کے کھانوں کے ہضم کے لئے دوائیں کھاتے ہیں ، نبی دنیا سے رخصت ہوئے اور ایک دن بھی آپ نے دو کھانوں سے پیٹ نہیں بھرا ، جب کھجوریں کھاتے ، تو روٹی نہ کھاتے ـــــ اہلبیت نبوی نے کبھی تین دن متواتر جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا حتیٰ کہ آپ اللہ سے جا ملے ۔ رسول اللہ کے ہاں ایک چاند سے دوسرا چاند آ جاتا تھا اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی اور نہ روٹی ، نہ کھانا ،

ایک شخص نے پوچھا کہ پھر وہ زندہ کیسے رہتے تھے ، آپ نے فرمایا کہ کھجور کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے ، رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ بدترین نہیں بھرا ، ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت مضبوط رہے ، اگر کھانا ضروری ہی ہو ، تو تہائی کھانے کے لئے ، تہائی پانی کے لئے اور تہائی سانس کے لئے رکھو رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ پیٹ بھرنے سے بچو کیونکہ یہ سستی پیدا کرتا ہے

Marfat.com

جسم کو خراب کرتا ہے اور بیماری سے دوچار کرتا ہے۔ اپنی روزی میں میانہ روی برتو کیونکہ یہ اسراف سے بچاتی ہے۔ بدن کے لئے مقوی ہے اور عبادت کے لئے معاون ہے۔

آنحضرتؐ نے نہ کچھ جمع کیا نہ ذخیرہ کیا بلکہ جو کچھ آتا صدقہ کر دیتے، یہاں تک کہ کھانے تک کے لئے بھی کچھ نہ ہوتا ...."

الغرض حضرت ابوذر اپنی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے، وہ امیروں پر اور زیادہ سختی سے نقد و تبصرہ کرتے تھے، مال جمع کرنے سے روکتے، فقیروں کی غمخواری کی طرف دعوت دیتے اور مسلمانوں کی تلقین کرتے ... فقیر امیروں سے ناراض ہو گئے، لہذا امیروں نے معاویہ سے التجا کی اور اس سے ابوذر کے پروپیگنڈے کی شکایت کی، معاویہ نے انہیں بلا بھیجا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے، جس نے ان کی سلطنت کی بنیادیں ہلا دی ہیں اور ان کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

ابوذر اپنے دبلے پتلے قد کے ساتھ معاویہ کے دربار میں داخل ہوئے، آپ کے گندم گوں چہرے پر عزم و استقلال کی آیات کندہ تھیں، معاویہ ان کے استقبال کے لئے کھڑا ہوا اور انہیں اپنے برابر جگہ دی، پھر خادموں کو پکارا اور کھانا لانے کا حکم دیا، دسترخوان بچھایا گیا اور طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے گئے، جن سے منہ میں پانی بھر آئے،

معاویہ نے ابوذر سے کہا، تناول فرمائیے، حضرت ابوذر نے انکار کر دیا اور کہا،

"میں تو ہر ہفتہ دو سیر گیہوں کھاتا ہوں، رسول اللہ کے زمانہ سے میرا یہی دستور ہے، بخدا اس سے زیادہ نہیں کروں گا جب تک کہ ان سے نہ جا ملوں۔"

پھر معاویہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا،

"تم نے اپنا رنگ ہی بدل دیا، تمہارے لئے جو بہانا جاتا ہے، اور پہلے

Marfat.com

ایسا نہیں کیا جاتا تھا، تم میدے کی روٹی کھواتے ہو، کئی سالن ایک دسترخوان پر جمع کرتے ہو، رنگ برنگ کے کھانے کھاتے ہو، صبح کو ایک جوڑا اور شام کو دوسرا جوڑا بدلتے ہو، رسول اللہ کے دور میں تو تم ایسے نہ تھے تمہاری حالت وحیثیت ایک فقیر سے زیادہ نہ تھی" (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۵ سنن نسائی ص ۷۵، سنن بیہقی ص ۱۳۵ ج ۷)

.....ابوذر امیر لوگ تمہاری شکایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تم غریبوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے ہو،

اے معاویہ، میں امیروں کو ذخیرہ اندوزی سے روکتا ہوں۔

اے ابوذر، تم ایسا کیوں کرتے ہو، اے معاویہ میں یہ اس لئے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنادو۔

معاویہ نے کہا، اے ابوذر، میں تم کو حکم دیتا ہوں، تم اپنی حرکات سے باز آجاؤ

حضرت ابوذر نے فرمایا، اے معاویہ، میں واللہ! اس وقت تک باز نہ آؤں گا جب تک مال غریبوں میں تقسیم نہ کئے جائیں گے.....

الغرض ہر طرف سے حضرت ابوذر کو مصائب نے گھیر لیا، بنوامیہ کے ہاتھوں بڑی بڑی اذیتیں پہنچیں، ظلم کئے گئے، مگر وہ کسی طرح کمزور نہ پڑے اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے باز نہ آئے بلکہ اور زیادہ سخت حملے کرنے لگے (حضرت ابوذر غفاری ص ۱۳۵)

ان کا کہنا تھا ـــ

فرض کی بارگاہ میں دار و رسن پیام رقص
ذوق وفا کے نام پر زہر غم و محن عزیز

....

Marfat.com

امیر معاویہ کی طرف سے حضرت ابوذر کا امتحان

علامہ عبداللہ سبتی، علامہ عبد الحمید مصری، علامہ مناظر احسن گیلانی کا بیان ہے کہ "حضرت ابوذر برابر فریضۂ تبلیغ ادا کرتے رہے اور ذخیرہ اندوزوں کو مسلسل عذاب الیم کی خوشخبری سناتے رہے، بالآخر امیر معاویہ ان کے تیز زبان سے محفوظ رہنے کی تدبیریں سوچنے لگے اور اس امر پہ غور کرنے لگے، کہ کس طرح ان کے مشن کو ناکامیاب بنائیں، آخر کار انہوں نے سوچا کہ اگر ذخیرہ اندوزی کے خلاف بولنے والے کے ہاں خود ذخیرہ ثابت کر دیا جائے تو خلاصی کا امکان ہو سکتا ہے لہذا انہوں نے اس کے لئے ایک بہترین راہ نکالی اور تعین کر لیا کہ تیر نشانے پر ضرور لگے گا

علامہ ابن اثیر قرآنی آیات کا ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ جب کسی صورت سے حضرت ابوذر کی زبان بندی نہ ہو سکی تو امیر معاویہ نے کسی کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر رات کے وقت حضرت ابوذر کے پاس بھیجا حضرت ابوذر نے اشرفیوں کو لے کر صبح ہونے سے پہلے ارباب استحقاق میں تقسیم فرما دیا اور اپنے لئے ایک حبہ بھی نہ رکھا

امیر معاویہ نے نماز صبح کے بعد اسی شخص کو بلایا جو اشرفیاں حضرت ابوذر کے پاس لے گیا تھا اور اس سے کہا کہ تم ابوذر کے پاس جاؤ اور اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے کہو انقذ جسدی من عذاب معاویۃ فانہ ارسلنی الی غیرک وانی اخطات بک اے ابوذر مجھے معاویہ کے عذاب سے بچاؤ، مجھ سے بڑی سخت غلطی ہو گئی ہے، امیر معاویہ نے دوسرے کے پاس یہ اشرفیاں بھیجی تھیں، میں نے انہیں غلطی سے آپ کے پاس پہنچا دیا ہے۔

امیر معاویہ کا بھیجا ہوا آدمی آپ کے پاس پہنچا اور بالکل اسی طرح جس طرح امیر معاویہ نے اسے سکھایا تھا حضرت ابوذر سے کہا، آپ نے فرمایا کہ اے فرزند، امیر معاویہ سے کہنا کہ تمہاری مرسلہ اشرفیاں صبح ہونے سے پہلے ہی مستحقین میں تقسیم ہو گئیں

Marfat.com

اب اس وقت میرے پاس اُن میں سے کچھ بھی نہیں ہے ، اور تمہیں ان اشرفیوں کے واپس لینے کا خیال ہے تو مجھے تین دن کی مہلت دو، میں کہیں سے فراہم کر دوں گا :

اُس آدمی نے امیر معاویہ سے یہی کچھ کہہ دیا۔ آخر معاویہ نے کہا ، بے شک ابوذر جو سب کے لیئے کہتے ہیں ، وہی خود بھی کرتے ہیں (تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۲ ، تفسیر ابن کثیر پ ۱ ص ۳۵)

علامہ عبداللہ السبیتی اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد ایک فلسفیانہ تحریر میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر ایک نہایت بلند کردار شخصیت کے مالک ہیں ، اموپوں نے انہیں سمجھنے میں بڑی کوتاہی سے کام لیا یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے سیاسی تجربہ کی انہیں ضرورت محسوس ہوئی علامہ عبدالحمید مصری اس واقعہ کے بعد لکھتے ہیں کہ معاویہ سمجھ گیا کہ ابوذر اپنے قول پر سچے ہیں ، انہوں نے سب دینار ایک ہی رات میں خرچ کر دیئے ، افسوس تیر نشانے پر نہیں لگا ، معاویہ نے ابوذر کے ساتھ نرمی برتی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ، پھر سختی کی تو بھی کچھ نہ ہوا۔ ابوذر کو زمین سو دینار دیکر ، خریدنا چاہا تب بھی کامیابی نہ ہوئی۔

مناظر احسن گیلانی ، اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں ، گویا اس طریقہ سے امیر معاویہ نے امتحان لینا چاہا تھا کہ یہ وعظ و نصیحت صرف دوسروں تک ہے یا خود بھی اس پر عامل ہیں ؛ ظاہر ہے کہ امتحان میں ابوذر کامیاب نہ ہوتے تو اور کون ہوتا ؟

(ابوذر الغفاری ص ۱۳۳ حضرت ابوذر غفاری ص ۴۲ حضرت ابوذر غفاری ص ۲۱۰)

چند صحابی رسولؐ اور حضرت ابوذر کی فہمائش

علماء و مورخین لکھا ہے

کہ حضرت ابوذر شام ہی میں تھے کہ امیر معاویہ نے ۲۸ھ میں حضرت عثمان سے جنگ بحر کے لیئے اجازت حاصل کر کے "قبرص" کی طرف فوج روانہ کر دی (ابوالفدا) ، حضرت ابوذر اپنے کام میں لگے ہوئے تھے ، اس جنگ سے فراغت کے بعد معاویہ نے چند اصحاب رسولؐ کو طلب کیا ، جن کے نام یہ ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابو درداءؓ [1]، عمرو بن العاص [2]، عبادہ بن صامت [3]، ام حرام [4] اور اُن سے کہا کہ

"میں ابوذر کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں، وہ کسی طرح میری بات نہیں سنتے، انہوں نے مجھے عاجز کر دیا ہے۔

تم لوگ بھی اُسی طرح شرف صحبت رسولؐ سے مشرف ہوئے ہو جس طرح ابوذرؓ مشرف ہوئے ہیں تم لوگ ابوذر کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے باز آئیں اور خاموشی سے زندگی کے ایام گذاریں، میں بھی اب عاجز آگیا ہوں اور ملک کے امراء بھی"۔

ان لوگوں نے کہا "سمعاً و طاعۃً" ہم لوگ جائیں گے اور ان سے درخواست کریں گے، چنانچہ ان لوگوں نے متفقہ طور پر جانے کا پروگرام بنایا اور اپنے مقام سے اٹھ کر حضرت ابوذرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم لوگ امیر معاویہ کی طرف سے

---

[1] ان کا اصل نام عویمر بن عامر تھا، درداء اُن کی صاحبزادی کا نام تھا، اسی نام پر کنیت ابودرداء تھی، انصاری خزرجی تھے غزوہ بدر میں اسلام لائے احد اور اس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک رہے، افاضل صحابہ میں تھے، بوقت وفات بہت روتے تھے، کلمہ پڑھتے پڑھتے فوت ہوئے، آخر عمر میں شام میں سکونت اختیار کرلی تھی ۳۲ھ میں مقام دمشق انتقال کیا، عمرو بن عاص ۸ھ میں مسلمان ہوا، عمان کا حاکم تھا، مصر اسی نے فتح کیا، امیر معاویہ کا وزیر تھا ۴۳ھ میں بعمر ۹۰ سال مصر میں فوت ہوا، اس نے جنگ صفین میں جبراً اپنے بیٹے کو شریک کیا تھا مگر وہ نہیں لڑا، امام حسینؑ نے عبداللہ سے ترک کلام کر دیا تھا، بعد میں صفائی ہوگئی تھی عبادہ ابن صامت، ان کے حالات پیش نظر کتب میں نہیں ہیں۔ ام حرام، یہ انصاریہ تھیں، عبادہ بن صامت کی بیوی انس بن مالک کی سگی خالہ تھیں، آنحضرتؐ انہیں بہت مانتے تھے۔ انہوں نے عہد عثمان میں اپنے شوہر کے ہمراہ جہاد روم میں شرکت کی اور اُسی میں وفات پائی، بمقام قبرص الخ...... (ازالۃ الخفاء ۲ ص ۲۹۸) ان

آئے ہیں اُس نے ہم کو آپ کی خدمت میں اس درخواست کے لئے بھیجا ہے کہ آپ تبلیغی سرگرمیوں سے باز آجائیں اور خاموشی سے زندگی کے ایام گذاریں۔

یہ سن کر حضرت ابوذر آگ بگولہ ہوگئے ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ ہماری تبلیغی سرگرمیوں کو یقیناً صحیح سمجھتے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، وہ خدا اور رسولؐ کے منشاء کے مطابق کر رہے ہیں، پھر اس کے باوجود یہ لوگ معاویہ کے کہنے سننے سے ہمارے پاس آگئے ہیں۔

آپ سب سے پہلے عبادہ بن صامت کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے۔

"اے ابوالولید، عبادہ، اس میں کوئی شک نہیں کہ تم ہم سے ہر امر میں مقدم ہو، اور صحبت رسولؐ پائی ہے، ہوشیار ہو، سمجھدار ہو، دینی امور کو جانتے ہو، اچھی شخصیت کے مالک ہو لیکن افسوس تم سب امور سے واقف ہونے کے باوجود معاویہ کے کہنے میں آکر ہم کو سمجھانے کے لئے آئے ہو۔

اے عبادہ، کیا میں سمجھتا نہیں، کیا میری عقل زائل ہوگئی، کیا تم حالات سے باخبر نہیں ہو، کیا میں جو کہتا ہوں غلط کہتا ہوں، کیا میرا یہ کہنا خدا اور رسولؐ کے منشاء کے مطابق نہیں ہے، اے عبادہ مجھے سخت افسوس ہوا کہ تم جیسا فہیم جو تمام معاملات سے واقف ہے، مجھے سمجھانے کے لئے آیا۔

سنو! مجھے اس پورے وفد سے اس لئے نفرت ہوگئی ہے کہ اس وفد میں تم جیسا حالات سے باخبر شخص آیا ہے۔

پھر آپ ابودرداء کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔

د عقلیہ کا نام شاہ ولی اللہ دہلوی نے "ام حرام" لکھا ہے، لیکن میرے نزدیک یہ نام "ام حزام" ہے۔ جیسا کہ علامہ سپہر کاشانی نے تحریر فرمایا ہے (ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۴۰)

اے ابو درداء تمہیں رسولؐ کی صحبت بہت ہی کم نصیب ہوئی ہے تمہارے لئے یہ قطعی بات بن گئی تھی کہ اگر تم جلد ایمان نہ لاتے تو رسولؐ کے انتقال ہو جانے کی وجہ سے شرف صحابیت سے محروم رہتے لیکن خیر تم نے ایمان قبول کر لیا اور شرف صحبت سے مستفید ہو گئے اور اچھے صحابی قرار پائے، لیکن سنو! رسول کریمؐ کی صحبت سے جتنا میں نے فائدہ اٹھایا ہے وہ تمہیں نصیب نہیں، اُن کے مقصد کو جتنا میں سمجھتا ہوں اُتنا سمجھنا تمہارے بس کی چیز نہیں۔ ہم منشاء رسولؐ کو سمجھتے ہیں اور ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ بالکل خدا و رسولؐ کے منشاء کے مطابق ہے، تمہیں حق نہیں ہے کہ تم مجھے سمجھاؤ۔

پھر آپ متوجہ ہوئے عمرو بن عاص کی طرف اور قدرے تند لہجہ میں فرمایا۔

اے عمرو عاص! میں تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں، تم نے جنگ میں شرکت کے سوا اور کیا کیا ہے، بے شک تم صحبت رسولؐ سے سرفراز ہوئے، لیکن تمہیں اُن کے ساتھ رہنے کا کبھی کوئی موقع نصیب نہیں ہوا، ہمیشہ جنگوں کی وجہ سے آنحضرتؐ سے دور دور رہے، تم نہ اُن کے منشاء کو سمجھ سکتے ہو، اور نہ تم میں اس کی صلاحیت ہے کہ میرے عمل اور کردار پر صحیح رائے قائم کر سکو، مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت معاویہ کے زیر اثر ہو! اسی لئے بلا سوچے سمجھے میری فہمائش کو آ گئے ہو۔

پھر آپ ام حرام کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔

میں تم سے کیا کہوں، تم ایک عورت ہو بے شک شرف صحبت سے فیضیاب ہوئی ہو لیکن بہرصورت عورت ہو اور تمہاری بھی عورت کی عقل ہے

اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ اور معاویہ سے کہو کہ "عقل کے ناخن لے" میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرے اور دنیا کی وجہ سے اپنے دین کو برباد نہ کرے۔

Marfat.com

ان باتوں کو سن کر وہ سب کے سب دم بخود ہو گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوذر سے انہوں نے رخصت حاصل کی اور وہاں سے روانہ ہو کر امیر معاویہ کے پاس پہنچے، اور اس سے کہا کہ ہم نے آپ کا پیغام ابوذر تک پہنچا دیا، اس نے پوچھا کہ تم نے کیا کہا اور انہوں نے کیا جواب دیا۔

عبادہ بن صامت نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اخیر میں کہا کہ اے امیر!

"لا جسلم ماجلست مثل هذا المجلس ابدًا"

بس اس موقع کے علاوہ کبھی کسی ایسی مجلس میں نہیں بیٹھا جس میں اتنی کھری کھری باتیں سنائی جائیں (مسند احمد بن حنبل مسانید ابوذر)

حضرت ابوذر حج کے لئے

حضرت ابوذر شام میں محو تبلیغ تھے ہی کہ حج کا زمانہ آ گیا، آپ نے عثمان سے اجازت چاہی اور خواہش ظاہر کی کہ مجھے شام سے باہر نکلنے حج کے لئے جانے اور چند یوم روضۂ رسولؐ پر قیام کرنے کی اجازت دی جائے،

حضرت عثمان نے مدینہ سے اجازت نامہ ارسال کیا اور حضرت ابوذر حج کے لئے تشریف لے گئے، آپ نے حج کیا اور پھر آپ وہاں سے مدینہ منورہ جا کر روضۂ رسولؐ کے قریب قیام پذیر رہے، اس کے بعد آپ واپس شام تشریف لے آئے میرے تاریخی استنباط کے مطابق حضرت ابوذر سفر کی ہر منزل میں فرائض تبلیغ ادا فرماتے رہے۔

مورخ بلاذری نے اس واقعہ کو صرف چند جملوں میں بیان کیا ہے۔

"كان مكتبه بالشام الا انه كان يقدم . حاجا ويسئل عثمان الاذن له في مجاورة قبر رسول الله فياذن له في ذالك" ان کا مکتب شام میں تھا اور وہ شام میں رہتے تھے لیکن حج کے لئے جایا کرتے تھے اور عثمان سے اجازت لے کر قبر رسولؐ کی مجاورت بھی کرتے تھے (تاریخ بلاذری ج ۵ صفحہ ۵۶، الغدیر ج ۸ صفحہ ۲۹۳ طبع ایران صفحہ ۱۳۷۲)

Marfat.com

حضرت ابوذر کا مقاطعہ

حج سے واپسی کے بعد آپ نے پھر شام میں تبلیغی سرگرمی شروع کر دی، ادھر آپ تبلیغ پہ پورا زور دے رہے تھے اور اُدھر معاویہ کے پاس امراء کی بے شمار درخواستیں پہنچ رہی تھیں کہ ابوذر کی زبان بند کی جائے، ان کی عرضیوں اور درخواستوں میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ جس طرف سے ہم گذرتے ہیں لوگ قرآن کی وہ آیت جس میں داغے جانے کی بشارت ہے، پڑھتے ہیں، اس طرح اُن لوگوں نے ہمارے لئے راہ شام تنگ کر دی ہے۔

امیر معاویہ بذات خود اپنے کردار پر ابوذر کے تبصرے سے عاجز تھے ہی کہ عام امراء نے عرضیاں اور درخواستیں پیش کر دیں، وہ چیز جو انہیں سب سے زیادہ کھل رہی تھی، وہ آلِ محمدؐ کی تعریف اور بنی امیہ کی مذمت تھی (حیات القلوب) جس کے نتیجہ میں انہوں نے بذریعہ منادی اعلان کرا دیا کہ

"ابوذر کی مجلس میں کوئی شرکت نہ کرے اور ان کے ساتھ کوئی نہ بیٹھے" (طبقات ابن سعد ص۱۷۶)

حضرت ابوذر کو جب اس حکم مقاطعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے لوگوں کو اپنے پاس آنے اور بیٹھنے سے خود منع کرنا شروع کر دیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ خیال تھا کہ اگر کوئی میرے پاس آئے گا تو حکومت کی طرف سے مستوجب عذاب ہوگا، لیکن آپ چونکہ تبلیغ سے باز نہ آسکتے تھے لہذا آپ نے یہ صورت اختیار فرمائی کہ جس جگہ کچھ لوگوں کو دیکھا اُس جگہ خود پہنچ گئے اور ادائے فریضہ میں مشغول ہو گئے۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ ایک جماعت آپ کی خدمت میں حکم مقاطعہ کے بعد حاضر ہوئی تو آپ نے اُسے اپنے پاس سے اُٹھا دیا (تاریخ ابن خلدون ص۱۲۷)

مورخ بلاذری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر حضرت ابوذر پر سختی تھی، اُس سے کہیں زیادہ ان لوگوں پر تھی جو آپ سے ملتے جلتے اور آپ کی تقریریں سنا کرتے تھے (تاریخ بلاذری ج ۵ ص۵۴)

Marfat.com

اللہ رسے دلبری ابوذر، وہ اگرچہ اپنے ملنے والوں پر سختی برداشت نہ کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے لیکن جہاں تک اُن کے ذاتی جذبات کا تعلق تھا وہ پوری صداقت کے ساتھ انہیں ہر حالت میں بروئے کار لانے پر مصر تھے۔ خدا کی راہ میں انہیں سود و زیاں کی پروا نہ تھی سہ

عشق غیور کی نظر سود و زیاں سے ہے بلند
آج بھی زندگی کو ہے جذبہ کوہ کن عزیز

Marfat.com

باب

حضرت ابوذر کی تبلیغی سرگرمیوں کا عبداللہ ابن سبا

کی طرف انتساب

علامہ مصری اور علامہ گیلانی کی حقیقت تاریخ سے ناواقفیت

افسانہ

ابن سبا کے عدم و وجود کی بحث

ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت ابوذر کی تبلیغی سرگرمیاں حضرت رسول کریمؐ کی ان امیدوں کی بنیاد پر قائم تھیں جو انہیں ان سے تھیں انہوں نے حضرت ابوذر سے اسی امر پر بیعت لی تھی کہ حق کو ظاہر کرنے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کروگے اور کسی طاقت سے مرعوب و مغلوب نہ ہوگے، اے ابوذر میں تمہیں آخرت میں اسی حال میں دیکھنا چاہتا ہوں جس حال میں تمہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اے ابوذر تمہارے جذبۂ ایمانی کی وجہ سے خدا تمہیں دوست رکھتا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بھی تمہیں چاہوں (مشکوٰۃ) میں تم میں قرآن اور اہلبیت کو چھوڑے جا رہا ہوں، خدا سے میری دعا ہے۔

"وال من والاھم وعاد من عاداھم" انہیں دوست رکھ جو میری آل کو دوست رکھیں اور ان سے دشمنی کر جو میری آل کے دشمن ہوں، میرے بعد خلافت ملوکیت سے بدل جائے گی (تاریخ الخطیب البغدادی) شاہانہ جاہ و حشم اسلام پر چھا جائیگا اے ابوذر

تمہیں حق گوئی کی پاداش میں طرح طرح ستایا جلئے گا، یہاں تک کہ تمہیں مدینہ سے شام اور شام سے ربذہ بھیجا جائے گا لیکن خبردار جذبے سے کام نہ لینا، اور صبر کو شعار و وقار اور اوڑھنا بچھونا بنا لینا، میں تمہیں تمہاری صداقت کی سند دیئے جا رہا ہوں۔

ان حالات میں بھلا کون زیرک و دانا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابوذر اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں کسی ابھارنے والے کے محتاج تھے اور جب کوئی انہیں ابھارتا تھا تو وہ اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز کر دیتے تھے، اور کیسے اس امر میں شک ہو سکتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے، وہ خدا اور رسولؐ کے منشاء کے مطابق نہ تھا، اسے کون نظر انداز کر سکتا ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے، کہ

"اگر ابوذر کی رگِ گلو پر تلوار کی دھار بھی رکھ دی جائے اور کسی سچی بات کی تبلیغ اس سے رہ گئی ہو تو وہ اسے نافذ کر کے رہے گا۔ میرے دوست (محمد مصطفیٰؐ) سے وصیت کی ہے کہ میں سچ بات کہوں، اگرچہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو (مسند احمد بن حنبل)

ہمیں علامہ عبد الحمید جودۃ السحار مصری اور علامہ مناظر احسن گیلانی کی مندرجہ ذیل تحریر دیکھ کر نہایت افسوس ہوا، کیونکہ انہوں نے حضرت ابوذر کی اس تبلیغی سرگرمی میں جو خاص منشاء نبوت کے مطابق تھی شریک قرار دینے کی کوشش کی ہے اور سب سے زیادہ اس امر پر افسوس ہے کہ ان کے کارناموں کو کمزور کرنے کے لئے ایک مشہور فرضی نام "ابن سبا" کا ذکر فرمایا ہے عبد الحمید رقمطراز ہیں۔

"ابن سبا جو ابن اسود اکے نام سے مشہور تھا، مدینہ سے شام آیا، یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا تھا، اسے پتہ چلا کہ ابوذر شام آگئے ہیں، لہٰذا وہ شام چلا آیا، ابن سبا اہلبیت کی طرف دعوت دیا کرتا تھا اور عثمان اور ان کے گورنروں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا کرتا تھا، ابن سبا کی ابوذر سے ملاقات

Marfat.com

ہوئی تو وہ معاویہ کے خلاف بھڑکانے لگا۔

ابوذر دیکھو، معاویہ کی یہ بات کتنی تعجب انگیز ہے، کہتا ہے، مال اللہ کا ہے خیر یوں تو ہر چیز اللہ کی ہے، مگر اس بات سے اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا مال ہڑپ کر جائے،

ابوذر نے کہا، کیا وہ ایسا کہتا ہے؛ ہاں یہ بات وہ اپنے ہر خطبہ میں کہتا ہے

ابوذر نے کہا، قسم بخدا، میں اس کے خلاف اظہار ناراضی کروں گا۔

ابوذر فوراً معاویہ کے قصر کی طرف چلے گئے۔ داخلے کی اجازت چاہی۔ جب ابوذر داخل ہوئے تو معاویہ نے بہت مسرت کا اظہار کیا، مگر ابوذر نے پرواہ نہ کی۔۔ وہ فوراً مطلب کی بات پر آگئے (حضرت ابوذر غفاری ص ۱۲۷)

علامہ مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں۔

جن دنوں حضرت ابوذر شام سے مدینہ آئے اسی زمانہ میں "عبداللہ ابن سبا" یہودی مفسد الامۃ، مسلمانوں کی صورت میں ظاہر ہو کر بغاوت و سازش کی اندرونی تحریکوں میں مصروف ہو چکا تھا۔ بلکہ ابن خلدون وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ، آپ جب شام ہی میں تھے اسی وقت سے وہ اس فکر میں اسلامی شہروں کی سیر کر رہا تھا اور مختلف صحابہ کو حضرت عثمان کے مقابلہ میں ابھارنے کی کوشش میں سرگرم تھا (حضرت ابوذر غفاری ص ۲۲۵)۔۔۔۔ آہ کہ عبداللہ ابن سبا مسلمانوں کے راستوں پہ نہایت احتیاط سے بیٹھا، اور اس نے وہ کام کیئے جو اس کے نجدی شیخ کو بھی نہ سوجھے (ص ۲۲۶)

اب مذکورہ عبارات سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت ابوذر کے کارناموں کو اپنے دبے الفاظ میں عبداللہ ابن سبا یا اسی قسم کے اور لوگوں کے بھڑکانے اور ابھارنے پر لکھی ہے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ عبداللہ ابن سبا کا وجود تسلیم کرتے ہیں

Marfat.com

- الا نکہ تحقیقی مسلمات یہ ہے کہ ابن سبا کا قطعاً کوئی وجود نہ تھا یہ ایک فرضی نام ہے، جو داستان سرا بولس کی دماغی اپچ سے سطح قرطاس پر آیا ہے، ناظرین جانتے ہیں کہ جب ناول یا افسانے لکھے جاتے ہیں یا قصہ گو کسی کو خوش کرنے کے لئے افسانے تیار کرتے اور قصے کہتے ہیں تو کوئی نہ کوئی فرضی نام تجویز کر لیتے ہیں اور اسی کو اپنے افسانے، ناول اور قصوں کی بنیاد قرار دے کر ہیرو کے طور پر اپنی ساری عمارت تحریر و تقریر کو استوار کرتے ہیں، یہی پہلے بھی ہوتا رہا ہے اور یہی اب بھی ہوتا ہے

عبد اللہ ابن سبا، باصل اسی قسم کا ایک فرضی نام ہے جس کی تحقیق کی روشنی میں من حیث الوجود کوئی نشان نہیں مل سکتا، ہم نے ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۹۳۷ء میں جبکہ الواعظ لکھنؤ کی ادارت ہمارے سپرد تھی، اس کی وضاحت کی تھی جس کا حوالہ اخبار شیعہ لاہور کی مورخہ ۸ نومبر ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں زیر عنوان "سعد و نحس" اب بھی موجود ہے، ہماری تحریر نہایت تحقیق پر مشتمل ہے ہم نے اپنے تاریخی استنباط سے اسے صاف صاف لکھا تھا کہ یہ ایک فرضی نام ہے جو جنگ جمل و صفین پر پردہ ڈالنے کے لئے انظار عامہ کے سامنے فرضی طور پر لایا گیا ہے اس کا تحقیقی طور پر کوئی وجود نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری تحقیق بالکل صحیح ثابت ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس پر اہل تحقیق نے توجہ کر کے وہی کچھ تحریر فرما دیا جو ہم نے لکھا تھا مستقبل قریب کے عظیم الشان محقق حضرت علامہ شیخ محمد حسینؒ آل کاشف الغطاء مجتہد اعظم اپنی مشہور زمانہ کتاب "اصل الشیعہ و اصولہا" میں تحریر

حاشیہ: علامہ موصوف صرف دنیائے شیعیت میں عظیم الشان بلندی کے مالک نہ تھے۔ بلکہ اہل سنت میں بھی نہایت ہی مقبول تھے، دنیا کی تمام بڑی شخصیتیں مرحوم کی معترف تھیں، عرب عجم ہندوستان و پاکستان تمام میں آپ کی علمی بلندی کا شہرہ تھا، سلطنت مصر جس میں شیعوں کی ازہر یونیورسٹی کے ہونے کے باوجود وہاں نہ شیعہ رہ سکتا تھا اور نہ وہاں تعلیم حاصل کر سکتا تھا علامہ موصوف ہی کا کام تھا کہ انہوں نے اپنے علمی تبادلہ خیالات کی وجہ سے حکومت کو اس امر پر

فرماتے ہیں کہ

"عبد اللہ ابن سبا، مجنوں عامری اور ابو ہلال۔ یہ داستان سراؤں کے خیالی ہیرو ہیں، اموی اور عباسی سلطنتوں کے وسطی دور میں عیش و عشرت اور لہو و لعب کو اتنا فروغ حاصل ہو گیا تھا کہ فسانہ گوئی محل نشینوں اور آرام طلبوں کا جزو زندگی بن گئی، چنانچہ اس قسم کی کہانیاں بھی ڈھل گئیں (اصل الشیعۃ واصولہا ص ۲۵)

مجبور کر دیا کہ وہ شیعوں کو سراہے اور علماء کو اس پر آمادہ فرما دیا کہ ازہر یونیورسٹی میں نہ صرف شیعہ تعلیم حاصل کریں بلکہ اُن کے مذہب کو تسلیم کیا جائے اور ان کی فقہ وہاں داخل کی جائے چنانچہ بحکم مفتی مصر علامہ شلتوت شیعوں کی کتاب فقہ، مختصر النافع اور شرح لمعہ داخل ہے۔

۱۹۵۱ء کا ذکر ہے کہ علامہ موصوف حکومت پاکستان کے زیر اہتمام "احتفال علماء" کی دعوت پر آپ کراچی تشریف لائے، آپ کی علمی بلندی کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ممالک عالم کے آئے ہوئے علماء کی موجودگی میں جلسہ کی صدارت علامہ موصوف ہی نے فرمائی اور تمام مذاہب عالم کے علماء کو نماز جماعت آپ ہی نے پڑھائی۔

وہاں سے فراغت کے بعد آپ حکومت کے زیر انتظام پشاور تشریف لائے، مجھے سرکاری طور پر اطلاع دی گئی اور میں نے اُن سے سرکٹ ہاؤس پشاور میں جا کر ملاقات کی، آپ اردو بالکل نہ جانتے تھے، مجھ سے ۳ یوم تک مسلسل عربی میں گفتگو ہوتی رہی، میں نے ایک ان کی کتاب "اصل الشیعۃ واصولہا" کا ذکر کیا جو مجھے ۱۹۴۷ء میں آغا سید نقی صاحب مرحوم پشاوری سے دستیاب ہو چکی تھی، انہوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کتاب کے متعلق کیا رائے قائم کی۔ میں نے کہا کہ میری نگاہ میں اس موضوع پر اتنی مختصر اور جامع ہی نہیں۔ بلکہ ٹھوس اور مدلل کتاب آج تک نہیں لکھی گئی، اسی طرح تذکرہ کرتے ہوئے، عبد اللہ ابن سبا کا ذکر آ گیا تو آپ نے فرمایا، یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ قطعی طور پر فرضی نام ہے، جب میں نے اُن سے یہ ذکر کیا کہ ۱۹۳۷ء میں میں اس پر ایک مضمون لکھ چکا ہوں اور اس میں واضح کر چکا ہوں کہ یہ فرضی نام

Marfat.com

علامہ عبداللہ السبتی، اپنی کتاب، ابوذر الغفاری ایں لوگوں کے اس الزام کے حوالہ سے کہ "حضرت ابوذر پر عبداللہ ابن سبا" کا تسلط تھا، تحریر فرماتے ہیں ان عبداللہ ابن سبا الرجل الخیالی" کہ عبداللہ ابن سبا جو ایک خیالی اور فرضی ہے ہم فی الحال اس پر بحث کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے، ہم چاہتے ہیں کہ اصل موضوع یعنی حضرت ابوذر کے حالات پر روشنی ڈالیں (ابوذر الغفاری ص۱۳۷)

ان علماء اہل تشیع کے علاوہ عالم جلیل اہلسنت حضرت علامہ ڈاکٹر طہٰ حسین حنفی جو کہ مصر کے اساطین علم میں سے ہیں اپنی مشہور زمانہ کتاب "الفتنۃ الکبریٰ" میں تحریر

ہے اور اس کا اختراع واقعات جنگ جمل و صفین پر پردہ ڈالنے کے لئے کیا گیا ہے تو انہوں نے ازراہ شفقت بزرگانہ مجھے اپنے گلے سے لگا لیا، جس دن آپ کو پشاور سے جانا تھا۔ مجھ سے فرمایا کہ آپ کے پاس عربی کے اسناد ہیں، میں نے عرض کی جی ہاں، ہیں، فرمایا دوپہر بعد جب آپ آئیے گا تو انہیں لیتے آئیے گا، جب میں نے بعد دوپہر حاضر خدمت ہو کر اُن کی خدمت میں، عالم، فاضل ادب۔ فاضل فقہ، فاضل حدیث، منشی کامل، دبیر کامل وغیرہ کی سندیں پیش کیں تو آپ نے اُن میں سے بعض کو اپنے ایک ہمراہی علامہ سید العراقین کی مدد سے ملاحظہ فرمایا، اُس کے بعد فرمانے لگے، یہ تو یونیورسٹی کی اسناد ہیں کوئی مذہبی سند نہیں ہے، میں نے اُن کی خدمت میں سند الافاضل، عماد الادب، اور صدر الافاضل کی اسناد پیش کیں، جو میرے دوسرے ہاتھ میں تھیں، اس کے بعد فوراً ممتازی کا وہ اجازہ پیش کیا، جو رئیس العلماء سرکار نجم الملۃ اور رئیس العلماء سرکار ناصر الملۃ کا تحریر کردہ تھا، آپ نے اُن کا ملاحظہ فرما کر، مجھ سے فرمایا، اجازت ہے کہ میں بھی اس پر کچھ لکھ دوں، میں نے عرض کی یہ تو میری عین خوش قسمتی ہے، چنانچہ آپ نے اُس کے حاشیہ پر ایک طویل عبارت میں سند "اجتہاد" تحریر فرما دی، میں نے دست بستہ عرض کی میں اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتا، آپ نے فرمایا، لیکن میں تو سمجھتا ہوں" اس کے بعد آپ واپس کراچی تشریف لے گئے۔

Marfat.com

فرماتے ہیں۔

"ابن سبا، بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے اور جب فرقۂ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں میں جھگڑے چل رہے تھے تو اس وقت اسے جنم دیا گیا، شیعوں کے دشمنوں کا مقصد یہ تھا کہ شیعوں کے اصول مذہب میں یہودی عنصر داخل کر دیا جائے، یہ سب کچھ بڑی چالبازی اور مکر و فریب کی صورتیں تھیں۔ محض شیعوں کو زچ کرنے کے لئے، امویوں اور عباسیوں کے دور حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ ابن سبا کے معاملہ میں بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا، اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیے۔

اس سے ایک فائدہ تو یہ تھا کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال حکومت کی طرف سے جن خرابیوں کی نسبت دی جاتی ہے اور ناپسندیدہ باتیں جو ان کے متعلق مشہور ہیں، کو سن کر لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں، دوسرا فائدہ یہ کہ علیؑ اور ان کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں۔

نہ معلوم شیعوں کے دشمنوں نے شیعوں پر کتنے الزامات لگائے اور نجانے شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمانؓ وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں (الفتنۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۲ طبع مصر۔

اس کے بعد اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

"اس ضمن میں ایک مشہور قصہ کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جسے بعد میں آنے والے راویوں نے بہت اہمیت دی ہے اور خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے، یہاں تک کہ بہت سے قدیم و جدید مورخین نے اس قصہ کو حضرت عثمانؓ کے خلاف رونما ہونے والی بغاوت کا سرچشمہ قرار دے لیا ہے، جو مسلمانوں میں ایک ایسے افتراق کا باعث ہوئی کہ تا حال مٹ نہیں سکا

یہ قصہ عبداللہ ابن سبا کا ہے جو عربی دنیا میں ابن السوداء کے نام سے مشہور ہے
میرا خیال ہے کہ جو لوگ ابن سبا کے معاملہ کو اس حد تک اہمیت دیتے ہیں
وہ نہ صرف اپنے آپ پر بلکہ تاریخ پر بھی شدید ظلم کرتے ہیں۔
اس سلسلہ میں سب سے پہلی غور طلب چیز یہ ہے کہ اُن تمام اہم امور میں جو
حضرت عثمان کے خلاف رونما ہونے والی سورش پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ہمیں ابن
سبا کا ذکر ہی نہیں ملتا، مثلاً ابن سعد نے جہاں خلافت عثمان اور اُن کے
خلاف بغاوت کا حال رقم کیا ہے وہاں ابن سبا کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اسی
طرح بلاذری نے بھی انساب الاشراف میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا
ابن سبا کی یہ داستان طبری نے سیف بن عمرؓ کی روایت سے بیان کی ہے
اور معلوم یہی ہوتا ہے کہ مابعد کے جملہ مورخین نے اس روایت کو طبری ہی سے
لیا ہے (ترجمہ الفتنۃ الکبریٰ ص ۲۸۲/۲۸۵ طبع لاہور۔

علامہ طٰہٰ حسین مصری کے بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ابن سبا کی داستان
سب سے پہلے طبری نے سیف بن عمر کے حوالہ سے وضع کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ طبری
تیسری صدی کا مورخ ہے، چوتھی صدی یعنی ۳۱۰ھ میں فوت ہوا ہے، اور وہ عہد عہد
بنی امیہ اور بنی عباس سے متعلق ہے، طبری سے پہلے کسی تاریخ میں کسی حدیث میں اس کا
ذکر نہیں ہے۔ جن لوگوں نے ابن سبا سے متعلق واقعات بیان کئے ہیں اور اس کے وجود کی
نشاندہی کی ہے وہ طبری ہی کی تتبع سے متعلق ہے، اب اس میں چاہے، علامہ ابن حجر ہوں
یا علامہ ذہبی اور یا علامہ کشی رح۔

ناظرین کرام آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح ہر چیز کے تولنے، جانچنے اور پرکھنے
کے لئے میزان اور کسوٹی ہوتی ہے، اسی طرح واقعات و روایات کے تولنے کے لئے علماء
نے علم رجال وضع کیا ہے، اس علم رجال کا کام یہ ہے کہ صحیح اور غلط واقعات و روایات

Marfat.com

کی وضاحت کر دے، اس کا سب سے بڑا وظیفہ راویوں کے حالات وکوائف کا جانچنا اور اُن کے معتبر ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ کرنا ہے، اس کے اصول کی بنا پر اگر راوی موثق قرار پاتا ہے تو اُس کا بیان کیا ہوا واقعہ قابل وثوق اور لائق تسلیم قرار دیا جاتا ہے، اگر راوی علمی اعتبار سے ساقط ہوتا ہے تو اُس کا بیان کیا ہوا واقعہ بھی اصولاً تسلیم نہیں کیا جاتا "ابن سبا" کا وجود اور اُس کی وہ داستان جو عہد عثمان میں فتنہ انگیزی سے متعلق بیان کی جاتی ہے، ان دونوں کا دار ومدار سیف بن عمر راوی پر ہے، ہم جب کتب رجال میں "سیف بن عمر" کے حالات دیکھتے ہیں تو ہمیں موثق طریقے سے اس کے متعلق یہ لکھتا ہے کہ

"انہ ضعیف، متروک، ساقط، وضاع، عامتہ حدیثہ منکر یروی الموضوعات عن الاثبات کان یضع الحدیث وانہم بالزندقۃ"

یہ شخص ضعیف ہے، متروک ہے ساقط الروایت ہے، حدیثیں اپنی طرف سے وضع کرتا اور گڑھتا ہے، عام اس کی حدیث ناقابل قبول ہے، موضوع اور گڑھی ہوئی باتوں کو معتبر لوگوں کی طرف منسوب کرکے بیان کرتا ہے یہ بے بنیاد حدیثیں گڑھا کرتا ہے، علمائے رجال نے اسے کافر بتایا ہے،

(لآلی مصنوعہ علامہ سیوطی ج ا ص۱۵۷ تا ۱۹۹ والغدیر ج ۸ ص۳۲۶، میزان الاعتدال تہذیب التہذیب)

ہم اس سے پہلے اپنی کتاب "مختار آلِ محمدؐ" کے ص۴۷ میں تحریر کرچکے ہیں کہ "ابن سبا" کا افسانہ مورخ طبری نے سب سے پہلے سیف بن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے اور سیف بن عمر کے متعلق علماء علم رجال کا اتفاق ہے، کہ ۱: یہ گمنام اور مجہول الحال لوگوں سے روایت کرتا ہے ۲: یہ ضعیف روایات بیان کرتا ہے، ۳: متروکہ احادیث گڑھا کرتا ہے ۴: یہ ساقط الروایت ہے ۵: من گھڑت احادیث معتبر لوگوں کی طرف منسوب کرکے بیان کرتا ہے ۶: اس کی اکثر روایات ناقابل قبول، وضعی اور بیدار کفر وزندقہ ہوتی ہیں (فہرست ابن ندیم ص۱۳۷، میزان الاعتدال ج ا ص۴۳۸، تہذیب التہذیب ج ۴ ص۲۹۵ وغیرہ) بنا بریں اس کے

Marfat.com

بیان اور اس کی روایت کو اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ الخ

ایک اور بات

ناظرین کرام علم رجال کی روشنی میں افسانہ ابن سبا کی حقیقت واضح کر دی گئی ہے لیکن اگر اسے صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو خود مورخ طبری کا بیان اس کے جھٹلانے کے لئے کافی قرار پاتا ہے۔

دیکھئے حضرت عثمان ۳ محرم ۲۴ھ میں خلیفہ وقت قرار پائے، واقعہ حضرت ابوذر بروایت تاریخ کامل ۳۰ھ میں ظہور پذیر ہوا اور آن کی وفات بمقام ربذہ مطابق عام تواریخ ۳۲ھ میں اور بروایت طبری ۳۱ھ میں ہوئی ظاہر ہے کہ فتنۂ ابن سبا کا ظہور ۳۱-۳۲ھ کے اندر ہونا چاہیئے۔ تاکہ بمطابق تحریر علامہ مصری و گیلانی یہ کہا جا سکے کہ ابن سبا نے حضرت ابوذر کو بہکایا تھا۔ لیکن لطیفہ یہ ہے کہ خود مورخ طبری تحریر فرماتے ہیں کہ

> سال سی و پنجم اندر آمد و آں درین سال عبداللہ ابن سبا علیہ ما یستحق مذہب رجعت آشکار کرد و خلقے اورا اجابت کردند و از راہ برگشتند واللہ اعلم بالصواب
>
> (یعنی پینتیسواں سال آگیا اور اسی سال عبداللہ ابن سبا "خدا اس پر عذاب کرے" نے مذہب رجعت ظاہر کیا اور مخلوق کے ایک طبقہ نے اُسے قبول کر لیا اور وہ راستہ سے پھر گئے صحیح بات اللہ جانے (تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۲ طبع لکھنؤ ۱۲۹۱ھ)

اس سے صاف واضح ہے کہ عبداللہ ابن سبا ۳۵ھ میں ظاہر ہوا۔ اس کے متعلق مورخ طبری کو خود صحیح علم نہیں ہے وہ واللہ اعلم بالصواب، فرماتے ہیں۔ یہاں تک لکھنے سے یہ امر بالکل نمایاں ہو گیا کہ عبداللہ ابن سبا کا حضرت ابوذر کو بہکانے سے کوئی تعلق نہ تھا کیونکہ ابوذر کی وفات تک اُس کا فرضی وجود بھی نہ تھا، یہ خیالی وجود حسب تحریر مورخ طبری ۳۵ھ میں رونما ہوا اور ابوذر ۳۱-۳۲ھ میں انتقال کر چکے تھے نیز یہ واضح ہو گیا کہ مورخ طبری کو خود اُس کے وجود کا یقین نہ تھا۔

Marfat.com

بنا بریں اب ماننا پڑے گا کہ ابن سبا کا کوئی وجود نہ تھا اور علامہ مصری اور علامہ گیلانی کا مذکورہ بیان بالکل غلط ہے، نیز یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ علامہ ابن حجر نے جو یہ لکھا ہے کہ ابن سبا کان یہودیاً فاظہر الاسلام الخ ابن سبا یہودی تھا پھر اس نے اسلام ظاہر کیا (ج ۳ ص۱۲۹) اور علامہ ذہبی نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ ابن سبا اور اس کے ساتھیوں کو حضرت علی نے تنگ آکر آگ میں جلوا دیا (میزان الاعتدال ج ۴ ص۱۴۹) نیز اسی قسم کے دیگر علماء نے (وہ چاہے کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں) اس کے وجود اور اس کے واقعات سے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے، بالکل غلط، بے بنیاد، لغو اور مہمل ہے میرے نزدیک "ابن سبا کا وجود "شیخ چلی" کے وجود سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

——(نوز)——

باب ۲۶

حضرت ابوذر کا شام سے جبل عامل کی طرف اخراج

وہاں آپ کے آثار پائندہ،

پھر آپ کی شام میں واپسی

حضرت ابوذر کے متعلق حضرت عثمان اور امیر معاویہ میں باہمی خط و کتابت

اور

حضرت ابوذر کی شام سے مدینہ کو روانگی

چھوڑ واعظ ریا کو جام اٹھا
خیر ممکن نہیں تو شر ہی سہی

اس امر کی وضاحت کے بعد کہ حضرت ابوذر کے کارنامہ تبلیغ میں کسی بھڑکانے والے کا ہاتھ نہ تھا، وہ جو کرتے تھے خدا اور رسول کے منشاء کی تکمیل تھی، نیز یہ بتانے کے بعد کہ ابن سبا کا کوئی وجود نہ تھا، اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوذر شام میں مشغول تبلیغ تھے اور وہ اس سلسلہ میں کسی طاقت کی پرواہ نہ کرتے تھے، وہ محبت آل محمد کا پرچار

کرتے تھے اور جمع مال کی مذمت میں رطب اللسان تھے، یہ دونوں چیزیں جسے سب سے زیادہ کھل رہی تھیں، وہ امیر معاویہ والئ شام تھے، انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ ان کی زبان رک جائے اور یہ اپنے طرز عمل سے باز آجائیں لیکن وہ حکم رسول اور اپنے جذبہ ایمانی سے مجبور ہونے کے باعث خاموش نہ ہو سکے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ معاویہ نے ان سے کہہ دیا کہ تم اتنے نیکوکار تو نہیں ہو کہ ہمیں نصیحت کرو، حضرت ابوذر نے فرمایا، خاموش رہ وخاک خور، چپ رہ! اور دھول پھانک اسے مورخ طبری نے تحریر فرمایا ہے؛ اُن کے عیون الفاظ بزبان فارسی یہ ہیں۔

ابوذر مردے بود درویش دراستگوئی	حضرت ابوذر، فقیر درویش اور راست گو
وازہیچ یک احتمال نہ کردے وبرہمہ	شخص تھے، وہ کسی سے بھی خوف کھائے بغیر
امر معروف کردے۔ ومعاویہ مرد دنیا	امر بالمعروف کیا کرتے تھے، معاویہ
دوست بود وابوذر بر دے امر معروف	ایک دنیا دار شخص تھا حضرت ابوذر اسے
بسیار کردے، بیس مردمان ومعاویہ	اچھی باتوں کی بہت زیادہ تلقین فرمایا
از مردمان شام شرم داشتے وابوذر را گفت	کرتے تھے، یہاں تک یہ حالت پہنچ گئی
اینچنیں نیک نہ بود کہ پیش مردمان	کہ (مالدار اور مخالف آل محمد) لوگ،
برمن امر معروف کنی ابوذر رضی اللہ	شام کے باشندوں سے شرم کرنے
تعالیٰ عنہ او را گفت خاموش باش	لگے (ایک دن) معاویہ نے حضرت
وخاک خور۔ (تاریخ طبری ج ۴	ابوذر سے کہا کہ تم اتنے نیکوکار تو
ص ۱۲۷ طبع لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)	نہیں ہو کہ عام لوگوں کے سامنے مجھے

اچھی باتیں تلقین کرتے ہو، یہ سن کر حضرت ابوذر نے فرمایا خاموش رہ تیرے منہ میں خاک ہو۔

الغرض جب معاویہ اپنے کردار کو نہ سنبھال سکا اور حضرت ابوذر کی زبان بند والیہ نہ

حاصل کر سکا تو اُس نے فیصلہ کیا کہ انہیں شام سے باہر نکال دینا چاہیئے چنانچہ اُس نے اُنہیں "جبل عامل" کی طرف بھیج دینے کا تہیہ کر لیا، علامہ عبداللہ السبیتی بحوالہ روایت اذری تحریر فرماتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ

"جب حضرت ابوذر نے پوری طاقت کے ساتھ تبلیغ پر زور لگایا اور اس کہنے میں کہ آل محمدؐ کا حق نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اُن سے تمسک کیئے بغیر نجات نہیں ہو سکتی، پورا انہماک ظاہر کیا تو معاویہ نے انہیں "جبل عامل" کی طرف نکلوا دیا۔

جو بروایت معجم البلدان "دیجرہ بعلبک، حمص اور دمشق کے درمیان واقع ہے، اور ولایت شام سے متعلق تھا حضرت ابوذر کو جب شام سے نکال کر جبل عامل بھیج دیا گیا اور آپ وہاں پہنچ گئے تو آپ نے وہاں بھی تبلیغ شروع فرما دی، اب چونکہ وہاں مالدار کم تھے لہٰذا اُنہوں نے اپنی تبلیغ کا رخ ایک ہی موضوع کی طرف موڑ دیا اور وہ ہے محبت اہلبیت بروایت حضرت شہید ثالث علامہ نوراللہ شوستری وہاں "اہل رجا" رہتے تھے یہ لوگ بڑے مہمان نواز اور شریف تھے، بروایت مجلسی حضرت ابوذر نے وہاں جو تبلیغ فرمائی تو اُس کا اثر یہ ہوا کہ وہاں شیعیت کی بنیاد قائم ہو گئی، علامہ سبیتی کا بیان ہے وھناک بث دعوتہ فتقبلہا اھلوہ" وہاں جو حضرت ابوذر نے اہلبیت کی طرف دعوت دی تو وہاں کے لوگوں نے اسے قبول کر لیا علاقہ چونکہ وسیع تھا، اس لئے آپ کی دعوت صرف جبل عامل کی اندرونی حدود میں محدود نہ رہی بلکہ اُس کے قرب و جوار کے علاقوں تک پہنچ گئی[1]

(ابوذر الغفاری ص ۱۳۹ و مجالس المومنین ص ۲۳ وحیات القلوب ج ۲ ص ۱۰۱)

---

[1] حضرت ابوذر کے آثار پائندہ:۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ "ملک شام و جبل عامل میں جو شیعہ ہیں وہ ابوذر کی تبلیغی برکت سے ہیں (حیات القلوب ج ۲ ص ۱۲۹)۔ علامہ نوراللہ شوستری شہید ثالث، رقمطراز ہیں کہ جبل عامل میں حضرت خضر اور حضرت الیاس کی قبر ہے، وہاں بڑے

Marfat.com

یہ ظاہر ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت ابوذر کو صرف اس لئے شام سے نکال کر "جبل عامل" کی طرف بھیج دیا تھا کہ وہاں کے نامانوس لوگوں میں ان کی تبلیغی سرگرمیاں سرد پڑ جائیں گی لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ ابوذر نے جبل عامل میں اپنی شعلہ بیانی سے اور آگ لگا دی ہے تو انہیں فوراً شام واپس بلوا لیا۔

حضرت ابوذر نے شام پہنچ کر اپنا کام شروع فرما دیا۔ اب آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ نماز صبح کے بعد "باب دمشق" پر بیٹھ جاتے اور مال سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار دیکھ کر بآواز بلند فرماتے۔

"جاءت القطار تحمل النار لعن الله الآمرین بالمعروف والتارکین له ولعن الله الناھین عن المنکر والآتین له"

لوگو! یہ قطار جو آرہی ہے، یہ مال سے نہیں بلکہ آگ سے لدی ہوئی ہے خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جو نیکی کا حکم تو کرتے ہیں لیکن خود نیکی نہیں کرتے اور خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو دوسروں کو بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور خود ان کا ارتکاب کرتے ہیں (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸) والغدیر ج ۸ ص ۲۹۹

پھر وہاں سے اٹھ کر محل سرا کے دروازہ پر جاتے اور یہی نظریہ فرماتے، یہ آپ کا وطیرہ بن چکا تھا اور آپ مسلسل یہی کچھ کیا کرتے تھے۔

بالآخر معاویہ نے انہیں گرفتار کرا دیا۔

بڑے علماء و فضلاء امامیہ موجود ہیں، وہاں کے عوام تک مسائل دینیہ و اعتقادیہ میں کمال رکھتے ہیں، وہ متقی پرہیزگار، با مروت اور فقر و قناعت کو سرمایۂ زندگی سمجھتے ہیں (مجالس المومنین ص ۳۴)

علامہ سبحانی لکھتے ہیں کہ ابوذر نے وہاں اپنی تبلیغ کے ذریعہ سے لوگوں کو محب اہلبیت بنا دیا اور وہاں دو شیعہ عبادوں کی بنیاد ڈالی، ایک "سار فند" میں جو دریا کے کنارے صور اور صیدا کے درمیان واقع ہے اور دوسری "میس" میں جو مقام حولہ پر واقع ہے (ابوذر الغفاری ص ۱۳۹)

Marfat.com

باب امیر معاویہ پر حضرت ابوذر کا نعرۂ حق اور آپکی گرفتاری

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابوذر حق کے بارے میں نہایت ہی جری اور دلیر تھے، مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوذر کے جرأت کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریم نے ان سے اسی بات پر بیعت لی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ حق کے بارے میں تم کسی ملامت اور مصیبت کی پرواہ نہ کروگے ۔

حضرت ابوذر کے سامنے وہ حدیث بھی تھی جسے مورخ بغدادی اور امام احمد بن حنبل نے نقل فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت رسول کریم نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا ہے

اسمعوا هل سمعتم، انه سيكون	میرے اصحاب سنو، کان دھر کے سنو میرے
بعدی امراء فمن دخل عليهم	بعد (خلفاء کی حیثیت) امراء کی جیسی ہوگی
فصدقهم بكذبهم واعانهم	(ان کے یہاں عدل وانصاف، صحیح وغلط میں
على ظلمهم فليس منی	کوئی فرق نہیں ہوگا، اور جو شخص ان کے پاس جا کر
ولست منه وليس بوارد	ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ظلم کرنے پر
على الحوض ومن لم يدخل	ان کی مدد کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہوگا
عليهم ولم يصدقهم	اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ سکے گا اور
بكذبهم ولم يعنهم على	جو شخص ان سے کوئی تعلق نہ رکھے گا اور ان کے
ظلمهم فهو منی وانا منه وسـ	جھوٹ کو سچ نہ قرار دے گا اور ان کی ان کے
يرد على الحوض	ظلم پر مدد نہ کرے گا تو وہ مجھ سے ہوگا اور میں

اُن سے ہونگا اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچے گا ۔

(تاریخ الخطیب بغدادی ج ۲ صفحہ ۱۰۷ و ج ۵ صفحہ ۳۶۲ مسند الفصیح ص ۵۶)

ہر سلیم العقل یہ سمجھ سکتا ہے کہ ان حالات میں حضرت ابوذر کیونکر کسی طاقت کی پرواہ کر

Marfat.com

سکتے تھے ان کا جو طرزِ عمل تھا وہ فطری اور جبلی ہونے کے علاوہ تعلیم رسول ؐ کے تاثر کا نتیجہ نہ تھا، کوئی موقع ایسا مستند تواریخ کے دامن میں نظر نہیں آتا جس موقع پر حضرت ابوذر نے حق گوئی میں تامل کیا ہو۔

حضرت عثمان کے شام بھیج دینے پر آپ کی ناقدانہ نظر اور مصلحانہ نگاہ امیر معاویہ پر پڑی آپ نے سعی کی کہ وہ صراط اسلامی پر آجائیں اور مسلمانوں کے لئے وہ طریقہ اختیار کریں جو حضرت رسول کریم ؐ اور ان کے اہلبیت کا تھا مگر "چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں" وہ اپنے راستے پر لگے رہے اور حضرت ابوذر اپنے راستے پر۔

والی قنسرین جلام بن جندل غفاری کا بیان ہے کہ میں ایام خلافت عثمان میں جبکہ "قنسرین" کا عامل تھا ایک دن کسی ضرورت سے معاویہ والی شام کے پاس گیا، ناگاہ میں نے سنا کہ کوئی شخص اس کے محل سرا کے دروازہ پر فریاد کر رہا ہے اور چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے، کہ تمہاری طرف اونٹوں کی وہ قطار آئی ہے جس کا بار آتش جہنم ہے، خداوندا ان لوگوں پر لعنت کر جو خلائق کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خود اس کو ترک کرتے ہیں، خداوندا ان لوگوں پر لعنت کر جو خلائق کو برائیوں سے منع کرتے ہیں اور خود اس کے مرتکب ہوتے ہیں

اس وقت میں نے دیکھا کہ معاویہ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس فریاد کرنے والے کو پہچانتے ہو؟

میں نے کہا، نہیں"

معاویہ نے کہا کہ یہ "جندب بن جنادہ ابوذر غفاری" ہے، یہ ہر روز ہمارے قصر کے دروازے پر آتا اور یہی کلمات کہتا ہے جو تم نے سنے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔

ناگاہ میں نے دیکھا کہ "ابوذر" کو "یقودونہ" "گھسیٹتے ہوئے لائے اور ان کو سامنے کھڑا کیا، معاویہ نے کہا کہ اے دشمن خدا و رسول ؐ تو ہر روز ہمارے پاس آتا اور ایسے کلمات

کہتا ہے، اگر میں عثمان کے بغیر اجازت اصحاب رسولؐ میں سے کسی کو قتل کر سکتا، تو تجھے ضرور قتل کرتا، اب میں تیرے بارے میں اجازت حاصل کروں گا۔

جلام غفاری کہتا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ ابوذر کو دیکھوں کیونکہ وہ ہمارے قبیلہ کے تھے، جب میں نے نظر کی تو دیکھا، گندمی رنگ لاغر اور دراز قد ہیں اُن کی ڈاڑھی کے بال کم اور بڑھاپے کے سبب اُن کی پشت خمیدہ ہو گئی ہے۔

ابوذر نے معاویہ کے جواب میں فرمایا

"میں خدا اور رسول کا دشمن نہیں، بلکہ تو دشمن خدا و رسول ہے اور تیرا باپ بھی خدا و رسول کا دشمن تھا تم لوگوں نے محض اپنی مصلحت کے لئے اسلام ظاہر کیا اور باطن میں کافر ہے، حضرت رسول خداؐ نے مکرر تجھ پر لعنت کی اور تجھ پر نفرین فرمائی کہ تو کبھی سیر نہ ہو، اور میں نے حضرت رسول خدا سے سنا ہے کہ جب اس امت کا وہ شخص حاکم ہو جس کی آنکھیں کشادہ اور گلو فراخ ہو وہ کھانا بہت کھائے مگر کبھی سیر نہ ہو، اُس وقت میری امت کو لازم ہے کہ اُس کے شر سے خوف کھاتی رہے۔"

یہ سُن کر معاویہ نے کہا وہ شخص جس کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا ہے، وہ میں نہیں ہوں حضرت ابوذر نے فرمایا، اے معاویہ تیرے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو ہی وہ شخص ہے، اور میں آنحضرتؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ اُس شخص سے تو ہی مراد ہے، اے معاویہ ایک دن تو آنحضرتؐ کے سامنے سے گذرا تو میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا، خداوندا تو اس پر لعنت کر، اور اس کو خاک کے سوا کسی اور چیز سے سیر نہ کر، اے معاویہ میں نے انہیں یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ معاویہ کی تہیگاہ آتش میں ہے۔ معاویہ یہ سُن کر کھسیانی ہنسی ہنسا"

"داجرا مجیبسہ" اور اُن کے قید کا حکم دے کر انہیں قید کرا دیا اور جملہ حالات عثمان کو لکھ بھیجے" (حیات القلوب ج ۲ ص۴۲۳، الغدیر ج ۸ ص۲۹۹ بحوالہ تاریخ یعقوبی کتاب سقیفہ)

الوعثمان جاحظ د ابوذر الغفاری صفحہ ۱۳۴)

لب کشائی بھی یہاں باعث رسوائی ہے
زندگی تو نے مجھے کس بزم میں لے آئی ہے

امیر معاویہ کا خط حضرت عثمان کے نام

حضرت ابوذر کو قید کرنے کے بعد امیر معاویہ نے حضرت عثمان کو ایک خط لکھا جس میں حضرت ابوذر کی شکایت تحریر کی، اُس کا منشأ یہ تھا کہ حضرت ابوذر کو یہاں سے بلا لیا جائے، چنانچہ حضرت عثمان نے انہیں شام سے مدینہ طلب کر لیا، خط کا مضمون بعبارت ترجمہ تاریخ اعثم کوفی شافعی (مجالس المومنین ص ۱۱۹) یہ تھا۔

"بعد مراسم خدمت و دعا معاویہ ابن صخر خدمت امیر المومنین میں عرض پرداز ہے کہ ابوذر نے ملک شام کو آپ کے خلاف برانگیختہ کر دیا ہے، وہ لوگوں کے دلوں سے آپ کی محبت کو دھو رہا ہے، ہر وقت عمر و ابوبکر کو یاد کرتا ہے، ان کے نیک اخلاق اور حمیدہ عادات کا تذکرہ کرتا رہتا ہے اور جب آپ کا ذکر آتا ہے تو برائی کے کلمے کہتا ہے، اور آپ کے اقوال و افعال کو عیوب اور خطا کے پردہ میں ظاہر کرتا ہے، شام، مصر، عراق، عرب میں اُس کا رہنا مصلحت سے بعید ہے کیونکہ ان مقامات کے باشندے فتنہ پرداز ہیں، اہل شر سے بہت جلد مل جاتے ہیں، بڑے فسادی ہیں، جو کچھ ظہور میں آیا ہے اُس سے مطلع کر دیا ہے، اب خلیفہ کی جو رائے ہو وہی بہتر ہے، "والسلام"

حضرت عثمان کی طرف سے معاویہ کے خط کا جواب

معاویہ کا خط لے کر ایک سانڈنی سوار روانہ ہوا، اُس نے حضرت عثمان کی خدمت میں اُسے پیش کیا، حضرت عثمان نے جونہی اُس خط کو دیکھا فوراً معاویہ کو اُس کا جواب لکھا

Marfat.com

"تیرا خط پہنچا، ابوذر کی نسبت جو کچھ لکھا تھا معلوم ہوا جس وقت تیرے پاس یہ حکم پہنچے اُسی وقت ابوذر کو ایک بدرفتار اونٹ پر سوار کرا کے اور کسی درشت مزاج رہبر کو اُس کے ساتھ کرے جو رات دن اُونٹ کو بھگاتا لائے کہ ابوذر پر ایسی نیند غلبہ کرے جس سے وہ میرا اور تیرا دونوں کا ذکر کرنا بھول جائے، مدینہ بھیج دے۔

حضرت ابوذر کی شام سے روانگی

اس حکم کے پہنچتے ہی معاویہ نے ابوذر کو بلایا اور ایک بدرفتار ننگی پیٹھ والے اونٹ پر بٹھا کر کسی بے رحم رہبر کو ان کے ساتھ کر دیا اور اسے سمجھا دیا کہ اونٹ کو رات دن بھگاتا لے جائے، ایک لمحے کے لئے بھی کسی جگہ ٹھہرنے نہ دے تاوقتیکہ مدینہ میں نہ پہنچا دے، ابوذر رحمۃ اللہ علیہ بلند قد، لاغر اندام شخص تھے اور اُس وقت اس قدر ضعیف العمر ہو چکے کہ تمام سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے اور خود نہایت ہی کمزور اور نحیف تھے، اونٹ کی پشت برہنہ پر کجاوہ تھا نہ ساز، رہبر اُن کو بہت بری طرح ہنکاتا لایا، ان تکلیفوں اور صدموں سے ابوذر کی رانوں کا گوشت چھل چھل کر جدا ہو گیا اور بہت ہی سخت تکلیف اور نقصان لاحق ہو گئی، بروایت علامہ عبدالحمید حنفی جودۃ السحار "حضرت ابوذر کے ساتھ پانچ حبشی غلام معاویہ نے کر دیئے تھے جو انہیں بھگائے لئے جا رہے تھے اور ایک منٹ کے لئے آرام نہ لینے دیتے تھے۔

مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوذر کو شام سے تن تنہا روانہ کر دیا گیا آپ کے ہمراہ آپ کے اہل و عیال نہ تھے۔

میر امور خانہ استنباط کہتا ہے کہ عثمان کا خط پہنچتے ہی معاویہ نے حضرت ابوذر کو بلا بھیجا اور انہیں گھر تک نہیں جانے دیا اور بلا اہل و عیال انہیں روانہ کر دیا۔

Marfat.com

دیرمُران میں ورُود اور عظیم الشان خطبہ

برروایت علامہ مجلسی و علامہ سبیتی حضرت

ابوذر جب شام روانہ ہونے لگے اور اہل اسلام کو آپ کی روانگی کی اطلاع ملی تو وہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کرنے لگے، اے صحابی رسولؐ آپ کہاں تشریف لئے جا رہے ہیں، حضرت ابوذر نے فرمایا، عثمان نے مدینہ سے طلب کیا ہے، اب میں اُسی کی طلبی پر یہاں سے جا رہا ہوں"۔

"اے مسلمانو! عثمان نے پہلے مجھ سے ناراض ہو کر مجھے تمہاری طرف بھیج دیا تھا، اب پھر مجھے یہاں سے مدینہ بلا رہا ہے، میں جانتا ہوں کہ اس مرتبہ کی طلبی مجھے آزار پہنچانے کے لئے کی گئی ہے لیکن میرا جانا بہر صورت ضروری ہے، سنو، میرا اور عثمان کا معاملہ اسی طرح لگا رہے گا، تم لوگ اس معاملہ میں دلتنگ اور پریشان نہ ہونا۔

حضرت ابوذر جب روانہ ہونے لگے تو لوگ اُن کی مشایعت اور اُن کو "الوداع" کہنے کے لئے ہمراہ ہو گئے، یہاں تک کہ بیرون شہر بمقام دیرمُران تک گئے، وہاں پہنچ کر آپ نے نماز جماعت ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے ایک خطبہ دیا جس کا ترجمہ بالفاظ مترجم حیات القلوب یہ ہے۔

"ایہا الناس تم کو ایسی چیز کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارے لئے نافع ہو، بعد اس کے فرمایا کہ خداوند عالم کا شکر ادا کرو، سبھوں نے کہا، الحمد للہ، پھر آپ نے خدا کی وحدانیت اور حضرت رسولؐ کی رسالت کی گواہی دی اور سبھوں نے اُن کی موافقت کی، پھر فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت میں زندہ ہونا اور بہشت و دوزخ ہے اور جو کچھ حضرت رسول خدا حق تعالیٰ کی جانب سے لائے اقرار کرتا ہوں اور اپنے اس اعتقاد پر تم سب کو گواہ قرار دیتا ہوں، سبھوں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا اُس کے ہم لوگ گواہ ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا، تم میں سے بھی جو کوئی اس اعتقاد پر دنیا سے اٹھے گا اس کو خدا کی رحمت اور کرامت کی بشارت دی جائے گی، بشرطیکہ گناہگاروں کا معین اور ظالموں کے اعمال کا مصلح اور ستمگاروں کا بھی یار و مددگار نہ ہوگا۔

اے گروہ مردم اپنے نماز روزہ کے ساتھ محض خدا کے لئے غضب و غصہ کرنے کو بھی شامل کرو جبکہ دیکھو کہ زمین پر لوگ خدا کی معصیت کرتے ہیں، اور ان چیزوں کے سبب اپنے پیشواؤں کو راضی نہ رکھو جو کہ غضب خدا کے باعث ہوتے ہیں اور اگر وہ لوگ دین خدا میں ایسی چیزیں ظاہر کریں جن کی حقیقت تم لوگ نہ جانتے ہو تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ اور ان کے عیبوں کو بیان کرو اگرچہ وہ لوگ تم پر عذاب کریں اور اپنی بارگاہ سے نکال دیں اور اپنی عطا سے محروم رکھیں اور تم کو شہروں سے خارج کر دیں تاکہ حق تعالیٰ تم سے راضی اور خوشنود ہو، بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ سب سے زیادہ جلیل و بلند مرتبہ ہے اور یہ امر سزاوار نہیں کہ مخلوقات کی رضامندی کے لئے کوئی شخص اس کو غضب میں لائے خدا مجھے اور تمہیں بخش دے،

اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم پر خدا کا سلام اور اس کی رحمت ہو۔

سبھوں نے ان کے جواب میں کہا کہ اے ابوذر، اے مصاحب رسول خدا حق تعالیٰ آپ کو بھی سلامت رکھے اور آپ پر بھی رحمت نازل کرے، کیا آپ نہیں چاہتے کہ ہم آپ کو پھر اپنے شہر لے چلیں اور آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کی حمایت کریں۔

حضرت ابوذر نے فرمایا،

"خدا تم پر رحمت نازل کرے، اب واپس جاؤ، بہ تحقیق کہ میں تم سے زیادہ بلاؤں میں صبر کرنے والا ہوں تم لوگ ہرگز پراگندہ اور متفکر نہ ہونا اور اپنے درمیان

Marfat.com

اختلاف نہ کرنا"

یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوئے، علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ جو شخص اُن کے ہمراہ مقرر تھا وہ ان کے اونٹ کو بہت تند و تیز ہانکتا تھا اور اونٹ پر پالان و کجاوہ وغیرہ کچھ بھی نہ تھا، اس لئے ابوذر کی رانیں زخمی ہوگئیں اور ران کا گوشت اُڑ گیا تا اینکہ تھکے ماندے مدینہ میں داخل ہوئے"

نقد و نظر

میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان نے ایک ایسے صحابی رسولؐ کے ساتھ ناروا سلوک کیا جس کے متعلق روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ رسولِ خدا اُن کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ میرے پاس سے کبھی جدا نہ ہوں اور جب کبھی ابوذر آپ کے پاس سے ہٹ کر کہیں چلے جاتے تھے تو آپ ان کو ڈھونڈنے کے لئے نکل پڑتے تھے (کنز العمال ج ۸ ص ۱۵ و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۳۱) غور کرنے کی بات ہے کہ کجا دمشق اور کجا مدینہ سینکڑوں میل دور سے ایک بوڑھے صحابی رسولؐ کو بلایا جاتا ہے۔ اور پھر اس انداز سے کہ اُسے راستے میں آرام کے لئے بھی نہیں چھوڑا جاتا۔

ناظرین کرام ہم نے اوپر جو کچھ حضرت عثمان اور معاویہ کی خط و کتابت اور اُن کی طلبی و روانگی کے متعلق تحریر کیا ہے وہ نہایت ہی مستند اور ناقابل انکار ہے اسلام کے تمام مورخ اس پر متحد و متفق ہیں مزید اطمینان کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ مسعودی ج ۱ ص ۴۳۸، تاریخ ابن الواضح ج ۲ ص ۱۴۸، تاریخ اعثم کوفی ص ۱۳، تاریخ طبری ج ۴ ص ۵۲۴، مجالس المومنین ص ۹۷، حیات القلوب ج ۲ ص ۱۰۲۹، ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۸۲، الغدیر ج ۸ ص ۲۹۵ حضرت ابوذر غفاری ص ۱۴۳، ابوذر الغفاری ص ۱۴۰ وغیرہ، لیکن افسوس ہے کتاب ابوذر غفاری مصنفہ علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری کے مترجم عبدالصمد صارم الازہری پر کہ انہوں نے اپنے علامہ عبدالحمید کی کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے جب یہ تحریر کیا کہ "امیر المومنین (عثمان) کی چٹھی معاویہ کو ملی تو ابوذر کو ایک اونٹ پر سوار کرا دیا جس پر ایک سخت پالان دھرا تھا، ان کے ساتھ پانچ حبشی غلام کئے

Marfat.com

جو انہیں بھگائے لیئے جا رہے تھے اور ایک منٹ کے لئے آرام نہ لینے دیتے تھے، حتیٰ کہ آپ کی رانوں کی کھال اڑ گئی اور آپ لب دم ہو گئے" تو اس پر یہ حاشیہ لکھ دیا۔

"یہ روایت بالکل غلط ہے آپ کو معاویہ نے بہت آرام سے بھیجا تھا (صارم)

ذرا آپ سے کوئی پوچھے کہ کن تاریخوں کے حوالہ اور استفادہ سے آپ نے اپنے علامہ عبدالحمید نیز تمام مورخین کی مخالفت کر دی، میں کہتا ہوں کہ تمام مورخین اور علماء کے ارشادات سے قطع نظر آپ صرف مؤرخ مسعودی کی تحریر ملاحظہ فرمائیے جن کو آپ کے علامہ شبلی نعمانی نے "الفاروق" میں تاریخ کا امام لکھا ہے، مسعودی لکھتا ہے "فکتب الیہ عثمان یحملہ فحملہ علی بعیر علیہ قتب بالیس معہ خمستہ من الصقالبتہ، یطیرون بہ حتی اتوا بہ المدینتہ قد تسلخت بواطن افخاذہ وکان ان یتلف ائ حضرت عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ ابوذر کو (مدینہ کے لئے) سوار کر دو، چنانچہ معاویہ نے انہیں ایک ایسے ناقے پر سوار کیا کہ جس پر سوکھی لکڑی کی صرف ایک کاٹھی تھی، ان کے ساتھ معاویہ نے پانچ حبشیوں کو کر دیا جو انہیں اڑائے لئے جا رہے تھے، یہاں تک اس حال میں مدینہ پہنچے کہ ان کے زانوؤں کی کھال اڑ گئی تھی اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں، مورخ ابن واضح، یعقوبی المتوفی ۲۷۲ھ نے اس مقام پر "ذھب لحم فخذیہ" لکھا ہے جس کے معنی ہیں، کہ ان کے زانوؤں کا گوشت اڑ گیا تھا، یہاں تک لکھنے کے بعد میری نگاہ مناظر احسن گیلانی کی کتاب (حضرت ابوذر غفاری) کے ص ۲۲۹ پر پڑی، وہ یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان نے ایک خاص آدمی مدینہ سے بھیج کر انہیں بلوا لیا، میرے نزدیک یہ بالکل غلط ہے۔ واقعہ بس وہی ہے جو اوپر ہم نے تحریر کیا، یعنی یہ کہ حضرت ابوذر کو نہایت بری طرح پانچ حبشی سرکشوں اور بدمعاشوں کے ساتھ روانہ کر دیا گیا اور ان کی وہی حالت ہوئی جو اوپر تحریر کی گئی اس وقت رسول کریم کا بوڑھا صحابی بزبان حال کہہ رہا تھا۔

غم نہیں مجھ کو اگر راہ میں سایہ نہ ملے
ہمسفر کوئی نہ ہو، پوچھنے والا نہ ملے

باب ۱۲

حضرت ابوذر کی مدینہ منورہ میں سپردگی

دربارِ خلافت میں آپ کی پیشی

اور

آپ کی تبلیغی سرگرمی کا فرض

قید قفس سے چھوٹ کے آیا ہوں جب سے میں
کچھ اور ہی خیال میرے باغباں کے ہیں

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر اپنے اہل و عیال کو شام میں چھوڑ کر، تھکے ماندے، صعوبت سفر سے چور ہو کر باحال پریشان جب مدینہ پہنچے تو انہیں بادشاہ وقت خلیفہ عثمان کے دربار میں پیش کر دیا گیا، اُس وقت دربار میں بہت سے لوگ جمع تھے خلیفہ عثمان کی جونہی نگاہ حضرت ابوذر پر پڑی، انہوں نے اسے دھیان میں لائے بغیر کہ حضرت ابوذر کی کیا عظمت نگاہ رسولؐ میں تھی، انہیں سخت و سست اور بُرا بھلا کہنے لگے، مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کے منہ میں اُس وقت جو بھی کمال غیظ و غضب میں آیا سب کچھ کہہ ڈالا، یہاں تک کہ فرمایا۔

انت الذی فعلت ما فعلت، فقال له
ابوذر نصحتك فاستغششتنی و نصحت
صاحبك فاستغشنی فقال عثمان
کذبت ولکنك تريد الفتنة
وتحسبها قد انغلت الشام فقال
له ابوذر اتبع سنة صاحبك لا
يكن لاحد عليك كلام قال عثمان
مالك وذالك، لا امرلك قال ابوذر
والله ما وجدت لی عذرا الا الامر
بالمعروف والنهی عن المنكر
فغضب عثمان وقال
اشيروا علیّ فی هذا الشيخ
الكذاب اما ان
اضربه او احبسه او اقتله
فانه قد فرق جماعة
المسلمين او انفيه
من ارض الاسلام،
فتكلم علیؑ وكان
حاضراً وقال اشير عليك
بما قال مؤمن آل فرعون
فان يك كاذباً فعليه كذبه

تو ہی وہ ہے جس نے حرکات ناشائستہ کی ہیں
حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا
بس اتنی بات ہے کہ میں نے تیری نصیحت
کی تو نے اسے بُرا مانا اور مجھے اپنے سے دور
کر دیا، پھر میں نے معاویہ کی نصیحت کی،
اُس نے بُرا مانا اور مجھے نکال دیا، عثمان نے کہا
تو جھوٹا ہے، تیرے دل میں فتنہ چٹکیاں لے
رہا ہے تو چاہتا ہے کہ شام کو میرے خلاف
برانگیختہ کر دے، ابوذر نے فرمایا کہ اے عثمان
تو ابوبکر اور عمر کی اتباع کر تجھے کوئی بھی کچھ نہ
کہے گا، عثمان نے کہا کہ تیرا کیا کہ میں اتباع کروں
یا نہ کروں (تیری ماں مرے) حضرت ابوذر نے
فرمایا کہ خدا کی قسم تو میرے اوپر سوا اس کے
اور کوئی الزام نہیں لگا سکتا کہ میں امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کرتا ہوں، یہ سن کر حضرت
عثمان سخت غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے،
اے درباریو! مجھے مشورہ دو کہ میں اس جھوٹے
شیخ کے ساتھ کیا برتاؤ کروں، اسے درے
لگواؤں، یا قید کر دوں یا قتل کرا دوں یا شہر بدر
کر دوں، اس نے مسلمانوں کی جماعت میں
افتراق ڈالا ہے، یہ سن کر حضرت علی جو اُس

Marfat.com

وان يك صادقا يصبكم بعض الذي يعدكم ان الله لا يهدي من هو مسرف كذاب قال فاجابه عثمان بجواب غليظ لا احب ذكره واجابه علیؑ بمثله الخ

(طبقات ابن سعد واقدی المتوفی ۲۳۰ھ ج ۴ ص ۱۶۸)

جگہ موجود تھے، بولے، اے عثمان میں تمہیں "مومن آل فرعون کی طرح یہ رائے دیتا ہوں کہ تم انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر یہ جھوٹے ہیں تو جھوٹ کا نتیجہ خود دیکھ لیں گے اور اگر سچے ہیں تو لامحالہ اس کا خسارہ تم پر ہوگا خدا اس کی ہدایت نہیں کرتا جو مسرف اور کذاب ہو۔ یہ سن کر خلیفہ عثمان اور حضرت علی میں "تو تو، میں میں" ہو گئی جس کا میں ذکر نہیں کرنا چاہتا

علامہ محمد بن علی بن اعثم کوفی جو کہ تیسری صدی کے مورخ ہیں اس واقعہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت علی نے خلیفہ عثمان سے کہا، تم انہیں (ابوذر) کو تکلیف نہ دو، اگر وہ جھوٹے ہیں تو اس کا وبال ان پر پڑے گا اور اگر سچے ہیں تو جیسا بیان کرتے ہیں ایسا ظہور میں آ ہی جائے گا، خلیفہ عثمان کو حضرت علی کا یہ کلام پسند نہ آیا، غصہ ہو کر علیؑ سے کہا، تمہارے منہ میں دھول، حضرت علی نے بھی ویسا ہی دہرا دیا۔ پھر حضرت علی نے فرمایا اے عثمان یہ تم کیا کرتے ہو اور کیسی بے انصافی کرتے ہو، تم معاویہ کی نامعلوم باتوں کے کہنے سے رسول خدا کے دوست ابوذر کے حق میں جو کلمات کہتے ہو یہ مناسب نہیں ہے، کیا تمہیں معاویہ کی دشمنی، اور اس کے ظلم اور فتنہ و فساد کا حال معلوم نہیں ہے یہ سن کر خلیفہ عثمان خاموش ہو رہے

(تاریخ اعثم کوفی ص ۱۳۱ و مجالس المومنین ص ۹۵)

علامہ عبدالحمید جودۃ السحار لکھتے ہیں کہ پھر ابوذر عثمان کے پاس سے چلے آئے۔ سب گرد جمع ہو گئے جیسے کبھی انہیں دیکھا ہی نہ تھا۔ (حضرت ابوذر غفاری ص ۱۴۵)

Marfat.com

مورخ طبری کی غلط بیانی

دربارِ عثمانی میں حضرت ابوذر کے پہنچتے ہی ایسی صورت حال ہو گئی کہ ابوذر تو ابوذر حضرت عثمان حضرت علی علیہ السلام تک سے برہم ہو گئے اور انہوں نے حضرت ابوذر کو ایسے الفاظ سے یاد کیا جو ایک عامی کے لیے بھی سزاوار نہیں، تواریخ شاہد ہیں کہ حضرت ابوذر کو "تیری ماں مرے تجھے دیکھ کر کوئی آنکھ ٹھنڈک نہ ہو" جیسے الفاظ استعمال کئے اور اپنے درباریوں سے ان کے قتل تک کا مشورہ لیا۔ اب ایسی صورت میں کس کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ خلیفہ عثمان نے حضرت ابوذر کے داخل دربار ہوتے ہی اُن کی تعظیم کی ہو گی اور انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھایا ہو گا اور اُن کے ساتھ وہاں اچھا سلوک کیا ہو گا لیکن مورخ طبری لکھتا ہے:

"چوں پیش عثمان رسید او را بنواخت و نزدیک خویش بنشاند الخ

حضرت ابوذر جب عثمان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اُن کی آؤ بھگت کی اور انہیں اپنے پاس بٹھایا اور اُن سے فرمایا کہ اے ابوذر لوگ تمہاری شکائتیں کرتے ہیں، ابوذر نے فرمایا کہ اچھا ایسا کرو کہ مجھے کسی ایسی جگہ بھیج دو جہاں اس قسم کے لوگ نہ ہوں، آپ نے پوچھا کہاں جانا چاہتے ہو، کہا ربذہ بھیج دو چنانچہ انہیں ربذہ بھیج دیا (تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۲۵) طبری نے اس بیان میں تمام مورخین کے خلاف صحیح واقعہ اور حالات کو بالکل غلط طریقے سے پیش کیا ہے، نہ اس کا یہ کہنا صحیح ہے کہ عثمان نے ابوذر کی آؤ بھگت کی نہ یہ بیان کرنا درست ہے کہ ابوذر اپنی مرضی سے ربذہ تشریف لے گئے" جیسا کہ میرے بیان سے آئندہ ظاہر ہو گا۔

مدینہ منورہ میں حضرت ابوذر کی تبلیغ کا آغاز

دربارِ عثمانی سے برآمد ہونے کے بعد حضرت ابوذر نے پھر تبلیغی سرگرمی شروع فرما دی، موصل میں چونکہ مال دار کم تھے، اس لیے وہاں اپنی تبلیغ میں محبت اہلبیت پر زور دیتے رہے اور شام میں اہل دولت زیادہ تھے، لہٰذا وہاں موضوع تبلیغ کے دونوں اجزاء پیش نگاہ رہے۔ یہی حال چونکہ مدینہ میں تھا۔ بنا بریں محبت اہلبیت کی طرف

Marfat.com

ترغیب اور جمع مال کی مذمت کی طرف متوجہ رہے (کتاب ابوذر وحیات القلوب) لیکن جمع مال کی مذمت کا پہلو آپ کی تقریر میں اُس وقت غالب ہو جاتا تھا جب کوئی سرمایہ دار آپ کے سامنے ہوتا، علامہ سید نور اللہ شوشتری شہید ثالث تحریر فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ عثمان آپ کے سامنے آجاتے تھے تو آپ فوراً، آیتہ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم" کی تلاوت فرما دیا کرتے تھے، اس سے ان کا منشاء یہ ہوتا تھا کہ اے عثمان جو تم مال جمع کرتے ہو غریبوں کو نہیں دیتے اور جب دیتے بھی ہو تو صرف اپنے عزیزوں کو یہ غلط ہے وہ دن دور نہیں کہ جہنم میں تمہارے پہلو اور پیشانیاں داغی جائیں گی (مجالس المومنین ص۹۴)

مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ اسی کی طرف ایک مرتبہ حضرت علی نے بھی حضرت عثمان کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں تم نے ان کی پیروی بھی چھوڑ دی ہے، اور اب تمہاری تمام نگاہ صرف بنی امیہ اور صرف اپنے عزیز و اقرباء پر پڑتی ہے تم نے غریبوں کو مطلقاً نظر انداز کر دیا ہے، یہ بالکل درست نہیں ہے آخر مال مسلمین میں تمہیں اس قسم کے ناجائز تصرف کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا ہے، حضرت علی کے اس بیان پر حضرت عثمان نے برہم ہو کر کہا، ہم سے پہلے جو لوگ گذرے انہوں نے اپنے عزیزوں پر ظلم کیا تھا، میں ایسا نہیں کرنا چاہتا، میں جو کچھ دے رہا ہوں اپنے غریب عزیزوں کو دے رہا ہوں، حضرت علی نے فرمایا، کہ کیا وہی اس کے حق دار ہیں کہ آن کو ہزار ہا روپے بیت المال مسلمین سے دے رہے ہو اور کوئی غریب نہیں ہے وغیرہ وغیرہ

(تاریخ طبری ج ۴ ص۵۳۴ و عقد الفرید ج ۲ ص۲۷۲)

دربار خلافت میں حضرت ابوذر کا نعرہ حق

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر مشغول تبلیغ تھے، کبھی آپ مسجد نبوی میں، کبھی کوچہ و بازار میں برابر تقریر فرمایا کرتے تھے، ایک دن حضرت عثمان نے آپ کو دربار میں بلوا بھیجا، جب آپ وہاں پہنچے تو خلیفہ عثمان نے کہا،

"اے جندب! تجھے دیکھ کر کوئی آنکھ روشن نہ ہو، حضرت ابوذر نے فرمایا،

اے عثمان، میرے باپ جنادہ نے میرا نام "جندب" رکھا تھا، مگر حضرت رسول خدا نے میرا نام "عبد اللہ" رکھا ہے، تم کو چاہیئے تھا کہ مجھے لفظ عبد اللہ سے مخاطب کرتے خلیفہ عثمان نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم میرے متعلق بدگمان رکھتے ہو کہ میرا یہ قول ہے کہ "کہ خدا فقیر ہے اور میں غنی ہوں" حضرت ابوذر نے فرمایا کہ لوگ اسی طرح چغلی کھاتے ہیں، میں نے کبھی ایسا نہیں کہا، خلیفہ عثمان نے کہا کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو تمہارا دماغ کام نہیں کرتا، حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میرا دماغ کام کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، مگر مجھے یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اذا بلغوا ثلاثین رجلاً اتخذوا عباد الله خولا" جب ابو العاص کی اولاد تیس[1] تک پہنچ جائیں گی تو وہ خدا کے مال کو اپنی دولت و اقبال کا ذریعہ ٹھہرائیں گے، خدا کے بندوں کو اپنے خدمتگار اور نوکر قرار دیں گے، خدا کے دین میں خیانت کریں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن سے آزادی بخشے گا

خلیفہ نے حاضر الوقت لوگوں سے پوچھا۔

تم میں سے کسی نے حضرت رسولؐ کو ایسا فرماتے سُنا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے نہیں سُنا۔

خلیفہ نے کہا، اے ابوذر تم حضرت رسول کریمؐ پر بہتان باندھ رہے ہو اور افترا کر رہے ہو۔

حضرت ابوذر نے حاضرین مجلس سے کہا۔

---

[1] یہی حدیث ابن عباس سے بھی مروی ہے ابن عباس کی روایت کے تتمہ میں یہ ہے کہ "پھر جب ان کی تعداد ۴۰۰ ہو جائے گی، تو یہ ہلاک ہو جائیں گے۔
(تطہیر الجنان ابن حجر بر حاشیہ صواعق محرقہ ص ۱۴۳)

کیا تم لوگ میرے اس بیان کو غلط سمجھ رہے ہو، اُن لوگوں نے جواب دیا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ،

اس کے بعد حضرت عثمان نے حکم دیا کہ کوئی شخص جا کر ابوالحسن کو بلا لائے، کسی نے جا کر حضرت علی کو اطلاع دی اور وہ آپ تشریف لائے۔

خلیفہ عثمان نے حضرت ابوذر سے کہا کہ اب ابوالحسن کے سامنے رسول کریمؐ کی وہ حدیث بیان کرو جو تم نے ابھی بیان کی ہے۔

حضرت ابوذر نے فوراً اس حدیث کو دہرایا۔

خلیفہ عثمان نے پوچھا، اے ابوالحسن تم نے اس حدیث کو رسول کریمؐ سے سُنا ہے

حضرت علی نے فرمایا، اے عثمان، میں نے حضرت رسول کریمؐ کی زبانی یہ حدیث تو نہیں سُنی لیکن ابوذر کی تکذیب بھی نہیں کرتا۔

خلیفہ عثمان نے کہا کہ جب کہ آپ نے حدیث سنی نہیں تو پھر کس بنیاد پر اس کی تکذیب نہیں کرتے ،

حضرت علی نے فرمایا کہ اس بنیاد پر کہ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ "نیلے آسمان کے نیچے اور زیر روئے زمین کے اوپر کوئی شخص ابوذر سے زیادہ راست گو پیدا نہ ہوگا۔"

یہ سن کر حاضرین مجلس بول اُٹھے کہ یقیناً ابوذر سچ کہتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابوذر بولے، اے لوگو! میں نے بنی عاص کے متعلق جو حدیث بیان کی ہے اُسے میں نے رسول خداؐ کی زبان مبارک سے سنا ہے پھر آپ حضرت عثمان کی طرف مخاطب ہو کر بولے، اے عثمان، میں یہ گمان بھی نہ کرتا تھا کہ ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ تم سے اپنی نسبت یہ کلمے سنوں گا جواب

Marfat.com

سُن رہا ہوں۔

خلیفہ عثمان نے کہا کہ اچھا اب اپنی زبان بند کرے، اور جھوٹ بولنا چھوڑ دے، تو فساد کرانا چاہتا ہے اور تیرا مدعا یہ ہے کہ ہم میں تنازعہ پیدا ہو۔

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ اے عثمان تو ابوبکر اور عمر کی سیرت پر قائم رہ، پھر تجھ سے کوئی برگشتہ نہ ہوگا، نہ تیرے قول و فعل پر کوئی معترض ہوگا۔

خلیفہ نے فرمایا کہ تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ،

حضرت ابوذر نے فرمایا، کہ مجھے اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں دکھتا، بلکہ خدا و رسولؐ کے فرمان کو شائع کرتا اور اُن کی ممانعت سے روکتا ہوں۔

یہ سُن کر خلیفہ کو سخت غصہ آگیا اور انہوں نے حاضرین سے کہا کہ بتاؤ میں اس بوڑھے دروغگو کا کیا حال کروں۔ یہ فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے۔

(تاریخ اعثم کوفی ص۱۳۱، الغدیر ج ۸ ص۲۹۶، حیات القلوب ص۱۰۳، مستدرک حاکم ج ۴ ص۴۸۵، کنز العمال ج ۶ ص۱۶۹

مورخ مسعودی علامہ ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ اور مورخ یعقوبی علامہ احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وہب ابن واضح یعقوبی المتوفی ۲۷۸ھ مورخ واقدی علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد الزہری البصری، کاتب العباسی او واقدی المتوفی ۲۳۰ھ، اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ

"جب ابوذر حضرت عثمان کے دربار میں حاضر کیے گئے تو حضرت عثمان نے اُن سے کہا کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ تم نے لوگوں سے رسول اللہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب وقت بنی امیہ کے مردوں کی تعداد تیس تک پوری ہو گی اُس وقت وہ خدا کے بلاد کو مال غنیمت اور خدا کے بندوں کو، لونڈی و غلام سمجھیں گے اور خدا کے دین کو مکاری کے طور پر اختیار کریں گے۔

ابوذر نے جواب دیا کہ ہاں میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، حضرت عثمان نے حضار دربار سے پوچھا کہ آیا تم نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے؟

Marfat.com

اس کے بعد حضرت علی کو بلا کر اُن سے دریافت کیا کہ اے ابوالحسن تم اس حدیث کی تصدیق کرتے ہو، حضرت علی نے فرمایا کہ "ہاں"۔ حضرت عثمان نے کہا کہ اس کی شہادت کیا ہے حضرت علی نے کہا کہ رسول اللہ کا یہ قول کہ "زیر فلک[1] اور بالائے زمین ایسا کوئی ذی نطق نہیں ہے جو ابوذر سے زیادہ صادق القول اور حق گو ہو"

اس واقعہ کے بعد حضرت ابوذر چند روز ہی مدینہ میں رہنے پائے تھے کہ حضرت عثمان نے اُن سے کہلا بھیجا "و اللہ لتخرجن عنها" کہ خدا کی قسم تم مدینہ سے ضرور نکال دیئے جاؤ گے (مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۴۳۸ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸)

دربار عثمانی میں ترکۂ عبدالرحمٰن پر حضرت ابوذر کا نعرہ اور کعب الاحبار کی سرزنش

روایت مذکورہ کے تتمہ میں مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر ایسی دربار عثمانی میں ہی تھے کہ عبدالرحمن بن عوف کا ترکہ لایا گیا اُس میں ایک تھیلی زر کی، جو اتنی بڑی تھی کہ لانے والا اُس کی آڑ میں آگیا، اُس میں سونا چاندی اور جواہرات بھرے تھے، حضرت عثمان کے منہ سے نکلا "انی لارجو العبد الرحمٰن خیراً" میں عبدالرحمٰن کے لئے بھلائی کی توقع رکھتا ہوں کیونکہ وہ صدقہ دیتے اور مہمان نوازی کرتے تھے، پھر بھی تم جو کچھ دیکھ رہے ہو یہ چھوڑ گئے، یہ سن کر "کعب الاحبار" نے کہا، "صدقت یا امیر المومنین" اے امیر المومنین آپ نے سچ فرمایا ہے "پاک مال کمایا، پاک مال خرچ کیا، پاک مال چھوڑا، اللہ نے اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی" یہ سنتے ہی حضرت ابوذر نے اپنا عصا اٹھایا اور کعب کے سر پر دے مارا، اور فرمایا کہ اے یہودی کے بچے، وہ شخص جو اس قدر مال چھوڑ گیا تو اُس کے بارے میں کہتا کہ اللہ نے اُسے دنیا و آخرت کی

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۸، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۲، مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۲۸، صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۴۰، استیعاب ج ۲ ص ۸۲، تیسیر الوصول ابن ربیع ص ۱۳۷، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۹، اصابہ ابن حجر ج ۳ ص ۶۲۲، جامع صغیر، شرح جامع صغیر مناوی ج ۵ ص ۴۲۳، کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۹

بھلائی عطا کی، اور اللہ کے بارے میں ایسا یقین بھی رکھتا ہے، میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ مجھے پسند نہیں ہے کہ جب میں مروں تو میرا مال زیبوں میں بھی تولا جائے اور تو یہ کچھ کہتا ہے، یہ سن کر عثمان نے ابوذر سے کہا کہ میرے سامنے سے دور ہو جا (تاریخ مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۴۳۳) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر شام سے واپسی کے بعد علیل ہو گئے تھے، ایک دن اپنے عصا کے سہارے داخل دربار ہوئے، ابھی آپ پہنچے ہی تھے کہ ایک لاکھ درہم عمال حکومت اطراف و جوانب سے لے کر دربار میں حاضر ہوئے، آپ کی جونہی نظر پڑی آپ نے پوچھا کہ اے عثمان یہ مال کس کا ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا، آپ نے پوچھا کہ یہ کب تک جمع رہے گا اور مسلمانوں کو نہ ملے گا، خلیفہ نے کہا کہ جب تک ایک لاکھ درہم اور نہ آ جائے، میرے پاس رہے گا، چونکہ یہ مال "برائے من آوردہ اند" میرے لئے لائے ہیں اس میں انتظار میں ہوں کہ اور آ جائے تو میں اسے جسے چاہوں دوں اور جہاں چاہوں خرچ کروں حضرت ابوذر نے فرمایا کہ اے عثمان، چار دینار زیادہ ہیں یا ایک لاکھ درہم، حضرت عثمان نے فرمایا کہ ایک لاکھ درہم زیادہ ہے، یہ سن کر حضرت ابوذر نے فرمایا کہ

"اے عثمان کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک دن میں اور تم حضرت رسول کریم کی خدمت میں عشاء کے وقت حاضر ہوئے تھے اور انہیں بہت غمگین پا کر اُن سے رنجیدگی کا سبب پوچھا تھا تو انہوں نے شدت رنج و غم کی وجہ سے ہم سے کلام تک نہیں فرمایا تھا، پھر جب ہم اور تم صبح کے وقت اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں شاداں و خنداں پا کر جب شب گذشتہ کی رنجیدگی اور اس وقت کی بالیدگی کا سبب دریافت کیا تھا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ

"شب گذشتہ میرے پاس مال مسلمین میں سے چار دینار تقسیم سے بچ گئے تھے اس لئے میں حیران و پریشان تھا اور اس وقت اُسے حق دار تک پہنچا چکا ہوں، اس لئے خوش و مسرور ہوں"

Marfat.com

یہ سن کر حضرت عثمان متوجہ ہوئے کعب الاحبار کی طرف اور بولے "اے کعب یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ واجب نکال دے تو کیا اُس پر کوئی اور چیز لازم آتی ہے اُس نے کہا کہ "نہیں"..... یہ سن کر حضرت ابوذر نے آیۂ قرآنی پڑھتے ہوئے اُس کے سر پر ایک عصا رسید کیا (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۵۶)

مورخ مسعودی لکھتا ہے۔

فقال عثمان ارائیتم من زکی ماله هل فیه حق لغیره فقال کعب "لا" یا امیر المومنین فدفع ابوذر بعصاه فی صدر کعب وقال له کذبت یا ابن الیهودی ثم "تلا" لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن بالله والیوم الآخر والملائکة والکتاب والنبیین وآتی المال علی حبه ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة وآتی الزکوٰة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا (سوره بقره ۱۷۷/۲)

حضرت عثمان نے سوال کیا کہ کیا یہ معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے زکوٰۃ وغیرہ نکال دے تو پھر اُس میں اور بھی کسی کا حق باقی رہتا ہے، کعب نے کہا "نہیں پھر تو کچھ نہیں رہتا، یہ سن کر حضرت ابوذر نے اُس کے سینے پر (گھونسہ یا ڈنڈا)، رسید کیا اور فرمایا اے یہودی کے بچے تو جھوٹ بولتا ہے، اس کے بعد یہ آیت پڑھی "یہی کوئی خاص نیکی نہیں ہے کہ تم مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لو نیکی یہ ہے کہ اللہ یوم آخرہ ملائکہ، کتاب انبیاء پر ایمان لاؤ اور اُس کی محبت میں قرابت داروں یتیموں مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور لونڈی غلام کی گلو خلاصی میں مال صرف کرو، اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اپنے عہدوں کو وفا کرو جبکہ تم نے عہد کر لیا ہو"

(تاریخ مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۴)

کعب الاحبار کی ایک اور سرزنش

علامہ مجلسی اور مسعودی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے کعب الاحبار سے پوچھا کہ آیا اس میں کوئی حرج ہے کہ بیت المال کا تھوڑا مال مسلمانوں کو دے اور باقی جمع رکھے تاکہ بعد میں جیسی مصلحت ہو اُس طرح صرف کرے، کعب الاحبار نے جواب دیا، کہ اگر ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی بنا کر رکھے تب بھی کوئی حرج نہیں "فرافع ابوذر العصا فقرع بھا فی صدر کعب" یہ سن کر حضرت ابوذر نے کعب الاحبار کے سینے میں عصا کی "ہول" دی اور فرمایا کہ اے یہودی کے بچے تو کل مسلمان ہوا ہے تجھے کیا معلوم کہ دین اسلام کے احکام کیا ہیں، خدا فرماتا ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون،

وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں انہیں صرف نہیں کرتے، انہیں عذاب الیم کی بشارت دے دو اور وہ دن یاد دلا دو جس دن انہیں جہنم کی آگ سے تپا کر اُنہیں سے ان لوگوں کی پیشانیاں پہلو اور پشتیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائیگا کہ یہ وہی چیزیں ہیں جن کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا اب تم اپنے جمع کرنے کا مزا چکھو،

حضرت ابوذر نے جب ان آیات کی تلاوت کی تو حضرت عثمان نے کہا، اے ابوذر تمہاری عقل زائل ہو گئی ہے اگر یہ امر مانع نہ ہوتا کہ تم رسول خدا کی صحبت سے مشرف ہو تو تم کو ضرور قتل کر دیتا، حضرت ابوذر نے فرمایا کہ مجھے قتل کرنا تیرے بس کا روگ نہیں ہے تو مجھے قتل نہیں کر سکتا کیونکہ میرے حبیب نے فرمایا ہے، کہ اے ابوذر، تجھے نہ دین سے پھیر سکیں گے اور نہ قتل کر سکیں گے

حیات القلوب ج ۲ ص ۵۹۰ و مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۸ از کتاب مرزا مقتاحی "سوانح حضرت علی" از سید حسنی ص ۹۳ طبع ایران

Marfat.com

علامہ عبدالحمید مصری جودۃ السحار، مذکورہ واقعات پر روشنی ڈالنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ابوذر نے کعب الاحبار سے عبدالرحمٰن کے ترکہ کی تائید میں الفاظ سنتے ہی اپنی لاٹھی اٹھائی، اور کعب کا سر پھوڑ دیا۔

"یہودی بچے وہ شخص اس قدر مال چھوڑ گیا اور تو اُس کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ نے اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی اور اللہ کے بارے میں ایسا ہی یقین بھی رکھتا ہے۔

سن ایک دن رسول اللہ احد کے پہاڑ کی طرف سے گذر رہے تھے۔ میں آپ کے ساتھ تھا، فرمایا، اے ابوذر! میں نے کہا "لبیک یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا قیامت کے دن اہل ثروت مفلس ہوں گے، پھر فرمایا... اے ابوذر اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہوتا اور میں اُسے راہ خدا میں خرچ کر دیتا تو مرتے دم مجھے وہ تولہ بھی چھوڑنا گوارہ نہ ہوتا۔ (حضرت ابوذر غفاری ص۱۴۸)

حضرت عثمان غنی اور اُن کے اعزا اور بعض صحابہ کی سرمایہ داری اور حضرت ابوذر کا احتجاج

ہم گذشتہ صفحات میں مختصر طور پر حضرت عثمان کی نعدیوں پر روشنی ڈال چکے ہیں اور یہ بتا چکے ہیں کہ انہوں نے مال مسلمین کو صرف اپنے عزیزوں میں تقسیم کر کے عوام غرباء کو اُن کے حق سے محروم کر دیا تھا اور حضرت ابوذر اپنے جذبہ ایمانی کی وجہ سے بحوالہ ارشاد رسول کریم علم تبلیغ بلند کرنے پر مجبور ہو گئے تھے جس کے نتیجہ میں انہیں شام بھیج دیا گیا تھا، پھر شام سے نہایت بری طرح مدینہ بلوایا گیا اور ان کے ساتھ پوری سختی برتی گئی، حضرت ابوذر چونکہ اصول کے پکے تھے اور اُن کو اس کا لحاظ تھا کہ رسول کریم سے حق بات کہنے کا معاہدہ کر چکا ہوں لہٰذا انہوں نے اس سلسلہ میں کسی ملامت اور کسی طاقت کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن کو جاری رکھا۔ انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی، کہ

ـــــــ بادشاہِ وقت سے گفتگو کر رہا ہوں یا کسی عام شخص سے انہوں نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی کہ کہیں جگہ گفتگو کر رہا ہوں یہ سڑک ہے یا بازار، مسجد ہے یا گلی کوچہ و ربار ہے یا کچہری، آپ کی گفتگو اور آپ کے نعرۂ حق کا انداز ایک ہی رہا۔

ناظرین کرام آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے ترکہ کا حال ملاحظہ فرما لیا اور وہ معاملہ بھی دیکھ لیا جو حضرت ابوذر کے ہاتھوں سامنے آیا، اب ہم آپ کے اضافہ معلومات کے لئے قدرے تفصیل سے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے اپنوں کے لئے خزانہ عامرہ اسلامیہ کا منہ کس طرح کھول دیا تھا اور ان کے عزیز اقرباء اور ان کے خصوصی ماننے والے کتنی دولت کے مالک ہوگئے تھے اور کتنے عظیم سرمایہ دار بن گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک فہرست بھی پیش کریں گے جس کے بعد آپ کو یہ اندازہ لگانا آسان ہو جائے گا کہ حضرت رسول کریمؐ کے نقش قدم پر چلنے والے حضرت علی ہوں یا ابوذر سلمان ہوں یا مقداد، عمار ہوں یا کوئی اور صحابی کیونکر خاموش بیٹھ سکتے تھے، آخر ان کی بھی تو ذمہ داری تھی، یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے پورا پورا احتجاج کیا اور حضرت ابوذر تو اس سلسلہ میں سر ہی سے گذر گئے۔

اب ہم ناظرین کرام کی خدمت میں حضرت عثمان کی اُن کرم گستریوں اور کنبہ پروریوں کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں، لیکن اس سے قبل یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے دل میں بنی امیہ کو فروغ دینے کا جذبہ کیونکر پیدا ہوا اور اس سلسلہ میں انہوں نے کن حدود تک تجاوز کیا علامہ ابن عساکر جو علامۂ دوسری صدی ہجری کے مورخ و مفسر ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

عن انس ان ابا سفیان دخل علی عثمان	انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک دن ابوسفیان
بعد ما عمی فقال هل ههنا احد فقالوا	بن حرب جبکہ وہ اندھا ہو چکا تھا حضرت
لا اللهم اجعل الامر امر جاهلیته	عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا، آیا اس
والملک ملک غاصبیة واجعل اوتاد الارض	جگہ کوئی اور بھی ہے، آس کے ہمراہیوں نے کہا۔
لبنی امیة (تاریخ ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰)	نہیں" اُس نے کہا کہ اے عثمان اس

امر حکومت کو جاہلیت کا انداز دے دو
ملک کو ایسا سمجھو جیسے کسی سے چھینا ہوا
ہو، اور اس میں بنی امیہ کے لئے کھونٹا
گاڑ دو۔ (تاریخ ابن کثیر ج ۵ صفحہ ۲۰۸)

ناظرین کرام، یہ ابوسفیان وہی ہے جس نے قبل اسلام، آنحضرتؐ کے ساتھ وہ کردار ادا کیا تھا جس کی مثال نہیں ملتی، پھر طوعاً وکرہاً مسلمان ہو گیا تھا اس کے دل میں اسلام کا کوئی وقار قائم نہ ہوا تھا۔

حضرت عثمان نے اس کی بات مان لی اور وہ پورے طور پر بنی امیہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہیں مالا مال کر دیا اور ملک کو چھینی ہوئی مملکت قرار دے کر اس کے اصل وارثوں کے ساتھ برے سلوک کرنا شروع کر دیئے، ظاہر ہے کہ مملکت اسلامیہ کی صحیح وراثت حضرت علی اور اُن کی اولاد کی تھی، لہذا ان کے ساتھ ان کا سلوک ابوسفیان کے پیدا کئے ہوئے جذبات کے پیش نظر وہ کچھ تھا جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

محدث ہیثمی کا بحوالہ طبرانی بیان ہے کہ ایک دن عثمان نے حضرت علی کی مسجد میں چادر پکڑ لی اور درہ اٹھا کر اُن پر حملہ کرنا چاہا حضرت علی کے ہاتھ میں عصا تھا، آپ نے عصا اٹھا لیا، پھر حضرت عباس نے دونوں کو سمجھا بجھا کر معاملہ کو فرو کیا۔ (مجمع الزوائد ج ، صفحہ ۲۲) اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں، جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان میں ذاتی جذبات بھی اسی قسم کے تھے، ابوسفیان نے "سونے پر سہاگہ" کا کام کر دیا تھا، تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی ام کلثوم کی شب وفات محض اس لئے کہ وہ رسولؐ کی طرف منسوب ہیں، دوسری عورت سے جماع کیا تھا اور اس کی پرواہ نہ کی تھی کہ اُن کی بیوی جاں بلب ہے۔ (تاج العروس ج ۶ صفحہ ۲۴۳،
طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۳۱، مسند احمد ج ۳ صفحہ ۱۲۶، مستدرک ج ۴ صفحہ ۴۷، سنن الکبری بیہقی ج ۴ صفحہ ۵۳
الروض الانف سہیلی ج ۲ صفحہ ۱۰۷، نہایہ ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۲۸۶ طبع مصر، لسان العرب ۱۱ صفحہ ۵۸۹، اصابہ ج ۴ صفحہ ۴۸۹)

Marfat.com

مروان بن حکم

مورخین نے اس امر کی وضاحت کی ہیں کہ لوگ عثمان کے کیوں مخالف ہو گئے یہ بھی تحریر کیا ہے، کہ حضرت عثمان نے مروان ابن حکم کو وہ فدک دے دیا جو حضرت فاطمہ سے عہد خلافت اول میں حدیث لا نورث الخ کے حوالہ سے چھین لیا گیا تھا یہ فدک مروان اور اُس کی اولاد کے تحت تصرف رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے اُسے چھین کر صدقہ قرار دیا (معارف ابن قتیبہ ص۸۴، تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص۱۶۸، سنن الکبریٰ بیہقی ج ۶ ص۳۰۱، عقد الفرید ج ۲ ص۲۶۱، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص۶۷، روضتہ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر ابن شحنہ بر حاشیہ مروج الذہب ص۲۹)

حضرت عثمان نے مروان بن حکم کو جو کہ آپ کا چچا زاد بھائی اور آپ کی لڑکی ام ابان کا شوہر تھا صرف فدک ہی نہیں دیا بلکہ افریقہ سے آیا ہوا مال غنیمت کا پانچواں حصہ یعنی پانچ لاکھ دینار بھی دے دیا جس کے متعلق عبدالرحمن بن حنبل الجمحی الکندی نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

دعوت ... فادنیتہ ... خلافاً لسنۃ من قد مضی

اے خلیفہ تم نے ملعون مروان کو اُن لوگوں کے خلاف جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اپنے قریب کر کے اُسے داماد بنا لیا، اور پھر اُسے تم نے غنائم افریقہ کا پانچواں حصہ غرباء پر ظلم کر کے دے دیا (معارف ص۸۴، ابوالفداء ج ۱ ص۱۶۸، انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص۲۸) مورخ ابن کثیر اور مورخ واقدی کا بیان ہے کہ عثمان نے جو غنائم افریقہ سے مروان کو دیا اُس کی مالیت ۲ کروڑ ۲۰ ہزار اشرفی تھی (تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص۱۵۲) مورخ طبری کا بیان ہے کہ اُس رقم کی تعداد ۲ کروڑ ۵ لاکھ ۲۰ ہزار اشرفی تھی (تاریخ طبری عربی ج ۵ ص۵۰) اس کے علاوہ اُسے غنائم مصر کا پانچواں حصہ بھی دے دیا (اشرف الانساب بلاذری ج ۵ ص۲۵ وطبقات ابن سعد ج ۳ ص۴۴ طبع لندن) علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں، خلیفہ نے اپنی لڑکی کی شادی کر کے مروان کو بیت المال سے ایک لاکھ درہم بھی دیا، اُن کے اس عمل پر زید ابن ارقم نے خزانہ کی کنجی لا کر عثمان کے

Marfat.com

سامنے ڈال دی اور کہا مروان تو اس بیں سے ۱۰۰ ادرہم کا بھی حق دار نہیں ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷)

ناظرین، مروان اور اُس کے باپ حکم کے بارے میں تمام مورخین، مفسرین، محدثین اور راویوں کا بیان ہے جن میں حضرت عائشہ کو نمایاں مقام حاصل ہے، وہ کہتے ہیں کہ مروان اور حکم دونوں بزبانِ رسولؐ ملعون تھے اور ان کی نسل کے لئے بھی رسولؐ نے لعنت کی ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مروان لعنت رسولؐ کے عصارہ یعنی نچوڑ اور نطفہ سے پیدا ہوا ہے، رسول خدا نے ان لوگوں کے زمین پر رہنے کو برداشت نہیں کیا، خدا نسخا نہیں ان کے باپ دادا اور ان کی نسل کو شجرۂ ملعونہ قرار دیا ہے اور رسول خدا نے حکم کو مدینہ بدر کر دیا تھا اور ابوبکر اور عمر نے بھی انہیں آنے نہیں دیا مگر حضرت عثمان نے انہیں بلا کر عطایا دیئے اور مروان کی شادی اپنی لڑکی ام ابان سے کر دی، تفصیل کے ملاحظہ ہو

مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۸۱، تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۱۹۷، تفسیر کشاف ج ۳ ص ۹۹ طبع مصر، تفسیر الفائق زمخشری ج ۲ ص ۲۵۲، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۵۹، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۹۱، اسد الغابۃ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴، نہایہ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۳ طبع مصر، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵۵، تفسیر نیشاپوری برحاشیہ طبری ج ۲۶ ص ۱۳، تفسیر نسفی برحاشیہ خازن ج ۴ ص ۱۳۲، صواعق محرقہ ص ۱۰۸، ارشاد الساری ج ۷ ص ۳۲۵، لسان العرب ج ۹ ص ۴۳، درمنثور ج ۶ ص ۴۱، حیات الحیوان ج ۲ ص ۳۹۹، سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷، تاج العروس ج ۵ ص ۶۹، تفسیر شوکانی ج ۵ ص ۲۰، تفسیر آلوسی ج ۲۶ ص ۲۰، سیرت زینی دحلان برحاشیہ حلبیہ ج ۱ ص ۲۴۵،

حکم بن عاص

یہ مروان کا باپ اور حضرت عثمان کا چچا تھا۔ اسے آپؐ نے اس لئے مدینہ سے نکلوا دیا تھا کہ یہ آپؐ کو ابولہب سے زیادہ ستایا کرتا تھا، اکثر ایسا بھی کیا ہے کہ جب آنحضرتؐ کا سامنا ہوتا تھا تو یہ آپ کی نقلیں کرتا تھا،

(اصابہ ج ۱ ص ۳۴۵، سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷، الفائق زمخشری ج ۲ ص ۳۰۵، تاج العروس ج ۹ ص ۳۵)

جب یہ حضرت عثمان کی طلب پر آیا تھا تو اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اور جب یہ دربار

Marfat.com

سے نکلا تھا تو خز اور طیلسان کے لباس سے آراستہ تھا۔ اسے خلیفہ نے صدقات قضاعہ (یمنی) میں سے تین لاکھ درہم عطا کیئے (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص۱۴۹) یہ وہ شخص تھا جس کو رسول خدا نے نکلوا دیا تھا اور حضرت ابوبکر اور عمر نے بھی مدینہ بدر ہی رکھا تھا لیکن حضرت عثمان نے اُسے اپنے پاس بلا لیا اور ایک لاکھ دینار سے اُسے نوازا (معارف ابن قتیبہ ص۸۳، عقد الفرید ج ۲ ص۲۱۱، محاضرات راغب اصفہانی ج ۲ ص۲۱۲، مرآۃ الجنان یافعی ج ۱ ص۸۵)

حارث بن حکم

یہ مروان کا بھائی اور حضرت عثمان کی لڑکی بی بی عائشہ کا شوہر تھا اسے حضرت عثمان نے مال مسلمین میں سے ۳ لاکھ درہم عطا فرمائے تھے، نیز بہت سے اونٹ صدقہ کے طور پر وصول ہوئے تھے وہ بھی انہیں کو دے دیئے تھے (انساب بلاذری ج ۵ ص۵۲/۲۸) مدینہ میں رسول کریمؐ کا تصدق کیا ہوا ایک بازار تھا جسے "مہزور" کہتے تھے حضرت عثمان نے وہ بازار حارث بن حکم کے حوالہ کر دیا تھا (معارف ص۸۴، عقد الفرید ج ۲ ص۲۶۱، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص۶۷، محاضرات راغب اصفہانی ج ۲ ص۲۱۲) اس کے علاوہ مدینہ کے جو بازار تھے اُن کی آمدنی کا دسواں حصہ حارث کے لئے معین تھا (سیرۃ حلبیہ ج ۲ ص۸۷)

سعید بن عاص

آپ نے سعید بن عاص بن سعید بن عاص بن امیہ کو ایک لاکھ درہم عنایت فرمایا (ابو مخنف و واقدی) سعید کا باپ عاص وہ ہے جو رسول اللہ کو بہت اذیت پہنچایا کرتا تھا حضرت علی نے اسے بدر میں قتل کیا (طبقات ابن سعد ج ۱ ص۱۸۵، اسد الغابۃ ج ۲ ص۳۱۰) سعید بن عاص وہ ہے جس نے ایک مرتبہ کوفہ میں ہاشم بن عتبہ کو جن کی ایک آنکھ صفین میں جاتی رہی تھی، چاند دیکھنے کے موقعہ "دکھانا" کہہ دیا تھا، جس کے نتیجہ میں بڑے بڑے صحابہ نے اُسے مارا اور اُس کا گھر جلا دیا تھا (ابن سعد) واضح ہو کہ سعید کو ایک لاکھ درہم دینے پر حضرت علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمن بن عوف نے سخت مخالفت کی لیکن خلیفہ نے پرواہ بھی نہیں کی (انساب بلاذری ج ۵ ص۲۸

Marfat.com

ولید بن عقبہ حضرت عثمان نے اپنے مادری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ کو ایک لاکھ درہم خازن کوفہ عبداللہ ابن مسعود سے بطور قرض دلوا دیا، پھر جب ابن مسعود نے اُس سے رقم بیت المال کا تقاضہ کیا تو اُس نے خلیفہ عثمان کو لکھا کر جو رقم آپ نے بیت المال سے دلوائی تھی، ابن مسعود مجھ سے اُس کی واپسی کا تقاضہ کرتا ہے، یہ دیکھ کر خلیفہ عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کو لکھا کہ انما انت خازن لنا فلا تعرض للولید فیما اخذ من المال" تو میرا خزانچی ہے، دیکھ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ ولید نے بیت المال سے جو کچھ بھی لیا ہے اُس سے تقاضہ مت کر اور کوئی تعرض نہ کر"

یہ حال دیکھ کر عبداللہ ابن مسعود جامع مسجد کوفہ میں جمعہ کے دن گئے اور انہوں نے برسرعام لوگوں سے واقعہ عثمان و ولید بیان کیا، ولید نے اس واقعہ کو خلیفہ عثمان کی خدمت میں لکھ بھیجا، فنزعہ عن بیت المال" انہوں نے ابن مسعود کو اس عہدہ سے ہٹا دیا، اور اُن سے بیت المال کی کنجی چھین لی (انساب الاشراف بلاذری ج ۵ صہ۳ عقد الفرید ج ۲ صہ۲۷۲)

یہ وہ ولید ہے جس کا باپ عقبہ رسول کریمؐ کا سخت دشمن تھا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول کریمؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے دو پڑوسیوں سے سخت عاجز ہوں ایک ابولہب دوسرے عقبہ بن ابی معیط، یہ دونوں دیگر حرکتوں کے علاوہ میرے دہلیز میں گندگیوں کا ڈھیر لگا جاتے ہیں (طبقات ابن سعد ج ۱ صہ۱۸۶ طبع مصر) مورخین نے اس قسم کے لوگوں کی جو فہرست بنائی ہے، اس میں ابولہب، عقبہ، ابوجہل، حکم بن ابی العاص بن امیہ کو نمایاں مقام حاصل ہے" (طبقات ابن سعد ج ۱ صہ۱۸۶، سیرت ابن ہشام ج ۲ صہ۲۵)

مفسرین و مورخین کا بیان ہے کہ عقبہ وہ ملعون ہے جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا، اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے "یوم یعض الظالم علی یدیہ الخ" اس آیت میں ظالم سے مراد یہی ملعون عقبہ ہے" جیسا کہ تفسیر طبری ج ۹ صہ۶، تفسیر بیضاوی ج ۲ صہ۱۶۱، تفسیر قرطبی ج ۱۳ صہ۲۵، تفسیر زمخشری ج ۲ صہ۳۲۶، تفسیر ابن کثیر ج ۳ صہ۱۷ تفسیر

Marfat.com

نیشاپوری برحاشیۂ طبری ج ۱۹ ص۱۰، تفسیر کبیر رازی ج ۶ ص۳۶۹، تفسیر ابن جزی کلبی ج ۳ ص۶۷
امتاع المقریزی ص۹۱، تفسیر درمنثور ج ۵ ص۷۸، تفسیر لباب التاویل خازن ج ۳ ص۳۶۵
تفسیر نسفی برحاشیۂ خازن ج ۳ ص۳۶۵، تفسیر شوکانی ج ۴ ص۲۶۲، تفسیر آلوسی ج ۱۹ ص۱۱ میں ہے

بہرحال ولید اور اُس کے باپ کی بدکرداری کے متعلق تواریخ و احادیث میں اتنا مواد ہے کہ مستقل ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے مختصر یہ ہے کہ ولید، فاسق، زانی، فاجر، شرابی، دین کی اہانت کرنے والا تھا، اس کے مشہور واقعات یہ ہیں۔ ۱: مسجد کوفہ میں نماز صبح نشۂ شراب کی وجہ سے چار رکعت پڑھائی ۲: عبداللہ ابن جعفر نے حکم امیرالمومنین سے اس پر شراب کی حد جاری کی اور ۸۰ کوڑے لگائے ۳: اس کے بعد جب ولید بن عاص والیٔ کوفہ ہوا تو اُس نے منبر کو پہلے اچھی طرح دھلوا کر کہا کہ ولید کی گندگی اس پر سے دور کرو، وغیرہ وغیرہ (الغدیر علامہ امینی ج ۸ ص۱۲۴)

عبداللہ ابن خالد

خلیفہ عثمان نے عبداللہ ابن خالد بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کو تین لاکھ درہم اور اُس کی ساری قوم کے تمام افراد کو ایک ایک ہزار درہم دیئے (عقد الفرید ج ۲ ص۲۶۱، معارف قتیبہ ص۸۴) علامہ ابن ابی الحدید نے چار لاکھ کی تعداد لکھی ہے (شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص۶۶)

مورّخ یعقوبی لکھتا ہے کہ حضرت عثمان نے عبداللہ ابن خالد بن اسید کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کردی اور اسے چھ لاکھ درہم دیئے جانے کا حکم دے دیا "فاکتب الی عبداللہ بن عامر ان یدفعها الیہ من بیت مال البصرۃ" اور اس کے لئے عبداللہ بن عامر کو لکھ کر بھیج دیا کہ اسے بصرہ کے بیت المال سے دے دے (تاریخ ابن واضح یعقوبی ج ۲ ص۱۴۵)

ابوسفیان بن حرب

ابوسفیان کے حالات سے ہر کہ و مہ واقف ہے حضرت عثمان نے اسے بھی دو لاکھ درہم بیت المال سے عنایت فرمایا تھا، یہ مال اُسی دن دیا تھا جس دن مروان بن حکم کو ایک لاکھ دینار عطا فرمایا تھا (شرح النہج البلاغہ ج ۱ ص۶۶)

عبداللہ بن سعد خلیفہ عثمان نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جو کہ آپ کا رضاعی بھائی تھا، غنائم افریقہ کا پانچواں حصہ دے دیا تھا۔

مورخ ابوالفداء کے بیان کے مطابق اُس کی قیمت ۵ لاکھ تھی یعنی ایک لاکھ دینار کی قیمت کا مال عبداللہ کو دے دیا (اسدالغابتہ ج ۳ ص ۱۷۳ و تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۵۲) ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ مغربی افریقہ کی فتح سے جو کچھ ملا تھا سارا کا سارا "من غیر ان یشرکہ فیہ احدا من المسلمین" کسی مسلمان کو شریک کئے بغیر "عبداللہ ابن سعد" کو دے دیا تھا (شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۶۷)

سعد بن ابی سرح وہ ہے جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا تھا، پھر ہجرت کر کے مدینہ گیا، تھوڑا عرصہ بعد مرتد ہو گیا، اس کے مرتد ہونے کے بعد رسول خدا نے اعلان فرما دیا کہ سعد بن ابی سرح جہاں ملے قتل کر دیا جائے، چاہے وہ خانہ کعبہ کے پردے کے نیچے ہی کیوں نہ ہو، یہ حال دیکھ کر حضرت عثمان نے اُسے چھپا دیا تھا پھر حضرتؐ کی خدمت میں پیش کر کے معافی کرا دی تھی (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۰، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۰ وغیرہ)

طلحہ بن عبداللہ آپ نے انہیں دو لاکھ دینار (اشرفی) عنایت فرمائی تھی، (البلاذری ج ۵ ص ۷) اور کئی سونے چاندی کی بوریاں دیں۔

مذکورہ سطور میں خلیفہ عثمان کے کنبہ پروری اور مال مسلمین سے بنی امیہ کو مالا مال کرنے کی مثالیں واضح ہو گئیں، اب ہم اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول کریمؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد مخصوص اصحاب کے علاوہ لوگ کس طرح دنیا دار بن گئے تھے اور دنیا ان پر کس طرح چھا گئی تھی لیکن اس سے قبل ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے بنی امیہ کو جو فروغ دیا وہ منشاء خدا اور رسولؐ کے بالکل خلاف تھا، خداوند عالم نے انہیں شجرہ ملعونہ قرار دیا ہے، رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ یہ ہلاکتِ امت ہیں، علماء کا اتفاق ہے کہ

Marfat.com

"ابغض الناس الی رسول اللہ بنو امیۃ" بنی امیہ حضرت رسول کریمؐ سے بے انتہا بغض رکھتے تھے، حضرت علی فرماتے ہیں "لکل امۃ آفۃ ھذہ الامۃ بنو امیہ" ہر امت کے لئے کوئی نہ کوئی آفت ہوا کی ہے، اس امت کے لئے آفت و مصیبت بنی امیہ کا وجود ہے۔ (تطہیر الجنان برحاشیہ صواعق محرقہ ص۱۴۳، کنز العمال ج ۶ ص۹۱)

حضرت رسول کریمؐ اور ان کے اہلبیت کا خیال بنی امیہ کے متعلق تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو امت کے لئے آفت قرار دے رہے ہیں اور حضرت عثمان کا طرز عمل یہ ہے کہ ان کے لئے خزانہ کا منہ کھول کر فخر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیت المال ہمارا ہے، ہمارا جس طرح جی چاہے گا، خرچ کریں گے اور کسی کی بات نہ مانیں گے، ہم وہی کریں گے جو ہمارا جی چاہے گا (صحیح بخاری ج ۵ ص۱۷ و طرح التثریب ج ۷ ص۱۶)

اب ہم متروکات صحابہ پر روشنی ڈالتے ہیں ان ترکوں سے یہ معلوم ہوگا کہ حضرت عثمان نے کس قدر مال مسلمین لٹایا ہے اور کس طرح اپنے عزیزوں کو مالدار بنایا ہے۔

متروکات صحابہ

زبیر بن عوام یہ حضرت خلیفہ اول کے داماد تھے، مرنے کے بعد جو کچھ آپ نے چھوڑا تھا وہ یہ تھا (۱) ۱۱ مکانات مدینہ میں (۲) دو مکانات بصرہ میں (۳) ایک مکان کوفہ میں (۴) ایک مکان مصر میں (۵) آپ کے چار بیویاں تھیں ان کی دولت سے ثلث نکالنے کے بعد ہر بیوی کو ۱۲ لاکھ ملا اور کل مال کی تعداد پانچ کروڑ دو لاکھ تھی (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب برکتہ الغفاری فی مالہ ج ۵ ص۱۲، فتح الباری، ارشاد الساری، عمدۃ القاری، شذرات الذہب ج ۱ ص۴۳، تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص۲۴۹، تاریخ خمیس ج ۲ ص۲۱۱)

Marfat.com

علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد الزہری کاتب العباسی، الواقدی المتوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں کہ آپ کی زمین کچھ قبات، اسکندریہ، مصر، کوفہ میں تھے اور بصرہ میں کئی گھر تھے۔ مدینہ سے بے شمار بوریوں کے حساب سے غلہ آتا تھا (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ طبع لیڈن)

علامہ ابوالحسن علی بن حسین بن علی المتوفی ۳۴۶ھ تحریر فرماتے ہیں کہ ان چیزوں کے علاوہ انہوں نے ایک ہزار گھوڑے، ایک ہزار غلام، ایک ہزار لونڈیاں اور بہت سے زمینات اور اراضی چھوڑے تھے (مروج الذہب ج ۲ ص ۳۴۲)

طلحہ بن عبید اللہ تیمی

یہ بھی حضرت خلیفہ اول کے داماد تھے۔ ان کا کوفہ میں ایک گھر تھا جو کناس کے نام سے موسوم تھا۔ انہیں غلہ کی قیمت سے ایک ہزار دینار (اشرفی) ہر روز آیا کرتی تھی، ان کے پاس شراۃ اور ... کے درمیان کئی سرائے تھیں، ان کا مدینہ میں ایک نہایت پختہ محل تھا، عراق میں ان کی جاگیر تھی، جس سے ۵ لاکھ دینار کی آمدنی تھی، چند سرائے تھیں جن کی ماہوار آمدنی دس ہزار روزانہ تھی، موسیٰ بن طلحہ کا بیان ہے کہ انہوں نے از قسم نقد کچھ ۲۰ لاکھ درہم اور ۲ لاکھ دینار چھوڑے تھے، باقی زمینیں تھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے بیل کی کھال کے ۳۰۰ سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے بورے چھوڑے تھے۔ ابن جوزی کا کہنا ہے کہ وہ بورے اونٹ کی کھال کے تھے اور بہت بڑے تھے، ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۸، انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۷، مروج الذہب ج ۲ ص ۳۴۲، عقد الفرید ج ۲ ص ۲۷۹، ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۵۸، دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۸، الخلاصہ خزرجی ص ۱۵۲)

عبد الرحمن بن عوف

یہ حضرت عثمان کے بہنوئی تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عمر کے اشارہ پر حضرت علی کے بجائے حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ انہوں نے ایک ہزار اونٹ ۳ ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے چھوڑے اور اس قدر سونا چھوڑا کہ اسے کلہاڑے سے کاٹ کر بانٹا گیا۔ ان کے

Marfat.com

چار بیویاں تھیں ہر ایک کو ۸۳ ہزار دینار ملے، آپ نے چار بیویوں میں سے ایک کو حالت مرض میں طلاق دی تھی اُس کو ۸۳ ہزار دینار دیا تھا، اس کے علاوہ دس ہزار عیسٰی(?) چھوڑیں جن کی قیمت ۸۴ ہزار تھی (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۹۶، مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۴ ب تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۶، منتقر الصفوۃ ابن جوزی ج ۱ ص ۱۳۸، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۹۱، ماتنبعا عبد البرکی ج ۲ ص ۲۹۴، تحفۂ اثنا عشریہ محدث دہلوی۔

سعد بن ابی وقاص انہوں نے دو لاکھ پچاس ہزار درہم چھوڑے اور وہ گھر چھوڑا جو بمقام عقیق بنوایا تھا، وہ گھر ایک عظیم الشان محل تھا، اُس کی بلندی آسمان سے باتیں کرتی تھی اور نہایت ہی وسیع تھا بالائی حصوں میں شاندار کنگرے بنے ہوئے تھے، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۰۵، مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۴ علامہ عبد الحمید جودۃ السحار کی کتاب ترجمہ مسمی حضرت ابوذر کے ص ۱۲۰ میں لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے اپنے محل میں عقیق جڑوائے تھے"

یعلی بن امیہ اس نے پانچ لاکھ دینار (سرخ) اشرفی اور لوگوں پہ بہت سے قرضے چھوڑے تھے اور بہت سی زمین چھوڑی تھی نیز اور اس کا ترکہ تھا جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی (مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۳ یہ حاکم یمن تھا۔

زید بن ثابت یہ وہ شخص تھے جنہوں نے حضرت عثمان کی ہر طرح ہمیشہ مدد کی تھی اور ان کے آگے پیچھے پھرا کرتے تھے، انہوں نے سونا چاندی مرنے کے بعد اس انداز میں چھوڑا تھا کہ اُسے کلہاڑی اور طبر سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا تھا، اس کے علاوہ دیگر قسم کے مال بھی چھوڑے تھے جن کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی۔ (مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۴۳۴)

❀

یہ تھی حضرت خلیفہ ثالث عثمان بن عفان کی کرم گستری اور اعزاء پروری اور یہی تھا ان کا

انہوں نے مال مسلمین کو جس طرح اپنے لوگوں پر صرف کیا اسے کوئی صحیح رسول اللہ کا ماننے والا برداشت نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ حضرت علی، سلمان، ابوذر، مقداد، عمار چیخ پکار کرتے رہے، ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت عثمان نے جو کچھ کیا وہ اپنے غریب خاندان والوں کے لئے کیا جیسا کہ وہ خود کہتے تھے کہ میں انہیں مستحق سمجھتا ہوں لیکن انہوں نے خود اپنے لئے تو کچھ نہیں کیا تو میں اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ جو اپنوں کے بارے میں شریعت کی پرواہ نہ کرے گا، وہ یقیناً اپنے بارے میں بھی محتاط نہ رہے گا، حضرت عثمان کے منہ میں سونے کے دانت لگے ہوئے تھے وہ سو دینار کی چادر اوڑھتے تھے جو خز کی ریشمی تھی، ان کی بیوی نائلہ کی چادر بھی سو دینار کی تھی (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۰۔ انساب بلاذری ج ۳ استیعاب ج ۴ ص ۴۷۷) مدینہ کے بیت المال میں ایک تجوری تھی جس میں سونا چاندی بھرے ہوئے تھے، انہوں نے اس میں سے اپنے گھر والوں کے زیورات بنوائے تھے، اس پر لوگوں نے بڑا شور مچایا تھا اور حضرت علی سے جھڑپ ہو گئی تھی، مگر آپ نے کسی کی پرواہ نہیں کی تھی (البلاذری ج ۵ ص ۳۶) آپ نے مدینہ میں ایک محل بنوایا تھا جسے پتھر اور گچ سے مستحکم کرایا تھا اور جس کے دروازے ساج اور عرعر کے تھے، آپ نے بے انتہا مال جمع کیا تھا، مدینہ میں آپ کے چشمے تھے، آپ نے اپنے مرنے کے بعد جو چھوڑا ہے، اس کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ آپ نے قتل ہونے کے بعد تیس کروڑ پانچ لاکھ درہم اور پچاس لاکھ دینار چھوڑے تھے اور آپ نے جو اثاثہ اور دیگر چیزیں چھوڑی تھیں، اُن کی قیمت جو صرف وادی قری اور حنین میں، ایک لاکھ دینار تھی اور بہت سے گھوڑے اور بہت سے اونٹ چھوڑے تھے بروایت ابن سعد براذیس، وادی قری، خیبر وغیرہ میں آپ کے متروکہ کی قیمت دو لاکھ دینار تھی (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۳، مسعودی ج ۱ ص ۴۳۳، اور بروایت جرجی زیدان دس لاکھ دینار تھی (تمدن اسلام ج ۱ ص ۲۳ طبع مصر) اس کے علاوہ ایک ہزار غلام چھوڑے تھے (دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۲) اور بمقام ربذہ ایک ہزار اونٹ چھوڑے تھے (ابن سعد ج ۳ ص ۵۳) مجھے افسوس ہے

Marfat.com

کہ اس سرمایہ داری کی لذت سے فاتح اعظم الاسلام حضرت عمر بھی نہیں بچ سکے، ملک حجاز میں ان کا ایک باغ تھا جس کی آمدنی چالیس ہزار روپیہ سالانہ تھی جس کو وہ اپنی اور اپنے خاندان بنی عدی کی ضروریات میں صرف فرمایا کرتے تھے (تاریخ طبری ج ۲ ص۸۲ طبع مصر) بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے بوقت وفات فرمایا کہ میرے ذمہ بیت المال کا جو حساب ہو وہ مجھے بتاؤ، لوگوں نے حساب لگا کر بتایا کہ ۸۶ ہزار روپیہ ہے، آپ نے فرمایا اسے آل عمرؓ کی قیمت سے ادا کر دینا، ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے کہ [illegible] آل عمر سے آپ نے اپنی ذات مراد لی تھی یعنی میرے ذاتی مال سے ادا کر دینا (تاریخ طبری ج ۱ ص [illegible]) نافع غلام ابن عمر نے حضرت عمر کے قرض دار ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر قرض دار کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کے ایک وارث نے اپنی جائیداد ایک لاکھ درہم میں فروخت کی تھی (کتاب المدینہ عمر بن شیبہ) نافع کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن حجر نے کہا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان مالدار ہونے کے باوجود قرضدار بھی ہوتا ہے (طبری ج ۱ ص ۲۳۲) ایک عزیز نے حضرت عمر سے کچھ روپیہ مانگا انہوں نے پہلے تو جھڑک دیا پھر اسے دس ہزار دینار درہم بھجوا دیئے (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹) ان حالات کو دیکھنے کے بعد جب ہم اہلبیت کی حالت دیکھتے ہیں اور ان کی فاقہ کشی پر غور کرتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے اور اس امر سے زیادہ صدمہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اہلبیت کو حق خمس سے بھی محروم کر دیا تھا

(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۵۴)

Marfat.com

باب ۱۲

مارکسی اشتراکیت اور اسلامی اشتراکیت کی وضاحت اور ان دونوں میں فرق کی تشریح

افسانہ

حضرت ابوذر کا مال کے متعلق تبلیغی اور استحبابی نظریہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت ابوذر نے حضرت رسول کریم اور آن کے اہلبیت کو
بہت قریب سے دیکھا تھا اور ان کی بہت گہری صحبت حاصل کی تھی، ان حضرات کی
نجی اور عوامی، باطنی اور ظاہری ہر قسم کی زندگی کے ہر قسم کے ہر شعبہ کو بنظر غائر دیکھا تھا
اور اس سے پورا سبق لیا تھا۔ انہوں نے بچشم خود ایک مرتبہ نہیں بار بار یہ دیکھا کہ حضور اکرم صلعم
مسجد میں بوریے پر بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے نیچے کھجوریں چبھ رہی ہیں (اسلام اقتصادیت مارکسی تلخیص ۱۲۷)
علی بن ابی طالب موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے مزدوری کر رہے ہیں، کائنات عالم کے
نبی کی بیٹی کی چادر میں جابجا بیت خرمہ کے پیوند لگے ہوئے ہیں، انہوں نے ایک بار یہ بھی
دیکھا کہ جناب فضہ بیٹھی ہوئی آگ روشن کر رہی ہیں، آن کے ہاتھ میں ایک پھکنی ہے اس سے
پھونکتی جاتی ہیں اور کوئی چیز جلانے کی کوشش کر رہی ہیں، اتنے میں حضرت علی آجاتے ہیں اور
فضہ کیا کر رہی ہو، مولا کیمیا بنا رہی ہوں، فضہ کس لیے، مولا اس لیے کہ آپ کی تنگدستی
دیکھی نہیں جاتی، فضہ ہماری صحبت میں رہ کر ہمارے حالات سے اس درجہ غافل کیسے؟

Marfat.com

اچھا فضہ دامن کھولو، فضہ نے دامن پھیلایا، علی بن ابی طالب نے ایک مٹھی کنکری اُس میں ڈال کر فرمایا دیکھو اس میں کیا ہے، فضہ، مولا یہ تو بہترین جواہرات ہیں، اے فضہ ہم دنیا اور دنیاداری کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، ہم اُس کی عبادت اور اُس کے اسلام کی تبلیغ کے لئے خلق کئے گئے ہیں ہمارا فریضہ ہے کہ ہم انسانی اخلاق کو بلند کریں اور قلوب انسانی میں نور وحدت کی روشنی پیدا کریں اور مخلوقات کی بہبود کے ذرائع اور وسائل مہیا کریں۔

حضرت ابوذر نے یہ بھی دیکھا تھا کہ حضرت علی جو کی سوکھی روٹیاں کھاتے ہیں، اپنے جو کے آٹے کی تھیلی کو سربمہر رکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شخص کسی قسم کا روغن نہ ملا دے، اصل و اصول شیعہ، بحار ان کی نظر سے یہ بھی گزرا تھا کہ حضرت علی اپنی پشت پر آٹے کی بوریاں لاد کر رات کے وقت غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کے گھر پہنچاتے ہیں، انہوں نے اس پر بھی نگاہ کی تھی کہ حضرت علی بار بار فرماتے ہیں "یا دنیا غری غیری لقد طلقتک ثلاثا" اے دنیا جا دوسروں کو دھوکا دے، میں تجھے طلاق بائن دے چکا ہوں، انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ آل محمدؐ اپنے ملازمین اور غلاموں کو اپنے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے ہیں حضرت ابوذر کو یہ بھی یاد تھا کہ رسول کریمؐ کے پاس ایک دفعہ چار درہم تقسیم سے رہ گئے تھے اور وہ مستحقین تک نہ پہنچ سکے تھے تو آپ رنجیدہ ہو گئے تھے، حضرت ابوذر کے دماغ میں وہ بات بھی گونج رہی تھی جو آنحضرتؐ نے آپ سے فرمائی تھی کہ اے ابوذر، میرے پاس اگر احد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی معلوم نہیں ہوتی کہ اُس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی رہے۔ [1]

ان حالات میں بھلا ابوذر سے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ اسلام کی کایا پلٹتے ہوئے

---

[1]: کوہ احد کے برابر سونے کے تصدق کا ارشاد، علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ میرے پاس اگر احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گذرنے کے بعد میرے پاس اُس میں سے

Marfat.com

دیکھتے اور خاموش رہتے، ذمہ داران اسلام کا نظریۂ حیات بدلا جاتا اور یہ چپ رہتے۔ الفقر فخری کا تاج روندا جاتا اور یہ کچھ نہ بولتے، رسول ص کی آنکھ بند ہوئی، زمانہ نے کروٹ لی، ظلم و ستم کا بازار گرم ہوا، جبری بیعت لی جانے لگی، آل محمدؐ کا گھر جلایا گیا، جناب فاطمہ بنت رسول ص کے شکم مبارک پہ لات ماری گئی (الملل والنحل ج اصفحہ ۲۲ طبع بمبئی) علیؑ کے گلے میں رسی باندھ دی گئی، بڑے بڑے صحابہ گوشہ نشین ہو گئے، حضرت ابوذر کچھ دنوں حالات سے مجبور ہو کر صبر و ضبط کا سہارا لیتے رہے بالآخر مدینہ چھوڑ کر شام میں سکونت پذیر ہو گئے، کچھ عرصہ کے بعد جب مدینہ واپس ہوئے، تو آپ نے دیکھا کہ دنیاداری فروغ پا چکی ہے، فقر نبوی کی جگہ شاہی شان و شوکت نے لے لی ہے ایمانداری اور دیانت داری کی جگہ خویش پروری اور اقرباء نوازی نے لے لی ہے، بیت المال کا مال بے دریغ لٹایا جا رہا ہے، مسلمانوں کی دولت ذاتی اغراض میں استعمال کی جا رہی ہے

کچھ بھی بچا ہوا ہے، ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے، غالباً اسی حدیث نے حضرت ابوذرؓ کا یہ مذہب کر دیا تھا، جو آپ نے اوپر پڑھا — ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ کو ان کا حصہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات فراہم کرنا شروع کیں، سامان کے خریدنے کے بعد سات درہم بچ رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو، حضرت عبداللہؓ ابن صامت نے فرمایا، اسے اپنے پاس رہنے دیجئے، تاکہ بوقت ضرورت کام نکل جائے یا کوئی مہمان آ جائے تو کام آئے، آپ نے فرمایا "نہیں" مجھ سے میرے خلیل صلعم نے عہد لیا ہے کہ جو سونا چاندی سر بند کر کے رکھا جائے، وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارہ ہے جب تک اسے راہ للہ نہ دے دے ابن عساکر میں ہے کہ حضرت ابوسعید سے رسول اللہ ص نے فرمایا کہ فقیر بن کر ملو، غنی بن کر نہ ملو انہوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رد نہ کرو جو ملے اسے چھپا کر نہ رکھو، انہوں نے پوچھا یہ کیسے ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا یہی ہے ورنہ آگ ہے ... اہل صفہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا، دو دینار یا دو درہم ان کے پاس بچے ہوئے نکلے آپ نے فرمایا، آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ سورہ توبہ صفحہ ۵۴ طبع کراچی جامع المطالب)

خلیفہ کا ہر ایک عزیز اور بہی خواہ لکھ پتی بن گیا ہے، سرمایہ داری فروغ پا گئی ہے، دولت کی بہتات ہے، خمس و زکوٰۃ سے بحث نہیں، غربا نوازی کی فکر نہیں، یتیم پسری اور بیوہ کی خبر گیری کی پرواہ نہیں

اسی قسم کے بے شمار امور دیکھ کر ملت اسلامیہ اور اسلامی دولت کے تحفظ کی خاطر خلافمآب کو سمجھانے کی کوشش کی اور آپ سے جس قدر ممکن ہو سکا اُن کی نصیحت فرمائی، مگر (ع) "کون سنتا ہے فغاں درویش کی" آپ کی ایک نہ سنی گئی ، بالآخر آپ اس معاہدہ کے پیش نظر جو آپ سے حضرت رسول اکرمؐ نے لیا تھا اور اُس جذبہ ایمانی کے پیش نگاہ جو خالق فطرت نے آپ کے دل میں مرکوز کر دیا تھا میدان میں نکل آئے اور آپ نے حضرت عثمان کی تمام لغزشوں کو طشت از بام کرنا شروع کر دیا اور اسی سلسلہ میں جمع مال اور سرمایہ داری کی مذمت میں بھی آپ نے زبان کھولی اور قرآن مجید کی اُن آیات کو جو جمع مال کی مذمت میں ہیں عنوان بیان قرار دے لیا۔

حضرت ابوذر چونکہ یہ دیکھ نہ سکتے تھے کہ بیت المال کی دولت صرف خلیفہ کے عزیزوں پر صرف کی جائے اور اہتمام اسلام اور ایمانی ملت بھوکے مریں، اس لئے آپ نے اپنے جذبہ تبلیغ کو فروغ دے دیا جس کے نتیجہ میں آپ کو دربدر کی ٹھوکریں کھانا پڑیں اور آپ کو بار بار جلاوطن کیا گیا، کبھی مدینہ سے شام نکالا گیا، کبھی ربذہ جیسے جنگل میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

تو چونکہ حضرت ابوذر کے بیان میں جمع مال اور سرمایہ داری کی مذمت، غربا و فقرا اور بیوہ، یتیم، محتاج، مسکین، بے کس، بے بس، نحیف و نزار کی ہمدردی کا پہلو غالب تھا جو بظاہر اشتراکیت کی طرف غمازی کرتا ہے، بنا بریں عہد حاضر کے آزاد خیال لوگوں نے انہیں کمیونسٹ اور اشتراکی کہنا شروع کر دیا اور اس سلسلہ میں یہاں تک بڑھے کہ یہ تک کہہ دیا کہ یورپی کمیونزم، اشتراکیت مسلک ابوذر سے ماخوذ، مستنبط اور ممنون ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بے شک اُن میں اشتراکی جذبہ موجود تھا وہ ایسے مال کے جمع رکھنے کے سخت مخالف تھے جس میں غرباء کا حق نہ نکالا گیا ہو اور اُس مال کے محفوظ رکھنے کو بھی پسند نہیں کرتے تھے جو اپنی ضروریات سے بچ جائے وہ چاہتے تھے کہ جو اپنی ضروریات سے فاضل بچے وہ فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دیا جائے لیکن وہ ہرگز اُس قسم کی اشتراکیت کے قائل نہ تھے جیسے انیسویں صدی عیسوی میں یورپ کے مسٹر "کارل مارکس" نے وضع کیا ہے۔

یورپی اشتراکیت کی وضاحت

چونکہ حضرت ابوذر کے پاکیزہ نظریۂ اشتراکیت کے دامن کو مارکسی اشتراکیت کی گندگی سے بچانا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ یورپی اشتراکیت کی وضاحت کر دی جائے اور یہ بتا دیا جائے کہ حضرت ابوذر جس اشتراکیت کے قائل تھے وہ اور ہے اور مارکسی اشتراکیت اور ہے۔

یورپین اشتراکیت کی تعریف

"اشتراکیت" عبارت ہے ایک ایسے نظام سیاسی سے جس کی بنا پر ملک کے کسی فرد کو بھی دولت پر خود مختارانہ تصرف کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔

یہاں دولت پیدا کرنے کے تمام وسائل خواہ وہ صنعت و حرفت سے متعلق ہوں یا زراعت سے سوسائٹی کے درمیان ایک مشترک حیثیت رکھتے ہیں، افراد کو جو کچھ ملے گا وہ اُس محنت و کاوش کا معاوضہ ہو گا، جو سماج کے مشترک مفاد اور نظام معاشی کے قیام و بقا کے لئے وہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اشتراکیت میں اسٹیٹ اور سرمایہ داری کا کوئی وجود نہیں، اس کے سرگرم کارکن بظاہر تخت و تاج کے انتہائی دشمن ہیں، ان کے زعم میں گویا ملوکیت

Marfat.com

کو برباد کرکے جمہوریت اور آزادی ضمیر کی بنیادیں استوار کی جا رہی ہیں
"کارل مارکس" کے نظریہ اشتراکیت کو سب سے زیادہ جس نے فروغ
دیا وہ "لینن" تھا "لینن" کا اصل نام "ولادیمیر ایلچ الیانوف" تھا، جو
بعد میں لینن کے نام سے مشہور ہوا، یہ ۱۸۷۰ء میں ماہ اپریل کی ۲۲ر تاریخ
کو ۔جو روسی جنتری کے لحاظ سے ۱۰ر اپریل ہوتی ہے بمقام سمبرسک
جو علاقہ وسط والگا میں ہے، پیدا ہوا۔ اس کا باپ "الیانوف" ایلوئح
الیانوف، صوبہ سمبرسک کے ابتدائی مدارس کا انسپکٹر اور لبرل خیالات
کا آدمی تھا، لینن کی ماں "ماریا الیک اندرودنا" معمولی حیثیت کے
شریف گھرانے کی بیٹی تھی، صوبہ قزان میں اُس کے نام کچھ جائداد بھی تھی
جہاں یہ لوگ تبدیلی موسم کے لئے گرمیوں میں چلے جاتے تھے، الیانوف
اور روس کے دوسرے ہزارہا تعلیم یافتہ خاندانوں میں کوئی امتیاز نہ تھا جن
کے بچوں سے اُس زمانہ کے ہائی اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں بھری پڑی
تھیں، یہ بھی چنداں تعجب خیز نہیں ہے کہ چھ کے چھ الیانوف بچے
یعنی "(۱) الیک زندر (۲)، ولادیمیر (۳)، دیمتری (۴) آنا (۵) اولگا (۶) ماریا
سب کے سب بڑے ہو کر انقلاب پرست نکلے۔ اولگا، ابھی طب کی
تعلیم حاصل کر رہی تھی کہ ایک وبائی مرض میں مبتلا ہو کر جوان مرگئی لیکن
دیمتری، آنا اور ماریا سب اپنی عمر میں آکر سوشل ڈیموکراٹی اور اس
کے بعد کمیونسٹ پارٹی کے ممبر ہوئے۔ ولادیمیر (لینن) کی اہم شخصیت
کی وجہ سے اُن سب بہن بھائیوں کی انقلابی اہمیت اگر ایک طرف
نمایاں ہوئی تو اُس کے مقابلہ میں ماند بھی پڑ گئی، البتہ سب سے بڑے
الیکساندر کی حیثیت روسی انقلابی تاریخ میں مستقل اور لینن سے

بے نیاز ہے، اس لئے کہ اُس کی ذات پرولتاری دور سے قبل کے انقلاب
پرستوں اور پرولتاری قائد اعظم "لینن" کو منسلک کر دیتی ہے۔"

"لینن" پست قامت اور سیاہ رو تھا، جوانی ہی میں سر کے بال گر چکے تھے خدوخال
روس کلاں کے باشندوں جیسے تھے کچھ خفیف سی تاتاری آمیزش معلوم
ہوتی تھی، اُس کی آنکھوں کی چمک سے ذہانت اور طنز آمیز شرارت ٹپکتی تھی
جس کسی نے لینن سے ملاقات کی اُس کی آنکھوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ
رہ سکا، بوقت گفتگو اُس کی زبان سے "ر" کا تلفظ صحیح طور پہ ادا نہ ہوتا تھا
وضع قطع، چال ڈھال، سیدھی سادی اور معمولی تھی۔

لینن بچپن ہی سے آزاد خیالی کا دلدادہ تھا اُس کا بڑا بھائی اور اُس کا اُستاد
اُس کے لیے نمونۂ زندگی تھے اُس کا بھائی پیدائشی انقلابی تھا اور وہی پہلا
شخص ہے جس نے "ہیگل اور مارکس کی تصانیف کا روسی زبان میں ترجمہ کیا
اس طرح لینن نے عہدِ طفلی ہی میں ان مصنفوں کی کتابوں سے تعارف بہم
پہنچا لیا تھا۔ الیگزنڈر ثانی کے قتل کے چھ سال بعد لینن کے بھائی نے "نئے
زارِ روس" کے قتل کے لئے سازش کی بنا ڈالی، لیکن ٹھیک اُس دن جب
سازش مکمل ہونے والی تھی وہ اپنے ہمراہیوں سمیت گرفتار ہوا، اور پھر اُسے
قتل کر دیا گیا۔ اُس وقت لینن کی عمر ۱۷ برس کی تھی، بھائی کی موت نے
اُسے نقشِ حرماں بنا دیا اور انتقام کے شعلے اُس کے دل میں بھڑکنے لگے۔

لینن نے مارکس کی تصانیف میں وہ ذہانت و ذکاوت کی قوت محسوس کی
جس سے فتح یابی ایسی یقینی ہو جاتی ہے جو بم کے گولوں سے بھی ناممکن ہے

اُس کے بھائی کا ایک ہی دشمن تھا" اور اُس کا نام تھا "حکومت"
مگر لینن کے لئے حکومت کے ماسوا ایک اور دشمن بھی پیدا ہو چکا تھا، اور

Marfat.com

وہ بر گوتسی جماعت تھی جس کی شاہ پسند پالیسی اس کے لئے سوہان روح ثابت ہو رہی تھی۔

لینن اپنے اصول میں کامیاب ہونے کی مسلسل جدوجہد کرتا رہا یہاں تک کہ اُس کا بول بالا ہوا اور وہ آمر مطلق بن گیا، مگر وہ اس کے باوجود ایک زبردست سیاست دان بھی ثابت ہوا۔ اس کے معصروں کی اکثریت اس کی پالیسی کے بالکل خلاف تھی مگر وہ سب طرف سے آنکھ بند کر کے اپنے کام میں مصروف تھا، لینن ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ ثابت کر دیا کہ ایک مدبّر اپنے مخالفوں کی چالبازیوں پر غلبہ پا کر انہیں سرنگوں کر سکتا ہے۔ ملک کی بہتری کے لئے اُس نے جرمن اور فرانسیسی ماہروں کی خدمات بھی حاصل کیں، وہ بچپن ہی سے یہ سوچتا تھا کہ سارے ملک روس کو ترقی یافتہ کر دیا جائے، اور وہ اس کی طرف دل و جان سے لگا ہوا تھا۔

سامراجی حکومت کا تو وہ سخت دشمن تھا ہی اس لئے اُس نے امارت پسندی کے اصولوں کو زور شور سے توڑنا شروع کیا تاکہ عام لوگ غربت و افلاس کی زندگی سے نجات پا جائیں۔ لینن نے کسی حد تک یہ معلمانہ فرائض سرانجام دیئے اور ہر طرح کی کوشش کی کہ جو لوگ اُس کے دائرہ اثر میں آئیں وہ انتظام و سلیقہ سے کام لینا سیکھیں، خصوصاً یہ کہ ہر کارکن وقت کی قدر کرنا سیکھے اور بذات خود اُس کی پڑتال کرے کہ جو احکام موصول ہوتے ہیں اُن پر عمل ہوا یا نہیں،

(اے لینن باب ۸ ص۱۸۸ تا ص۲۰۱)

لینن کی نمایاں تحریریں خلاف قانون ہوتی تھیں وہ اکثر چھوٹے رسالوں اور اشتہاروں کی صورت میں تھی اور خفیہ طور پر محدود تعداد میں چھپا کر تقسیم کر دی جاتی تھیں ان ابتدائی تحریروں میں سب سے زیادہ قابل ذکر وہ

Marfat.com

رسالہ ہے جو ۱۸۹۴ء میں تین حصوں میں بعنوان "عوام کے حامی کون ہیں اور وہ سوشل ڈیموکریٹ پارٹی سے کس طرح لڑتے ہیں" شائع ہوا درحقیقت روسی سرزمین پر "مارکس" کی انقلابی تعلیمات کی یہ پہلی مستند دستاویز ہے۔ اسی رسالے نے پہلی بار روس کی اقتصادی ترقی پر فاضلانہ تبصرہ کیا اور نرودنی نظریہ کی حقیقت رجعت پسندی کا پردہ چاک کر دیا۔ اس نے کھلے الفاظ میں واضح کر دیا کہ مارکسی تعلیمات مذہبی عقائد کا مجموعہ نہیں ہیں جن پر کورانہ ایمان لانا کافی ہے، بلکہ دراصل وہ ایک حکیمانہ نظریہ ہے جس کی بدولت واقعات عالم پوری طرح سمجھ میں آجاتے ہیں، خاتمہ میں یہ — الفاظ درج ہیں جن میں گویا مابعد کی پوری مزدور تحریک کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

"سوشل ڈیموکریٹ اپنی پوری توجہ کارخانہ کے مزدوروں پر رکھتے ہیں جب اس طبقہ کے بیدار مغز افراد سوشلزم یا کمیونزم کے حکیمانہ نظریہ کو اور روسی مزدور کی تاریخی اہمیت کو ذہن نشین کر لیں گے اس وقت یہ خیالات عام طور پر پھیل جائیں گے اور صنعتی مزدوروں کی ایک ایسی منظم جماعت بن جائے گی جس سے ان کے آئے دن کی غیر مرتب اقتصادی جدوجہد جماعتی فائدے کے لئے منظم جنگ کی صورت اختیار کرلے گی اس وقت روسی مزدور کل جمہوری عناصر کا علمبردار بن کر استبداد کا قلع قمع کر دے گا اور روسی مزدور جماعت تمام دنیا کے مزدوروں کے دوش بدوش سیاسی جدوجہد کی خاطر ایک کامیاب کمیونسٹ انقلاب برپا کر دے گی۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ تصانیف لینن ج ا ص ۲۱۳)

لینن اسی مقصد کی ترجمانی دوسرے مقام پر اس طرح کرتا ہے۔

Marfat.com

تاریخ نے ہمارے ذمہ ایک اہم فریضہ عائد کیا ہے جو دنیا کی کسی مزدور جماعت کے وقتی فرائض کے مقابلہ میں کہیں زیادہ معنی خیز اور انقلاب انگیز ہے فریضہ کی ادائیگی یعنی یورپ بلکہ ایشیا کی سب سے زیادہ مستبد اور مستحکم حکومت کا خاتمہ کرنے سے روسی مزدور بین الاقوامی انقلابی تحریک کے ہادی اور رہبر بن جائیں گے، ہمیں چاہیئے کہ اُس طرۂ امتیاز کو جو ہمارے پیش رو یعنی ۱۸۷۰ء سے ۱۸۸۰ء تک کے انقلاب پرستوں کا حق تھا، حاصل کریں، یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم اپنی اس تحریک میں جو متقدمین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ وسیع اور عالمگیر واقع ہوئی ہے، بے باکانہ جرأت اور جواں مردی سے بسینہ سپر ہوں۔"

(مجموعہ تصانیف لینن ج ۵ ص ۱۳۸ ترجمہ عبدالرحمٰن طارق بی اے)

لینن نے کارل مارکس کے نظریہ کو جس عملی پروگرام کے ذریعہ فروغ دیا اُس کا تجزیہ اس طرح کیا جا سکتا ہے۔

(۱) دنیا میں نظام شہنشاہیت میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ عامۃ الناس کے صحیح اور مفید جذبات و احساسات بھی پامال ہوتے رہتے ہیں، قومی اور ملی ارتقاء کے امکانات بہت محدود ہو جاتے ہیں، آزادی ضمیر سلب کر لی جاتی ہے، ایک انسان دوسرے انسان کے دست برد کا شکار ہوتا ہے اس لئے انسانیت کا سب سے اہم اور مقدس فریضہ یہ ہے کہ ایسے تمدن کی بنیاد ڈالی جائے جس میں اس قسم کی دست برد اور غصب حقوق کی کوئی گنجائش نہ ہو، رعایا استبداد اور دہشت زدگی کی کڑی زنجیروں سے آزاد ہو، لہٰذا انسانی اعمال کے حسن و قبح کا سب سے بہتر معیار یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اشتراکیت کے استحکام میں کس درجہ مانع یا معاون ہے۔

Marfat.com

(۲) صرف صنعتی مزدوروں کا طبقہ اشتراکیت کو وجود میں لانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور انہیں سے دنیا بھر کے محروم و درماندہ انسانوں کی دستگیری مقصود ہے، محروم جماعتوں کے انقلابی جوش کو بروئے کار لانے سے کبھی خائف نہ ہونا چاہیئے، خواہ یہ جوش کتنی ہی تباہی کا موجب کیوں نہ ہو، انقلاب اور انقلابی جماعتوں کا خاصہ ہی یہی ہے کہ وہ انتہائی بے مروتی، سنگدلی اور اجڈپن سے پیش آئیں، اگر اس سلوک سے وزراء سلطنت اور اہل علم کی نازک حسیّات اور جذبات پر ایک کاری ضرب لگتی ہے، تو لگنے دو، ان لوگوں کی خفگی اور غیظ و غضب جمہور کے لئے کوئی سند کی چیز نہیں کیونکہ ان کی پرورش ہی غاصبوں کے تمدن میں ہوئی ہے۔

(۳) انقلاب فنی اور علمی دونوں حیثیت رکھتا ہے جس کی تحصیل و تفہیم انقلاب پرستوں پر واجب ہے، انقلاب پرست کو اپنے ذاتی اغراض و ضروریات جماعتی مفاد پر یکسر قربان کر دینا چاہیئے اور صرف ان تدابیر پہ کاربند ہونا جو اشتراکیت کی نشر و اشاعت کے لئے موزوں ترین ہوں۔

(۴) سیاسی اور تمدنی اعتبار سے جو نظام کامیاب انقلاب کے بعد قائم ہوگا، وہ ابتداء ہی سے برژوا نظام تمدن سے کہیں برتر و اعلیٰ ہوگا، لیکن یہ مدنظر رکھتے ہوئے کہ اس کے سوشلزم کا دور شروع ہو گا، ضرورت ہے کہ دولت پیدا کرنے کے لحاظ سے یہ انقلاب سرمایہ داری نظام سے بڑھ چڑھ کر مفید و بسیط ثابت ہو، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ مزدور اسی ترتیب سے کام لیں جو ان کا طبعزاد خاصہ ہے۔

(۵) جائداد کا بشکل زمین یا جاگیر خاتمہ کر دیا جائے، آمدنی پر مزید انکم ٹیکس عائد ہو جو بالفاظ دیگر سرمایہ داری ہی کی بیخ کنی ہے، وراثت یا انتقال جائیداد

Marfat.com

کے تمام حقوق یکسر ملیامیٹ کر دیئے جائیں اور لین دین کے معاملات کو پورے طور سے حکومت یں قومی بنک کے ذریعہ دے دیا جائے

(۶) تمام افراد کو یکساں طور پر کام کرنے کے لئے مجبور کیا جائے لیکن اس کام سے جو کچھ اور جتنا کچھ بھی برآمد ہو اُس کے نقل و حمل کے ذرائع براہ راست اشتراکی حکومت کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں۔

(۷) زراعت کو دیگر صنعتوں میں مدغم کر دیا جائے اور ملک کے تمام بچے مدرسوں میں تعلیم حاصل کریں، کارخانوں میں بچوں سے کام لینے کا طریقہ ختم کر دیا جائے کیونکہ دستکاری سے پہلے اُن کی ذہنی اور دماغی تربیت کرنا نہایت ضروری ہے۔

(۸) ایک انسان کو دوسرے انسان کے جور وستم سے بچانے کے لئے کمیونزم کے قیام کا صرف یہی ایک طریقہ ہے، کمیونزم کا نصب العین یہ ہے کہ "ہر شخص کی بقدر ضرورت حاجت روائی کی جائے اور حسب استطاعت اُس سے کام لیا جائے (طارق ص۲۸)

لینن ایک مقام پر مذہب کی مذمت میں کہتا ہے کہ "ہم وہ افیون نہیں چاہتے جو لوگوں کے عزم و ارادہ کو بالکل سلب کرے، اگر کبھی تمہارے خدا کا وجود تھا تو وہ اب تم کو چھوڑ دے گا (ریپبی اسلام اینڈ بالشوزم ص۲۱۶) ان کا ایک عظیم رہنما "مزدوک" کہتا ہے کہ "تمام عورتیں تمام مردوں کے لئے حلال ہیں" کارل مارکس، جو اشتراکیوں کا پیغمبر ہے وہ اپنی کتاب ڈاس کیپٹال مصنفہ ۱۸۶۷ء میں لکھتا ہے کہ (خلاصہ)

"قانونی تعلقات، حکومت کی قسمیں، اصول و عادات، مذہب اور فلسفہ، ہمیشہ اُن مادی حالات کا نتیجہ ہوتے ہیں، جن میں انسانوں نے اپنے آپ کو گھرا پایا ہے، انسانی ارتقاء اور نشو و نما کی تاریخ کوئی چیز

Marfat.com

نہیں بلکہ یہ مختلف طبقات کی جنگ کی داستان ہے جس میں برسر اقتدار طبقہ نے ہمیشہ اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر معاشرتی اور تمدنی اداروں کو بدلا ہے ... سرمایہ اور صنعت کا نشوونما مختلف منزلوں سے گذرا ہے سب سے پہلے ہاتھ کی صنعت کا زمانہ تھا اس کے بعد معمولی اوزاروں کی مدد سے کام کرنے کا زمانہ آیا پھر یہ زمانہ ترقی کرتے کرتے اس زمانہ سے آملا جس کے بعد مشینیں بنائی گئیں، مشینوں کے ظہور پذیر ہونے کے بعد سرمایہ چند افراد کی کوٹھیوں میں سمٹنا شروع ہوا جس کا نتیجہ عملاً یہ ہے کہ ہماری موجودہ سوسائٹی دو مختلف خیال اور مفاد رکھنے والی جماعتوں میں تقسیم ہو گئی، ایک گروہ قبضہ رکھنے والوں کا دوسرا گروہ قبضہ نہ رکھنے والوں کا پیدا ہو گیا، ان میں سے آخر الذکر اپنی محرومی کی بنا پر تبدیلی اور انقلاب پیدا کرنے کے ذرائع پر پوری توجہ کے ساتھ غور کرتا ہے اس طبقہ وارانہ جنگ کے علاوہ میں اشتراکیت اور قیمت کا نظریہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ محنت ہی دولت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے نیز سرمایہ دار کارخانے اور مزدوروں کو اجرت ادا کرنے کے بعد منافع اور بچت کی رقم ہڑپ کر جاتے ہیں یہ رقم بدیہی طور پر ان کی پیدا کی ہوئی نہیں کہی جا سکتی۔"

مندرجہ بالا تاثرات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ صنعت و حرفت اور کھیتی باڑی میں تقسیم حقوق اور حفظ عافیت کی یہی ابتری اور پریشانی ہے جس کے خلاف نظام اشتراکیت جہاد کرتا چلا آتا ہے اور یہی مستقل طور پر اس کا مطمع نظر ہے۔

علامہ جودۃ السحار مصری اپنی کتاب "الاشتراکی الزاہد" طبع مصر میں لکھتے ہیں۔

"سولہویں صدی عیسوی میں بڑی بڑی حکومتیں بنیں، ہسپانیہ نے امریکہ کا پتہ لگایا، تو ہسپانیہ میں سونے چاندی کی بہتات ہو گئی اور وہ معراج کمال کو پہنچ گیا، دوسری حکومتوں کو

Marfat.com

یہ حال دیکھ کر یقین ہوگیا کہ دولت کا منبع یہی دھاتیں ہیں، لہذا ہر حکومت اس کے حاصل کرنے پر تُل گئی اور ہر حکومت نے احکام جاری کر دیئے کہ سونا چاندی باہر نہ جانے پائے تاکہ ان کی مقدار ملک میں کم نہ ہو جائے اور ہر حکومت ان کے اضافہ کی فکر میں لگ گئی اور اس طرز پر حکومت کو ڈھالنے لگی، کہ ایکسپورٹ زیادہ ہو اور امپورٹ کم ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ سونا کھینچ سکے، اسی نظام کے مضبوط کرنے کے لئے حکومتوں نے آنے والے مال پر بہت زیادہ ڈیوٹی لگا دی، صنعت و حرفت کا اہتمام کیا اور اس کی ترقی کی کوشش کی تاکہ اپنی ضروریات کو خود پوری کر سکے اور اپنی مصنوعات کو دوسرے ممالک میں بھیج سکے، یہ حکومتی نظام تاجرانہ ذہنیت پر مبنی ہے کہ حکومت اپنی مصنوعات کی اشاعت چاہتی ہے اور خارجی تجارت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہتی ہے اسی لئے صنعت کو اس نظام میں سب سے پہلا مقام حاصل ہے، یہ اقتصادی مسلک جس کا مطمح نظر قوم میں سونے کی افراط ہے "تجارتی مسلک" کہلاتا ہے، یہ مسلک اس دور میں دنیا پر چھایا ہوا ہے اور تمام یورپ اس کی لپیٹ میں ہے، گو اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ فرد کی آزادی سلب ہو جاتی ہے اور غلہ باہر بھیجنے نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے زراعت کو سخت نقصان پہنچا اور بھی بہت سے موانع تجارت کی راہ میں آگئے ـــــ تمام یورپ پر تجارتی مذہب چھایا ہوا تھا کہ "والٹر روسو" اور دوسرے لوگ پیدا ہوئے۔ جو حریت کی دعوت دیتے تھے اور اس کی عظمت کی تبلیغ کرتے تھے، ان لوگوں کی تبلیغ سے اقتصادی لوگ متاثر ہوئے اور انگلینڈ میں "آدم سمتھ (بابائے اقتصادِ سیاسی)، کھڑا ہوا اور فرانس میں بھی ایک جماعت کھڑی ہوئی جو تجارتی مذہب کے خلاف تھی، ان لوگوں نے تجارت کی آزادی کی تلقین کی اور چنگی وغیرہ کے موانع کو دور کرنا چاہا، ان کا نعرہ یہ تھا "ہر فرد کو آزادانہ چھوڑ دو، وہ خود کوئی اچھا کام کرے گا کیونکہ ایسی صورت میں فرد اپنی مصلحت کے مطابق بہتر کام کرے گا لہذا حکومت کو بھی فائدہ پہنچے گا اور مجتمع کو بھی ـــــ حکومتوں نے ان امراء پر کان دھرا، فرد کو آزادی دینے

Marfat.com

اور جنگی وغیرہ کے موانع دور کر دیئے، یہ آزاد مذہب کہلاتا ہے --- اس مذہب کا یہ اثر ہوا کہ ایک گروہ تو بہت بڑے دولت والوں کا پیدا ہو گیا اور ایک گروہ فقیروں کا --- ادھر صنعتی انقلاب اور مشینوں کی ایجاد نے اس میں اور اضافہ کر دیا جس کی بناء پر راس المال رکھنے والوں پہ خوب روپیہ برسا، ان کی دولت میں اور اضافہ ہو گیا اور مزدور کی مزدوری اور زیادہ گھٹ گئی کیونکہ ان کے بجائے مشینیں کام کرنے لگیں لہٰذا فقیروں کے فقر میں اور اضافہ ہو گیا --- بعض لوگوں نے مزدوروں کے طبقہ کی طرف دیکھا تو انہیں ان کے زوال سے بہت زیادہ کوفت ہوئی، انہوں نے دیکھا کہ امیر لوگ غریبوں کی بدولت اور امیر ہوتے جاتے ہیں اور دنیا پر ایک بدبختی چھائی جاتی ہے، یہ سب کچھ اس لئے ہوا تھا کہ آزاد مذہب کو رائج کر دیا گیا تھا، راس المال رکھنے والوں اور مزدوروں کے درمیان بھی امر اس قدر فاصلہ کا سبب بنا، اسی مذہب کی بنا پر بعض افراد نے آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور وہ مال کے انبار لگانے پر تُل گئے، انہیں ان مزدوروں کا کچھ خیال نہ تھا جو ان کی دولت کے کان تھے بلکہ وہ مزدوروں پر ظلم کرنے لگے اور کم سے کم مزدوری دینے لگے، مزدور ضرورت کے مارے قبول کرنے پر مجبور تھے کہ اپنے اور اپنے بچوں سے بھوک کو دور کر سکیں، مزدوروں کے حامیوں نے کہا "یہ آزاد مذہب کا خمیازہ ہے کہ اجتماعی توازن جاتا رہا اور یہ دولت جس سے امیر طبقہ کھیل رہا ہے صرف انہیں کی کوششوں کا نتیجہ نہیں بلکہ اس میں مزدوروں کی کوشش بھی شامل ہے، لہٰذا جو کچھ منافع حاصل ہوتا ہے وہ راس المال اور مزدور کی کوشش کا نتیجہ ہے لہٰذا سارا نفع راس المال والے کو نہ ہونا چاہئیے کہ وہ اپنی دولت بڑھاتا ہی رہے، عدل و انصاف کا یہ تقاضہ ہے، کہ راس المال، مزدوروں اور اہل ثروت کے درمیان مشترک ہو اس لئے مذہب کو اشتراکیت کہتے ہیں --- اشتراکیت کا پیغمبر "کارل مارکس" تھا اس نے اپنی بہت سی باتیں اور رائیں انیسویں صدی کے ماہرین اقتصادیات سے لی ہیں مگر وہ ایک اجتماعی فلسفہ بھی رکھتا ہے اس نے اقتصادی مذہب کی بنیاد سیاسی

Marfat.com

بنیادوں پر رکھی یہ مذہب تمام اجتماعی انقلابات کا منبع طبقاتی جہاد کی طرف موڑ دیتا ہے کہ وہ اپنے حالات کی درستی کے لئے کوشش کریں چنانچہ پچھلے زمانوں میں آزاد اور غلاموں کی جنگ ہوئی حتیٰ کہ غلاموں نے آزادی حاصل کر کے چھوڑی، پھر امراء اور عوام کی جنگ شروع ہوئی اور فرانسیسی بغاوت عوام کے کندھوں پہ کھڑی ہوئی حتیٰ کہ اونچا طبقہ ختم ہو گیا اور متوسط طبقہ پیدا ہو گیا جو اچھا خاصہ صاحب ثروت تھا، یہ طبقہ مزدوروں سے کام لے کر اپنی دولت کو بڑھاتا رہا تو ان کے اور مزدوروں کے درمیان جنگ کھڑی ہو گئی اور یہ جنگ اب تک باقی ہے —— کارل مارکس طبقاتی جنگ سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ جنگ اسی طرح باقی رہے گی جب تک حکومتی نظام اور پیداواری نظام میں اتحاد نہ ہو جائے یعنی ملکیت اشتراکیت سے نہ بدل جائے کیونکہ پیداوار "مزدور اور راس المال کے اتحاد کا نام ہے"۔

یہ تھی اشتراکیت یورپ کی تشریح جو میں نے گزشتہ الفاظ میں پیش کی، اب آپ اسلامی اشتراکیت ملاحظہ فرمائیے۔

اسلامی اشتراکیت اور اس کی توضیح

اگر بغور دیکھا جائے تو اسلامی اشتراکیت مخلوقات کے ہر طبقہ کو خوشگوار زندگی گذارنے کا موقع دینے میں پوری مددگار نظر آتی ہے اس کا منشا یہ ہے کہ ہر شخص امن اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کرے اور اپنے خالق کی عبادت میں مشغول ہو کر اپنے پیدا ہونے کی غرض کی تکمیل کرے، وہ شخص جو دولت سے بھرپور ہو یقیناً خدا کو بھول جاتا ہے اور اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ جس پر دولت کی سیاہی چھا گئی ہے وہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا ہے جیسا کہ فرعون، نمرود، جمشید، دقیانوس، شداد، مردہ شاد، کاؤس بن کیقباد (اختیارات مجلسی صفحہ ۱۶) کے حالات سے ظاہر ہے، اسی طرح وہ لوگ جو تنگدستی میں مبتلا ہوں وہ بھی زندگی سے تنگ آ کر اپنے خالق پر طعنہ زنی کرنے لگتے ہیں، اور کہنے لگتے ہیں کہ عجیب خدا ہے کہ اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بہت بڑا دولت مند بنا دیا

Marfat.com

اور کسی کو محتاج اور فقیر بنا دیا، پھر اس تصور میں وہ اس درجہ مستغرق ہو جاتے ہیں کہ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ایسے خدا کے تسلیم کر لینے سے جو (معاذ اللہ) بے انصافی کرتا ہو بکسر کفر کر لینا چاہئے اور ایسا مقام تلاش کرنا چاہیئے جہاں پر خدا نہ ہو ے

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر

یا وہ جگہ بتا دے جہاں پہ خدا نہ ہو

یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ جس کے خیالات غربت کی فراوانی سے اس درجہ فاسد ہو جائیں کہ وہ خدائی کے ماننے کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکنے کی فکر میں ہو تو لازماً وہ ایسے لوگوں کی طرف جھکے گا جو یہ کہتے ہوں کہ "ہم نے اپنی مملکت سے خدا کو بے دخل کر دیا ہے" اور جب ایسا ہو گا تو یقیناً وہ کمیونزم کے سامنے اپنی گردن جھکا دے گا۔

اس لئے ضرورت ہے کہ اسلام کے اُس عظیم نظریئے کو سامنے لایا جائے جو امیر کو امیر تر ہونے سے روکے اور غریب کو غریب تر ہونے سے بچائے اور اسی مقدس نظریئے کا نام ہے "اسلامی اشتراکیت"

اسلامی اشتراکیت کی تعریف

"اسلامی اشتراکیت، عبارت ہے اُس اخوت اور بھائی چارگی سے جو امیر کو امیر تر ہونے سے روکے اور غریب کو غریب تر ہونے سے بچائے، اور سرمایہ داروں کو محسوس کرائے کہ تمہارے مال میں غریبوں کا حق ہے، نیز یہ بتائے کہ دولت گاڑ کے نہیں رکھی جاسکتی بلکہ اُسے وضع اخراجات کے بعد عوام میں بالسویہ تقسیم کر دینا ضروری ہے"

جب ہم مذکورۂ بالا تعریف پر بنظر غائر ڈالتے ہیں تو ہمیں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہم ذیل کے امور کی شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت کر دیں،

(۱) اخوت اور اُس کی وسعت (۲) امیر کی سخاوت اور فقیر کی قناعت (۳) اموال اغنیاء میں غرباء کا حق (۴) جمع مال کی مذمت اور انفاق کی مدح اور دونوں کے حدود

Marfat.com

(۵) اخراجات کے حدود اور وضع اخراجات کے بعد مال کی تقسیم کا مطلب (۶) تقسیم مال کا اصول،

(۱) اخوت اور اس کی وسعت

اخوت اور بھائی چارگی وہ مقدس جذبہ ہے جو دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک کڑی میں پروتا ہے، قرآن مجید میں اس مقدس جذبہ کو مختلف مقامات پر سراہا گیا ہے ایک نمایاں آیت یہ ہے: "کل مومن اخوۃ" ہر مومن آپس میں بھائی بھائی ہے جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا وہ مسلمان کا بھائی بن گیا اور جس نے علی ولی اللہ ساتھ کہہ دیا وہ سلسلہ امامیہ کے مسلک میں پرو گیا، احادیث اس کے تقدس کی تصدیق میں بھرے پڑے ہیں، رسول اللہ نے ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد "عقد مواخات" فرما کر اس کے تقدس پر خط نسخ کھینچ دیا اور اپنے کو بھی ایک بھائی قرار دے کر اس کی وضاحت کر دی کہ اس سلسلہ میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہے بلکہ سب برابر کے بھائی ہیں افسر اور ماتحت امیر اور غریب کا سوال نہیں ہے، پھر اس پر اہل اسلام کا والہانہ عمل کرنا سونے پر سہاگہ کا کام کر گیا سنتا ہوں کہ جن بھائیوں کے پاس ایک سے زیادہ بیوی تھی۔ اس نے ایک کو طلاق دے کر اپنے ایسے اسلامی بھائی کو اپنی بیوی دے دی جس کے پاس بیوی نہ تھی۔

آپ نے باہمی امتیاز کو ختم کرنے اور بھائی چارگی کو مضبوط کرنے کے لئے فرمایا، فاحبب لغیرک ما تحب لنفسک "جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے دوسرے دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند کرو" ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ اگر دو برادر مومن میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو انہیں چاہیئے کہ تین دن کے اندر اسے رفع کر لیں، ورنہ اگر اس مدت سے اختلاف اور بات چیت کی بندش تجاوز کر جائے گی اور اتفاقاً ان میں سے کوئی انتقال کر جائے گا تو دونوں جہنمی ہوں گے، اسی سلسلہ میں آپ نے

Marfat.com

مسلم کی تعریف ہی یہ کردی "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ" مسلم وہی ہے جس کی زبان سے دوسرا مسلمان بھائی محفوظ ہو یعنی مسلمان اُس کو کہتے ہیں جس سے اُس کے دوسرے بھائی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، آپ نے اس جذبۂ اخوت کو اس درجہ وسعت دی کہ یہ فرمادیا کہ تمہارا پڑوسی تمہارا بھائی ہے، تمہارا فرض ہے کہ اُس کے ساتھ وہی سلوک کرو جو اپنے برادرِ حقیقی کے ساتھ کرتے ہو، اُس کی لڑکی کو اپنی لڑکی، اُس کی اولاد کو اپنی اولاد اور اُس کی بیوی کو اُس کی امانت سمجھو، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، بعض احادیث کی رُو سے پڑوسیوں کی عورتوں سے پردہ بھی ہلکا قرار دیا گیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ ہمسائیگی کے حدود چالیس گھروں تک پھیلے ہوئے ہیں یعنی اپنے گھر کے اردگرد چالیس گھروں تک کے باشندے پڑوسی ہیں، حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو تم کوئی خاص چیز پکاؤ وہ اپنے پڑوسیوں میں بھی تقسیم کراؤ، یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو شخص پیٹ بھر کر کھانا کھالے اور اُس کا کوئی پڑوسی بھوکا رہے تو یہ شخص ملعون ہے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ "ملعون ملعون من اکل وحدہٗ" وہ شخص ملعون ہے جو اپنے غریب بھائی کے بغیر کھانا تنہا کھائے۔

ان امور سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اگر مسلمان ان چیزوں کی طرف متوجہ رہیں تو نہ غریب خدا سے بیزار ہوسکتا ہے اور نہ اُس کے دل میں کمیونسٹ ہونے کا خیال پیدا ہوسکتا ہے، مسلمانوں کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اخوت کی تعلیم و ترغیب دی ہے، آپ کے اُس مشہور خطبہ میں جو آپ نے غدیرِ خم میں دیا تھا، یہ بھی فرمایا تھا کہ مسلمان آپس میں بھائی ہیں، عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

Marfat.com

(۴) امیر کی سخاوت اور فقیر کی قناعت

امیری، تونگری، دولت مندی اور سرمایہ داری اگرچہ خدا ہی کا عطیہ ہے، لیکن یہ عطیہ عمومی حیثیت رکھتا ہے، خداوند عالم نے دولت اس لئے نہیں دی کہ اسے گاڑ کر رکھا جائے بلکہ اس لئے دی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کی غریب رعایا بھی سرافراز ہو سکے اور وہ فقیر بن کر بھیک مانگنے پر مجبور نہ ہو، جنہیں دولت ملتی ہے ان کا فریضہ ہے کہ وہ کھلے ہاتھوں غریبوں میں تقسیم کریں اور پوری سخاوت سے کام لیں، سخاوت کا درجہ بہت بلند ہے جو سخاوت کرتا ہے خداوند عالم اس سے خوش ہوتا ہے اور اس کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دیتا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حاتم طائی، اپنی سخاوت کی وجہ سے منظور بارگاہ ایزدی ہے، کسی معصوم سے پوچھا گیا کہ "حاتم طائی" کی حیثیت خدا کی بارگاہ میں کیا ہے، فرمایا، خدا اس سے بہت خوش ہے، پوچھا گیا کہ کیا وہ کافر ہونے ہونے کے باوجود داخل جنت کیا جائے گا، فرمایا نہیں، جنت میں تو وہ نہیں جائے گا کیونکہ نجاست کفر اس میں ساری ہے، لیکن سخاوت کی وجہ سے وہ جہنم میں بھی داخل نہیں کیا جائے گا، اس کے لئے خداوند عالم اعراف میں ایک جگہ بنا دے گا وہ اس میں رہے گا، معلوم ہوا کہ سخاوت کا درجہ بہت بلند ہے، اسی کے مقابل میں بخل ہے بخیل کی مذمت سے احادیث بھری پڑی ہیں، مالدار کو چاہیئے کہ بخل سے کام نہ لے اور بھرپور سخاوت کرے کیونکہ بخیل کی سخت مذمت وارد ہوئی ہے، معصوم فرماتے ہیں "اذا کتم العالم علمہ وبخل الغنی بمالہ ولم یصبر الفقیر ... فقرہ فعندھا الویل والثبور" جب عالم اپنے علم کو چھپائے اور غنی مالدار اپنے مال کی تقسیم میں بخل کرے اور فقیر اپنی فقیری پر قناعت نہ کرے، تو یہ لوگ سزاوار ہیں کہ ان پر لعنت کی جائے انہیں ہلاک کیا جائے انہیں رحمت سے دور کیا جائے اور انہیں تباہ کیا جائے (احتجاج طبرسی ص۱۳۲ طبع ایران، المنجد ص۴۴ ۱۲۵)

Marfat.com

ظاہر ہے کہ جب مالدار بخل نہ کریں گے اور اپنی دولت فقراء میں فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں گے تو غریب، غریب تر ہونے کے بجائے آسودہ حال ہو جائیں گے اور جب ایسا ہو گا تو اُن کے خیالات خراب نہ ہوں گے اور وہ کمیونسٹ ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

(۳) اموالِ اغنیاء میں فقراء کا حق

ہم جیسا کہ پہلے بتا چکے کہ دولت عطیہ خداوندی ہوتی ہے لیکن اسے نہ بھولنا چاہیئے کہ خداوند عالم جو دولت دیتا ہے وہ اس لئے نہیں دیتا کہ انسان اُسے عیش پرستی اور فواحش میں خرچ کرے بلکہ اس لئے دیتا ہے کہ سرمایہ دار کے ایام حیات بھی خوشگوار گذریں اور ساتھ ہی ساتھ اُس کی غریب مخلوق کی بھی پرورش ہوتی رہے، یعنی امیر کو جو دولت دی جاتی ہے وہ تنہا اُسی کے لئے نہیں ہوتی ہے ——————

—— بلکہ اس میں غریبوں کا بھی حق اور حصہ ہوتا ہے حضرت امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں "ان اللہ سبحانہ فرض فی اموال الاغنیاء اقوات الفقراء، فما جاع فقیرا الا بما متع غنی واللہ تعالیٰ سائلھم عن ذالک" خداوند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے، لہذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لئے کہ دولت مند نے اس کا حصہ روک لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر ان امیروں سے غریبوں کے حق روکنے کا مواخذہ کرے گا اور فقیر جو بھوکا رہا ہے اُس کے متعلق باز پرس کرے گا۔

(نہج البلاغۃ مترجم ج ۳ ص ۲۹۴ طبع لاہور)

حضرت کے اس قول سے جہاں یہ معلوم ہوا ہے کہ امیروں کے مال میں غریبوں کا حق ہے، وہاں اس کا بھی پتہ چلا کہ خداوند عالم نے غریبوں کا مال روکنے پر امیروں سے مواخذہ کرے گا اور بہت ممکن ہے کہ اس قسم کے فعل کی وہی سزا دی جائے جو غصب حقوق کی ہوتی ہے۔

Marfat.com

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں "یابن آدم ماکسبت فوق قوتک فانت فیہ خازن لغیرک" اے فرزند آدم یہ خیال کرنا کہ تو جو کماتا ہے وہ سارا کا سارا تیرا ہے کیونکہ دراصل تیرا مال وہی ہے جو تیرے گذارہ بھر کے لئے ہو اور جو تیرے ضروریات بلکہ کھانے پینے سے فاضل ہو وہ تیری چیز نہیں ہے، بلکہ وہ دوسروں کی چیز ہے اور تو صرف اُس کا خازن اور محافظ ہے (نہج البلاغہ ۔۔۔ طبع مصر)

حضرت کے اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سرمایہ داروں ہی کے مال میں غریبوں کا حق نہیں ہے بلکہ اوسط درجے کے مال میں بھی غریبوں کا حق ہے جو اپنی ضروریات سے زیادہ فراہم کر سکیں۔

ان اقوال سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ خداوند عالم اپنے غریب بندوں کو عزت اور فقیری میں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اُس کی خواہش ہے کہ اُس کی مخلوق خوشحال رہے یہ اور بات ہے کہ اپنی مصلحت کی بنا پر فقیروں کو براہ راست دولت عطا نہیں فرماتا بلکہ اُن کے لئے امیروں کو ذریعہ قرار دیتا ہے، امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں "الفقر الموت الاکبر" فقیری سب سے بڑی موت ہے" نہج البلاغہ ۔۔۔ اسی لئے خداوند عالم نے امیروں کے مال میں فقیروں کا حق قرار دے دیا ہے تاکہ فقیر و غریب موت اکبر سے دوچار نہ ہو، اور آسودہ زندگی بسر کر سکے۔ یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ اگر امراء، رؤساء، دولت مند، سرمایہ دار اپنے مالوں میں سے غرباء، فقراء، محتاج لاوارث، بے کس، بے بس، بیوہ، یتیم کا حق نکال کر اُن تک پہنچا دیں تو ہرگز کوئی غریب کمیونسٹ نہیں ہو سکتا۔

بہت ممکن ہے کہ لوگ حق فقراء و مساکین زکوٰۃ و خمس جیسے فریضہ کی ادائیگی ہی کو قرار دیں اس لئے میں وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ زکوٰۃ وغیرہ تو حق واجب ہیں ہی یہاں جس حق کو واضح کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ نفلی ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ بھی ہے

Marfat.com

یعنی وہ مال جو زکوٰۃ کے بعد بچ رہے اُس میں بھی غریب کا حق ہے، آنحضرتؐ فرماتے ہیں ان فی المال لحقا سوی الذکوٰۃ الخ زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریب کا حق امیر کے مال میں ہے (تفسیر فضل الرحمٰن پ ۳ ص ۱۹ بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

(۳) جمع مال کی مذمت انفاق کی مدح اور دونوں کے حدود

جمع مال کی مذمت میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں اور کثیر آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں، اولیاء خدا جمع مال کی ہمیشہ مخالفت کرتے رہے اور بار بار اس کی طرف رغبت کرنے سے روکتے رہے، حضرت علی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ جو لوگ مال جمع کرتے اور اُسے اپنی پناہ سمجھتے ہیں وہ کافر اور منافق ہیں، سنو! انا یعسوب المومنین و المال یعسوب الکفار والمنافقین" میں مومنین کے پناہ کی جگہ اور ان کا سردار ہوں اور مال کفار اور منافقین کے پناہ کی جگہ اور ان کا سرمایہ ہے (نہج البلاغہ بن ابی الحدید ص ۲۹۹) ایک جگہ فرمایا "رضینا قسمتہ الجبار فینا لنا علم و للجہال مال" ہم خداوند عالم کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اُس نے ہمارے لئے علم اور جاہلوں کے لئے مال قرار دیا (دیوان حضرت علی)

مفسر اسلام علامہ ابن کثیر بسند حضرت طاؤس لکھتے ہیں کہ مال دار کا مال ایک دن اژدھا بن کر اُس کے پیچھے لگے گا جو عضو سامنے آجائے گا اُسی کو چبا جائے گا، رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جو اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اُس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدہا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اُس کے پیچھے لگے گا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے وہ کہے گا تیرا مال جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ آخر اُس کو پکڑ لے گا اور اُس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی (تفسیر ابن کثیر پارہ ۱۰ ص ۲۵ طبع کراچی)

اسی جمع مال کی مذمت میں وہ مشہور آیت بھی ہے جو حضرت ابوذر کے نوک زبان

Marfat.com

پر تھی، اور وہ یہ ہے والذین یکنزون الذھب والفضتہ الخ پ۱۰ رکوع ۱۱ وہ لوگ جو سونا چاندی گاڑ کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو اور انہیں بتادو کہ ایک وہ دن بھی آنے والا ہے جس دن تمہاری دولت کو جہنم کی آگ سے لال کیا جائے گا اور اسی کے ذریعہ سے، تمہاری پیشانی تمہارے پہلو، تمہاری پیٹھ سب داغے جائیں گے، اور تم سے کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے لئے جمع کرکے رکھا تھا اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو"

"کنز" کے لغوی معنی مال جمع کرنے اور اسے محفوظ رکھنے اور زمین میں دفینے کے طور پر رکھنے کے ہیں (المنجد ص۷۰۴) اور اصطلاحی نقطۂ نظر سے "کنز" اس مال کے جمع رکھنے کو کہتے ہیں جس میں سے زکوٰۃ وغیرہ نہ نکالی گئی ہو یعنی جس مال سے زکوٰۃ وغیرہ نکال دی گئی ہو اس کا شمار کنز میں نہ ہوگا اور اس کا جمع رکھنا حرام اور ممنوع نہ قرار پائے گا، علامہ طبری اور علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں "کل مال ادیت منہ زکوٰتہ فلیس بکنزوان کان مدفوناً وکل مال لم یؤد زکوٰتہ فھو کنز وان کان ظاہراً" ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا کردی گئی ہو وہ "کنز" نہیں ہے چاہے وہ زمین میں مدفون ہی کیوں نہ ہو اور جس مال سے زکوٰۃ نہ دی گئی چاہے وہ غیر مدفون ہی کیوں نہ ہو اس پر کنز کا اطلاق ہوگا، اسی قسم کے مال کے جمع کرنے کے متعلق مذکورہ آیت میں تہدید کی گئی ہے (مجمع البحرین ص۲۵۹، وتفسیر ابن کثیر پ۲ ص۵۲، تفسیر حسینی ص۳۰۹) معلوم ہوا کہ جس مال سے زکوٰۃ وغیرہ ادا کردی جائے، اس کا اپنے پاس رکھنا حرام نہیں ہے لیکن اگر اس سے راہ خدا میں انفاق کرنا اور غریبوں، فقیروں، محتاجوں کو دینا بڑی اہمیت رکھتا ہے علماء کا بیان ہے کہ خدا کی راہ میں غریبوں کو پاک اور پاکیزہ مال دینا چاہئے (نہایۃ ابن اثیر ص۲۴۵ وتفسیر ابن کثیر پ۳ ص۸۴)

"انفاق" یعنی راہ خدا میں مال دینے کے متعلق قرآن مجید میں بے شمار آیتیں

موجود ہیں جن میں مختلف طرق اور انداز سے فراخدلی کے ساتھ راہ خدا میں دولت صرف کرنے کا حوالہ دیا گیا ہے، کہیں پہ کہا گیا ہے کہ "تم نیکی پا ہی نہیں سکتے جب تک ہماری راہ میں خرچ نہ کرو، کہیں کہا گیا ہے "تم جو کسب کرتے ہو اُس میں سے پاک و پاکیزہ مال میری راہ میں خرچ کرو، کہیں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے جو تمہیں دیا ہے۔ وہ تم ہماری راہ میں صرف کرو۔ کہیں فرمایا ہے، تم جو ہماری راہ میں دو گے ہم اُس کا عوض تم کو دیں گے غرضیکہ مختلف طریقے سے انفاق کے لئے ابھارا گیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنا مال اپنے پاس جمع رکھا جا سکتا ہے اور کتنا مال راہ خدا میں صرف کرنا مناسب ہے، اس کے متعلق علماء کا بیان ہے کہ اپنے ہر قسم کے اُن سالانہ مصارف کے لئے جو مباح ہوں مال اپنے پاس جمع رکھا جا سکتا ہے باقی تمام کا تمام راہ خدا میں خرچ کر دینا غریبوں، فقیروں، محتاجوں وغیرہ میں تقسیم کر دینا چاہیئے لیکن اس کے لئے بھی حد ہے اور وہ یہ ہے کہ اتنا نہ دے دے کہ خود محتاج بن کر بیٹھ جائے (مجمع البحرین ص۹۸ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۸۲)

(۵) اخراجات کی حدود اور وضع اخراجات کے بعد مال کی تقسیم کا مطلب

مطلب یہ ہے کہ "انفاق فی سبیل" یعنی راہ خدا میں مال کے دینے کی شدید تاکید ہے، قرآن مجید اور احادیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ وضع اخراجات کے بعد مال راہ میں تقسیم کر دیا جائے، ارشاد ہوتا ہے "یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو" اے پیغمبر تم سے یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ راہ خدا میں کتنا خرچ کریں، تم ان سے کہہ دو کہ اپنے ضروری اخراجات سے جو بچ جائے) وہ سارا کا سارا راہ خدا میں دے دو (پ۲ رکوع ۱۱)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ معاذ بن جبل اور ثعلبہ نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ حضور ہمارے غلام بھی ہیں، بال بچے بھی ہیں اور ہم مال دار بھی ہیں، کیا کچھ راہ خدا میں دیں جس کے جواب میں "قل العفو" کہا گیا یعنی جو اپنے بال بچوں کے خرچ کے بعد بچے بہت سے صحابہ اور تابعین سے یہی تفسیر مروی ہے۔۔۔ علماء کہتے ہیں کہ افضل اور بہتر مال خدا کی راہ میں دو، سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حاجت سے زائد چیز خدا کی راہ میں خرچ کرو حسن بصری کہتے ہیں کہ ایسا نہ کرو کہ سب دے ڈالو اور پھر خود سوال کے لئے بیٹھ جاؤ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے کہا کہ حضور میرے پاس ایک دینار ہے، آپ نے فرمایا اپنے کام میں لاؤ، کہا میرے پاس ایک اور ہے فرمایا اپنی بیوی پر خرچ کرو، کہا حضرت ایک اور ہے فرمایا اپنے بچوں کی ضروریات میں لگاؤ، کہا ایک اور بھی ہے فرمایا اب تو آپ خوب دیکھ بھال سکتا ہے، مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور نے ایک شخص سے فرمایا، اپنے نفس سے شروع کر پہلے اسی پر صدقہ کر پھر بچے تو اپنے بال بچوں پر پھر بچے تو اپنے رشتہ داروں پر پھر بھی بچے تو اور دوسرے حاجتمندوں پر، اسی کتاب میں ایک اور حدیث ہے کہ سب سے افضل خیرات وہ ہے جو انسان اپنے خرچ کے مطابق باقی رکھ کر بچی ہوئی چیز کو راہ اللہ دے دے، اوپر والے ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے پہلے انہیں دے جن کا خرچ تیرے ذمہ ہے، ایک اور حدیث میں ہے، اے ابن آدم جو تیرے پاس اپنی ضرورت سے زائد ہو اسے اللہ کی راہ میں دے ڈالنا ہی تیرے لئے بہتر اس کا روک رکھنا تیرے لئے برا ہے ہاں اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرنے میں تجھ پر کوئی ملامت نہیں، تفسیر اور اس آیت کا واضح بیان ہے ٹھیک قول یہی ہے (تفسیر ابن کثیر پ۲ ص۸۲ طبع کراچی)

تفسیر فیض الرحمن ج ۲ حصہ ۲ ص۲۹ میں ہے "ضروری اخراجات اور اہل وعیال کے خرچ کے بعد جو بچ رہے وہ اللہ کی راہ میں دو، عمرو بن جموح نے جب یہ آیت اتری کہ

Marfat.com

جو خیر خیرات تم کرو وہ ماں باپ اور رشتے داروں اور محتاجوں، یتیموں اور مسافر پر خرچ کرو، یہ پوچھا کہ کتنی خیرات ہم کیا کریں تب یہ آیت اتری کہ "جو اپنی حاجت اور ضرورت سے زیادہ ہو.... بعضوں نے کہا یہ آیت منسوخ ہے زکوٰۃ کی آیت ـــــ

ـــــ سے اور مال میں سوا زکوٰۃ اللہ کوئی حق (ترغیب) کا نہیں ہے (اس کی سند میں بعضوں نے کہا کہ یہ آیت محکم ہے اس لئے کہ مال میں سوا زکوٰۃ کے بھی حق ہے" ... عن فاطمۃ بنت قیس قالت قال رسول اللہ صلعم ان فی المال لحقاً سوی الزکوٰۃ ثم تلا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی" یعنی اور روایت ہے فاطمہ بیٹی قیس سے کہ کہا، فرمایا رسول خدا نے تحقیق مال میں البتہ حق ہے سوا زکوٰۃ کے بھی پھر پڑھی حضرت نے یہ آیت نیکی نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق و مغرب کی طرف کرلو الخ اسے ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے .... عن ابی امامۃ قال قال رسول یا ابن آدم ان تفضل الفضل خیر لک وان تمسکہ شر لک ولا تلام علی کفاف" ابوامامہ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم اگر تو اپنے بچے ہوئے مال کو راہ خدا میں دے دے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر نہ دے گا تو یہ تیرے لئے بہت برا ہے، البتہ اس میں ملامت نہیں ہے کہ تو اپنے گذارہ بھر کا نکال لے (مسلم شریف)

المنجد ص۵۲۰ میں ہے، العفو، الفضل، من المال ما فضل عن النفقۃ و لا عسر علی صاحبہ فی اعطائہ" عفو کے معنی یہ ہیں کہ مال کا وہ حصہ جو اپنے خرچ اور نفقہ سے بچے وہ راہ خدا میں دینا چاہئے مگر اسی قدر کہ خود محتاج نہ بن جائے۔

تفسیر جلالین ص۳۲ طبع مصر ۱۳۵۵ھ میں ہے، العفو ای الفاضل عن الحاجۃ ولا تنفقوا ما تحتاجون الیہ ولا تضیعوا انفسکم" جو اپنی حاجت و ضرورت سے بچ جائے اُسے عفو کہتے ہیں، جتنے کی تمہیں ضرورت ہو اُسے راہ خدا میں نہ دو اور اپنے

Marfat.com

کو تکلیف میں مبتلا نہ کرو۔

نہایۃ ابن اثیر ص۲۴۵ میں ہے "قال العفو هو ما یفضل من النفقة" جو اپنے اور عیال کے نفقہ سے فاضل ہو اُسے عفو کہتے ہیں۔

مجمع البحرین ص۹۲ میں ہے "عن الصادق العفو هو الوسط من غیر اسراف ولا اقتار" عفو اُس درمیانی انفاق کو کہتے ہیں جس میں اتنی زیادتی نہ ہو کہ محتاج بنا دے وعن الباقر "ما فضل عن قوت السنة" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو اپنے اہل و عیال کے سالانہ خرچ اور خوراک سے بچ جائے اُسے راہ خدا میں دے دینا چاہیئے، وعن ابن عباس "ما فضل عن الاهل والعیال" ابن عباس کا بیان ہے کہ جو اپنے اہل و عیال کے خرچ سے بچ جائے اُسے راہ خدا میں خرچ کر دینا چاہیئے۔

تفسیر صافی علامہ محسن فیض کے ص۵۱ میں ہے "عن الباقر ان العفو ما یفضل عن قوت السنة" حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عفو اُسے کہتے ہیں، جو سالانہ اخراجات سے بچ جائے، یہی کچھ تفسیر تبیان میں ہے۔

تفسیر مجمع البیان ج ۲ طبع ایران میں ہے کہ جو اہل و عیال کے خرچ سے بچ جائے، امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عفو اُسے کہتے ہیں یعنی جو سالانہ مصارف سے فاضل بچے اُسے راہ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے، یہی کچھ تفسیر لوامع التنزیل ج ۲ ص۶۸ طبع لاہور میں ہے و تفسیر بیضاوی ج ۱ ص۹۴ میں ہے کہ عمر بن جموح نے رسول خدا سے دریافت کیا کہ کس قدر راہ خدا میں دیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ اتنا کچھ دے ڈالو کہ تم تکلیف میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

قرآن مجید کی آیت اور اُس کی تفسیر سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سالانہ اخراجات سے جو فالتو اور فاضل بچے اُسے راہ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے اگرچہ "قل العفو" میں لفظ "قل" وجوب انفاق پر دلالت کرتا ہے اور واضح ہوتا ہے کہ مصارف سالانہ سے

Marfat.com

جو بچ جائے اُسے راہ میں صرف کر دینا اور غریبوں، فقیروں و محتاجوں کو دے دینا واجب ہے اور یہی طرزِ عمل رسول کریمؐ اور امیر المومنین کا رہا، جیسا کہ لوامع التنزیل ج ۲ ص۲۶۲ سے ظاہر ہے لیکن بعض احادیث نے وضاحت کر دی ہے کہ زکوٰۃ دینا تو واجب ہے لیکن دیگر صدقات کی حیثیت نفل اور مستحب کی ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی ج ا ص۲۸ میں ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ مال میں جو حقوق غریبوں کے ہیں انہیں بھی ادا کرنا چاہیئے، تفسیر فضل الرحمٰن ج ۲ ص۲۹ میں ہے کہ کل کا خرچ کر دینے کا حکم استحباب کی حیثیت رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ حقوق واجبہ نکالنے کے بعد اپنا سالانہ خرچہ مال میں سے نکال کر کل کا کل استحبابی طور پر فقراء، مساکین، غرباء، ایتام، بیوہ، ابن سبیل اور دیگر مستحقین کو دے دینا چاہیئے، مال دار کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ اپنے مال کو گاڑ کر رکھے نہ زکوٰۃ دے نہ خمس نکالے اور نہ غریبوں کو کچھ دے، اگر ایسا کرے گا تو قیامت میں اسی مال و دولت سے داغا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ سالانہ مصارف نکالنے کے بعد وجوباً و ندباً سب کا سب راہ خدا میں دے دیں وہ کون لوگ ہیں؟ میرے خیال میں اس کے ذیل میں سب سے پہلے دنیا کی حکومت اسلامیہ آتی ہے اس کے بعد دیگر اغنیا،، حکومت کو چاہیئے کہ سال کے جملہ اخراجات جو رسول اور فوج اور مباح تعمیرات اور دیگر شرعی مصارف ہوں نکال کر تمام کا تمام غرباء، فقراء مساکین اور دیگر مستحقین میں تقسیم کر دے یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول کریمؐ ایک رات بھی بیت المال مسلمین میں فاضل رقم رہنے نہیں دیتے تھے اور اسی طرح حضرت علی علیہ السلام بھی شب کو بیت المال میں جھاڑو دلوا دیا کرتے تھے یعنی کل کا کل مستحقین تک پہنچا دیا کرتے تھے، اور اگر کبھی ایسا ہوا کہ کوئی مستحق آپ تک نہ پہنچ سکا تو آپ خود اپنی پشت پہ لاد کر رات کے وقت

Marfat.com

اُس کے گھر پہنچایا کرتے تھے، اب رہ گئے دیگر اغنیاء اُن کے لئے یہ ضروری ہے کہ حقوق واجبہ نکال کر اپنے گھر کے جملہ مباح مصارف آزادی کے ساتھ نکال کر کل کا کل راہ خدا میں دے دیں، یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ اپنے مصارف جو وہ نکالیں تو اُس میں اعتدال کا خیال رکھیں ورنہ جو مال اپنے لئے نکال دے وہ بھی حرام ہو جائے گا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ "مال و دولت خدا کی ملکیت ہیں وہ آدمیوں کے پاس بطور امانت رکھتا ہے اور اس کی اجازت دیتا ہے کہ اُس سے اپنے لئے کھانے پینے اور پہننے کا سامان مہیا کریں، شادی بیاہ کریں اور سواری (وغیرہ) کے جانور خریدیں مگر ان تمام باتوں میں اعتدال اور اقتصاد کا لحاظ رکھیں اور جو مال اس کے بعد بچ رہے اُن سے با ایمان محتاجوں کی مدد کریں اور اُن کی پریشان حالی دفع کریں جس آدمی کا یہ طرز عمل ہوگا اُس کا کھانا پینا، گھوڑے خریدنا، نکاح کرنا حلال ہوگا اور اس کے ماوراء حرام ٹھہرے گا۔"

(تفسیر صافی صفحہ ۱۹۰)

(۶) مال کی تقسیم کا اصول

یہ تو بالکل واضح ہوگیا کہ مستحقین میں مال کی تقسیم لازمی ہے لیکن اس پہلو پر نگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ فقراء و مساکین اور دیگر مستحقین میں مال کس اصول سے تقسیم کیا جانا چاہیئے، حضرت رسول کریمؐ کا اصول یہ تھا کہ وہ مال کو مساویانہ طور پر تقسیم فرماتے تھے، اموال غنائم کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ پانچواں حصہ مال غنیمت کا خدا اور رسولؐ کے لئے ہے اور چار حصے لشکر اسلام کے لیے جس میں تمام مجاہدین برابر کے حصہ دار ہیں کوئی کسی سے زیادہ پانے کا حق دار نہیں (سنن بیہقی ج ۶ صفحہ ۳۳۴) کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس جب مال خراج آتا تھا تو آپ اُسی دن مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ شادی شدہ کو دہرا اور کنوارے کو اکہرا حصہ دیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ صفحہ ۲۵ مسند بن حنبل ج ۲ صفحہ ۲۹ سنن بیہقی ج ۶ صفحہ ۳۴۶)

Marfat.com

حضرت علی علیہ السلام کا بھی یہی طریقہ تھا" حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ آپ کے پاس اصفہان سے کچھ مال و اسباب آئے، آپ نے انہیں سات حصوں میں تقسیم کیا، ایک روٹی فاضل بچ رہی تو اس کے بھی سات ٹکڑے کئے اور ہر حصہ پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، پھر آپ نے قرعہ اندازی کر کے جو جس کے نام نکلا اس کے حوالہ کر دیا (سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۴۸)۔ آپ کی خدمت میں دو عورتیں آئیں، ایک آزاد تھی اور دوسری کنیز، آپ نے ہر ایک کو تھوڑا گیہوں اور چالیس چالیس درہم عنایت کئے، کنیز تو اپنا حصہ لے کر چلی گئی لیکن آزاد عورت کہنے لگی حضور آپ نے کنیز کو بھی اتنا ہی دیا جتنا مجھے عنایت فرمایا حالانکہ میں عرب کی رہنے والی آزاد عورت ہوں اور وہ کنیز ہے عرب کی رہنے والی بھی نہیں، امیر المومنین نے فرمایا کہ میں نے کتاب الٰہی کی چھان بین کی لیکن مجھے تیری فضیلت کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔

علامہ محمد رضی زنگی پوری تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے عہد میں جب طریقہ نبویہ پر عمل ہوا اور سرمایہ کی تقسیم مساوات کے اصول پہ کی گئی، تو اونچے طبقہ کے صحابہ میں اس طریقۂ کار سے ناراضی اور برہمی پھیلی تو اُن کے اظہار عتاب و ناراضی پر حضرت نے فرمایا:"

"کیا مجھے تمہارا یہ علم ہے کہ تمہاری مدد و حمایت حاصل کرنا چاہوں اُن پر ظلم و جور کر کے جن پر حاکم بنایا گیا ہوں یعنی اُن کا حق مار کر تمہیں زیادہ دوں اور اس چیز سے تمہیں اپنا مددگار بناؤں، خدا کی قسم جب تک راتوں کے قصے اور افسانے باقی ہیں اور ایک ستارہ دوسرے کے پیچھے چل رہا ہے اس طرح کے طریقے کے قریب نہ جاؤں گا اگر یہ میرا مال ذاتی ہوتا تو بھی لوگوں پر برابر ہی تقسیم کرتا پھر جبکہ وہ مال خدا ہے، کیونکر مساوات کا لحاظ نہ رکھوں ہاں سمجھ لو کہ بغیر استحقاق مال کی بخشش و فیاضی فضول خرچی اور اسراف بیجا ہے جو اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کرتا ہے مگر آخرت میں پست و

Marfat.com

ذلیل کرتا ہے (اسلام کا معاشی نظام ص۱۵۴)

مذکورہ نظریہ تقسیم اموال سے معلوم ہوا کہ غربا و فقراء اور ہر قسم کے مستحقین میں اموال "بالسویہ" یعنی برابر تقسیم کئے جائیں گے حضرت علی نے عثمان خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلے خطبہ میں فرمایا فانتم عباد اللہ والمال مال اللہ یقسم بینکم بالسویۃ لا فضل فیہ لاحد علی احد" تم خدا کے بندے ہو اور مال اللہ کا ہے یہ مال تم میں برابر تقسیم ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا (ناسخ التواریخ ج ۲ ص۱۱۰) میں کہتا ہوں کہ اگر اہل اسلام ان اسلامی طریقوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہرگز غرباء کی زندگی وبال جان نہ بنے گی اور کوئی بھی کمیونزم کی طرف مائل ہوگا۔

پاکستانی نظریہ

میں اس کی بھی وضاحت کرتا ہوں کہ ہمارا ملک پاکستان بھی یہی نظریہ رکھتا ہے، وہ یہ نہیں چاہتا کہ دولت مخصوص خاندانوں میں سمٹ جائے اور ملک و ملت کو زحمت کا سامنا کرنا پڑے، روزنامہ جنگ راولپنڈی صفحہ ۲۲ جنوری ۱۹۶۳ء میں ہے کہ "صوبائی اسمبلی کے اسپیکر مسٹر مبین الحق صدیقی نے ملک کی دولت چند خاندانوں میں سمٹنے پر تشویش کا اظہار کیا، انہوں نے کہا کہ یہ بات قابل افسوس ہے کہ یہ دولت مند طبقہ قوم کی طرف عائد شدہ ذمہ داریوں سے بالکل غافل ہے، رائٹرز گلڈ ملتان کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ امر قابل افسوس ہے کہ دولت مند طبقہ اس ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتا کہ انہیں عوام اور ملک کی بھلائی کے لئے بھی کام کرنا ہے جن کی بدولت اُن کو اتنی دولت نصیب ہوئی انہوں نے کہا کہ دولت مند طبقے پر مناسب ٹیکس لگا کر اس خطرناک رویہ کا سدباب کیا جائے۔"

Marfat.com

اسلامی اشتراکیت کے چند اشارے

یہاں تک لکھنے کے بعد اب ہم چند ایسی عمومی چیزیں پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے اسلامی اشتراکیت کی وسعت معلوم ہوگی اور یہ پتہ چلے گا کہ اسلام نے غرباء کی طرف کتنی حسین نگاہ رکھی ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ مخلوقات خدا خوش حال زندگی بسر کرے۔

روزمرہ کے استعمال کی چیزیں اور غرباء

جو اشیاء روزمرہ کی ضروریات زندگی میں داخل ہیں اور خانہ داری کے جس ساز و سامان کی حاجت عموماً ہر امیر و غریب کو ہوا کرتی ہے مثلاً پانی، نمک، آگ، چراغ، ظروف، فرش، خمیر، ڈول، لکڑی چیرنے کا آلہ، اور ایسے ہی دیگر اثاث البیت صاحب ضرورت کو ان کے دینے میں بخل کرنا نہایت قابل مذمت فعل قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے "ویلٌ للمصلین الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون والذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون" ترجمہ ان نمازیوں کی تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں، جو دکھانے کے واسطے کرتے ہیں اور روزمرہ کی معمولی چیزیں بھی عاریت نہیں دیتے (یعنی برتن وزیور وغیرہ) امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے کہ ماعون میں تمام روزمرہ کے استعمال کی چیزیں داخل ہیں"

شیخ الہند علامہ محمود حسن لکھتے ہیں "یعنی زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً ڈول، رسی، ہنڈیا، دیگچی، کلہاڑی سوئی تاگہ وغیرہ کسی کو مانگی نہیں دیتے جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ بخل اور خست کا جب یہ حال ہوگا تو ریاکاری کی نماز ہی سے کیا فائدہ ہوگا، اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے، مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا اس کا اسلام لفظ بے معنی، اور اس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے، یہ ریاکاری اور بداخلاقی

Marfat.com

تو ان بدبختوں کا شیوہ ہونا چاہیئے جو اللہ کے دین اور روز جزا پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتے۔

(حاشیہ قرآن مترجمہ شیخ الہند محمود حسن و شبیر احمد عثمانی ص٧٨٨ طبع بجنور)

باہمی ہمدردی اور مساوات کا لزوم

اسلام نے باہمی ہمدردی کو لازم قرار دیا ہے اور

اس میں اس نے امیر و غریب کا فرق نہیں رکھا "کتاب مثالی الاخبار اور مستدرک الوسائل میں ہے "مستعمل المعروف فی کل احد فان اهله، والا فانت اهله" ہر آدمی کے ساتھ برابر کا سلوک کرو اگر وہ اس کا مستحق ہو تو خیر ورنہ تم اس کے مستحق ہو کہ نیکی کرو۔۔۔ تم میں بھلے وہ لوگ ہیں جو سخی ہیں اور برے وہ ہیں جو بخیل ہیں۔۔۔ بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک میں قدم اٹھانے کی جیسی خدا کی کوئی عبادت نہیں۔۔۔ مومنین باہمی حسن سلوک اور مہربانی کے برتاؤ میں مثل بدن کے ہیں کہ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن متاثر ہوتا ہے۔۔۔ خدا بندہ کا مددگار رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کا مددگار رہتا ہے۔۔۔ امر عقل و ہوشیاری کے بعد یہ ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

غریب پروری اور مسکین نوازی کا حکم

فطری صلاحیتوں اور قوتوں

کی کمی کی وجہ سے معاشی دوڑ دھوپ اور اقتصادی مسابقت میں پیچھے رہ جانا اور بات ہے اور کسی انسان کا دوسرے انسانوں کی غیر معتدل اور غیر منصفانہ مسابقت کی وجہ سے درماندہ اور عاجز رہ جانا دوسرا امر ہے، اسلام دوسری صورت کو گوارہ نہیں کرتا کسی انسان کو ایسے طریقوں سے کسب معاش کی اجازت نہیں جس میں دوسروں کا عاجز ہو رہ گئی پہلی صورت جس کا تعلق کارخانہ تکوین و تقدیر سے ہے تو اس کے متعلق اسلام کی تعلیمات غیر معمولی ہمدردی انسان پر مبنی ہیں اور وہ فطری صلاحیت کی کمی یا قدرتی موانع کی وجہ سے معاشی دوڑ دھوپ میں ناکام رہ جانے والوں کو ان کی حالت بیچارگی و درماندگی میں

Marfat.com

نہیں چھوڑتا، بلکہ حکومت اسلامی اُن کے تکفل کا بار اپنے ذمہ لیتی ہے، نیز کامیاب افراد کو اپنے کسوبِ سامانِ معیشت میں انہیں باعزت شریک قرار دینے پر مامور کرتی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام مالک اشتر والی مصر کو اپنے ایک طویل فرمان میں ہدایات دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"پھر خدا سے ڈرو اُس ادنیٰ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی چارہ نہیں، وہ مسکینوں، محتاجوں اور آفت زدہ لوگوں پر مشتمل ہے کیونکہ اس طبقہ میں قناعت پیشہ فقیر اور مانگنے والے محتاج دونوں ہی طرح کے لوگ ہیں اور اُس کے بارے میں خدا کا وہ حق محفوظ رکھو جس کی نگہداشت کا اُس نے تم کو حکم دیا ہے اور اُن کے لئے بیت المال اور خاص نواحِ اسلام کی اُن زمینوں کے غلات میں سے جو غنیمت میں حاصل ہیں ہر شہر کا ایک حصہ معین کر دو کیونکہ اُن میں سے دور کے مقامات میں بسنے والوں کا بھی ویسا ہی حق ہے جیسے قریب رہنے والوں کا ہے اور تم ہر ایک کے حق کے نگران بنائے گئے ہو تمہیں دولت و حکومت کا گھمنڈ اُن سے غافل نہ کرنے پائے ..... اور تم ہر ایک کا حق اُس تک پہنچا کر خدا کے سامنے پیش کرنے کے لئے عذر مہیا کرو۔ اُن یتیموں اور بوڑھوں کی خبرگیری کرو جو نہ خود اپنی مجبوری کا کوئی چارہ کار رکھتے اور نہ سائل بن کر دوسروں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، یہ بات عام طور سے حاکموں پر گراں گذرتی ہے اور کبھی اللہ اس کو آسان بنا دیتا ہے (نہج البلاغہ)

حاجت مندوں کی قسمیں اور اُن کی امداد کا طریقہ

اسلام کا معاشی نظام اگرچہ مدارج معیشت میں تفاوت جائز رکھتا ہے مگر اس نے

Marfat.com

اس کا مکمل بندوبست کردیا ہے کہ نظام اسلامی کے تحت کوئی انسان تنگدست اور ضروریات زندگی کے لئے محتاج نہ رہے، دنیا سے فقر و فاقہ، غربت و افلاس کو مٹانا اور خوش حالی و فارغ البالی کو عام کرنا اس کا عظیم ترین مقصد اور نصب العین ہے، حدیث میں ہے "خدا نے کسی قسم کے مال کو تقسیم کے بغیر نہیں چھوڑا خواص و عوام فقراء و مساکین اور ہر طبقہ کے لوگوں میں سے جس کا جو حق تھا وہ اسے عطا کردیا ہے، ایک دوسری حدیث میں ہے "اسلام نے عام حاجت مندوں کی آٹھ قسمیں قرار دی ہیں اور لوگوں سے حاصل شدہ مالوں میں ان کے رزق مقرر کئے، ان حاجت مندوں میں کوئی باقی نہ رہا جس کا حصہ معین نہ کردیا ہو اور جناب رسالتمآب کے قرابت داروں کے لئے مال خمس کا آدھا حصہ قرار دیا ہے اور اس طریقہ سے ان کو عوام الناس کے صدقات سے بے نیاز کردیا ہے لہذا عام فقیروں میں سے کوئی ایسا باقی نہ رہ گیا جس کو مستغنی نہ کردیا ہو (تہذیب الاسلام)

زمین اور اس کی اشتراکی حیثیت

یہ مسلم حقیقت ہے کہ زمین خدا کی ہے اس نے اسے اپنے بندوں کے لئے وجود کا شرف بخشا ہے، یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے زمین کے تصرف میں مومن و کافر کی قید تک نہیں لگائی، اس کا کہنا ہے کہ زمین سب کے لئے مشترک ہے "سورہ حٰم سجدہ" میں ہے کہ "خدا ہی نے زمین اور اس کے اوپر پہاڑ قائم کر دیئے ہیں اور اسی نے اس میں برکت بھر دی ہے اور اسی نے مناسب انداز میں سامان معیشت کا بندوبست فرمایا ہے، یہ سب چار اوقات) یعنی چار فصلوں میں کیا، یہ چیزیں تمام طلبگاروں حاجت مندوں کے لئے برابر ہیں"

"تفسیر قمی" میں مذکور ہے کہ "اربعۃ ایام" سے مراد چار اوقات اور فصول ہیں جاڑا، گرمی، بہار، خزاں"

تمام اسباب معیشت انسان و حیوان کی پیداوار انہیں فصول و اوقات میں

ہوتی ہے اور ان کے تغیرات وانقلابات کو اُن اسباب کی پیدائش میں پورا داخل ہے اور "للسائلین" سے مراد تمام خلق اللہ ہے جو رزق کی محتاج ہے اور کم سے کم بزبانِ حال اپنی روزی کی طلبگار ہے لہذا سامانِ معیشت میں تمام مخلوق کا حق برابر ہے کسی کو دوسرے پر حق فطری کے اعتبار سے ترجیح و فضیلت نہیں"۔

"سورہ نحل" میں ارشاد فرماتا ہے "خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق اور مال و دولت میں فضیلت اور زیادتی عطا کی ہے، پھر کیا وہ لوگ اپنی روزی میں سے اُن لوگوں کو جن پر اُن کا دسترس ہے دینے والے نہیں "فھم فیہ سواء" حالانکہ اس میں سب کے سب برابر ہیں "افبنعمۃ اللہ یجحدون" تو کیا یہ لوگ نعمتِ خدا کے منکر ہیں؟

قدرتِ الٰہیہ براہِ راست کسی انسان کے پاس خوانِ نعمت اور سامانِ رزق نہیں بھیجتی بلکہ طبعی طور پر ایک کو دوسرے سے رشتۂ احتیاج و ضرورت میں وابستہ کر دیا ہے اور ایک شخص کی روزی کو دوسرے کے ذریعہ مقدر فرمایا ہے۔

"حدیث" میں ہے کہ خدا کو یہی بات پسند ہے کہ ایک فردِ انسان کا وسیلۂ رزق دوسرے فردِ انسان کو بنایا ہے اور اسی مصلحت سے نظامِ اجتماعی کے اندر زندگی بسر کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ راہبوں اور جوگیوں کی طرح پہاڑیوں اور جنگلوں میں تمدن سے الگ تھلگ زندگی گذارنے کا طریقہ ناپسند قرار دیا ہے اور اسے اسلامی طریقہ کے خلاف ٹھہرایا ہے۔

اس قسم کے فطری نظامِ معیشت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ دوسروں کے لئے بظاہر وسیلۂ معاش ہوتے ہیں وہ اپنے کو اُن کا رازق تصور کرنے لگتے ہیں اور اُن کا اپنے سے پست درجہ خیال کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس فاسد خیال کو دل و دماغ میں مستقر ہونے سے روکا گیا ہے اور یہ ہدایت کی گئی ہے ———— کہ تم اپنے کو اُن کا رازق

نہ جانو، نیز یہ بتایا گیا ہے کہ تمہاری فضیلت زیردستوں پر بس اسی قدر ہے کہ تم کو اپنی شانِ رازقیت کا ذریعہ قرار دیا ہے ورنہ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں اور تمہارے ہی بھائی ہیں لہٰذا تمہیں اُن سب کو اسبابِ معیشت میں برابر رکھنا چاہیئے۔

مقدس اردبیلی علیہ الرحمۃ سورہ نحل کی مذکورہ آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"یعنی انہیں یہ چاہیئے تھا کہ اپنے مال و دولت (محاصل زمین و تجارت) میں سے اپنے زیردستوں کو دیتے تاکہ لباس و خوراک میں آقا و غلام سب کے سب برابر ہو جاتے" کما حکی عن ابی ذر" جیسا کہ حضرت ابوذر کے متعلق روایت ہے کہ جب انہوں نے حضرت رسول کریمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، اُن کو وہی کپڑا پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور وہی غذا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو" تو اس دن سے اُن کے اور اُن کے لباس میں کوئی فرق و امتیاز نہیں دیکھا گیا۔

قول خداوندی "افبنعمۃ اللہ یجحدون" یہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا نے مالداروں کی طرف سے زیردستوں کو رزق میں برابر نہ دیئے جانے کو کفرانِ نعمت قرار دیا ہے اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اپنی ذات اور غلاموں کے درمیان برابری قرار دینا مستحب ہے اور اس پر حدیثیں بھی دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جو پہلے گذر چکی، اور اس سے زیادہ بہتر سلوک پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جناب امیرؑ دو لباس خریدتے تھے، ان میں سے جو بہتر ہوتا تھا وہ قنبر کو مرحمت فرماتے تھے اور جو معمولی ہوتا تھا وہ اپنے لئے رکھ لیتے تھے

(زبدۃ البیان اردبیلی)

الغرض خلاق عالم نے امیر و غریب میں کوئی امتیاز نہیں قرار دیا اور خصوصیت سے

Marfat.com

اپنی وسیع زمین کا حق تصرف امیر و غریب سب کو یکساں طور پر عطا فرمایا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مالکِ حقیقی اپنے معصوم بندوں کو قرار دیا ہے۔

علامہ سید علی نے زمین کی اشتراکی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ "زمین کی سب چیزیں انسان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہیں وہی ان کی علت غائی ہے، ان کی پیدائش کا مقصد حوائج انسان کو رفع کرنا ہے لہذا وہ عوام میں سے کسی فرد کی ملک خاص نہیں ہو سکتی بلکہ اُن کو خدا نے تمام افراد انسانی کے لئے مباح قرار دیا ہے، سب کے حقوق انتفاع اُن میں برابر ہیں، انہیں آدمیوں کے حاجات میں یکساں تقسیم ہونا چاہئے جو حق تصرف زمین کی پیداوار میں ایک فرد کو ہے وہی دوسرے افراد کو بھی قدرت نے عطا فرمایا ہے حق تصرف و انتفاع میں تفاوت و اختلاف بالکل نہیں اور نہ تحصیل اسباب معیشت کے حق میں مذہب و ملت قوم و نسل کا امتیاز منشاء خالق ہے (تفسیر زبدۃ البیان)

اسے نہیں بھولنا چاہیئے کہ زمین ہو یا کوئی اور ذریعہ اکتساب، اس کے لئے ضروری ہے کہ حلال اور طیب طریقے کو پیش نظر رکھا جائے، اگر اس چیز سے قطع نظر کر لی گئی تو یہ اکتساب جہنم کا توشہ ثابت ہوگا، جیسا کہ قرآن و احادیث نے اپنے مقام پر واضح کر دیا ہے (کنز العرفان شیخ مقداد ص۳۶۱) غرضیکہ زمین خدا کی ہے اور تمام بندوں کے لئے مشترک ہے یہ اور بات ہے کہ جو غیر مقبوضہ مسلم پر نشان ملکیت لگا دے وہ مالک بن جائے گا تاہم زمین کی اشتراکی حیثیت غیر متنازعہ فیہ ہے، علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

حق زمین را جز متاع ما نگفت
این متاع بے بہا مفت است مفت

اس شعر کی شرح کرتے ہوئے پروفیسر رشید لکھتے ہیں کہ "ان کا کہنا ہے کہ زمین

Marfat.com

کسی شخص کسی خاندان یا کسی قوم کی ملکیت نہیں بلکہ دنیا میں جو کچھ ہے خدا اللہ تعالیٰ کا ہے
اس نظریہ پر سب سے پہلے جس یورپین مصنف نے تبصرہ کیا وہ "پیرن" تھا ملاحظہ ہو
مسلمانوں کے سیاسی افکار صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳ طبع لاہور ۱۹۶۱ء)

مارکسی اشتراکیت اور اسلامی اشتراکیت کے حسن و قبح کی بحث

مارکسی اور اسلامی اشتراکیت کی وضاحت کے بعد ان دونوں میں موازنہ کے لئے چنداں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے جو دونوں کی مذکورہ تفصیلات پر نگاہ کرے گا، موازنہ خود بخود کرے گا تاہم یہ خیال کرتے ہوئے کہ بعض ایسے بھی ناظرین ہوں گے جن کو دونوں اشتراکیتوں کے حسن و قبح کے سمجھنے میں زحمت ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ اس کے متعلق چند سطریں حوالہ قلم کر دی جائیں۔

اس سے قطع نظر کہ مارکسی اشتراکیت کے فروغ کی بنیاد خالص جذبۂ انتقام پر استوار کی گئی ہے ہمیں اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ مارکسی اشتراکیت کی حقیقی بنیاد کیا ہے؛

جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مارکسی اشتراکیت کی عمارت وجود خداوندی کے انکار اور مذہب سے بیزاری پر قائم ہوئی ہے۔ کارل مارکس اور لینن وغیرہ کا کہنا ہے کہ خدا کو انسانی اقتدار کے حدود سے باہر جاننا ضروری ہے۔ خدا کوئی چیز نہیں یہ مذہب کی تشکیل ہے جو شرمندۂ وجود نہیں۔

Marfat.com

"کتاب گاندھی و لینن" میں ہے کہ

لینن اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں بار بار اس کا اعادہ کر چکا ہے کہ اشتراکی عوام اور اُن کے لیڈروں کو اپنی قوت خدا کو بے دخل کرنے پر صرف کرنی چاہیئے کیونکہ اشتراکی نظام کا سب سے بڑا دشمن "خدا" ہے۔

"مسٹر ہیگو" اپنی کتاب "ریلیجس انڈر دی سوویٹ" میں لکھتا ہے کہ

"اشتراکی محض لامذہب اور مادہ پرست ہونے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ لامذہبیت اور مادہ پرستی کا مجاہد بھی ہوتا ہے۔ وہ صرف یہ نہیں چاہتا کہ کہ اُس کی جماعت کا ممبر اپنے لامذہب ہونے کا اقرار کرے بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ پوری سرگرمی سے غیر اشتراکی لوگوں میں لامذہبیت اور فلسفۂ مادیت کی اشاعت میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دے، اور نوجوانوں کی تعلیم کا پروگرام اس طرح بنائے کہ آئندہ نسل خود بخود مادہ پرست بن جائے۔"

مذکورہ عبارتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مارکسی اشتراکیت کفر و الحاد کی علمبردار ہے وہ اُس خدا کو خدائی سے بے دخل کرنے کو اپنے پروگرام کی جان سمجھتی ہے جس نے کائنات عالم کو پیدا کیا ہے، اُس کی نمایاں تعلیم یہ ہے کہ دھریت اور مادہ روح کائنات ہیں اور اسلامی اشتراکیت خدا کے صرف وجود کی تعلیم نہیں دیتی بلکہ اُس کی خدائی پر کامل یقین کی تلقین کرتی ہے اور مذہب کو لازمی اور ضروری قرار دیتی ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مارکسی اشتراکیت بقول لینن اس کی وضاحت کرتی ہے کہ "مذہب افیون کا کام کرتا ہے" حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ مذہب وہ ہر منزل پر مشعل راہ ہے یہ اور بات ہے کہ اُس کی روح کو سمجھنے میں کوتاہی کی جائے اصل یہ ہے کہ مذہب سے بے نیاز ہو کر انسان کی زندگی کبھی مطمئن ہو ہی نہیں سکتی۔ کیا روس کے خروشچیف ایسا بتا

سکتے ہیں کہ اتنی طاقت حاصل ہونے کے باوجود بھی وہ چین اور سکون سے ہیں مجھے یقین ہے کہ انہیں ابھی توانائی حاصل ہونے کے باوجود راتوں کو نیند نہ آتی ہوگی، اس لیے سائنس اتنی ترقی کرنے کے باوجود، زندگی کو لذت اطمینان سے ہم آہنگ نہیں کر سکتی ہے کیونکہ فائدہ تو درکنار سائنس کی ترقی میں نقصان کا اندیشہ غالب ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اطمینان اور سکون کے لیئے ایک مافوق الشعور ہستی کو تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے جس نے اس پراسرار دنیا کو پیدا کیا ہے جس کے وجود پر کائنات عالم کی تخلیق گواہ ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ صحیح نظریۂ عقل ایک باشعور طاقت کا یقین اور اعتماد ہے جس کے ذریعہ عالم کی شیرازہ بندی اور قلب عالم کو سکون مل سکتا ہے یہ بھی کم نظری ہے کہ ترقی سے آنکھیں بند کر لیں اور ترقی کرنے والوں کو اپنا حریف سمجھیں ہمیں تسلیم ہے کہ روس اور امریکہ مادی ترقی میں بہت آگے نکل گئے ہیں اور وہ زمین سے بڑھ کر آسمان میں بھی منزل بنا رہے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدائی سے انکار کر دیا جائے یا مذہب سے قطع نظر کر لی جائے یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے اور جتنی ترقی کی جا رہی ہے یہ خداوند عالم ہی کی کرم فرمائی ہے، دماغ کا خالق وہی ہے عقل و ہوش کا پروردگار وہی ہے، ذہانت و ذکاوت کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔

دنیا کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے اور خود اعتمادی کا ڈھنڈورا کیوں نہ پیٹے اور اس کی بیدخلی کا اعلان کیوں نہ کرے مگر جب اس پہ وقت پڑے گا تو لامحالہ اسی کو پکارے گا کسے معلوم نہیں کہ خداوندان روس نے خدا کی بیدخلی کے اعلان کے باوجود مصیبت میں اسی کو پکارا ہے، سب جانتے ہیں کہ جب جرمن نے روس پر حملہ کر دیا تھا تو روس نے "یوم دعا" منانے کا اعلان کیا تھا اب کوئی خداوندان روس سے پوچھے کہ جب خدا ہے ہی نہیں تو دعا کس سے مانگ رہے تھے؟ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں کو خداوند عالم کا اعتراف ہے لیکن زبان منکر ہے۔

پکارا

بہر حال مذہب پر، مذہب سے بیزار کمیونسٹوں کی طرف سے خاص طبع کی عیسیں مخصوص نقطۂ نظر کے ماتحت، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب عوام کے لئے افیون کا کام دیتا ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ "مذہب غریبوں کو صبر و استقلال کی دعوت دیتا ہے انسان کو زندگی بھر کے لئے غلام بناتا ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ "آئندہ دنیا میں انعام پانے کے لئے سرمایہ داروں کو مذہب رحمدل بننے کی دعوت دیتا ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب روحانی ظلم کا ایک آلہ ہے، کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ "ہماری سوسائٹی میں خدا کی کوئی ضرورت نہیں" "میں کہتا ہوں" کہ اگر مذہب کے دائرے میں وہ اوہام اور رسم و رواج داخل مان لئے جائیں جو انسان کے قوائے عمل کو شل کرتے اور اُس کے دماغ کو مفلوج بناتے ہوں، تو البتہ معترضین کے اعتراضات میں وزن کا امکان ہے اور ایسی صورت میں مذہب عوام کے لئے افیون کا بھی کام کرسکتا ہے اور یقیناً ایسے خدا کی جو بے بنیاد اوہام و رسوم کا اعتقاد ہماری نجات کے لئے ناگزیر قرار دے، معاشرہ کو اُس کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔

لیکن وہ مذہب جو تفکر و تعقل کو زندگی کے ہر گام پر ضروری قرار دیتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اوہام کی جڑ پر تیشہ لگاتا ہے جس کے پیشِ نظر انسانی معاشرت و تمدن کی ارتقاء پذیر ترتیب و تہذیب ہے۔ جو ہر آن جغرافیائی حیثیت میں بدلتے رہنے والی دنیا کا بھی بیکار و فعّال شائستہ و مہذب انسان بنانا چاہتا ہے جو سونے چاندی کے انبار جمع کرنے کو پیٹ نارِ جہنم بھر لینے سے تعبیر کرتا ہے۔

وہ نہ تو عوام کے لئے افیون بن سکتا ہے اور نہ خواص کے لئے بلکہ اس کے برخلاف اپنی تعلیمات کی ترشی سے بے عملی کی شراب کا نشہ اتارنے والا ہے، ایسا مذہب سرمایہ داری کے سر پر کبھی حمایت کا ہاتھ نہیں رکھ سکتا، اس کے نظام فکر و عمل میں، امیر و غریب سرمایہ دار مزدور، زمیندار اور کسان، ایک ہی حیثیت رکھیں گے، اس کی ہمہ گیر اور عام منفعت رساں تعلیمات پر عمل کرنے کے بعد ہر شخص کے لئے دنیوی و اخروی بہبود کا دروازہ یکساں طور پر

کھلا رہے گا۔

جو مذہب اس قدر عالمگیر مساواتی نظام عمل رکھتا ہو اُس پر کمیونزم کے طنز کے ترکش سے نکلا ہوا یہ کیونکر اثر انداز ہو سکتا ہے؟ زاہدانہ زندگی کی مدح و ثنا، فقر و فاقہ پر صبر و قناعت کی تعریف و توصیف کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ غربت و مسکنت ہی کی زندگی بسر کرنے کو مدعائے حیات سمجھ لیا جائے اور اس طرح صبر و قناعت کی جو تعریفیں مذہب کی زبان پر جاری ہوتی ہیں انہیں افیونی جراثیم کا حامل سمجھ لیا جائے۔

یہ صورت تو اُس وقت ہوتی جس وقت ان تعلیمات کے ساتھ ساتھ جد و جہد و سعی و کوشش کی تعلیم اس جوش و خروش کے ساتھ نظر نہ آتی اور تقسیم دولت کے منصفانہ اصول وضع نہ کئے گئے ہوتے۔

سچے مذہب نے تو سرمایہ اندوزی کی شہ رگ ہی زکوٰۃ خمس اور وراثت وغیرہ کے قوانین سے کاٹ دی ہے۔ سچے مذہب نے فقر و فاقہ پر صبر اور جو کچھ میسر آجائے اُس پر قناعت کی فضیلتیں بیان کی ہیں ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ عزت و احترام کا مرکز مال و دولت اور سرمایہ کی افراط نہ بننے پائے کیونکہ اس سے سرمایہ داری مستقل طور سے متاع وقار کی مالک قرار پا جاتی ہے اور اس سے انسانیت کے تخیل کا عمل پذیر ہونا لازمی طور سے دشوار تر ہو جاتا ہے فقر و فاقہ پر صبر و قناعت کی توصیف جس لب و لہجہ میں کی گئی ہے اُس سے مفلس انسان غربت و تونگری کی تفریقوں سے بلند ہو کر بھی عزت کی مستحق قرار پاتی ہے۔

اسے نہ بھولنا چاہیے کہ مارکسی اشتراکیت والے مادیت ہی کو سب کچھ سمجھ لینے کی وجہ سے اپنے پروگرام میں ایسی چیزیں نہ سمو سکے جن سے انسانی فوز و فلاح کا حقیقی سرمایہ میسر ہو سکتا ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں سچا مذہب مارکسی نظام پر مہر تصدیق ثبت نہیں کر سکتا دولت کی تقسیم کے متعلق کمیونزم کا جو عملی راستہ ہے، مذہب کو اُس سے بنیادی اختلافات ہے۔

اسے نہیں بھولنا چاہیے کہ "مذہب" کے پیش نظر اور پس منظر ایک حاضر و ناظر

Marfat.com

حکیم رب الارباب کا اعتقاد موجود ہے اور یہ اعتقاد نہ صرف خالص مابعد الطبیعیاتی وجوہ کی بنا پر ہے بلکہ نفسی اور وجدانی وجوہ کی بنا پر ہے بلکہ نفسی اور وجدانی وجوہ کی بنا پر بھی۔ لیکن مارکسی اشتراکیت "کمیونزم" مادیانی جدلیت[1] میں ہمہ تن جذبہ ہونے کی وجہ سے اس حرکت بخش اعتقاد سے مطلقاً محروم ہے اور اس محرومی کی وجہ سے وہ خلا میں معلق ہے اور اس کے قدم ٹھوس زمین پر نہیں ہیں۔

علامہ محمد رضی زنگی پوری تحریر فرماتے ہیں۔

"اشتراکیت کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے والے اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کی بنیاد نوع انسانی کی خیر طلبی سے زیادہ سراسر غیر معتدل جذبہ انتقام پر قائم کی گئی ہے اس نے اس شعلہ فشاں جذبے کے ماتحت، زمین اور اصل سرمایہ کو بحیثیت عامل پیدائش سامان معیشت درجہ اعتبار سے بالکل ساقط کر دیا ہے۔ صرف محنت اشیاء کی قدر و قیمت کی بنیاد قرار دی گئی ہے۔ اس کی نظر میں "قدر و قیمت" فقط محنت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نظریے پر بھی بے اعتدالی کا سایہ پڑا یعنی محنت بھی اصول اشتراکیت کی نظر میں ناگزیر یا محتاج زندگی ہی کا ایک ہلکا سا حق پیدا کرتی ہے جس کو حق ملکیت نہیں کہہ سکتے۔

جذبۂ انتقام کی افروز شعلہ فشانی نے نہ صرف سرمایہ داری کے خلاف جنگ کا آغاز کیا بلکہ شخصی ملکیت کے حق کا استیصال کر کے وہ فطرت کے خلاف بھی برسر پیکار ہے۔ اگر اشتعال جذبہ انتقام نے عقل کو فکر صحیح سے عاجز نہ کر دیا ہوتا تو یہ بات چھپی نہ رہ جاتی کہ کسی بیمار عضو کی بہتر تدبیر علاج یہ نہیں ہے کہ اس کو کاٹ دیا جائے بلکہ مناسب قدرتی علاج یہ ہے کہ اس کو برقرار رکھتے ہوئے

---

[1] مسٹر لینن اپنی کتاب "تاریخ بالشویزم" میں لکھتا ہے کہ جدلیت سے مراد یہ ہے کہ فطرت کے مظاہر برابر متحرک ہوتے ہیں وہ برابر بدلتے رہتے ہیں اور فطرت کی متضاد طاقتوں کے باہمی تبدل سے فطرت کا ارتقاء ہوتا ہے دیکھو (مارکسی فلسفہ ص ۲۱ طبع لاہور)

صحت مند بنایا جائے۔

دراصل انفرادی وشخصی حقوق ملکیت باعث فساد نظام معیشت ہی نہیں بلکہ اُن کی لاانتہا فراوانی طغیانی اور اختلال وتوازن کا فقدان تمام مفاسد کا اصلی سبب ہے۔ حقوق ملکیت کا استعمال کرنا انسان کے افکار وہم اور قوائے عمل کو دعوت جمود وتعطل دینا ہے اور فطرت کے خلاف جنگ مول لینا ہے۔

اسلام الٰہی نظام ہے وہ سرمایہ دارانہ مفاسد اور انتشار انگیز مارکسیہ کے مخالف فطرت رجحانات دونوں کا سد باب کرتا ہے اگہری نظر سے اس کا مشاہدہ کرنے والے یہ محسوس کریں گے کہ وہ نظامات عالم کی خوبیوں کا حامل اور اُن کی جملہ فساد انگیز بے اعتدالیوں سے پاک ہے وہ جہاں شخصی ملکیت کا حق دیتا ہے وہاں اس سے پیدا ہونے والی فساد کی راہ بھی بند کرتا ہے۔ اور جہاں اشتراکی مساوات کا نظریہ قائم کرتا ہے وہاں اس کا بندوبست بھی کرتا ہے کہ فطرت سے بغاوت اور قدرت سے جنگ لازم نہ آئے۔ قرآن مجید، احادیث اور فقہ اسلام کی کتابیں موجود ہیں ان سے اس نظام کی جامعیت واعتدال پسندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے

(اسلام کا معاشی نظام ص۲۰۱ طبع بنارس)

کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام اور پاکستان

پاکستان سے دُور تر ہیں

روزنامہ جنگ مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء ج ۵ ص۸۳ (راولپنڈی) میں ہے۔

"کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام انسانی زندگی کے لئے مصیبت کا باعث ہے"

(لاہور ۲۴ مارچ) مشرقی پاکستان کے وزیر قانون اے ٹی ایم مصطفےٰ نے کہا ہے کہ پاکستان محض ایک جغرافیائی وجود کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی نظریات کی پیداوار اور اسی کا مظہر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اسلامی تصورات ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو پہلی مرتبہ مساوات، اخوت اور تکریم انسانی کا درس دیا تھا مسٹر مصطفےٰ آج تیسرے پہر اقبال پارک میں جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے

یہ جلسہ اس مقام پر منعقد کیا گیا تھا جہاں آج سے ۳۲ برس پہلے قرارداد پاکستان منظور کی گئی تھی، انہوں نے کہا کہ دنیا میں اسلام کی آمد تاریخ انسانی کے دھارے میں انقلابی تبدیلی تھی، اور قیام پاکستان بھی تاریخ میں اسی قسم کی ایک تبدیلی ہے انہوں نے کہا کہ آج نظریات کے تصادم نے دنیا کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے اور دو تہذیبوں، سرمایہ داری اور کمیونزم کا تصادم اس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں خطرہ ہے کہ انسان اپنے مادی کارناموں کے ملبہ تلے دب کر نابود ہو جائے گا، پاکستان معاشرہ کے جس تصور کے تحت قائم کیا گیا تھا وہ معاشرہ کا مذہبی تصور ہے جس میں معاشی انصاف اور انسانی عظمت کی ضمانت دی گئی ہے۔ اگر پاکستان میں یہ انصاف روبہ عمل نہ آئے گا تو یہ پاکستان وہ کردار انجام نہیں دے سکے گا جس کے لئے یہ عالم وجود میں آیا تھا، یہ نوجوانوں کا کام ہے کہ وہ اس ملک کی ترقی کے لئے جدوجہد کریں، علامہ اقبال کے صاحبزادے، جاوید اقبال نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد عوام کی بنیادی ضروریات پوری کرنا ہیں اور جب تک یہ ضروریات پوری نہیں کی جائیں پاکستان صحیح معنوں میں آزاد ملک نہیں کہلا سکتا، انہوں نے کہا کہ اگر ملک میں اسلامی نظام رائج کیا جائے تو کم از کم روٹی کا مسئلہ ختم ہو سکتا ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں قیادت اتفاقیہ ملتی رہی ہے ہمیں نئی قیادت پیدا کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

حضرت ابوذر کے مالی نظریہ کی وضاحت

علامہ گیلانی اور علامہ ابن کثیر کے خیالات اور ان پر تبصرے

سنگ کے ماحول میں بیگانہ سا اک دل اپنا
مرمریں طاق میں مٹی کا دیا ہو جیسے
زندگی حکم مشیت ہے مگر ہم جی کر
یوں پشیماں ہیں کہ اپنی ہی خطا ہو جیسے

مارکسی اشتراکیت اور اسلامی اشتراکیت کی وضاحت کے بعد اس کے شبہ کی قطعاً گنجائش باقی نہیں رہی کہ حضرت ابوذر کے دماغ میں کمیونزم کا تصور رہا ہو، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسلامی اشتراکیت کے قائل تھے کیونکہ مارکسی اشتراکیت میں دین و ایمان کا سوال نہیں رہتا اور حضرت ابوذر مومن کامل تھے۔

اب رہ گیا یہ کہ حضرت ابوذر کے دماغ میں اسلامی اشتراکیت نے کیوں پرورش پائی اور یہ تخیل انہیں کہاں سے نصیب ہوا، اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت ابوذر کی تمام تعلیمات کا مرکز ذات نبویہ تھی، انہوں نے جو کچھ سیکھا وہ حضرت رسول کریمؐ سے سیکھا اور وہ وہی کچھ بتلاتے اور سکھاتے تھے جو قرآن مجید میں ہوتا تھا، قرآن مجید جمع مال کی مذمت اور انفاق فی سبیل اللہ سے بھرا پڑا ہے اور اُس مال کے جمع کرنے کی مذمت تو خصوصی حیثیت رکھتی ہے جس میں سے زکوٰۃ و خمس وغیرہ نہ نکالے گئے ہوں اور جن میں سے حقوق العباد مستحق تک پہنچائے نہ گئے ہوں ہمیں یہ کہنا بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ حضرت ابوذر جیسے عظیم الشان صحابی نے جسے خصوصی طور پر انفاق مال کی طرف متوجہ کیا ہو وہ یقیناً ایسا شخص ہوگا یا جو زکوٰۃ وغیرہ نہ دیتا ہوگا اور مستحقین کو مال دینے سے احتراز کرتا ہوگا، ابوذر سچے صحابی تھے، اُن کا کہنا غلط نہیں ہو سکتا۔ تاریخ و احادیث بتا رہے ہیں کہ اس مسئلہ انفاق میں نظریہ قرآنیہ پر محمدؐ و آل محمدؐ نے عمل کیا ہے اور اگر کچھ تھوڑی سی جھلک

پڑی ہے تو عمر بن عبدالعزیز پر پڑی ہے، کون نہیں جانتا کہ حضرت رسول کریم اکثر غرباء کو سیر کر کے خود بھوکے رہتے تھے، حضرت علی غرباء کو کھلا کر خود بھوکے رہتے اور بے شمار پیوندوں کی قبا پہنتے تھے، حضرت فاطمہ بھوکی رہتی تھیں اور آپ کی چادر میں لیف خرما سے بے شمار پیوند لگے رہتے تھے، ان کے علاوہ آئمہ طاہرین کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ غرباء کو کھلا کر خود بال بچوں سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور بعض تو ایسے بھی تھے جو سال میں دو بار غرباء کو طلب فرما کر اپنا گھر لٹا دیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے کبھی کوئی عالی شان محل نہیں بنوایا۔

ان کے طرز عمل سے واضح ہوتا ہے کہ مخلوق خدا کو آسودہ رکھنا یہ لوگ اپنا فریضہ جانتے تھے۔ ان کا اصول تھا کہ دولت جمع نہ کریں اور عوام کی پرورش فرمائیں، کسے پتہ نہیں کہ حضرت علی غرباء میں مال تقسیم فرما کر بیت المال میں جھاڑو دے دیا کرتے تھے، انہوں نے کبھی امیر و غریب میں فرق نہیں کیا۔

حضرت ابوذر اسی گھرانے سے متاثر تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ غرباء اور مستحقین کی طرف خصوصی توجہ رکھی جائے اور بعض پرستی کو شیوۂ حیات نہ بنایا جائے۔ انہیں اگرچہ اس نظریئے پر زبان کھولنے کی وجہ سے بڑی بڑی زحمتیں اٹھانی پڑیں لیکن انہوں نے ان زحمات کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

بجلیاں گرتی رہیں اور آشیاں بنتے رہے
ہمت اہل عمل ٹوٹی نہیں بیداد سے

علامہ مناظر احسن گیلانی کا ارشاد

بہرحال حضرت ابوذر قرآن شریف و احادیث کی روشنی میں جمع مال کی مذمت کرتے رہے، وہ ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ مال جمع کر کے رکھا جائے اور غرباء و فقراء فاقے کرتے ہوں، حضرت ابوذر کے بیان سے کہیں یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ صرف سونا چاندی کے جمع کرنے کے مخالف تھے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ زکوٰۃ دینے کے بعد بقیہ مال جمع رکھا جائے لیکن ہمارے محترم جناب مناظر احسن صاحب گیلانی اپنی ایک طویل تحریر میں

Marfat.com

مقصد ابوذر پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نزدیک اس وقت تک کسی نے آپ کے اس مقصد تک پہنچنے کی صحیح کوشش غالباً نہیں کی، لوگ سرسری طور پر ان کی باتوں کو سن کر گذرتے رہے مختلف لوگوں نے آپ کے خیال کی مختلف شرح کی ہے، ہم پہلے علماء کی آراء درج کرتے ہیں، اخیر میں جو کچھ میری رائے ہے اُسے بیان کروں گا۔

عام طور سے اکثر علماء کی یہی رائے ہے کہ آپ ہر ایک قسم کے مال کو جمع کرنا حرام سمجھتے تھے"

حافظ ابو عمرو بن عبد البر لکھتے ہیں۔ کہ

"ابوذر سے بکثرت ایسی باتیں منقول ہوئی ہیں جو بتاتی ہیں کہ کھانے پینے اور سامان زندگی کے علاوہ ہر ایک قسم کے مال جمع کرنے کو "کنز" کہتے تھے اور اس کے مرتکب کی مذمت فرماتے تھے کہ وعید کی آیت قرآن مجید میں ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ

بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کا فتویٰ تھا کہ اگر زکوٰۃ نکالنے کے بعد ہمارے پاس ایک پہاڑ کے برابر سونا ہو تو پھر کوئی خوف نہیں (فتح الباری شرح صحیح بخاری نووی)

ناچیز کی رائے

.....میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خصوصیت کے ساتھ نقدی (سونا چاندی) جمع کرنے کی چیز نہیں، علاوہ ان نقدین کے آپ کسی اور چیز کے جمع کرنے کو منع نہیں فرماتے تھے، میرے نزدیک حافظ ابو عمرو بن عبد البرؒ کا کہنا کہ "کل مال مجموع" مال کا لفظ جو ہر ایک قسم کے مال پر صادق آتا ہے" قابل اصلاح ہے بلکہ کہنا یہ چاہیئے کہ کل "ذہب وفضۃ" یعنی ہر قسم کا سونا چاندی پھر نقدی کے بارے میں بھی آپ کا یہ خیال کبھی نہ تھا کہ حاجت سے اگر زیادہ

Marfat.com

ہو تو خدا کی راہ میں وہ لٹا دیا جائے بلکہ خود آپ کے قول و عمل سے عنقریب معلوم ہوگا کہ آپ کی رائے یہ تھی،

۱: اگر روپے اشرفیاں حاجت سے زیادہ ہیں تو ان کو فوراً کسی مفید چیز کی صورت میں بدل دو تاکہ ایک مفید جائداد ہو جائے یا روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آئے، مثلاً اس سے زمین خرید لی جائے، بکریاں مول لے لی جائیں جن کے پھل سے دودھ کا فائدہ حاصل ہو، گدھے، گھوڑیاں اونٹ وغیرہ لے لئے جائیں، تاکہ باربرداری، سواری میں اُن سے آرام ہو یا پیسے بنا لئے جائیں جو روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آتے رہتے ہیں۔

۲: اور اگر یہ چیزیں بھی کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ ہیں تو پھر وہ اخروی تجارت شروع کرے یعنی بے کھٹکے ایک اشتی کی دس انھتیاں خطماً بنا تا چلا جائے البتہ جو لوگ نہ دیکھتے ہیں اور نہ یہ کرتے ہیں بلکہ خواہ مخواہ سونا چاندی جمع کرنے کا شوق ہے اُن کے حق میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ "والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم الایۃ"

علامہ گیلانی کے ارشاد پر تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ موصوف نے حضرت ابوذر کے مقصد کو کچھ نہ کچھ سمجھا بھی تھے، کہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے اُس کا جمع کرنا مذموم نہیں ہے، اگرچہ میرے نزدیک یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جب حضرت عثمان نے کعب الاحبار سے پوچھا تھا کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی غرباء اغنیاء کے مال میں کوئی حق رکھتے ہیں اور اُس نے کہا تھا کہ "نہیں" تو حضرت ابوذر نے اُس کے سر پر ڈنڈا مار کر یہ کہا تھا؟ کہ "یا ابن الیہودیہ" اے یہودیہ کے بیٹے جیسے دین اسلام کی تعلیم دیتا ہے، تجھے کیا خبر کہ مقصد قرآنی کیا ہے؟

Marfat.com

لیکن علامہ گیلانی تو بالکل ہی نہیں سمجھتے اگرچہ وہ اپنی کتاب میں یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں، کہ "ابوذر کے مقصد کو صرف میں سمجھتا ہوں" اُن کے نہ سمجھنے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے جو تعبیر پیش کی ہے، قرآن وحدیث اور عمل رسول کریمؐ کے بالکل خلاف ہے۔ کاش وہ آیۂ "یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو" کی ہی تفسیر دیکھ لیے ہوتے، میرا خیال ہے کہ اگر لفظ "عفو" کے صرف لغوی اور تفسیری معنی دیکھ لیتے تو یہ کبھی نہ فرماتے کہ "پھر نقدی کے بارے میں بھی آپ کا یہ خیال کبھی نہ ہوتا تھا کہ حاجت سے اگر زیادہ ہو تو خدا کی راہ میں وہ لٹا دیا جائے" کیونکہ لفظ "عفو" کے اس معنی پر "ما یفضل عن النفقۃ" جو اپنے خرچ سے بچ جائے" تمام مفسرین اور علماء لغت کا اتفاق ہے (المنجد ص ۵۲، نہایۃ ابن اثیر ص ۲۴۵، مجمع البحرین ص ۶۸ تفسیر حسینی ص ۵۰ تفسیر کنز الایمان احمد رضا بریلوی ص ۔۔ تفسیر مجمع البیان، تفسیر جلالین وغیرہ، اور پھر ایسی صورت میں جبکہ حضرت ابوذر کا عالم بالقرآن ہونا مسلّم ہے۔

آپ کا علامہ ابن عبدالبر کے جواب میں یہ فرمانا کہ "بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ کل ذہب وفضہ ساتھ ساتھ اور پھر یہ فرمانا کہ نقدی (سونا چاندی) جمع کرنے کی چیز نہیں علاوہ ان نقدین کے آپ کسی اور چیز کے جمع کرنے کو منع نہیں فرماتے تھے" اس کے بعد وہ توضیح پیش کرنا جو اوپر رقم ہوئی" صد در صد مضحکہ خیز ہے۔

علاوہ میں آپ نے ایسی وضاحت فرمائی ہے جسے نہ عقل سلیم تسلیم کرتی ہے نہ علماء اس کی تائید کرتے ہیں، ان کی تعبیر کی کوئی مستند تائید موجود نہیں ہے۔

کوئی آپ سے پوچھے کہ کیا حضرت ابوذر کو صرف سونا چاندی سے دشمنی تھی! یعنی وہ صرف سونا چاندی، یا اشرفی اور روپیہ جمع کرنے کے مخالف تھے اور ہیرے جواہرات اور جائیداد کے جمع کرنے کی تائید میں تھے" ہرگز نہیں"

میں بتاتا ہوں کہ حضرت ابوذر قرآن واحادیث اور ارشادات وعمل رسول کریمؐ وائمہ طاہرین کی روشنی میں مطلقاً مال جمع رکھنے کے مخالف تھے اب اس میں چاہے روپیہ اشرفی ہو یا

Marfat.com

ہیرے جواہرات ہونا یا غنائم و جائداد ہوں، وہ جمع کرنے کے مخالف نہ تھے بلکہ جمع رکھنے کے مخالف تھے، ان کا منشا تھا کہ جو اپنے مصارف سے بچے وہ راہ خدا میں وجوباً و ندباً خرچ کر دیا جائے وہ چاہتے تھے کہ امراء عیش پرستی نہ کریں اور غرباء بھوکے نہ مریں۔"

مسلک ابوذر اور پاکستان

حضرت ابوذر چاہتے تھے کہ ممالک اسلامیہ کے دائرہ حدود میں ایسا نہ ہو کہ امراء حد سے بڑھ جائیں اور غرباء حد سے گر جائیں ان کا منشاء تھا کہ اسلام اس انداز میں سطح عالم پر ابھرے کہ امراء اور غرباء دونوں کی بہتات نہ ہو یعنی متوسط طبقہ غالب اکثریت میں ہو جائے، اسی لئے وہ انفرادی دولت کی فراوانی پر کنٹرول کے قائل اور غرباء میں تقسیم کے حامی تھے وہ چاہتے تھے کہ امراء اپنے اموال غرباء میں وجوباً و ندباً تقسیم کر دیں تاکہ سب کے سب متوسط الحال ہو جائیں کیونکہ فراوانی دولت اور شدت غربت دونوں گناہ کی محرک ہوتی ہے۔

ہمیں مسرت ہے کہ ہمارا پاکستان بھی یہی نظریہ رکھتا ہے وہ بھی یہی چاہتا ہے کہ متوسط طبقہ ملک میں غالب اکثریت میں نظر آئے۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی ج ۵ ۸۵ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۲ء ص۱ میں ہے کہ

> "مرکزی وزیر مواصلات مسٹر عبدالصبور خان نے کہا کہ بنیادی حقوق کا بل عوامی خواہشات کا آئینہ دار ہوگا مارشل لاء کے بعد عوام کو موقع کی مناسبت اور ملک کی ضروریات کے تحت آہستہ آہستہ جمہوری حقوق دیئے جائیں گے ... انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ حکومت ملک میں درمیانہ طبقہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس کی خواہش ہے کہ نہ تو زیادہ غریب طبقہ رہے اور نہ ہی بہت امیر بنتے چلے جائیں۔

میں کہتا ہوں کہ حکومت پاکستان کا یہ نظریہ نہایت ہی مبارک ہے، اگر اس نظریہ کو فروغ حاصل ہو جائے تو کائنات عالم میں کمیونزم کے چھائے ہوئے بادل افق پاکستان سے خود بخود چھٹ

Marfat.com

جائیں گے، اور غرباء کے وہ جذبات جو امراء کے خلاف دلوں میں کروٹ لے رہے ہیں خود بخود مضمحل اور پژمردہ ہوجائیں گے

علامہ ابن کثیر کا ارشاد

حضرت ابوذر کی پاکبازی اور نیک نیتی محتاج بیان نہیں ہے، انہوں نے جو نظریہ قائم فرمایا ہے وہ قرآن مجید اور ارشاد و عمل رسول کریمؐ سے مستنبط ہے لیکن اس کے باوجود اسلام کے قدیم مورخ و مفسر علامہ ابن کثیر ان پر اعتراض کی جرأت فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"کان ینکر علی من یقتنی مالاً من اغنیاء و یمنع ان یدخر فوق القوت و یوجب ان یتصدق بالفضل و یتاول قولہ تعالیٰ الذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ

(ترجمہ) وہ اغنیاء کے مال جمع کرنے کے مخالف تھے اور کھانے پینے سے زیادہ کچھ بھی جمع رکھنے سے منع کرتے تھے اور اسے واجب جانتے تھے کہ جو کھانے پینے سے زیادہ ہو اُسے خدا کی راہ میں تصدق کردیا جائے وہ اس سلسلہ میں آیۂ کنز کو دلیل قرار دیتے تھے (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۵ طبع مصر)

ابن کثیر کے ارشاد پر تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن کثیر نے اس نظریہ کو حضرت ابوذر کا خصوصی نظریہ قرار دے کر جو دبے لفظوں میں طنز فرمایا ہے وہ افسوسناک ہے، انہیں اچھی طرح علم ہوگا کہ اس نظریہ میں حضرت ابوذر منفرد نہ تھے وہی نظریہ ہے جس پر قرآن مجید کی دلیلیں ناطق ہیں، رسول کریمؐ کا اور خود ان کا عمل شاہد ہے آئمہ طاہرینؑ کا طرزِ عمل گواہ ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے انہوں نے اپنے الزام کو مضبوط کرنے کے لئے "فوق القوت" کی لفظ لکھی ہے حالانکہ اس سے جملہ سالانہ اخراجات ہیں جیسا کہ ہم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشاد کی روشنی میں آیۂ "قل العفو" کی تفسیر کے ذیل میں تحریر کیا ہے، علامہ ابن کثیر نے "یوجب" کی لفظ لکھ

وجوب کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ گویا حضرت ابوذر اس چیز کو واجب جانتے تھے کہ بچا ہوا کل کا کل مال تصدق کر دیا جائے، حالانکہ ایسا نہ تھا وہ سارے بچے ہوئے مال کو بطور استحباب راہ خدا میں صرف کرنے کے قائل تھے، جیسا کہ میں عنقریب واضح کروں گا بہرحال حضرت ابوذر کا نفس نظریہ اُن کا ذاتی نظریہ نہ تھا بلکہ قرآن و حدیث کی ترجمانی تھی۔

حضرت ابوذر کا نظریہ میری نگاہ میں

اس سے انکار نہیں کیا سکتا کہ خلاق عالم نے جملہ اشیاء کسی نہ کسی مقصد کے لئے پیدا کی ہیں اور یہ مسلم ہے کہ جو چیز جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہو، اگر وہ اس میں مستعمل نہ ہو تو اُس کی پیدائش عقلاً بیکار متصور ہوگی اور کسی چیز کو بیکار اور معطل کر دینا مقصد قرآنی کے خلاف ہوگا کیونکہ اُس نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی "ربنا ما خلقت ھذا باطلاً"

مقصد یہ ہے کہ ہر چیز کو اُس کے مصرف میں استعمال ہونا چاہیئے ورنہ اُس کا وجود بیکار قرار پائے گا، خلاق عالم نے سونا چاندی اس لئے بنایا ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں میں آتے جاتے رہیں، اور ان سے امراء اور غرباء فائدہ اٹھاتے رہیں، ان کے ذریعہ سے زمین آباد کی جائے، شہر بسائے جائیں معالم و مدارس قائم کئے جائیں۔ تبلیغ کے مراکز قائم کئے جائیں، کتب و صحف طبع کئے جائیں، فقراء و مساکین کی پرورش کی جائے، عبادات کی تکمیل کے اسباب فراہم کئے جائیں غرضیکہ معاش و معاد اور ضروریاتِ زندگی میں صرف کرنے کے لئے خداوند عالم نے ان چیزوں کو پیدا فرمایا ہے وہ ہرگز اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ سونا چاندی گاڑ کے رکھ دیئے جائیں اور وہ جن مقاصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اُن میں استعمال نہ ہوں۔ ولذالک حرمه المولیٰ سبحانه، اتخاذ الاوانی من الذھب والفضۃ لئلا یبقیا جامدین اسی لئے خداوند عالم نے سونے چاندی کے برتنوں کا بنانا اور استعمال کرنا حرام قرار دیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ یہ دونوں دھاتیں جو عوام کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ عوام ان سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

توجب ایسا ہے تو پھر کسی عقل سلیم رکھنے والے کو اس امر میں لب کشائی کی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ یہ چیزیں گاڑ کے نہیں رکھی جا سکتیں، ان کے لئے ضرورت ہے کہ متداول ہوتی رہیں اور دست بدست پھرتی رہیں تاکہ مخلوقات ان سے حسب منشاء باری فائدہ اٹھاتی رہے یہی وجہ ہے کہ خلاق عالم نے سخت الفاظ میں ان کو جمع کر کے رکھنے والوں کی تہدید فرمائی ہے، اور بتا دیا ہے کہ جو شخص ان چیزوں کو گاڑ کر رکھے گا وہ آخرت میں ایسے عذاب میں مبتلا ہوگا کہ اُس سے چھٹکارا نہ پا سکے گا اور اس کی وضاحت کر دی کہ ان چیزوں کو یہاں جمع کرنے والے کے لئے ایسا کیا جائے گا کہ انہیں چیزوں کو آگ میں تپا کر انہیں سے اُس کی پیشانی اور پشت اور پہلو کو داغا کیا جائے گا۔

یہ امر اس مقام پر خاص طور سے قابل توجہ ہے کہ خداوند عالم نے پیشانی اور پشت اور پہلو ہی کو داغے جانے کے لئے مخصوص کیوں فرمایا ہے اس کی وضاحت تفسیر میں موجود ہے ائمہ طاہرین نے بتایا ہے کہ انہیں میں اجزاء کے داغنے کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ یہی اجزاء جسم غریبوں، مستحقوں، محتاجوں، سائلوں، یتیموں کو مال نہ دینے کے تاثر کا مظاہرہ کرتے ہیں، جب کسی مال دار بخیل سے کوئی سائل کچھ مانگتا ہے تو یا وہ اپنی پیشانی پر بل لاتا ہے، یا پہلو اور پشت پھیر کر چلا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ غرباء، فقراء، مساکین، ایتام، ابن السبیل اور دیگر قسم کے مستحقین کو مال نہ دینے میں سزا کی سختی مسلم ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرمایہ داروں کے مال میں ان غرباء کا حق ہے کہ جس کی عدم ادائیگی میں عذاب کی شدت بتائی گئی ہے، ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں، کہ زکوٰۃ و خمس کے علاوہ بھی غرباء کا حق مالداروں کی دولت میں قدرت نے قرار دیا ہے، ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان کے کعب الاحبار سے اس سوال کے جواب میں کہ کیا مال دار کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور حق ہے تو اُس کے اس کہنے پر کہ "نہیں ہے" حضرت ابوذر نے اُس کے سر پر ڈنڈا مار دیا تھا۔

Marfat.com

اسے نہیں بھولنا چاہیئے کہ حضرت علی نے عنان حکومت سنبھالتے ہی اپنے پہلے خطبہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور خطبہ شقشقیہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ بنی امیہ نے مال خدا کو فصل ربیع کی گھانس کی طرح چر لیا ہے، آپ نے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا ہے، کہ اگر میرا مال ہوتا تو میں اُسے لوگوں میں باسویہ یعنی برابر برابر تقسیم کر دیتا اور یہ بیت المال کا مال تو خدا کا مال ہے اور بندے سب خدا کے ہیں، لہذا سارا مال تقسیم کر دینا ضروری ہے، آپ نے حضرت عثمان کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک خطبہ میں فرمایا ہے۔ الا ان اعطاء المال فی غیر حقہ تبذیر و اسراف" معلوم ہونا چاہیئے کہ مال کو غیر مستحقین میں تقسیم کر دینا فضول خرچ اور اسراف ہے، یعنی مال کو مستحقین تک پہنچانا ضروری ہے۔

ان تمام امور سے معلوم ہوتا ہے کہ مال و دولت سونا چاندی گاڑ کے نہیں رکھے جا سکتے ان میں غرباء کا حق ہے ان کو نہ دینا غصب حق ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوذر آیۃ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کو عنوان قرار دے کر تقریریں فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کو بتاتے تھے کہ مال جمع نہ کرو اور اُسے اپنے مصارف ضروریہ کے بعد غرباء میں صرف کرو، میں اس کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے نزدیک حضرت ابوذر کے نظریئے کے دو پہلو تھے ایک وجوبی دوسرا استحبابی۔

وجوبی پہلو یہ تھا کہ مال میں سے زکوٰۃ اور خمس وغیرہ نکال کر مستحقین تک پہنچایا جائے اور استحبابی پہلو یہ تھا کہ خمس و زکوٰۃ کے بعد جو مال بچے اُس میں سے اپنے سال بھر کے جملہ مصارف ضروریہ جائزہ نکال کر اُسے فی سبیل اللہ، غرباء، فقراء، ایتام، ابناء السبیل، ایامی اور دیگر قسم کے مستحقین میں "بالسویہ" یعنی برابر برابر تقسیم کر دیا جائے ۔

آدمیت اُسی کا حصہ ہے دین و دنیا سے جس کو نرم آئے
رحم اُس پہ خدا کا ہوتا ہے اُس کے بندوں پہ جو ترس کھائے

"جملہ مصارف ضروریہ جائزہ" کا مطلب قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ہے کہ آزادی

کے ساتھ تخمینہ لگایا جائے اور مصارف کے تخمینہ میں پوری فراخدلی برتی جائے یعنی اتنا زیادہ معین کر لیا جائے کہ کسی صورت سے کسی حال میں اپنی تکلیف کا اندیشہ نہ رہے۔

گورنر مغربی پاکستان اور تقسیم مال کا ایک طریقہ

گورنر مغربی پاکستان جناب امیر محمد خان نے تقسیم مال کا ایک مستحسن طریقہ یہ بتایا ہے کہ مال کو چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے ذریعہ سے عوام تک پہنچایا جائے وہ فرماتے ہیں "کہ صوبائی حکومت نے مرکزی حکومت کو یہ بھی سفارش کی ہے کہ ایسی صنعتوں کا قیام عمل میں نہ لایا جائے جس سے دولت صرف چند خاندانوں میں جمع ہو جائے بلکہ ایسی صنعتوں کا قیام عمل میں لایا جائے جس سے زیادہ سے زیادہ افراد کو مجموعی طور پر فائدہ پہنچے" (روزنامہ جنگ ۵ مئی ۶۸ء راولپنڈی)

Marfat.com

باب ۵۹

⊙ حضرت عثمان کا لاتعداد قرآن جلوانا

⊙ حضرت عائشہ کی فریاد ⊙

حضرت علی کا اضطراب ⊙

اور

حضرت ابوذر کا نعرۂ حق

الغرض حضرت ابوذر شام سے واپس مدینہ پہنچ کر اپنے فریضۂ تبلیغ میں مصروف تھے ہی کہ ایک اور روح فرسا واقعہ پیش آگیا اور وہ احراق قرآن مجید کا واقعہ ہے، آپ یہی کچھ دیکھ کر حیران و پریشان تھے کہ مملکت اسلامیہ تباہ کی جا رہی ہے، دولت اسلامیہ عزیزوں اور اقرباء پر صرف ہو رہی ہے، بیت المال کا دروازہ غریبوں کے لئے بند، فقراء اور ایتام و ایامی (بیوائیں) کے لئے بند اور بنی امیہ کے لئے پورے طور پر کھلا ہوا ہے، غریب بھوکوں مر رہے ہیں، اور خلیفہ کے اعزاء مکانات اور باغات اور زمینیں خرید رہے ہیں کہ ناگاہ آپ کو اطلاع ملی کہ خلیفہ نے دیار و امصار کے قرآنوں کو جمع کر کے نذر آتش کر دیا ہے لہذا آپ کی تبلیغ کا رخ اس اہم واقعہ کی طرف پلٹ گیا، مورخ ابو الفداء لکھتا ہے کہ یہ واقعہ ۳۰ھ کا ہے (تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۷۰ طبع امرتسر ۱۹۰۱ء)

Marfat.com

مورخ یعقوبی علامہ احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وہب ابن واضح یعقوبی المتوفی ۲۷۸ھ اپنی تاریخ ابن واضح میں لکھتا ہے کہ، حضرت عثمان نے قرآن مجید کو جمع کیا اور اس کی ترتیب اس طرح رکھی کہ بڑی سورتوں کو بڑی سورتوں کے ساتھ، چھوٹی سورتوں کو چھوٹی سورتوں کے ساتھ مرتب کیا اور ہر طرف سے مصاحف کو طلب کر کے گرم پانی اور سرکہ سے دھلوا ڈالا اور بقول سے اُن سب کو جلوا دیا چنانچہ مصحف ابن مسعود کے سوا جو اُن کے پاس کوفہ میں تھا اور کوئی مصحف باقی نہ رہا، عبداللہ ابن عامر، عامل کوفہ نے ابن مسعود سے اُن کا مصحف مانگا تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا، یہ خبر پا کر حضرت عثمان نے عامل کوفہ کو لکھا کہ ابن مسعود کو گرفتار کر کے یہاں بھیج دو، جب عبداللہ ابن مسعود حاضر ہو کر داخل مسجد ہوئے تو حضرت عثمان خطبہ میں مشغول تھے، ابن مسعود کو دیکھ کر کہنے لگے کہ "جیولن زشت اور بدسرشت آگیا" ابن مسعود نے بھی اس کے جواب میں سخت کلامی کی، یہ سن کر عثمان نے لوگوں کو ان کی مرمت کا حکم دیا چنانچہ لوگوں نے انہیں ٹھیک کر دیا اور ان کو اس طرح پکڑ کر گھسیٹا کہ ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔"

تاریخ اعثم کوفی ترجمہ فارسی مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۱۴۷ کی سطر ۸ میں ہے کہ حضرت عثمان نے تمام قرآن کو پھاڑ کر جلوا دیا۔ نجات المومنین ملا محسن کشمیری میں ہے کہ "ابن مسعود کی پسلیاں توڑ دیں اور اُن کا قرآن چھین کر جلوا دیا۔ روضۃ الاحباب ج ۲ صفحہ ۲۲۹ طبع لکھنؤ میں ہے کہ حضرت عثمان نے حکم دیا کہ میرے قلمرو میں صرف میرا قرآن رائج ہے باقی سب جلوا دیئے گئے۔ بخاری شریف ج ۲ صفحہ ۲۶ باب فضائل قرآن طبع بمبئی اور مشکوٰۃ شریف طبع دہلی صفحہ ۱۵۱، تفسیر اتقان سیوطی طبع احمدی صفحہ ۸۵ میں ہے کہ حضرت عثمان نے ام المومنین حفصہ کی طرف کسی کو بھیجا کہ میرے پاس صحیفے بھیج دو کہ ہم اُن میں سے اپنے مصحف میں نقل کر لیں پھر تم کو واپس بھیج دیں گے حضرت حفصہ نے حضرت عثمان کے پاس وہ صحیفے بھیج دیئے جو ان کے پاس تھے، اور حضرت عثمان نے، زید بن ثابت، عبداللہ ابن زبیر، سعید بن عاص، عبدالرحمٰن بن حارث کو

Marfat.com

مصحف میں نقل و جمع کرنے کے کام پر مامور کیا اور تینوں قریشی گروہ کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ اگر تم کو زید بن ثابت سے قرآن کے کسی امر میں اختلاف پڑ جائے تو لغت قریش میں اس کو لکھنا کیونکہ انہیں کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ مصحف میں نسخہ کر لیا اور سب کے بعد عثمان نے حفصہ کو وہ صحیفے واپس کر دیئے اور ان کی کی طرف ایک تیار شدہ صحیفہ بھیج دیا، اس صحیفہ عثمانی کے سوا جہاں کہیں بھی کوئی صحیفہ موجود تھا سب کو جلوا دیا۔ فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۶ میں ہے کہ حضرت عثمان نے حفصہ کا قرآن واپس کر دیا لیکن مروان نے اُن سے زبردستی چھین کر اُسے بھی جلا دیا۔ عشرۃ اکبرانہ عبد الرؤف حنفی تاریخ خمیس ص ۲۷۲ استیعاب ص ۳۷۳ میں ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے قرآن کے علاوہ تمام قرآن جلوا دیئے اور عبد اللہ ابن مسعود کو اس قدر پٹوایا کہ اُن کو مرض فتق لاحق ہو گیا پھر انہیں قید کر دیا اور وہ قید ہی میں فوت ہو گئے۔ تحفہ اثنا عشریہ عبد العزیز میں ہے کہ ابی بن کعب نے اپنا قرآن حضرت عثمان کے سپرد کر دیا اور وہ مار پیٹ سے بچ گئے، وہ قرآن بھی جلا دیا گیا۔

غرضیکہ بے شمار کتابوں میں ہے کہ حضرت عثمان نے تمام مصاحف خداوندی کو جلوا دیا، یہ وہ قرآن تھے جو حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مرتب کئے گئے تھے، قرآنوں کے جلائے جانے کی خبر جب حضرت عائشہ ام المومنین تک پہنچی تو آپ بے چین ہو گئیں، آپ نے فرمایا "اقتلو احراق المصاحف" اے مسلمانو، اس قرآن جلانے والے کو قتل کر دو، اس نے بڑا ظلم کیا ہے (انوار القلوب علامہ محمد باقر ص ۳۴۳)

حضرت عائشہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ برابر ان سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتی رہیں چنانچہ آپ نے بار بار ارشاد فرمایا "اقتلوا نعثلاً قتلہا اللہ فقد کفر" اس نعثل یہودی کو قتل کر دو، ارے اسے خدا قتل کرے یہ تو کافر ہو گیا ہے (روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۱۲ تذکرہ خواص الامۃ ص ۳۸ ج ۱۴) علامہ ابن اثیر جزری تحریر فرماتے ہیں کہ وہ یہ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ "اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً" اس نعثل کو قتل کرو۔ خدا اسے قتل کرے تو اس سے مراد عثمان)

Marfat.com

حضرت عثمان خلیفہ کو مراد لیتی تھیں، پھر فرماتے ہیں کہ انہوں نے عثمان کو نعثل کیوں کہا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ نعثل مصر میں ایک یہودی تھا اس کی ڈاڑھی کی طرح حضرت عثمان کی ڈاڑھی تھی، پھر فرماتے ہیں کہ ایک قول کی بنا پر نعثل، شیخ احمق کو کہتے ہیں، پھر ارشاد فرماتے ہیں "ذہبت الی مکۃ" اس کے بعد حضرت عائشہ مکہ چلی گئیں (نہایۃ ابن اثیر، باب النون مع العین)

علامہ ابن طقطقی لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے "اقتلوا نعثلاً" فرمانے سے حضرت عثمان قتل کیے گئے، جس دن اُن کا مکان گھیرے میں لے لیا گیا ہے، اُسی دن حضرت عائشہ مکہ چلی گئی تھیں (تاریخ الفخری صـ ۲۲ طبع مصر)

ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ ایک عورت ذات تھیں۔ جب ان کو اس واقعہ سے اتنا صدمہ پہنچا تو امام المسلمین امیر المومنین وارث رسول رب العالمین حضرت علی علیہ السلام کو اس اہم واقعہ سے کیونکر نہ صدمہ پہنچتا؟

معتبر علماء کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس واقعہ احراق قرآن سے بے حد متاثر ہوئے اور اسی تاثر کا نتیجہ تھا کہ آپ کو اس کے بارے میں حضرت ابوذر سے تبادلہ خیالات کی ضرورت پڑی چنانچہ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حادثہ قرآن کے بعد حضرت علی نے حضرت ابوذر کے بیٹے عبدالملک سے فرمایا کہ اپنے والد ابوذر کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے حادثہ قرآن کے متعلق تبادلہ خیال اور اظہار افسوس کیا اور کہا کہ اس پر لوہا چلایا گیا ہے اور اسے پرزے پرزے کیا گیا ہے، ہو سکتا ہے کہ خدا اس کا بدلا لے لے۔ حضرت ابوذر نے کہا، اے علی، میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت موسیٰ پر جو شاہان جور مسلط ہوئے تھے، انہوں نے اُن کے اہلبیت کو قتل وغارت سے دوچار کیا تھا، پھر باہر سے آکر اُن پر ایک قوم نے حملہ کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اے ابوذر کیا تم مجھے میرے قتل کیے جانے کی طرف متوجہ کر رہے ہو؟ حضرت ابوذر نے عرض کی بے شک یہی کچھ ہونا ہے اور آپ اہلبیت رسول میں سب سے پہلے قتل کیے جائیں گے۔ (حیات القلوب جلد ۲ صـ ۱۲۴)

Marfat.com

یہ روایت یہیں پر ختم ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت ابوذر کے ارشاد کا منشا یہ رہا ہو گا کہ اے علی آپ ابھی قرآن ہی پر لوہا چلنے اور اس کے جلائے جانے سے اس درجہ متاثر ہو رہے ہیں ابھی تو آپ کو بھی قتل ہونا ہے اور یہ لوہا جو قرآن صامت پر چلا ہے، قرآن ناطق پر بھی چلے گا اور یہ آگ جس سے قرآن جلایا گیا ہے اس سے اہلبیت کے گھر بھی جلائے جائیں گے

الغرض حضرت ابوذر کا تاثر اس واقعہ فاجعہ سے ظاہر ہے، آپ نے اپنے موضوع بیان میں اس ایک موضوع کا اضافہ فرمالیا اور اسے غیر اسلامی طرز قرار دے کر بولنا شروع فرمادیا۔

واضح ہو کہ قرآن مجید کا جلانا چونکہ اسلامی روح کو مجروح کرتا ہے اسی لئے بعض متاخرین نے واقعہ احراق قرآن میں لفظ احراق کو بدل دیا ہے علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی حالات حضرت عثمان میں تحریر فرماتے ہیں "اور دوسرے مصاحف کو جن سے اختلاف پھیلنے کا اندیشہ تھا معدوم کر دیا" ازالۃ الخفا ج ا صفحہ ۲۷۴)

Marfat.com

باب ۲۶

حضرت ابوذر کا منہ بند کرنے کے لئے حضرت عثمان کی طرف سے دو سو دینار

آپ کا مکمل بائیکاٹ

اور

آپ کی مدینہ سے ربذہ کو جلاوطنی کا حکم

ستم نصیب کو شکوہ نہیں اسیری کا ☆ اسیر دام کوئی ہو تو کیا کرے صیاد
دعائے تابش محزوں یہی ہے شام و سحر ☆ دعا ہے دوست تجھے بھی خدا کرے صیاد

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر مسجد، بیرون مسجد، بازار، شارع عام، گلی کوچہ غرضیکہ ہر ہر مقام پر اپنے مخصوص موضوعات پر تقریریں فرما رہے تھے انہیں قتل کا ڈر نہ تھا، کیونکہ رسول خدا فرما گئے تھے کہ "اے ابوذر تجھے کوئی قتل نہ کر سکے گا اور دین سے پھیر سکے گا" انہیں ملامت کا خوف نہ تھا کیونکہ حضور نے اسی پر بیعت لی تھی، انہیں یقین کامل تھا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ منشاء باری اور مقصود نبوی کے عین مطابق ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ بڑی دلیری سے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں معروف و مشغول تھے۔

ادھر حضرت ابوذر کی تبلیغ نے شدت اختیار کی ادھر حضرت عثمان کا دل آئینہ کردار میں تیزی سے دھڑکنے لگا انہوں نے مروان سے مشورہ کیا، اسے مروان ابوذر کی زبان بندی کے لئے

Marfat.com

کون سی ایسی ترکیب کی جائے کہ اُن کا منہ بند ہو جائے اور وہ جو آلِ محمدؐ کی محبت پر لوگوں کو ابھارتے اور میرے کردار پر نکتہ چینی کرتے اور جمع مال کی مخالفت کرتے ہیں، یہ رُک جائے۔

مروان نے کہا، کہ حضور اس کی بس ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ ابوذر کے پاس کچھ مال بھیج دیا جائے، شاید وہ اسے قبول کر کے خاموش ہو جائیں، حضرت عثمان نے مروان کا یہ جواب سنا اور وہ چپ ہو گئے، اُن کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ انہیں حضرت ابوذر کی فطرت معلوم تھی وہ جانتے تھے کہ حضرت ابوذر کو طمع مال نہیں ہے مگر مروان نے اصرار کر کے اس کی منظوری حاصل کی اور دو غلاموں کو بلا کر انہیں دو سو دینار کی ایک تھیلی دی اور کہا کہ اسے رات میں ابوذر کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ

"ان عثمان یقرءک السلام ویقول لک ھذہ مائتا دینار فاستعن بھا علی ما نابک"

حضرت عثمان نے سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ دو سو دینار لو اور اپنے مصارف میں لاؤ"

وہ لوگ کیسہ زر لئے ہوئے رات کے وقت حضرت ابوذر کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اُس وقت مسجد میں مشغول نماز تھے اور میرا خیال ہے کہ مسجد نبوی ہی میں اُن کا قیام بھی تھا کیونکہ حضرت عثمان نے انہیں شام سے جبراً بلوا لیا تھا اور اُن کے بال بچے سب شام میں پڑے ہوئے تھے۔

حضرت ابوذر نے آنے والوں کی طرف دیکھ کر پوچھا، تم کون ہو؟ اور کیوں آئے ہو، انہوں نے کیسہ زر پیش کرتے ہوئے کہا کہ خلیفہ عثمان نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دو سو دینار لے کر اپنے کام میں لائیں۔

حضرت ابوذر نے فرمایا "ھل اعطی احدا من المسلمین ما اعطانی" کہ یہ جتنی رقم ہے اتنی اور بھی کسی کو مسلمانوں میں سے دی ہے یا نہیں، انہوں نے جواب دیا، اور تو کسی کو نہیں دیا یہ صرف آپ کے ساتھ خلیفہ کی کرم گستری ہے، آپ اسے قبول فرما لیں۔ حضرت ابوذر نے فرمایا، کہ میں بھی تو مسلمانوں میں سے ایک ہوں خلیفہ نے جب انہیں اور مسلمانوں کو نہیں دیا تو میں نہ کیسے لے لوں

لاحاجۃ لی فیھا۔ مجھے اس کی ایسی حالت میں کوئی ضرورت نہیں ہے، جبکہ اور غریب مسلمانوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جاؤ، واپس لے جاؤ، اور کہو کہ میرے

Marfat.com

لئے تھوڑا گندم کافی ہے، میرا گناہ ہو رہا ہے فما اصنع بھذہ الدنانیر، میں ان دیناروں کو کیا کروں؛

خلیفہ سے کہنا کہ میں، غنی اصبحت غنیاً بولایۃ علی بن ابی طالب اتم علی بن ابی طالب اور اُن کے اہلبیت کی محبت میں بالکل غنی ہوں، میرا دل غنی ہے، میری روح غنی ہے، میری جان غنی ہے، تمہاری دولت کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔

(ابوذر غفاری ص۱۲۶، حیات القلوب ج ۲ ص۱۰۳۹)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوذر کے متعلق مروان نے کتنی غلط رائے قائم کی تھی اُس کا خیال تھا کہ جس طرح اور دنیا والے دولت کی وجہ سے دین و ایمان کی پرواہ نہیں کرتے اسی طرح ابوذر بھی کریں گے وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ ابوذر دنیا والوں کے طرح سے بہت اونچے ہیں، یہ وہ ہیں جو اپنے کمال زہد کی وجہ سے مال دنیا اور زر کنار دنیا کے کسی شعبہ کو نگاہ میں نہیں لاتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ دنیا میں گزارہ کے لئے سیر گندم یا جو اور دو کپڑے کافی ہیں، میں کہتا ہوں کہ زہد کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ دنیا اور اُس کے مال سے محبت نہ کرے، مال دنیا سے جو جائز طور پر تھوڑا بہت مل جائے اُس پر قناعت کرے اور جو نہ ملے اُس کی پرواہ نہ کرے (احتجاج طبرسی ص۱۳۲ طبع ایران)

اگر بغور دیکھا جائے تو حضرت ابوذر کے رقم عطیہ واپس کر دینے میں اور اس فرمانے میں بھی کہ "اور مسلمانوں کو نظر انداز کرکے صرف مجھے بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے" حضرت علی کی پیروی کی ہے، یہ وہ حضرات تھے جنہیں اپنے سے زیادہ عوام مسلمین کی فکر تھی وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ خود مالا مال ہو جائیں، اور غریب غریب ہی رہ جائیں، وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ہم میں اور عوام میں کچھ بھی فرق رہے، مثال کے لئے حضرت علی کے افطار کا وہ واقعہ ملاحظہ کیجئے جو معاویہ کے دربار میں "احنف بن قیس" کی زبانی بیان ہو رہا ہے۔

علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء تحریر فرماتے ہیں کہ

"وزیر ابو سعید منصور بن حسین آبی متوفی ۴۲۲ھ نے اپنی تالیف "نثر الدر" میں

Marfat.com

ایک واقعہ لکھا ہے

موصوف تحریر فرماتے ہیں،

احنف ابن قیس کہا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں امیر معاویہ کے پاس گیا تو انہوں نے میرے آگے انواع و اقسام کی اتنی غذائیں رکھ دیں جن کا شمار مشکل تھا، میں دیکھ دیکھ کر حیران تھا کہ کھاتے کھاتے انہوں نے "خاصے" کی ایک چیز میری طرف بڑھائی جسے میں پہچان نہ سکا، دریافت کیا، یہ کیا ہے؟ جواب ملا، بھیجا بھری ہوئی بطخ کی آنتیں ہیں جنہیں پستہ کے تیل میں تل کر اوپر سے مصالحہ چھڑک دیا گیا ہے

احنف کا بیان ہے کہ میں یہ سن کر رونے لگا، معاویہ نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ میں نے کہا اس وقت مجھے حضرت علیؑ یاد آ گئے۔

• ایک دن کی بات ہے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ افطار کا وقت آ گیا، حضرت نے تھیلیہ کا حکم دیا، اتنے میں ایک سربمہر تھیلی لائی گئی۔ میں نے سوال کیا، حضور اس میں کیا ہے؟ ارشاد ہوا، جو کے ستو، عرض کی، امیرالمومنین چوری کا اندیشہ تھا یا شدت اقتصاد کے باعث تھیلی پر مہر لگائی ہے، فرمایا ان میں سے کوئی وجہ نہیں ہے اس احتیاط کا سبب صرف یہ خیال ہے کہ کہیں میرے فرزند فرزندان ان ستوؤں میں گھی یا روغن زیتون نہ ملا دیں۔

میں نے پھر استفسار کیا، مولا کیا گھی یا روغن زیتون حرام ہے۔ ارشاد ہوا، حرام تو نہیں لیکن آئمہ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ خستہ حال عوام کی صفوں سے وابستہ رہیں تاکہ عسرت و افلاس اس فلاکت زدہ طبقہ کو باغی نہ بنا دے۔"

معاویہ نے کہا، احنف تم نے اس وقت ایسے شخص کی یاد تازہ کر دی جن کے فضائل کا انکار مشکل ہے (اصل و اصول شیعہ ص۴۶)

Marfat.com

اس واقعہ میں حضرت علی کا جو جواب مرقوم ہے اُسی سے ملتا جلتا حضرت ابوذر کا وہ جواب ہے جو میں نے علامہ سبیتی کی کتاب سے اوپر تحریر کیا اس میں کوئی شک نہیں کہ خاصان خدا کو عوام کی پوری پوری فکر رہتی تھی۔

حضرت ابوذر سے ترکِ موالات کا حکم

الغرض کیسۂ زر، لانے والے واپس گئے اور حضرت عثمان کے سامنے حضرت ابوذر کے ارشادات نقل کر دیئے، حضرت عثمان نے مروان سے فرمایا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ ابوذر رقم قبول نہ کریں گے۔

رقم عطیہ واپس چلی گئی، حضرت ابوذر بدستور مشغول تبلیغ رہے، وہ جو کچھ کہتے تھے اُس کا منشا کسی کی مخالفت نہ تھی، وہ یہ چاہتے تھے کہ دنیا آل محمد سے غافل نہ ہو، اور لوگ جمع مال کی وجہ سے خدا کو نہ بھولیں اور غریبوں سے ہمدردی کر کے اصول اسلام کو مستحکم کریں، ابوذر کے بس میں یہ نہ تھا کہ وہ اسے برداشت کر لیں کہ بیت المال کی دولت غیر مستحقین میں بے دریغ خرچ کی جائے اور مستحقین بھوکے مر رہے ہوں، وہ اسے بھی برداشت نہ کر سکتے تھے کہ دین خدا تباہ و برباد کیا جائے قرآن مجید کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور اسے نذر آتش کر دیا جائے، آپ اس قسم کے ارباب کردار پر نکتہ چینی میں مجبور تھے، آپ کے سامنے حکم خدا و رسول تھا آپ کے پیش نظر اصول اسلام تھے، آپ چاہتے تھے کہ مسلم حکمران، شاہراہ اسلام پر چلیں۔

بہرصورت ادھر حضرت ابوذر اپنے فرائض تبلیغ کی ادائیگی میں مصروف تھے، اُدھر حضرت عثمان ان کی زبان بندی کی فکر میں تھے، اس کے لئے انہوں نے ہر قسم کی تدبیر بروئے کار لانے کی سعی کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی، بالآخر انہوں نے ایک اعلان عام کے ذریعہ سے حکم دے دیا کہ

"کوئی شخص ابوذر کے پاس نہ بیٹھے اور ان سے بات چیت نہ کرے" (المسعودی)

حکم حاکم، مرگ مفاجات "اس اعلان کا ہونا تھا کہ لوگوں نے آپ کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا آپ سے گفتگو اور بات چیت ترک کر دی، جدھر حضرت ابوذر جاتے تھے لوگ اس ڈر کے

مارے کہ کہیں خلیفہ کو یہ نہ کہہ دیا جائے کہ ابوذر سے مخاطبہ کیا گیا ہے سب بھاگتے تھے، کوئی آپ کی بات نہ سنتا تھا، کوئی آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا لیکن اللہ رے ابوذر کی دلیری وہ ان باتوں کی پرواہ بھی نہ کرتے تھے وہ یقین رکھتے تھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ منشاء خداوندی کے مطابق ہے لہٰذا آپ کا دل مطمئن تھا اور آپ کی زبان پر کوئی پہرہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔

سنبھل سنبھل کے چلو رہروان راہ وفا
قدم قدم پہ ہیں دشواریاں زمانے کی

علامہ سبیتی کا بیان ہے کہ اعلان کے باوجود حضرت ابوذر کی زبان کام کر رہی تھی اور مدینہ میں یہ حالت پیدا ہو گئی، کہ وہ لوگ جو عثمان کے حامی بنی امیہ تھے عاجز آگئے اور انہوں نے حضرت عثمان سے شکایت کی اور کہا کہ ابوذر اب بھی باز نہیں آتے، انہوں نے ہم لوگوں کو عاجز و پریشان کر دیا ہے، خدارا کوئی اور انتظام کر۔

یہ سن کر حضرت عثمان نے حکم دیا کہ ابوذر کو حاضر دربار کیا جائے۔

حضرت ابوذر کی پیشی اور اخراج ربذہ کا حکم

حضرت عثمان کے حکم کے مطابق

"فاتی بہ الیہا" لوگ حضرت ابوذر کو پکڑ کر دربار میں لائے حضرت عثمان نے کہا، اے ابوذر، مجھے میں ہر طرح سمجھا چکا مگر تو کسی طرح نہیں مانتا، تجھے ہو کیا گیا ہے؟

حضرت ابوذر نے فرمایا،

"ویحلک یا عثمان" اے عثمان تجھ پر ولئے ہو، ارے کیا تیرا طرز وہی ہے جو حضرت رسول کریم اور ابوبکر بن قحافہ اور عمر بن خطاب کا تھا، تو تو ہمارے منافقہ وہ کچھ کر رہا ہے جو جبار کیا کرتے ہیں۔"

عثمان نے کہا، میں کچھ نہیں جانتا "اخرج من بلادنا" تو میرے شہر سے نکل جا۔

ابوذر، میں بھی تیرے قریب نہیں رہنا چاہتا، اچھا، بتا کہاں چلا جاؤں"

Marfat.com

عثمان، جہاں جی چاہے جا، مگر یہاں سے چلا جا،

ابوذر، کیا شام چلا جاؤں؟

عثمان، ہرگز نہیں، میں نے تو تجھے وہاں سے گھسیٹوا منگایا ہے، تو نے شام کو مجھ سے برفروختہ کر دیا ہے، کیا میں پھر تجھے وہاں سے بھیج سکتا ہوں۔

ابوذر، پھر کیا عراق چلا جاؤں؟

عثمان، ہرگز نہیں، تو وہاں جانا چاہتا ہے جہاں کے لوگ حاکموں پر نکتہ چینی کرتے ہیں،

ابوذر، پھر کیا مصر چلا جاؤں؟

عثمان، نہیں،

ابوذر، کوفہ چلا جاؤں؟

عثمان، نہیں،

ابوذر، پھر کہاں جاؤں، مکہ چلا جاؤں؟

عثمان، نہیں،

ابوذر، اے عثمان تو مجھے خانہ خدا میں جانے سے روکتا ہے، تیرا کیا حرج ہے اگر میں وہاں چلا جاؤں اور تاحیات عبادت کروں؟

عثمان، خدا کی قسم ہرگز نہیں،

ابوذر، پھر تو ہی بتا، ابن اخسج" میں کہاں دفع ہو جاؤں؟ جنگل میں نکل جاؤں؟

عثمان، نہیں

ابوذر، پھر اپنی جاہلیت کی طرف پلٹ کر "نجد" میں جا کر آباد ہو جاؤں، آخر کوئی جگہ تو بتا؟

عثمان، ابوذر، تو بتا تجھے سب سے زیادہ کون سی جگہ پسند ہے۔

ابوذر، یہی مدینہ جو مقام ہجرت ہے، یا مکہ معظمہ یا (بروایت جاحظ) بیت المقدس،

عثمان، یہاں تو تو رہ ہی نہیں سکتا، اچھا یہ بتا کہ سب سے زیادہ کون سی جگہ ناپسند ہے،

Marfat.com

ابوذر، ربذہ

عثمان، بس میں حکم دیتا ہوں کہ تو یہاں سے "ربذہ" چلا جا۔

یہ سن کر حضرت ابوذر نے فرمایا، اللہ اکبر، صدق رسول اللہ "رسول خدا نے سچ فرمایا تھا مجھے یہ کچھ ہونے والا تھا۔

عثمان نے پوچھا، آنحضرتؐ نے کیا فرمایا تھا۔

ابوذر نے کہا، انہوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ

"اے ابوذر، تجھے مدینہ سے نکالا جائے گا۔ تجھے مکہ جانے سے روکا جائے گا اور تجھے بدترین مقام ربذہ میں سکونت پر مجبور کیا جائے گا تو وہیں وفات پائے گا اور تجھے عراق کا ایک گروہ حجاز جاتے ہوئے دفن کرے گا۔"

یہ سن کر خلیفہ عثمان نے بروایت اعثم کوفی کہا کہ "اٹھ اور ربذہ چلا جا، وہیں رہنا اور کسی جگہ نہ جانا" بمطابق دمعہ ساکبہ ج ۱ ص ۱۹۴ "ضربہ ضرباً وجیعاً" آپ کو ضرب شدید سے اذیت پہنچائی" پھر مروان کو حکم دیا کہ اسے ایک ایسے ناقہ پر بٹھا کر جس پر کاٹھی نہ ہو، ربذہ پہنچا دے اور اعلان کرا دے کہ کوئی شخص بھی اس کی مشایعت کے لئے نہ جائے۔

(مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۴۳۳، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸، طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۸، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۳۳، مجالس المومنین ص ۹۲، تاریخ اعثم کوفی ص ۱۳۱، ابوذر الغفاری علامہ سبتی ص ۱۴۲، حضرت ابوذر غفاری، گیلانی ص ۲۳۹، حضرت ابوذر غفاری علامہ مصری ص ۱۴۰، وکتاب السفیانیہ ابوعثمان جاحظ، تاریخ الخضری ص ۵۶)

Marfat.com

باب۲۷

حضرت ابوذرؓ کی ربذہ کو روانگی

حضرت علیؑ، حسنینؑ، عمارؓ وغیرہم کی خلاف حکم عثمانؓ ابوذرؓ کی مشایعت

خلیفہ عثمانؓ کی حضرت علیؑ سے جواب طلبی

اور

شیرِ خدا کا دلیرانہ جواب

حلقہ ناز شاخِ گل تجھ سے ملیں گے پھر کبھی
اہلِ وفا کو آج ہے خنجر شعلہ زن عزیز

(کوثر)

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جلاوطنی قتل کے مترادف ہے (قرآن مجید) وہ لوگ جو وطن سے نکالے جاتے ہیں وہ قتل کو جلاوطنی پر ترجیح دیتے ہیں، واقعات شاہد ہیں، کہ جو لوگ وطن سے نکال دیئے گئے، وہ آٹھ آٹھ آنسو ہمیشہ روتے رہے، محبت وطن فطرت کا سرمایہ ہے احادیث نے اسے ایمان کا ایک جز قرار دیا ہے "حب الوطن من الایمان" نبی خدا حضرت یوسف مصر کے تخت شاہی پر بیٹھ کر وطن کو رویا کرتے تھے

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

Marfat.com

یوسف کہ بہ مصر پادشاہی میکرد — میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

دیگر انبیاء کو جانے دیجیئے، اپنے رسول کریمؐ کے حالات پر غور کیجیئے، آپ نے مجبوراً مکہ سے ہجرت فرمائی، لیکن مدینہ میں جب مکہ یاد آتا تھا یا وہاں کا کوئی باشندہ آجاتا تھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے، آہ! حضرت ابوذر اپنے وطن سے نکالے جا رہے ہیں، کوئی اُن سے پوچھے کہ اُن کے دل پہ کیا گذر رہی ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ رسول مقبول کا روضہ مطہر بھی چھوٹ رہا ہے، مگر اس کو کیا کیا جائے کہ ان کا وطن سے نکالا جانا ناگزیر تھا، کیونکہ خلیفہ عثمان بن عفان کی یہ عادت ہو چکی تھی کہ وہ جس سے ناراض ہوتے تھے اُسے جلاوطن کر دیا کرتے تھے، مؤرخ طبری کا بیان ہے کہ "عثمان را رسم خیال بود کہ بر کہ خشم گرفتی او را از میان خلائق بیرون کردی وگفتی ہیچ عقوبت از یں سخت تر نیست" عثمان کا طریقہ تھا کہ وہ جس سے ناراض ہوتے تھے اُسے مخلوقات سے دور کر دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس سے بڑی کوئی اور سزا نہیں ہے

(تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۲)

حضرت ابوذر کی جلاوطنی کا حکم دیا جا چکا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ فرمان بھی نافذ ہو چکا ہے کہ کوئی اِن کی مشایعت نہ کرے اور کوئی ان سے بات نہ کرے اور کوئی پہچانے نہ جائے کوئی ملنے نہ آئے،

عن ابن عباس قال لما اخرج ابوذر	حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں
الی الربذۃ امر عثمان فنودی	کہ حضرت ابوذر ربذہ کی طرف نکالے
فی الناس ان لا یکلم احد اباذر ولا یشیعہ	گئے تو حکم عثمان سے منادی کرادی گئی
(کتاب سقیفہ، احمد بن عبدالعزیز جوہری	کہ کوئی شخص ابوذر سے بات نہ کرے
مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۸)	اور انہیں رخصت کرنے نہ نکلے۔

یہ وہ فرمان تھا جس نے لوگوں کو مفلوج بنا کر گھروں میں بٹھا دیا کوئی اس امر کی ہمت نہ کر سکا کہ حضرت ابوذر جیسے عظیم الشان صحابی رسولؐ کو رخصت کرنے کے لئے گھر سے باہر

نکلے، سوا حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عقیل، حضرت عبداللہ ابن جعفر حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت مقداد بن اسود کے۔

اخراج ابوذرؓ اور اصحاب کا اضطراب

حضرت عثمان کے حکم اخراج ابوذر پر اگرچہ اصحاب کچھ بول نہ سکے لیکن ان کے دلوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا، یہی نہیں کہ صرف اُن اصحاب میں اضطراب پیدا ہوا جو وہاں موجود تھے بلکہ وہ بھی مضطرب ہو گئے جن کو آپ کے اخراج کی خبر ملی اور وہ مدینہ میں نہ تھے جیسے عبداللہ ابن مسعود یہ کوفہ میں تھے وہاں بے چین ہو گئے، اسی طرح وہ لوگ بھی بے چین ہو گئے جو ان کے قبیلہ کے تھے،

۱؎ علامہ سبینی کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر کے مدینہ سے ربذہ کو نکالے جانے پر اصحاب رسولؐ نے سخت غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا، مستدرک حاکم میں ہے، جب حضرت ابودرداء کو آپ کے اخراج کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون، احمد کا بیان ہے کہ آپ نے دس مرتبہ استرجاع کیا،

جب حضرت عبداللہ ابن مسعود کو آپ کی جلاوطنی کی خبر کوفہ میں ملی تو آپ بے چین ہو گئے اور آپ نے مسجد کوفہ میں لوگوں کو جمع کر کے کہا اے لوگو! تم نے یہ آیت سنی ہے؛ "ثم انتم ھؤلاء تقتلون انفسکم و تخرجون فریقاً منکم من دیارکم" اس آیت کو پڑھ کر خلیفہ وقت پر تعریض کی، والی کوفہ ولید نے خلیفہ عثمان کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، خلیفہ نے تحریر کیا کہ اسے میرے پاس بھیج دو، حضرت ابن مسعود جس وقت مدینہ پہنچے خلیفہ عثمان محو خطبہ تھے، انہیں دیکھ کر اپنے ایک غلام اسود کو حکم دیا کہ ان کی مرمت کر دے، اس نے انہیں مسجد سے گھسیٹ کر باہر پہنچایا پھر وہاں زمین پر پٹک کر ان کی زدوکوب کی "وجعل منزلہ حبسہ" اور انہیں ان کے گھر میں قید کر دیا، وحبس عطاءہ اور زندگی بھر کے لئے ان کا وظیفہ بند کر دیا (ابوذر غفاری ص ۱۴۶ مسند احمد ابن حنبل ج ۵ ص ۱۹۷) واضح ہو کہ حضرت علی نے اپنے کمال تاثر کا ذکر حضرت ابوذر کے اخراج سے متعلق "دعائے ضمی قریش" میں بھی فرمایا ہے (صحیفہ علویہ)

Marfat.com

الغرض خلیفہ عثمان نے حکم دیا اور

حضرت ابوذر کی روانگی اور ان کا الوداع

مروان ایک بغیر کاٹھی کا اونٹ لے کر سامنے آیا اور حضرت ابوذر کو اس پر بٹھا کر روانہ کرنا چاہتا تھا اور حضرت ابوذر کا جیسا ہمت دل کہہ رہا تھا ۔

صداقت کا پرچم اڑائے چلا جا
قدم راہ حق میں بڑھائے چلا جا (نازش لاہور)

مگر ناگاہ حضرت علی، حضرت حسنین، حضرت عقیل، حضرت عمار، حضرت عبداللہ ابن جعفر، حضرت مقداد ابن اسود، حضرت عبداللہ ابن عباس برآمد ہو گئے اصغر بابا اسے ملعون مروان ٹھہر ابھی انہیں ناقہ پر نہ بٹھا ہمیں ان سے الوداع کے الفاظ کہنے ہیں، مروان رک گیا لیکن بڑے غصہ میں بولا۔

آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ امیر عثمان نے حکم دیا ہے کہ کسی کو ان سے بات چیت کرنے کے لئے نہ چھوڑا جائے اور انہیں تنہا روانہ کیا جائے اور اگر آپ کو نہیں معلوم تو میں بتائے دیتا ہوں کہ ان سے گفتگو اور ان کی مشایعت کی ممانعت ہے۔

یہ سن کر حضرت علی نے نہایت غصہ میں یہ فرمایا" یا ابن الزرقا" تو ہمیں ہدایت کرنے اور اور ان کے ہمراہ جانے اور ان سے بات کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور ایک کوڑا اس کی سواری کی پیشانی پہ رسید کیا اور بقول اعثم کوفی اس سے فرمایا کہ تیری خیر اسی میں ہے کہ تو ۔۔۔ مقام سے واپس چلا جا۔

یہ سن کر مروان نہایت غصہ میں وہاں سے واپس چلا گیا اور اس نے جا کر خلیفہ عثمان سے شکایت کی کہ علی بن ابی طالب نے نہ صرف خلاف ورزی کی ہے بلکہ انہوں نے مجھے گالی دی ہے

سلہ : زرقا، مروان کی دادی تھی، اس کا شمار زمانہ جاہلیت میں "ذوات الاعلام" میں تھا۔ یعنی اس کے مکان پر بھی فاحشہ ہونے کا جھنڈا لگا رہتا تھا، تاکہ لوگ اس سے استفادہ کریں، مطلب یہ ہے کہ بازاری عورت تھی (تاریخ الفخری ص۸۹ طبع مصر)

Marfat.com

اور میری سواری کی پیشانی پر کوڑا مارا ہے،

یہ سُن کر عثمان آگ بگولہ ہو گئے اور حضرت علی کے خلاف کریہہ الفاظ استعمال کرنے لگے مروان کے چلے جانے کے بعد، ان حضرات نے حضرت ابوذر کو تسلیاں دیں اور بہت کچھ سمجھایا بجھایا اور اپنی پوری ہمدردی کا ثبوت دیا۔

حضرت علیؑ کی تقریر

حضرت علی نے فرمایا، اے ابوذر گھبراؤ نہیں، لوگ اپنی دنیا کی وجہ سے تم سے خوف زدہ ہو گئے اور تم اپنے دین کی وجہ سے اُن سے ڈرے، یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ اُن لوگوں نے تم کو جلاوطن کر دیا، اے ابوذر گھبراؤ نہیں، جو متقی ہوتا ہے اُس پر ہر قسم کی مصیبت آتی ہے مگر یاد رکھو کہ متقی کے لئے خداوندعالم عجیب و غریب راستے پیدا کرتا ہے، اے ابوذر تمہیں "لایونسک الا الحق" حق کے سوا کوئی چیز تسلی نہیں دے سکتی، تمہارا مونس تنہائی حق ہو گا، اے ابوذر مجھے معلوم ہے کہ باطل ہی سے تم گھبرا سکتے ہو اور وہ تمہارے قریب نہیں آسکتا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے فرزندوں اور اصحاب سے فرمایا، اے میرے فرزندو! اپنے چچا کو رخصت کر دو

حضرت امام حسنؑ کی تقریر

یہ سُن کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے میرے عزیز ترین "چچا" خدا تم پر رحم کرے، ہم دیکھ رہے ہیں، آپ کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے، ہمارے دل بریاں ہیں اور ہمارے قلوب جل رہے ہیں، اے میرے چچا، آپ گھبرائیں نہیں، خدا آپ کے سامنے ہے، آپ کے سامنے بس یہی ہونا چاہیئے، اے چچا، آپ اس مصیبت پر صبر فرمائیں، اور اُس وقت تک صبر کریں جب تک آپ نانا جان کی خدمت میں اس حال سے نہ پہنچ جائیں کہ وہ آپ سے راضی ہوں،

حضرت امام حسینؑ کی تقریر

پھر حضرت امام حسینؑ بول پڑے۔ اے میرے چچا، خدا کے اختیار میں سب کچھ

آپ گھبرائیں نہیں وہ ہر اس مصیبت کو دور کر سکتا ہے جس میں آپ مبتلا ہیں، اُس کی شان نہایت عجیب ہے اے چچا لوگوں نے آپ پر دنیا کو تنگ کر دیا ہے اے چچا، آپ کو دنیا کی تو فکر نہیں، جائیے اور جلد چلی جائیے، اے چچا، میں خداوند عالم سے آپ کی نصرت اور آپ کو صبر دینے کی دعا کرتا ہوں، اور اُس کے ذریعہ سے آپ کے لئے جزع و فزع سے پناہ مانگتا ہوں، اے چچا صبر سے بہتر کوئی چیز نہیں، آپ خدا پر بھروسہ رکھیں وہی آپ کا کارساز ہے۔

حضرت عقیل کی تقریر

آپ کے بعد حضرت عقیل بن ابی طالب نے فرمایا اے ابوذر آپ خوب جانتے ہیں، انا نحبک، وانت تحبنا، کہ ہم آپ کو بے انتہا دوست رکھتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں کہ آپ ہمیں دل سے چاہتے ہیں، اے ابوذر، تقویٰ کا دامن نہ چھوڑنا کیونکہ یہی نجات کا ذریعہ ہے اور صبر سے منہ نہ موڑنا کیونکہ یہ کرم خداوندی ہے، اے ابوذر رنج و غم کو دل سے دور کر دو اور صبر و تقویٰ کا دامن تھامے رہو، یہی تمہارے لئے مونس تنہائی ہے۔

حضرت عمار کی تقریر

عقیل کے بعد حضرت عمار نہایت غصہ میں بولے، خدا اُس کی موانست نہ کرے جس نے تمہیں پریشانی میں ڈال دیا، اور خدا اسے چین نہ دے، جس نے تمہیں بے چین کیا، اے ابوذر! خدا کی قسم، اگر تم ان دنیا داروں کی دنیا کا خیر مقدم کرتے تو وہ تمہیں ہرگز نہ نکالتے، "ولو رضیت اعمالہم لاحبوک" اور اگر تم اُن کے کردار پر راضی ہوتے تو وہ تمہیں دوست رکھتے، اے ابوذر تم نے دین کو سینے سے لگایا، دنیا والے تم سے بیزار ہو گئے اے ابوذر گھبراؤ نہیں، خدا تمہارے ساتھ ہے یہ بدبخت دنیا دار ہیں اور یقیناً سخت ترین گھاٹے میں ہیں۔

اسی طرح اور دیگر حضرات نے بھی تقریریں کیں اور حضرت ابوذر کو مختلف الفاظ میں تسلیاں دیں،

یہ تقریریں سن کر حضرت ابوذر

حضرت ابوذر کا گریہ اور اُن کی جوابی تقریر

بے تحاشا" رو پڑے اور کہنے لگے ،

رحمکم اللہ یا اھلبیت الرحمۃ اذا رایتکم ذکرت بکم رسول اللہ و شملتنی البرکۃ بجوارکم الخ" اے اہلبیت رحمت ، جب میں تمہیں دیکھتا تھا تو مجھے رسول خدا یاد آجاتے تھے اور مجھے برکت گھیر لیتی تھی۔ اے میرے بزرگو! تمہارے سوا مدینہ میں میرے دل کا سکون اور کوئی نہ تھا، جب میں تمہیں دیکھتا تھا، دل میں سکون واطمینان پیدا ہو جاتا تھا اے میرے بزرگو! میں اُسی طرح حجاز میں عثمان پر بار تھا جس طرح شام میں معاویہ پر تھا ، اُس نے یہ گوارا نہ کیا کہ مجھے بصرہ یا مصر بھیج دیتا کیوں کہ مصر میں عبداللہ ابن سرح اُس کا رضاعی بھائی اور بصرہ میں عبداللہ ابن عامر اُس کا خالہ زاد بھائی والی ہے ، اب اُس نے مجھے ایسی جگہ بھیج دیا ہے جو جنگل ہے ، جہاں کوئی مددگار نہیں خدا کے سوا خدا کی قسم میں خدا ہی کو اپنا مونس تنہائی جانتا ہوں ، اور اُسی کی وجہ سے کسی دہشت کی پرواہ نہ کروں گا ۔

اس کے بعد بقول علامہ مجلسی حضرت ابوذر نے جو ضعیف ہو چکے تھے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا ۔

اللھم انی احبھم وتوقطعت	خدایا تو گواہ رہنا کہ میں ان اہلبیت کو
اربا اربا فی حبھم ما زلت	دوست رکھتا ہوں اور تیری خاطر اور آخرت
عنھا ابتغاء وجھک والدار	کی خاطر ہمیشہ دوست رکھوں گا چاہے
الاخرۃ	ان کی محبت میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جاؤں

اس کے بعد حضرت علی نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر ، خدا تم پر رحم کرے ، ہم خوب جانتے ہیں ، کہ تم جو دربدر پھرائے جا رہے ہو اس کا سبب صرف ہم آل محمد کی محبت[1] ہے ۔

---

[1] حضرت ابوذر کو معلوم تھا کہ آل محمد کی محبت اسلام کی بنیاد ہے علامہ مجزائری لکھتے ہیں کہ حضرت

Marfat.com

وداع کرنے والوں کی واپسی

مورخین کا بیان ہے کہ ان باتوں کے بعد حضرت ابوذر سواری پر سوار ہو کر روانہ ربذہ ہو گئے اور یہ حضرات واپس داخل مدینہ ہوئے ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے انہیں ربذہ تک خود جا کر پہنچایا اور وہ وہاں اُن سے بات چیت کرتے رہے (الاشتر اکی الواہد صفحہ ۱۹۲)

بہرصورت یہ حضرات حضرت ابوذر کو بصد افسوس رخصت کر کے واپس "مدینہ" ہوئے تو عثمان نے آپ پر سخت غصہ کیا، مورخ اعثم کوفی لکھتا ہے "غرض ابوذر ربذہ کی طرف چلے گئے حضرت علی اور صحابہ واپس آئے ... خلیفہ نے آدمی بھیج کر علی بن ابی طالب کو بلایا اور کہا کہ کیا میں نے حکم نہ دیا تھا، کہ تم میں سے کوئی شخص ابوذر کے رخصت کرنے کو مدینہ سے باہر نہ جائے تم کس لئے باہر گئے اور کیوں صحابہ کی جماعت کو اپنے ہمراہ لے گئے، حضرت علی نے کہا، یہ بات ہم پر واجب نہیں کہ جو تم کہو ہم اسے ہی عمل میں لائیں۔

خلیفہ نے کہا، مروان تمہاری شکایت کرتا ہے کہ آپ نے اُسے گالی دی، اور اُس کے اونٹ کے سر پہ تازیانہ مارا تم اُس سے معافی مانگو اور اپنے سے رضامند کرو، حضرت علی نے کہا، میرا اونٹ موجود ہے، اُس سے کہہ دو کہ اٹھ کر اُس کے دونوں کانوں کے بیچ میں ایک تازیانہ مار دے۔ رہی گالی، وہ دے نہیں سکتا۔ خدا کی قسم اگر مروان مجھے گالی دے گا تو میں تلوار سے جواب دوں گا کیونکہ وہ میرا ہمسر نہیں ہے، اُس کے بعد اٹھ کر غصہ بھرے ہوئے عثمان کے پاس سے چلے آئے

مؤرخ مسعودی لکھتا ہے کہ جب حضرت ابوذر بحالت گدائی، مروان کی سپردگی میں مدینہ سے نکالے گئے تو اُن کے پاس حضرت علی مع فرزندان والا دودمان و عقیل و عبداللہ ابن جعفر وغیرہ تشریف لائے، مروان نے اُن کو روکا اور کہا کہ اے علی، اگر تم ناواقف ہو تو میں بتاتا ہوں، کہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بحوالہ رسول کریمؐ فرمایا ہے لکل شئی اساس و اساس الاسلام حبنا اھل البیت "جس طرح ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے اسی طرح اسلام کی بنیاد ہم اہلبیت کی محبت ہے (انوار نعمانیہ صفحہ ۲)

Marfat.com

امیرالمومنین عثمان نے لوگوں کو ابوذر کی مصاحبت اور مشایعت سے منع کیا ہے۔

یہ سن کر حضرت علی نے مروان کی سواری کے جانور کو ایک چابک رسید کیا اور مروان سے کہا "تنح نحاك الله الى النار" دور ہو، خدا تمہارا ناس کرے تجھے جہنم کی طرف لے جائے۔

یہ کہہ کر حضرت علی، ابوذر کے ساتھ ہو لئے اور جس وقت اُن کو وداع کر کے لوٹے تو انہوں نے رو کر کہا کہ اہلبیت نبوت، خدا تم پر رحمت کاملہ نازل فرمائے۔

"اے ابوالحسن میں تم کو اور تمہارے فرزندوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے جناب رسول مقبول یاد آجاتے ہیں"

جب مروان ابوذر کو نکال کر واپس آیا تو اس نے حضرت عثمان سے حضرت علی کی شکایت کی حضرت عثمان نے کہا، اے گروہ مسلمین کون شخص، علی کی جانب سے اس کی معذرت کرے گا انہوں نے مروان کو میرے حکم سے باز رکھا اور ایسا برتاؤ کیا، جیسا مروان بیان کرتا ہے اخدا کی قسم میں بھی علی کے ساتھ وہی کروں گا جس کے وہ مستحق ہیں۔

جب حضرت علی، ابوذر کو رداع کر کے مکان واپس آئے تو لوگوں نے اُن سے کہا کہ امیرالمومنین عثمان، تم پر غضبناک ہیں کہ تم نے ابوذر کی مشایعت کی، حضرت علی نے کہا اُن کا غضبناک ہونا "غضب الخیل علی اللجم" کا مصداق ہے، یعنی جس طرح، گھوڑا اپنے منہ میں دیئے ہوئے لگام پر غصہ کرتا ہے اور کچھ کر نہیں سکتا اسی طرح عثمان کا غصہ ہے)

جب شب کو حضرت علی اور عثمان کی ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان نے اُن سے کہا کہ تم نے کس وجہ سے مروان کو شکایت کا موقع دیا، اور اس بات کی جرأت کی کہ میرے قاصد اور حکم کو رد کیا۔

حضرت علی نے فرمایا کہ جب مروان نے میرے روکنے کا ارادہ کیا تو میں نے بھی اس کو اس کے ارادے سے روکا، تمہارے حکم کو نہیں روکا، حضرت عثمان نے کہا، کیا تمہیں یہ خبر نہ تھی کہ میں نے لوگوں کو ابوذر کی ملاقات اور مشایعت سے ممانعت کی ہے۔

Marfat.com

حضرت علیؑ نے کہا "اگر تمہارا حکم اطاعت خدا اور امر حق کے خلاف ہو تو کیا میں اُس کا بھی اتباع کروں گا؟ باللہ لا نفعل" خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہ کروں گا، حضرت عثمان نے کہا کہ تم نے مروان کے اونٹ کے سر پر چابک مارا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا "یہ میرا اونٹ موجود ہے، مروان چاہے تو اس کے سر پر چابک لگا دے لیکن دیکھو واللہ اگر مروان میری نسبت کوئی ثقیل کلمہ زبان سے نکالے گا تو میں ویسا ہی کلمہ تمہاری نسبت استعمال کروں گا اور وہ جھوٹ بھی نہ ہوگا بلکہ حق ہوگا۔

حضرت عثمان بولے کہ جب تم مروان کو برا کہو گے؟ "فوا اللہ ما انت عندی با فضل منہ" خدا کی قسم میرے نزدیک تم اُس سے افضل نہیں ہو۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے غیظ میں آکر فرمایا کہ تم مجھ سے ایسا کہتے ہو اور میرا مقابلہ مروان سے کرتے ہو، خدا کی قسم میں تم سے افضل ہوں، اور میرے باپ تمہارے باپ سے افضل ہیں اور میری ماں تمہاری ماں سے افضل ہیں۔

اس بات پر حضرت عثمان خشمگیں اور لال ہو کر گھر کے اندر چلے گئے اور حضرت علیؑ واپس آئے، بروایت عبدالحمید معتزلی جب آپ گھر پہنچے تو اہلبیت آپ کے گرد جمع ہو گئے اور کچھ مہاجر و انصار بھی تاکہ آپ کے غصہ کو فرو کریں۔

دوسرے دن جب لوگ حضرت عثمان کے پاس جمع ہوئے تو حضرت عثمان نے اُن سے حضرت علیؑ کی شکایت کی اور کہا کہ وہ میری عیب گیری کرتے ہیں اور میرے بدگویوں یعنی ابوذر و عمار وغیرہما کے مددگار ہیں، درآں حالیکہ جو روایت حضرت علیؑ نے اس سلسلہ میں بیان فرمایا تھا کہ بخدا میں نے ابوذر کو صرف بوجہ اللہ مصاحبت کیا تھا۔

ماخذ موت تاریخ ابن واضح یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۳، تاریخ مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۴۳۸، تاریخ اعثم کوفی ص ۱۱۲ طبع دہلی، تاریخ طبری ج ۵ ص ۶۶، حیات القلوب مجلسی ج ۲ ص ۱۱۶، مجالس المومنین ص ۹۱، حضرت ابوذر غفاری ابوذر غفاری ص ۱۱۱، الغدیر علامہ امینی ج ۸ ص ۳۷۴، تاریخ آئمہ ص ۱۳۱، تاریخ التواریخ ج ۲ ص ۳۱۲، الامامۃ والسیاسۃ ص ۳۲۔

باب ۲۸

حضرت ابوذر کی اہلیہ اور دختر کا ربذہ پہنچنا

دوران قیام ربذہ کے حالات و واقعات

اور

مقام ربذہ کا تعارف

نہ اچھا ضبط گریہ سے ہوا گھائل تو کیا ہوگا
ابل کر رحم گیا آنکھوں میں خون دل تو کیا ہوگا

علامہ عبدالحمید، جودۃ السحار مصری کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر کو مدینہ سے رخصت کرنے کے سلسلہ میں، حضرت علی اور ان کے ساتھی ابوذر کے ساتھ روانہ ہوئے، حتیٰ کہ انہیں ربذہ تک پہنچا آئے۔ ربذہ پہنچ کر سب اپنے اپنے کجاوؤں سے اُترے اور آپس میں باتیں کرنے لگے، اس کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو حضرت ابوذر نے حضرت علی کو سینہ سے لگایا اور آنسو بہانے لگے، پھر فرمایا،

اے اہلبیت رسول اللہ، اللہ تم لوگوں پر رحم کرے، اے ابوالحسن جب میں آپ کو اور آپ کے دونوں فرزندوں کو دیکھتا ہوں تو رسول اللہ یاد آجاتے ہیں (حضرت ابوذر ص ۱۵۱)

حضرت علی اور ان کے ساتھی، حضرت ابوذر کو بصد رنج و محسن اجاڑ جنگل میں چھوڑ کر واپس چلے گئے، آہ حضرت ابوذر کی نگاہ میں اب کچھ نہیں سوا تنہائی کے، آپ ادھر ادھر دیکھ

Marfat.com

ہیں اور کوئی مونس و ہمدم بجز ذات باری نظر نہیں آتا ہے

مری تنہائیو تم ہی لگا لو مجھ کو سینے سے
کہ میں گھبرا گیا ہوں اس طرح رو رو کے جینے سے

بہر حال دن کا وہ بقیہ حصہ ختم ہوا، رات آئی، اور بلا کی تاریکی لائی، ابوذر اس جنگل میں جہاں کھڑے ہیں، نہ ٹھہرنے کی جگہ نہ سونے کا مقام بیٹھیں تو کہاں بیٹھیں، لیٹیں تو کہاں لیٹیں، سوئیں تو کہاں سوئیں، بالآخر آپ ایک درخت کے نیچے شب باش ہوئے، آپ کا کام عبادت کرنا محمدؐ آل محمدؐ کو یاد فرمانا تھا اور کچھ نہیں، لازمی بات ہے کہ آپ نے فطرت انسانی کے اقتضا کے مطابق گردش ایام کا شکوہ بھی فرمایا ہو اور صبر نے بڑھ کر تسلی دے دی ہو، خلیفہ عثمان کی نصیحتوں کا اپنے مونس تنہائی دل سے ذکر کیا ہو، اور جذبہ محبت آل محمدؐ نے سینے سے لگا لیا ہو

زندگی کیا ہے، امید کی روشنی — بے وفا تو نے مجھ سے وہی چھین لی
فائدہ کیا اگر دل دھڑکتا رہا — کیا نتیجہ اگر سانس چلتی رہی

حضرت ابوذر کے اہل و عیال کی ربذہ میں رسیدگی

حضرت ابوذر ربذہ میں نہایت کس مپرسی اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہے تھے، نہ کوئی پرسان حال تھا نہ کوئی دلبستگی کا سامان تھا، اگر آپ کے بال بچے بھی ہمراہ ہوتے تو کم از کم آپ کو تنہائی کی تکلیف نہ ہوتی، وہ شام میں پڑے ہوئے تھے اور حضرت ابوذر، شام سے مدینہ، مدینہ سے ربذہ پہنچا دیئے گئے۔

علامہ عبدالحمید مصری لکھتے ہیں۔

"امیر معاویہ کو معلوم ہوا کہ عثمان نے ابوذر کو جلاوطن کر دیا ہے تو اس نے ان کی بیوی (وغیرہا) کو ربذہ بھجوا دیا، جب ان کی بیوی گھر سے نکلیں تو ایک تھیلا ساتھ تھا، معاویہ نے لوگوں سے کہا "دیکھو زہد کی تبلیغ کرنے والے کا سامان

تو حضرت ابوذر کی بیوی بولیں، اس میں صرف چند پیسے ہیں، درہم و دینار کچھ نہیں، وہ بھی خرچ کے بقدر ہیں، بیوی ربذہ پہنچیں تو دیکھا کہ ابوذر نے ایک مسجد بنالی ہے (حضرت ابوذر ص۱۵۳)

حضرت ابوذر کے ربذہ میں تعمیر مسجد کا ذکر مختلف مورخین نے کیا ہے، طبری، کامل اور ابن خلدون میں اس کا ذکر ملتا ہے، طبری کے عربی نسخہ میں "فخط بہا مسجدا" کا جملہ موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے وہاں ایک مسجد کی داغ بیل ڈالی تھی، اور اسی جگہ آپ نماز پڑھا کرتے تھے، علامہ عبد المجید کا بیان ہے کہ "موسم حج میں لوگ جب ربذہ سے گذرتے تھے تو ابوذر کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہاں کوئی آبادی نہ تھی، اگر آبادی ہوتی تو کسی تاریخ میں یہ بھی ہوتا کہ لوگ وہاں کے اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے جس طرح حاجیوں کے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے علامہ مناظر احسن گیلانی نے بحوالہ تاریخ کامل لکھا ہے۔

"بہرکیف جس زمانہ میں آپ یہاں (ربذہ میں) تشریف لائے تو وہاں کے افسر نظم و نسق ایک حبشی غلام مجاشع نامی تھے، مردوں کی آبادی تقریباً ۱۲ تھی، کچھ عورتیں بھی تھیں جن کی صحیح تعداد مجھ کو معلوم نہ ہو سکی (ابوذر غفاری ص۱۵۹)

ابن جریر کا بیان ہے کہ مجاشع کا ایک نام "مولیٰ" بھی تھا (تاریخ طبری ج۳ ص۵۲۵)

اس عبارت سے بالکل واضح ہے کہ ربذہ میں کوئی آبادی نہ تھی یہ جو بارہ چودہ افراد تھے یقینی طور پر "مجاشع" کے عملہ یعنی دفتری لوگ تھے اور ہو سکتا ہے کہ یہ وہ لوگ رہے ہوں جن کو حضرت ابوذر کی نظر بندی کے لئے تعینات کیا گیا ہو۔

علامہ سیفی تحریر فرماتے ہیں

هكذا كان فقد اقام — وہ اسی کس مپرسی کی حالت میں تھے

في الربذة — وہ ربذہ میں اس حال میں گذارتے ہے

Marfat.com

لا یری احد أمن	تھے کہ انسان تک نظر نہ آتے تھے کبھی
الناس سوی المارۃ	کبھی کوئی شخص راستے پر گزرتا ہوا دکھائی
علی الطریق ولا ملجاء	دیتا تھا وہاں کوئی جگہ ایسی نہ تھی، جہاں
لنا سوی شجرۃ	آپ پناہ لے لیتے بس ایک درخت تھا
یستظل بہا۔	جس کے نیچے آپ رہتے تھے، وہاں کھانے
الخ	کا بھی کوئی بندوبست نہ تھا، وہاں زہریلے
(ابوذر غفاری ص ۸۵	قسم کی گھاسیں تھیں جو آپ کی اہلیہ اور
طبع نجف ۱۳۶۴ھ)	آپ کی اپنی وفات کا سبب قرار پائیں،

اس کے بعد علامہ مذکور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر کو ایسی جگہ بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ کہ ان کی کوئی آواز نہ سن سکے یعنی ان کی تقریر نہ ہو سکے کیونکہ ان کی زبان میں اثر ہے، جب یہ بولتے ہیں، حق و صداقت کی بولتے ہیں جس سے بنیاد حکومت پر اثر پڑتا ہے۔

حضرت ابوالاسود دوئلی حضرت ابوذر کی خدمت میں

بہرحال حضرت ابوذر اپنے اہل وعیال سمیت بصد دقت و دشواری ربذہ میں ایام حیات گذار رہے تھے، وہاں آپ کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ البتہ وہ ایمان دار جن کے دل میں آپ کی عظمت و محبت تھی، آپ سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے۔

مؤرخ واقدی لکھتا ہے کہ حضرت ابوالاسود الدئلی کا بیان ہے۔

"کنت احب لقاء ابی ذر	میں دل سے یہ چاہتا تھا کہ کہیں ابوذر سے
لاسئلہ عن سبب	ملاقات کر کے ان سے یہ دریافت کروں،
خروجہ فنزلت الربذۃ	کہ تم کیوں نکالے گئے، لہذا میں نے ربذہ میں
فقلت لہ الا تخبرنی	ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھا

Marfat.com

اخرجت من المدينة
طائعاً ام خرجت مکرہاً فقال
کنت فی ثغر من ثغور المسلمین
اغنی عنہم فاجرت الی المدینة
الرسولؐ فقلت اصحابی
ودار ہجرتی فاخرجت منہا
الی ما تری، ثم قال بینا انا
ذات لیلة نائم الی المسجد
اذ مرّ بی رسول اللہ فضربنی برجلہ
وقال لا اراک نائماً فی المسجد
فقلت بابی انت وامی غلبتنی
عینی فنمت فیہ فقال کیف
تصنع اذا اخرجوک منہ فقلت اذاً
الحق بالشام فانہا ارض مقدسة
وارض بقیة الاسلام وارض
الجہاد فقال فکیف تصنع اذا
اخرجت منہا فقلت ارجع الی
المسجد فقال فکیف تصنع
اذا اخرجوک منہ
فقلت اذن اخذ
سیفی فاضرب بہ فقال

کہ اے ابوذر مجھے یہ بتاؤ کہ تم مدینہ سے
بخوشی نکلے ہو، یا تمہیں جبراً نکالا گیا ہے
انہوں نے فرمایا کہ "بھائی کیا پوچھتے ہو"
میں جب (شام) میں بھیجا گیا تو یہ خیال
گزار رہا کہ چلو ایک ایسی جگہ آگیا ہوں،
جو مسلمانوں کی خاص جگہ ہے، میں وہاں
خوش تھا لیکن وہاں مجھے رہنے نہ دیا گیا
اور وہاں سے مجھے مدینہ کھینچ بلایا گیا،
میں نے وہاں پہنچ کر دل میں کہا کہ چلو یہ
بھی اچھی جگہ ہے کیونکہ یہ جگہ میری جگہ ہجرت
کا مقام ہے اور یہیں مجھے صحابیت کا شرف
نصیب ہوا ہے، لیکن افسوس مجھے وہاں سے
بھی نکال دیا گیا اور اب وہاں ہوں جہاں
تم دیکھ رہے ہو، اس کے بعد فرمایا، اے
ابوالاسود سنو، میں ایک دن مسجد نبوی میں
سو رہا تھا ناگاہ آنحضرتؐ کا گزر ہوا آپ نے
مجھے اپنے پاؤں سے اشارہ کرکے بیدار کر دیا
اور فرمایا، اے ابوذر مسجد میں کیوں سو
رہے ہو، میں نے کہا حضورؐ اتفاقاً نیند غالب
آگئی اور میں سو گیا، آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر
یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا کرو گے، جس وقت

Marfat.com

علیہ السلام الا ادلک
علی خیر من ذالک؟
انست معھم حیث
ساقوک و تسمع
و تطیع ما سمعت
و اطعت و انا اسمع
و اطیع و اللہ لیلقین
اللہ عثمان و ھو
آثم فی جنبی،

(شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۴۱
مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۴۳۸
تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸
مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۳
حلیۃ ابو نعیم ج ۱ ص ۱۶۲
طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۱۶۶
مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰/۱۵۶
سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۸۲
فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۳
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری
ج ۴ ص ۲۹۱
ابوذر غفاری ص ۱۴۶۔

تمہیں اس مسجد سے نکالا جائے گا میں نے
جواب دیا کہ حضورؐ اُس وقت میں شام چلا جاؤں
گا کیونکہ وہ مقدس جگہ ہے اور وہاں اسلام
کے آثار پائے جاتے ہیں نیز یہ کہ وہ مقام
جہاد ہے، پھر فرمایا کہ اُس وقت کیا کرو گے
جب وہاں سے بھی نکالے جاؤ گے اُس وقت
میں نے کہا کہ پھر اُس موقع پر میں تلوار سونت
لوں گا اور نکالنے والے کی گردن مار دوں گا
یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر میں
تمہیں اس سے کہیں بہتر رائے دیتا ہوں
میں نے پوچھا حضور والا وہ کیا رائے ہے؟
فرمایا وہ یہ ہے کہ جب تمہیں کھینچا جائے تو کھنچ
جانا اور بات سُن کر مان لینا "جنگ نہ کرنا"
اور خاموش رہنا، اے ابوذر! میں نے اُن کے
فرمانے کے مطابق دشمنان اسلام کی بات سُن لی
اور ان کا کہنا مان لیا، میں اب بھی سنتا ہوں
اور مانتا ہوں اے ابا الاسود خدا کی قسم میرے
ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اُس کے بدلے میں خدا
عثمان سے بدلہ لے گا اور وہ جب خدا کی
بارگاہ میں پہنچے گا تو میرے معاملہ میں سخت
گناہگار ثابت ہو گا۔

Marfat.com

اس مستند روایت کے بعد جس کے راوی نہایت موثق اور معتبر ہیں جیسا کہ علامہ امینی نے الغدیر میں لکھا ہے، مورخ بلاذری اور مورخ طبری کے اس تحریر کرنے پر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر اپنی خوشی سے ربذہ تشریف لے گئے تھے اور انہیں نکالا نہیں گیا"

میرا مال، میرا عمل ہے

زمانہ قیام ربذہ میں حضرت ابوذر سے کسی نے کہا کہ اے ابوذر، تمہارے پاس کچھ مال ہے یا نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ سنو! "میرا مال میرا عمل ہے" اُس نے کہا کہ میں مال سے مال دنیا مراد لے رہا ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس مال دنیا سے کچھ ہے یا نہیں، آپ نے فرمایا کہ

"میں نے کبھی اس حال میں صبح یا شام نہیں کی کہ میرے پاس خزانہ یعنی مال دنیا رہا ہو، میں نے اپنے دوست حضرت محمد مصطفےٰ صلعم سے سنا ہے کہ انسان کا خزانہ اُس کی قبر ہے، یعنی مال دنیا کوئی چیز نہیں، انسان کا عمل اچھا ہونا چاہیئے، یہی ہر مقام خصوصاً قبر میں کام آنے والا ہے، مال دنیا، دنیا میں رہتا ہے اور عمل آخرت میں کام آتا ہے۔ (حیات القلوب ج ۲ صفحہ ۱۰۴۶ و ابوذر غفاری صفحہ ۱۶۳)

حضرت ابوذر کا خط حضرت حذیفہؓ بن یمان کے نام

علامہ مجلسی بحوالہ علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ، ابو امامہؓ باہلی سے روایت کرتے ہیں کہ

سلہ: یہ معزز صحابی تھے ان کے باپ یمان کا اصل نام حسل یا حسیل تھا جو کہ جنگ احد میں شہید ہوئے حذیفہ سے رسول خدا نے منافقوں کے نام بتا دیئے گئے تھے حضرت عمر حذیفہ سے ناموں کے بارے میں اکثر دریافت فرمایا کرتے تھے، یہ عہد ثانی میں مدائن کے حاکم بھی رہے ہیں (ازالۃ الخفاء ج ۱ صفحہ ۲۸۳) علامہ طبرسی کا بیان ہے کہ واقعہ عقبہ میں رسول خدا کو گرا کر ہلاک کر دینے کی اسکیم منافقوں نے بنائی تھی جسے عمار یاسر وغیرہ نے ناکام بنا دیا تھا، اسی کے بعد آنحضرتؐ نے حذیفہ سے منافقوں کے نام بتائے تھے، حضرت ابوذر کا

حضرت ابوذر نے ربذہ پہنچنے کے بعد اپنے دکھ درد کی داستان حضرت حذیفہ بن یمان صحابی رسول کو جو غالباً کوفہ میں تھے لکھ کر بھیجا، اس خط میں آپ نے کچھ نصیحتیں فرمائی ہیں اور اپنے مصائب و آلام کا ذکر کیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد، یا اخی خف اللہ مخافۃ یکثر منہا بکاء عینک الخ اے میرے بھائی حذیفہ میں تمہیں لکھتا ہوں کہ تم خدا سے اس طرح ڈرو کہ تمہاری آنکھوں کا رونا بے حد و حساب ہو جائے، اے بھائی خدا کے لئے اپنے دل کو دنیا سے بے تعلق بنا لو، خدا کی عبادت میں ساری رات جاگا کرو اور اپنے جسم و جان کو خدا کے لئے مشقت میں مبتلا رکھو، یہی کام آنے والی چیزیں ہیں، اے بھائی جو شخص یہ

(نوٹ لغیبہ) بیان ہے کہ حذیفہ کو جو نام بتائے گئے تھے اُن میں عشرہ مبشرہ کی نمایاں شخصیتیں شامل تھیں (حاشیہ احتجاج طبرسی ص۹۰) شہید ثالث نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حذیفہ عبداللہ ابن عمر کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ان کی تعظیم نہ کی اس پر حذیفہ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہو کہ جو تم سے بہتر تھے اُن کا شمار منافقوں میں تھا، واقعہ عقبہ جنگ تبوک سے واپسی میں ہوا حضرت علی ہمراہ نہ تھے، رسولؐ کے ناقہ کی مہار حذیفہ کے ہاتھ میں تھی اور عمار ناقہ کو ہنکار رہے تھے، جب ناقہ ایک خطرناک گھاٹی میں پہنچا تو چند منافقوں نے آ دبے بھڑکا کر رسولؐ کو ختم کر دینا چاہا مگر عمار و حذیفہ کی ہوشیاری سے آپ بچ گئے، وفات رسولؐ کے بعد کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، حضرت علی کی بیعت کئے جانے کے چالیس یوم بعد وفات پا گئے، یہ حضرت علیؑ کے خاص ہمدرد تھے۔ (مجالس المومنین ص۱۰۱)

۲۔ ان کا اصل نام صدی بن عجلان ہے کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، باہلہ ایک قبیلہ کا نام ہے جس کی طرف منسوب ہیں۔ ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں، بمقام حمص (شام) سکونت پذیر تھے، وہیں ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ملک شام میں سب کے بعد وفات پانے والے صحابی ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ شام میں سب کے بعد وفات پانے والے صحابی "عبداللہ بن بشر" تھے (ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۹۵)

Marfat.com

جاننا ہے کہ خدا جس سے غضبناک ہوگا اُسے جہنم میں رہنا ہے، اُس کے لئے لازم ہے کہ دنیاوی آرام سے منہ موڑ لے، صرف اُس کے لئے شب بیداری کرے اپنے جسم وجان کو مشقت میں ڈالے، اے بھائی جسے یہ معلوم ہو کہ خدا کی خوشنودی جنت میں رہنے کا پیغام ہے اُس کے لئے لازم ہے کہ اُس کی خوشنودی حاصل کرنے کی سعی بلیغ کرتا رہے شاید رستگار اور کامیاب ہوجائے، اے بھائی خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنے بال بچوں کی جدائی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے، رضائے خدا ہے یہی جنت کی ضامن ہے اگر خدا راضی ہے تو سب کام بن جائیں گے، اور آخرت سازگار ہوجائے گی اور اگر خدا ناراض ہوا تو عافیت کا بخیر ہونا مشکل ہے

اے میرے بھائی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے جنت میں انبیاء و اولیاء کا قرب نصیب ہوسکے، اُسے چاہیئے کہ اپنی زندگی ویسی بنائے جیسی میں نے بنائی ہے اور اُس پر عمل کرے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔

اے حذیفہ تم اُن لوگوں میں سے ہو جن سے میں اپنا دکھ درد بیان کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں اور جو کچھ گذری ہے یا گذرتی ہے اُسے واضح کرکے تسکین حاصل کرتا ہوں۔

اے حذیفہ میں نے اپنی آنکھوں سے ظالموں کا ظلم دیکھا، اپنے کانوں سے اُن کے خرافات سنے، مجبور تھا کہ اُن مکروہ باتوں پر اظہار خیال کروں اور یہ بتادوں کہ جو کچھ کیا جارہا ہے غلط ہے، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جن کے نتیجہ میں اُن ظالموں نے مجھے ہر قسم کی رعایت سے محروم کردیا، مجھے شہر بہ شہر نکالا اور دیار بدیار پھرایا، مجھے اپنے عزیزوں اور بھائیوں سے چھڑایا، اے حذیفہ غضب یہ کیا کہ مجھے حرم محترم رسول کریمؐ کی زیارت تک سے محروم کردیا،

حذیفہ میں تم پر مصائب واضح تو کررہا ہوں لیکن اس چیز سے ڈرتا ہوں کہ کہیں

میرا یہ بیان کرنا شکوہ باری نہ بن جائے حذیفہ میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ میرا مالک اور میرا پیدا کرنے والا میرے حق میں جو فیصلہ کرے وہ درست ہے میں اُس کے ہر حکم پر سر نگوں ہوں، میری جان فدائے باری ہے میں اُس کی خوشنودی کا طالب اور خواستگار ہوں، یہ سب کچھ تمہیں صرف اس لئے لکھ رہا ہوں کہ تم میرے لئے اور خالص مسلمانوں کے لئے بارگاہ خداوندی میں نجات کی دعا کرو

"والسلام"

یہ خط لکھ کر حضرت ابوذر نے نہ جانے کس طرح حذیفہ یمان کے پاس ارسال فرمایا، حذیفہ نے جس وقت اس خط کو پڑھا، آپ دیدہ ہو گئے رسول کریمؐ کی وہ حدیثیں یاد آگئیں، جو انہوں نے حضرت ابوذر کے حق میں فرمائی تھیں، آپ پر سب سے زیادہ جس چیز نے اثر کیا وہ حضرت ابوذر کی جلاوطنی اور کس مپرسی تھی،

آپ نے کمال تاثر کے ساتھ قلم اٹھایا اور اس خط کا جواب تحریر کیا وہ لکھتے ہیں۔

حضرت ابوذر کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد، اے برادر مومن، تمہارا خط مجھے ملا، حالات معلوم ہوئے تم نے میری قیامت کی بازگشت سے مجھے ڈرایا ہے اور اُن امور کی ترغیب دی ہے جن میں میرے نفس کی صلاح اور بہتری ہے۔

اے برادر، تم ہمیشہ، میرے اور تمام مسلمانوں کے لئے خیر خواہ اور سب کے ساتھ مقام شفقت و احسان میں رہے اور ہمیشہ سب کے لئے خائف از زبان رہے، اور سب کو نیکیوں کی ہدایت کرنے اور برائیوں سے منع کرنے والے رہے، بے شک ہدایت دینا خدا کے لئے مخصوص ہے وہ جس کو چاہتا ہے نجات دیتا ہے اور نجات دینا خوشنودی کے سبب سے ہوتا ہے، میں خدا سے

اُس کی آمرزش عام اور رحمت وسیع کا اپنے لئے اور اپنے مخصوصین اور علامہ خلائق اور اس امت کے تمام لوگوں کے لئے سوال کرتا ہوں۔

مجھے وہ عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئیں جن کا تم نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے یعنی تمہارا وطن سے نکالا جانا اور غربت میں تم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جانا اور تم کو اپنے گھر سے باہر پھینک دیا جانا۔

اے ابوذر، جو مصائب تم پر گذرے اُن کی اطلاع سے دل پاش پاش ہو گیا اور جو مصائب تم پر ایسے گذر رہے ہیں اُن سے جگر پارہ پارہ ہے مگر افسوس میں یہاں سے کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ کاش ایسا ہو سکتا کہ میں اپنے مال سے تمہاری بلائیں خرید سکتا، خدا کی قسم اگر یہ ممکن ہوتا تو میں اپنا سارا مال تمہارے لئے خرچ کر دیتا، اے ابوذر، تم مصائب میں مبتلا ہو اور افسوس مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا، خدا کی قسم اگر اس کا امکان ہوتا کہ میں تمہاری بلاؤں میں شریک ہو سکتا تو ضرور برابر کی شرکت کرتا، افسوس تم سے ملنا مشکل ہے، تم تک پہنچنا دشوار ہے، اے ابوذر۔ اگر یہ ظالم مجھے تمہارے مصائب میں نصف کا شریک کریں تو میں خوشی سے تمہاری بلا کو اوڑھنے کے لئے تیار ہوں، مگر افسوس یہ کہاں ہو سکتا ہے؛

اے ابوذر، گھبراؤ نہیں، خدا مددگار ہے وہ تمام حالات دیکھ رہا ہے، برادرم ہمیں اور تمہیں دونوں کو لازم ہے کہ خدا کی بارگاہ میں تضرع و زاری کریں اور اُس سے ثواب کی درخواست کریں اور عذاب سے بچنے کی دعا کریں۔

اے بھائی وہ وقت قریب ہے کہ ہم تم دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ احمدی میں پہنچیں گے وہ وقت بہت جلد آنے والا کہ ہم کو اور تم کو درگاہ خداوندی میں طلب کیا جائے گا اور ہم اُس طرف روانہ ہو جائیں گے؛

Marfat.com

اے برادر، ابوذر، تم کو جو تکالیف پہنچی ہیں اُن سے آزردہ خاطر نہ ہو، اور بالکل نہ گھبراؤ، خدا سے دعا کرو کہ وہ تم کو اس کا اجر عطا کرے۔

اے برادر، ہم موت کو اپنے اور تمہارے لیئے یہاں کی زندگانی سے کہیں زیادہ بہتر جانتے ہیں، اے ابوذر اب اس دنیائے ناپائیدار سے اٹھ جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اب عنقریب ایسے فتنے[1] اٹھنے والے ہیں جو پارہ ہائے شب تار کے مانند ایک دوسرے کے بعد آئیں گے، یہ فتنے اپنے گھوڑے دوڑائیں گے اور تمام دنیا کے نیکوں کو پامال کر ڈالیں گے، ان فتنوں میں تلوار برہنہ ہوں گی اور لوگوں پر ہر طرف سے موت نازل ہوگی جو کوئی ان فتنوں میں اپنا سر نکالے گا وہ ضرور قتل ہوگا، عرب کے تمام قبائل شہر و صحرا سے کوئی قبیلہ باقی نہ رہے گا جس میں یہ فتنے اثر نہ کریں، اُس زمانہ میں جو سب سے زیادہ ظالم ہوگا، وہ سب سے زیادہ عزیز و محترم رہے گا اور جو زیادہ پرہیزگار ہوگا وہ زیادہ ذلیل و خوار ہوگا۔ خدا ہمیں اور تمہیں اُس زمانہ سے پناہ میں رکھے۔

اے ابوذر، میں اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے تمہارے لئے دعا گو ہوں، خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ تمہیں اور مجھے اپنی رحمت میں رکھے، اور عبادت میں تکبر سے پناہ دے، ابوذر وہ بڑا کارساز ہے، ہم اُس کی کرم گستری کے ہمہ وقت امیدوار ہیں" والسلام۔

(استشفاء الصدور، ترجمہ حیات القلوب ج ۲ ص ۱۴۸، ابوذر الغفاری ص ۱۰۵، الفصول المرتضیٰ علم الہدیٰ)

حضرت ابوذر کے فرزند ذرؓ کی وفات اور آپ کی دردمندانہ دعا

علماء کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر بمقام ربذہ اپنے بال بچوں کو لیئے ہوئے پڑے تھے

[1] غالباً اس سے عہد بنی امیہ اور بنی عباس کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

کہ ناگاہ اُن کے فرزند ذر علیل ہوگئے اُس جنگل میں توکل خداوندی کے سوا کوئی طبیب نہ تھا جس کی طرف علاج کے لئے رجوع کیا جاتا، بالآخر مرض تیزی سے بڑھتا گیا، یہاں تک عالم احتضار آگیا، دکھیا ماں نے ذر کے سر کو ریت سے اٹھا کر اپنے زانو پر سر رکھا، آخری سانس آئی اور فرزند کی آنکھ بند ہوگئی، ماں اور بہن تجہیز میں مشغول ہوگئے، حضرت ابوذر دل تھام کر بیٹھ گئے لیکن توکل نے دست شفقت پھیر دیا، صبر و ضبط نے دل کو قابو میں لے لیا اور آنکھیں نم ہونے سے رہ گئیں، جنگل کا واسطہ تھا نہ کفن کا انتظام نہ دیگر سامان کا کوئی بندوبست، اس مقام پر تاریخ کچھ نہیں بتاتی کہ ابوذر نے اپنے نور نظر کو کس طرح سپرد خاک کیا، لیکن یہ مستند طریقے پر ملتا ہے کہ دفن کے بعد آپ نے کیا کیا، اور اپنے جذبات کو کن الفاظ میں ادا کیا۔ امام المحدثین علامہ کلینی تحریر فرماتے ہیں۔

لما مات ابن ابی ذر	جب ابوذر کے بیٹے "ذر" کا انتقال ہوگیا
مسح ابوذر القبر بیده	تو حضرت ابوذر نے قبر پر اپنا ہاتھ رکھ کر
ثم قال رحمك الله	کہا اے میرے فرزند "ذر" خدا تجھ پر رحم
یا ذر انی لراض اما والله ما	کرے، تو میرا بڑا لائق بیٹا تھا۔ تو اس حال
بی نقلت وما علی من	میں فوت ہوا ہے کہ میں تجھ سے راضی
غضاضة وما لی الی سوی الله	ہوں تو آگاہ ہو کہ میں خدا کی قسم کھا کر
من حاجة ولولا	کہتا ہوں کہ تیرے فوت ہونے سے مجھے
هول المطلع لسرنی	کوئی نقص عارض نہیں ہوا اور مجھے خدا
ان اکون مکانك	کے سوا کسی کی حاجت نہیں اے فرزند
ولقد شغلنی	موت کے بعد جو دہشت عارض ہوتی ہے
الحزن لك عن الحذر	اگر اس کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کی
علیك والله ما بکیت	آرزو کرکے خوش ہوتا کہ میں تیرے عوض

Marfat.com

لك ولكن بكيت	قبر میں چلا جاؤں مگر اب تیرے اندوہناک
عليك والله ما بكيت	رہنے نے مجھ پر اندوہناک ہونے سے
لك ولكن بكيت عليك	باز رکھا، خدا کی قسم میں نے تیرے مرنے
فليت شعري ماذا	پر گریہ نہیں کیا لیکن مجھے یہ چیز رلا رہی ہے
قلت وماذا قيل لك اللهم	کہ نہ جانے تجھ پر کیا گذری، کاش مجھے
اني وهبت له ما افترضت	معلوم ہوتا، کہ تجھ سے کیا پوچھا گیا اور
عليه من حقي فهب	تو نے کیا جواب دیا۔ خدایا میرے جو حقوق
له ما افترضت عليه من	اس پر تھے میں نے معاف کر دیئے ہیں
حقك فانت احق بالحق	پالنے والے، میری درخواست ہے کہ تیرے
مني -	جو حقوق اس پر تھے تو بھی انہیں معاف
(اصول کافی، حیات القلوب	کر دے، مالک تو مجھ سے زیادہ بخشنے
ج ۲ ص ۱۰۴۹)	کا سزاوار ہے۔

حضرت ابوذر کی رفیقہ حیات کی پر حسرت وفات

حضرت ابوذر اپنے جوان فرزند کا غم نہ بھولنے پائے تھے کہ آپ کی رفیقہ حیات نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، علامہ عبدالحمید کی تحریر سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر اُن کے اہل وعیال اس عالم میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ اُن کے کھانے تک کا کوئی انتظام نہ تھا، سوا اس کے کہ سرکاری عملہ کے لئے جو ناقہ ذبح ہوتا تھا اُس میں سے کچھ تھوڑا کبھی کبھی مل جایا کرتا تھا۔ طبری ج ۵ ص ۱۴۲ عام طور پر وہ وہاں کی گھانس وغیرہ کھا کر ایام حیات گذار رہے تھے۔ اسی دوران میں ایک دن اُن کی بیوی نے کوئی ایسی سبزی کھالی جو زہریلی تھی اور حضرت ابوذر آس کے کھانے سے مرض الموت میں مبتلا ہو گئے (ابوذر الغفاری ص ۱۲۶) اور آن کی اہلیہ نے ربذہ میں انتقال

کیا (حیات القلوب ج ۲ ص ۱۴۹) اہلیہ کے انتقال کے بعد حضرت ابوذر بالکل تنہا ہو گئے صرف ایک بیٹی تھی اور کوئی نہ تھا بقول طبری بعد میں اس غریب لڑکی کو خلیفہ عثمان نے اُس کے گھر بھجوا دیا تھا (تاریخ طبری ج ۴ ص ۵۲)

حضرت ابوذر کی عیادت اور آن سے سوال و جواب

حضرت ابوذر کی خبر علالت جب ان لوگوں کو معلوم ہوئی جو اطراف ربذہ میں رہتے تھے تو ان کی عیادت کے لیے چند اشخاص ربذہ وارد ہوئے۔

حضرت ابوذر کی دختر کا بیان ہے کہ میرے والد مرض موت میں مبتلا تھے کہ چند اشخاص آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے میرے والد بزرگوار سے پوچھا کہ اے ابوذر تمہیں کون سی بیماری عارض ہوئی ہے، اور تم کو کس چیز کی شکایت ہے، میرے والد نے جواب دیا مجھے اپنے گناہوں کی شکایت ہے۔

انہوں نے کہا، تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے، فرمایا، ہاں مجھے رحمت پروردگار کی خواہش ہے، انہوں نے کہا، کہ اگر کہو تو ہم کوئی طبیب لے آئیں، فرمایا، طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے، خدا طبیب مطلق ہے، بیماری اور علاج سب اُسی کے اختیار میں ہے۔ مجھے دنیا کے طبیب کی ضرورت نہیں (حیات القلوب ج ۲ ص ۱۰۵)

حضرت ابوذر کی وصیّت

علامہ مجلسی بحوالہ علامہ سید ابن طاؤس معاویہ بن ثعلبہ سے روایت کرتے ہیں، اُن کا بیان ہے کہ جب ربذہ میں حضرت ابوذر کی حالت خراب ہوئی اور ہمیں اطلاع ملی تو ہم اُن کی عیادت کے لئے مدینہ سے ربذہ گئے ہم نے اُن سے حال دریافت کرنے کے بعد خواہش کی کہ آپ کچھ وصیت فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ مجھے جو وصیت کرنی تھی، امیر المومنین[۱] سے کر دی، ہم نے

۱۔ ازالۃ الخفاء کے ص ۵۵۶ میں ایک روایت مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ ابوذر کی عیادت کے لئے ربذہ تشریف لے گئے تھے۔ غالباً اسی موقع پر حضرت ابوذرؓ نے آپ سے وصیت فرما دی تھی۔

Marfat.com

پوچھا کہ کیا امیر المومنین سے مراد خلیفہ عثمان ہیں، آپ نے فرمایا ہرگز نہیں امیر المومنین سے مراد وہ ہے جو صحیح طور پر "امیر المومنین" ہے یعنی ابوتراب علی بن ابی طالبؑ

اے ابن ثعلبہ سنو! ابوتراب علی وہ ہیں جو زمین کی بہار ہیں، انہیں کی وجہ سے زمین پانی پر قائم ہے، وہ اس امت میں عالم ربانی ہیں، سنو! ان کے اٹھ جانے کے بعد تم دنیا میں بہت سی مکروہ باتیں دیکھو گے۔

ابن ثعلبہ کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا، اے ابوذر ہم جانتے ہیں کہ تم بھی انہیں کو دوست رکھتے ہو جن کو حضرت رسول کریمؐ دوست رکھتے تھے، غرضیکہ آپ نے کوئی وصیت، فضائل اہلبیتؑ بیان کرنے کے علاوہ نہیں فرمائی اور ہم واپس چلے آئے (حیات القلوب ج ۲ ص ۱۰۴۲) ۔

قفس میں عادت یاد چمن نہ چھوٹے گی | خفا جو ہوتا ہے ہم سے ہوا کرے صیاد
قفس کی اب تو اسیری ہی راس ہے مجھ کو | یہ آرزو ہی نہیں ہے، رہا کرے صیاد

مقام ربذہ کا تعارف

یہاں تک لکھنے کے بعد اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ مقام جس مقام میں حضرت ابوذر نظر بند تھے اور ان کے لئے اس کی بھی اجازت نہ تھی کہ وہ وہاں سے کہیں آجا سکیں، وہ کیسی جگہ تھی،

علماء و مورخین کا اتفاق ہے کہ ربذہ مدینہ سے تین ۳ میل کے فاصلہ پر ذات عرق کے قریب حجاز کے راستہ پر واقع ہے اور اس کی حیثیت اجاڑ جنگل سے زیادہ نہ تھی۔

شہید ثالث علامہ نور اللہ شوستری تحریر فرماتے ہیں کہ بدترین مواضع آں دیار است، ربذہ اس علاقہ میں سب سے بدتر جگہ تھی (مجالس المومنین ص ۹۲) علامہ سبیتی تحریر فرماتے ہیں۔

"الربذة ثلاثة اميال من المدينة قريبة من ذات عرق على طريق الحجاز اذا رحلت من فيد تريد مكة..... انما جرداء لاشجر فيها يظلل من الشمس ان يجلبها الهوى فيلطف غير شجرة ،

ربذہ، مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر "ذات عرق" کے قریب حجاز کے راستہ میں واقع ہے، جو شخص "فید" کی طرف سے مکہ جائے اُس کے راستہ میں پڑتا ہے یہ ربذہ بالکل اجاڑ جنگل تھا، اُس میں ایک درخت کے علاوہ اور کوئی بھی درخت نہ تھا جس سے سایہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا (ابوذر الغفاری ص۱۶۳)

محدث دہلوی حجۃ الاسلام، شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ "ربذہ ایک جنگل کا نام تھا نہ وہاں آبادی تھی نہ کوئی چیز ملتی تھی" ازالۃ الخفاء ج ۲ ص۲۸۲ طبع کراچی۔ علامہ عبدالحمید جودۃ السحار مصری کا بیان ہے کہ رسول خدا نے آپ کو جنگل میں انتقال کی خبر دی تھی، آپ نے ربذہ میں انتقال فرمایا جو کہ جنگل تھا۔ علامہ علی حیدر لکھتے ہیں "ربذہ مدینہ سے تین منزل پر جنگل میں ایک مقام تھا (تاریخ آئمہ ص۹۹)

ان اقوال سے بالکل واضح ہے کہ "ربذہ" ایک ایسے جنگل کا نام ہے جس میں ایک درخت کے علاوہ کوئی دوسرا درخت تک نہ تھا، لیکن مناظر احسن گیلانی ص۴۹ پر اسے شرف نجد کا ایک پر فضا قلعہ بتاتے ہیں اور اُس کو گاؤں کی حیثیت دیتے ہیں جو تاریخ کی روشنی میں قطعاً غلط ہے۔ لطیفہ یہ ہے کہ اپنی کتاب، ابوذر غفاری کے ص۲۵ پر آگے چل کر یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ "مردوں کی آبادی تقریباً ۱۲ تھی کچھ عورتیں بھی تھیں، جن کی صحیح تعداد مجھے معلوم نہ ہو سکی میرے نزدیک ربذہ کا جنگل ہونا مسلم ہے اور وہاں آبادی کا نہ ہونا تسلیم شدہ ہے کیونکہ حضرت عثمان کا منشاء ہی یہ تھا کہ انہیں ایسی جگہ بھیجیں جہاں آبادی نہ ہو۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "امیر المومنین (عثمان) نے انہیں (شام) سے بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا، آپ وہیں عثمان کی خلافت ہی میں رحلت فرما گئے (تفسیر ابن کثیر پ۱۰ سورہ توبہ ص۵۴ طبع کراچی)

Marfat.com

باب ۲۸

حضرت ابوذرؓ کی وفات حسرت آیات
آپ کی تجہیز و تکفین

اور

آپ کی ازواج و اولاد اور مدتِ عمر

سوائے زہرِ غم تیری حلاوت پا نہیں سکتے — بجز دار و رسن تجھ تک کوئی رستہ نہیں جاتا
تیرے پہلو میں لاکھوں جنتیں آباد ملتی ہیں — مگر اے زندگی ہم سے تجھے چاہا نہیں جاتا

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے وفاداری کی وہ منزل حاصل کر لی جس کے اوپر کوئی منزل نہیں، انہیں اس بات کا پاس و لحاظ زندگی کے آخری لمحات تک رہا کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے اس امر پہ بیعت لی ہے کہ میں سچ کہوں گا اور حق کے بارے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کروں گا، شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت رسول کریمؐ کا یہ اصول تھا کہ وہ ہر انسان سے علیحدہ قسم کی بیعت لیا کرتے تھے، کسی سے جہاد پر جانے کی بیعت، کسی سے ترک بدعت کی بیعت کسی سے حدود اسلام قائم کرنے کی بیعت اور کسی سے سچ بولنے کی بیعت (شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل مصنفہ محدث دہلوی ص۶)

حضرت ابوذرؓ سے آپ نے جو بیعت لی تھی وہ حق گوئی اور صداقت کی تھی حضرت ابوذرؓ نے بیعت کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ بوجھ کر اس پر عمل کیا اور کیوں نہ عمل کرتے جبکہ انہیں اس امر کا علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین حاصل تھا جس کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں تھی کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ مرضی معبود اور منشاء رسول کریمؐ کے مطابق ہے (الدر المنثور و لوامع الظہور فی تفسیر آیہ نور ص۲۵۹ و کبریت احمر عبدالوہاب شعرانی بر حاشیہ الیواقیت والجواہر ص۱۶۲ و

Marfat.com

فتوحات مکیتہ ابن عربی باب ۲۶۹) اس سلسلہ میں انہوں نے نہ حکومت کے جبروت کی پرواہ کی اور نہ اپنے مبتلا ہوئے مصائب ہو جانے کی فکر کی، وہ ہر طرح کے مصائب برداشت کرتے رہے، ہر طرح کی تکلیف اٹھاتے رہے لیکن حق کو حق کہنے سے باز نہ آئے، یہاں تک کہ دو بار جلاوطن ہوئے اور آخری جلاوطنی تو اس انداز کی دیکھی جس کی مثال نہیں ملتی، اجاڑ جنگل میں پڑے ہوئے ہیں سایہ کے لئے مکان تو درکنار ایک درخت کے سوا دوسرا کوئی درخت نہیں، نہ کھانے کا بندوبست نہ پینے کا انتظام نہ رہنے کا ٹھکانہ نہ سونے کی جگہ، مگر اللہ رے عزم حضرت ابوذر کہ آپ تمام مصائب کو رضائے خداوندی کے لئے نہایت خندہ پیشانی سے جھیل رہے ہیں، اب وہ وقت آگیا ہے کہ بیوی وفات کر چکی، نوجوان فرزند ساتھ چھوڑ چکا، بے دیکر ایک جوان لڑکی ہے، خود ہیں، جنگل ہے اور ملک الموت کا انتظار ہے ؎

وفا کی راہ میں آتے ہیں کچھ ایسے مراحل بھی
تڑپنا چاہتا ہے دل مگر تڑپا نہیں جاتا

آہ، ابوذر کی زندگی کا آخری دن ہے، موت منڈلا رہی ہے، بیکسی نوحہ و ماتم میں مشغول ہے، آپ عبادت میں مصروف ہیں، بیٹی کبھی اٹھتی ہے کبھی بیٹھتی ہے، کبھی روتی ہے، کبھی چلاتی ہے، نظر کے سامنے انسان تو درکنار درندے تک نہیں ہیں، وہ وقت قریب ہے، کہ انسانیت محو گریہ ہو جائے، ملک الموت آجائیں اور بیٹی پدر کے سایہ رحمت سے محروم ہو جائے بیٹی[1] باپ کی لاچاری صرف دیکھ نہیں چکی بلکہ دیکھ رہی ہے، محبت بار بار کروٹ لیتی ہے

---

[1] اکثر مورخین نے وفات حضرت ابوذر کے واقعہ کو ان کی بیوی "ام ذر" سے متعلق لکھا ہے لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ مورخ مسعودی مورخ یعقوبی نے بیوی اور بیٹی کا ربذہ پہنچنا لکھا ہے، علامہ مجلسی نے ربذہ میں بیوی کی وفات لکھی ہے لڑکی کی زبانی واقعہ وفات تحریر فرمایا ہے مورخ طبری نے وفات ابوذر کے بعد لڑکی کے مدینہ پہنچائے جانے کا حوالہ دیا ہے، مورخ ابن اثیر نے بھی تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۵ میں بیٹی کو تسلیم کیا ہے اور کسی ایک معتبر مورخ نے بھی بیوی کے مدینہ پہنچنے کا تذکرہ نہیں کیا۔

Marfat.com

ٹی باپ کے منہ پر منہ رکھ کر فریاد کرتی ہے، ہائے جنگل کا واسطہ ہے، اے میرے خدا میں کیا کروں گی، کس طرح پدر شفیق کو سپرد خاک کروں گی اور کتنے عظیم پتھر سے دل کو دبا کر صبر کروں گی ؎

محبت ہو تو ساری عمر رہتی ہے کسک سی دل میں
تعلق ترک ہونے پر بھی یہ سودا نہیں جاتا

علامہ مجلسی کی تحریر کی روشنی میں حضرت ابوذر کی دختر کی زبانی واقعہ وفات ابوذر کی داستان غم سنئے: وہ کہتی ہیں۔

"ہم جنگل میں ایام حیات نہ جانے کن مصیبتوں سے گذار رہے تھے ناگاہ ایک دن کھانے کے لئے کوئی چیز فراہم نہ ہو سکی، ہم حیران و پریشان سارے جنگل میں چکر لگاتے رہے اور کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی، میرے بیمار باپ نے پوچھا بیٹی آج کیوں بہت زیادہ پریشان ہے، میں نے عرض کی، بابا جان ہم سخت بھوکی ہوں اور آپ پر بھی شدت جوع کی وجہ سے ضعف شدید طاری ہے ہم نے ہر چند کھانے کے لئے کسی چیز کی فراہمی کی سعی کی ہے لیکن اب تک کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی جس سے ہم آپ کی خدمت میں سرخرو ہو سکیں، حضرت ابوذر نے فرمایا، بیٹی گھبراؤ نہیں، خدا بڑا کارساز ہے، بیٹی نے کہا، بابا جان یہ درست ہے لیکن اب تک کوئی سبیل نظر نہیں آتی، حضرت ابوذر نے فرمایا، بیٹی میرا شانہ پکڑ لے اور مجھے لے کر فلاں سمت چل شاید ادھر کچھ میسر آجائے، میں نے آن کے دست مبارک کو پکڑ لیا اور جس طرف انہوں نے فرمایا تھا ادھر چل پڑی چلتے چلتے میرے پدر بزرگوار نے حکم دیا کہ مجھے زمین پر بٹھا دے، میں نے انہیں گرم ریت پر بٹھا دیا، آپ نے تھوڑی سی ریت جمع کی اور آپ اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔

Marfat.com

آپ کا ریت پر لیٹنا تھا کہ آپ کی آنکھیں گردش کرنے لگیں اور آپ پر انتفا کا عالم طاری ہو گیا، یہ دیکھ کر میں بے تحاشا رونے لگیں، آپ نے اپنی حالت کو قابو میں کرتے ہوئے فرمایا۔

بیٹی کیوں رو رہی ہے، میں نے عرض کی بابا جان، روؤں نہ تو کیا کروں، جنگل کا واسطہ ہے نہ یہاں کوئی آدم ہے نہ آدم زاد، اے بابا، میرے پاس تو کفن کا کپڑا ہے اور نہ کوئی قبر کن ہے، اگر آپ نے اس عالم غربت میں دامن حیات گردان لیا تو میں کیا کروں گی؟

حضرت ابوذر نے لڑکی کی بیکسی پر گریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

بیٹی گھبراؤ نہیں، میرے وہ حبیب خاص جن کی محبت میں اور جن کی آل کی محبت میں میں نے یہ سب مصیبتیں برداشت کی ہیں وہ اس موقع کی خبر دے گئے ہیں

محبت میں زباں کو بھی زیاں سمجھا نہیں جاتا
مگر یہ حوصلہ ہر ایک کو بخشا نہیں جاتا

اے میری پیاری بیٹی، اے میری دم ساز بیٹی، سن، انہوں نے جنگ تبوک کے موقع پر چند اصحاب کے مجمع میں یہ فرمایا تھا کہ "تم میں کا ایک شخص جنگل میں وفات پائے گا اور اس کی تجہیز و تکفین کے لئے اصحاب کا ایک گروہ جائے گا اور اسے دفن کرے گا، اے بیٹی ان اصحاب میں سے اب میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے وہ سب اصحاب آبادیوں میں انتقال کر چکے ہیں، صرف میں باقی ہوں، اور میں ہی صحرائے بے آب و گیاہ میں ہوں، ایسا اجاڑ جنگل دیکھنے میں نہیں آیا، جہاں میں عالم احتضار میں پڑا ہوں۔

اے میری لخت جگر گھبرا نہیں، جب میرا انتقال ہو جائے تو یہ کرنا کہ مجھ پر عبا ڈال دینا اور عراق کے راستے میں جا کر بیٹھ جانا، لامحالہ، ایک گروہ مومنین کا

Marfat.com

اُدھر سے گذرے گا، تو اُس سے کہہ دینا کہ صحابی رسولؐ، ابوذر نے رحلت کی ہے
اُس کے دفن کا بندوبست کرو۔

اے جانِ پدر، جب تو اُن سے یہ کہے گی، وہ نہایت رنجیدہ میری طرف دوڑ پڑیں گے اور غسل و کفن اور حنوط دفن کا انتظام کریں گے۔ بیٹی دیکھ کھانا کھلائے بغیر جانے نہ دینا۔ اور میری مصیبت پر صبر سے کام لینا۔

حضرت ابوذرؓ یہ باتیں اپنی لختِ جگر سے کر ہی رہے تھے کہ ملک الموت نے آکر آپ کے چہرے پر نگاہ ڈالی، جب آپ کی نظر اُن پر پڑی تو چہرہ دمک اٹھا، بولے اے ملک الموت تم اب تک کہاں تھے، میں تمہارے انتظار میں تھا، اے میرے دوست، تم ایسے وقت میں آئے ہو جبکہ مجھے تمہاری بڑی ضرورت ہے، اے ملک الموت وہ شخص دستگار نہ ہو جو تمہیں دیکھ کر خوش نہ ہو۔ اے ملک الموت خدارا مجھے جلد خدائے رحمٰن و رحیم کی خدمت میں پہنچا دو تاکہ دنیا کی کلفتوں سے دامنِ حیات چھوٹ جائے ۔

اے قلبِ حزیں مایوس نہ ہو
غم ہے مہماں پل دو پل کا

اس کے بعد باری تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا، اے میرے پالنے والے میں تیرے حق کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور تو واقف ہے کہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے کبھی موت سے کراہت نہیں کی۔ اور ہمیشہ - - - - - - - - - - - - - -

تیری ملاقات کی آرزو رکھتا رہا۔

اس کے بعد میرے والد بزرگوار کی پیشانی پر موت کا پسینہ آیا اور انہوں نے میری طرف نگاہ کر کے، زندگی، سے ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لیا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"
میرے والد ماجد نے انتقال فرمایا اور میں رونے پیٹنے کے بعد چشم گریاں، اُس

ؒ روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوذر کو جانکنی کی مطلقاً کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور ہنسی بھی نہیں

Marfat.com

راستے کی طرف دوڑی جو عراق سے حجاز جاتا تھا۔

میں اُس مقام پر بیٹھی ہوئی آنے والے گروہ کا انتظار کر رہی تھی، ناگاہ مجھے خیال آیا کہ میرے پدر بزرگوار کی لاش تنہا پڑی ہے، دوڑ کر لاش پر پہنچی، پھر وہاں سے فوراً ہی سر راہ آگئی، خیال یہ ہوا کہ کہیں وہ قافلہ آ کر گذر نہ جائے، اور میں آ سے اطلاع نہ دے سکوں، اسی طرح کئی بار آئی اور گئی۔

ایک مرتبہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ناقوں پر سوار چلے آتے ہیں۔

جب وہ قریب پہنچے، میں باچشم گریاں اُن کی طرف بڑھی اور اُن سے کہا کہ اے گروہ اصحاب رسولؐ حضور رسول کریمؐ کا ایک صحابی فوت ہو گیا ہے۔

انہوں نے پوچھا، کون؟

میں نے عرض کی، میرے پدر بزرگوار ابوذر غفاریؓ

یہ سنتا تھا کہ وہ سب کے سب ناقوں سے اتر پڑے اور روتے ہوئے میرے ہمراہ چلے، وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے سخت گریہ کیا اور وہ اُن کی وفات حسرت آیات سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ اور غسل و کفن اور دفن میں مشغول ہو گئے۔"

مؤرخ اعثم کوفی کا بیان ہے کہ وہ گروہ جو عراق کی طرف جا رہا تھا اُس میں ۱۔ احنف بن قیس تمیمی ۲۔ صعصعہ بن صوحان العبدی ۳۔ خارجہ بن صلت تمیمی ۴۔ عبداللہ ابن مسلمہ تمیمی ۵۔ ہلال بن مالک فزنی ۶۔ جریر بن عبداللہ بجلی ۷۔ مالک بن اشتر بن حارث بن عبدیغوث نخعی و غیرہم

چاہیے تھی کیونکہ جانکنی کی تکلیف اُسی کو ہوتی ہے جس کے اعمال پسندیدہ نہ ہوں یا اُس نے زندگی بھر کوئی ایسا کام کیا ہو جس کا تصور اخراج روح میں باعث تکلیف ہے، مثال کے لئے عرض ہے کہ جب حضرت عائشہ کو جانکنی میں سخت تکلیف ہوئی اور آپ آہیں بھرنے لگیں تو لوگوں نے کہا اے ام المومنین کیا ہے یہ الجھن کیسی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے گلے میں جنگ جمل پھنسی ہوئی ہے۔

(روض الاخیار المنتخب من ربیع الابرار ص ۴۸ طبع مصر)

تھے، ان لوگوں نے فوراً حضرت ابوذر کو غسل دیا اور کفن پہنانے کا بندوبست کیا، ہر شخص چاہتا تھا کہ کفن میں دوں بالآخر بات بڑھ گئی اور فیصلہ اس پر ہوا کہ سب لوگ تھوڑا تھوڑا کفن کا کپڑا دیں، آخرالامر سب کا کپڑا اکٹھا کر کے اسے ایک دوسرے سے ملا کر سیا گیا اور سب کی طرف سے کفن دیا گیا بروایت مجلسی حضرت مالک اشتر نے کفن دیا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔

ایک شخص کے پاس کافور نکل آیا وہ حنوط میں استعمال کیا گیا اس کے بعد بروایت علامہ مجلسی حضرت مالک اشتر نے نماز میت پڑھائی اور انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت مالک بن اشتر نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی جو حضرت ابوذر کے حالات اور ان کے متعلق دعا پر مشتمل تھی، آپ نے حمد و ثناء باری کے بعد کہا

"اے خدا! ابوذر تیرے رسول کے صحابی اور تیری کتابوں اور تیرے پیغمبروں پر ایمان لانے والے تھے، تیری راہ میں انہوں نے نہایت بے جگری سے جہاد کئے، تیری شریعت اسلامیہ پر ثابت رہے، انہوں نے تیرے احکام میں کوئی تغیر و تبدل کبھی نہیں کیا۔

اے میرے مالک، انہوں نے کتاب و سنت کے خلاف کچھ امور دیکھ کر اپنی آواز بلند کی اور اصلاح کی طرف ٹھیکیداران امت کو متوجہ کیا جس کے نتیجے میں انہیں لوگوں نے ستایا: دربدر کیا، ذلیل و خوار کیا اور انہیں تیرے حبیب کے ہمسایہ سے نکال دیا اور بربادی کے سپرد کر دیا، بالآخر وہ پردیس میں نہایت کس مپرسی کی حالت میں انتقال کر گئے۔

خدایا، تو نے مومنین کو جن بہشتی نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ کیا آن میں ابوذر کا حصہ وافر قرار دے اور انہیں جس شخص نے مدینۂ رسول سے نکالا ہے اسے کیفر کردار تک پہنچا اور پوری پوری سزا دے۔

حضرت مالک اشتر نے اس تقریر میں دعا کی اور جملہ حاضرین نے آمین کہی۔

الغرض جب یہ لوگ تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو شام ہو گئی اور انہوں نے رخت سفر درست کیا، یہ دیکھ کر حضرت ابوذر کی لڑکی نے کھانے کی درخواست کی ان لوگوں نے

Marfat.com

انکار کیا، دخترِ ابوذر نے اس کے متعلق باپ کی وصیت کا حوالہ دیا اور یہ لوگ وہاں ٹھہر گئے، پھر صبح کے وقت سب کے سب عازم سفر ہو گئے۔

حیات القلوب ج ۲ ص۶۸۶، شفاء الصدور ج ۲ ص۱۵۰، تاریخ اعثم کوفی ص۱۳۲، ابوذر الغفاری عربی ص۱۴۸، نسخہ الایضاح للمرتضیٰ ص۲۹، حضرت ابوذر غفاری ص۱۵۸، تاریخ آئمہ ص۲۰۹، تاریخ کامل ج ۳ ص۵۱، ازالۃ الخفاء ج ۱ ص۲۸۲، تاریخ طبری ج ۴ ص۵۲۷)

دخترِ ابوذر کا خواب

حضرت ابوذر کو دفن کرنے کے بعد وہ لوگ ربذہ سے روانہ ہو گئے اور دخترِ ابوذر حسب وصیت پدر وہیں مقیم رہیں (تاریخ اعثم کوفی ص۱۳۱) مصنف تاریخ آئمہ نے لکھا ہے کہ دخترِ ابوذر انہیں لوگوں کے ہمراہ روانہ ہو گئیں لیکن یہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے، وہ کچھ دن ربذہ میں رہیں، پھر خلیفہ عثمان نے انہیں بلا کر ان کے گھر پہنچا دیا (تاریخ طبری ج ۴ ص۵۲۷) الغرض حضرت ابوذر کی دختر چند یوم کے ارادے سے وہیں مقیم رہ کر اپنے والد بزرگوار کی قبر کی مجاورت کر رہی تھیں ایک شب انہوں نے حضرت ابوذر کو خواب میں دیکھا کہ وہ قرآن مجید کی بیٹھے ہوئے تلاوت فرما رہے ہیں، انہوں نے عرض کی، بابا جان آپ پر کیا گذری اور رحمت خداوندی نے آپ کی طرف کس حیثیت کی توجہ کی،

آپ نے فرمایا، اے بیٹی مجھ پر خداوند عالم نے بے انتہا کرم فرمایا ہے، مجھے ہر قسم کا آرام عطا فرمایا اور ہر طرح سے نوازا ہے، میں اُس کی کرم گستری سے بے انتہا خوش ہوں اور وہ میری طرف سے راضی و خوشنود ہے، اے بیٹی دیکھ تیرا فرض ہے کہ تو عبادت خداوندی میں بدستور مصروف رہے اور کسی قسم کے غرور و تکبر کو اپنے قریب نہ آنے دے (حیات القلوب ج ۲ ص۱۵۱)

حضرت ابوذر کی تاریخ وفات اور مدت عمر

آپ کی تاریخ کے سلسلہ میں علماء و مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ ۳۲ھ میں بمقام ربذہ فوت ہوئے

Marfat.com

جیسا کہ ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۸۳، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۶۷، شفاء الصدور ج ۲ ص ۱۵۱، ابوذر الغفاری علامہ سبیتی ص ۱۶۶، تاریخ آئمہ ص ۲۰۹، تاریخ الخضری ج ۲ ص ۵۶۔

تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۱ وغیرہ میں ہے، علامہ ابن کثیر اپنی کتاب البدایہ والنہایہ ج ۷ کے ص ۱۶۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی وفات کا مہینہ "ذی الحجہ" تھا، علامہ گیلانی نے تاریخ وفات ۸ ذی الحجہ تحریر کی ہے (ابوذر غفاری ص ۲۹۴) اس طرح حضرت ابوذر کی تاریخ وفات ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ قرار پائی۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ وفات کا دن کونسا تھا، نیز یہ کہ عیسوی کی کون سی تاریخ کون سا دن اور سن تھا۔ اسے جب علم ریاضی کی روشنی میں دیکھا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوذر کی وفات ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ یوم شنبہ مطابق ۱۶ جولائی ۶۵۳ء کو ہوئی ہے۔

اب آپ کی مدت عمر معلوم کرنے کے لئے اس علم اجمالی کے بعد کہ آپ کی عمر ۸۵ سال تھی اس امر کی ضرورت ہے کہ پہلے تاریخ ولادت لکھی جائے، تاکہ صحیح مدت عمر معلوم ہو سکے، آپ اُس وقت پیدا ہوئے تھے۔ جب سن ہجری کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی اس لیے سن عیسوی میں ولادت کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک آپ ۱۴ اپریل ۵۶۸ء یوم شنبہ کو پیدا ہوئے تھے یعنی آپ کی ولادت سن ہجری کی بنیاد سے ۵۳ سال ۳ ماہ ۸ دن قبل ہوئی تھی، اب ولادت اور وفات کی تاریخ کی وضاحت کے بعد یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی مدت عمر ۸۵ سال ۳ ماہ ۲ یوم تھی۔

حضرت ابوذر کی ازواج و اولاد

آپ کی صرف ایک زوجہ تھی جس کا نام کسی تاریخ میں میری نظر سے نہیں گذرا، مورخ اعثم کوفی نے "ام ذر" تحریر کیا ہے، آپ کے فرزندوں میں دو کا نشان ملتا ہے، ایک "ذر" جس کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوذر قرار پائی تھی، دوسرے عبدالملک (حیات القلوب ج ۲ ص ۴۵۱ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء) آخر الذکر کے متعلق اتنا تو معلوم ہے کہ یہ حضرت علی کے اصحاب میں تھے لیکن ان کے تفصیلی حالات میری نظر سے نہیں گذرے (ناسخ التواریخ ج ۳ ص ۷۹ طبع بمبئی) ایک لڑکی کا ہونا مسلم ہے جو آپ کے پاس ربذہ میں تھی۔

Marfat.com

باب ۲۹

حضرت ابوذر کی وفات کے بعد

بجتا رہے گا بربط کردار تا بہ حشر

خاموش ہو بھی جائے اگر ساز زندگی

حضرت ابوذر دنیا داروں کے مسلسل مظالم، پیہم تشدد اور پے در پے جلا وطنی کے مصائب و آلام سے متاثر ہو کر بمقام ربذہ لباس ہستی اتار کر دار فنا سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے آپ کی وفات چونکہ محبت اہلبیت، صداقت اور حسن کردار کی وجہ سے ہوئی ہے اس لئے اگر بموجب حدیث "من مات علی حب آل محمد مات شہیدا" آپ کو شہید کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

آپ دنیا سے تشریف لے گئے لیکن آپ کے جذبہ محبت کی داستان اب بھی زندہ و پائندہ ہے آپ کی حق گوئی، آپ کی صداقت کے واقعات زیب تاریخ، اور آپ کی حق نواز اور صداقت آفرین تقریروں کی آوازیں فضائے عالم میں گونج رہی ہیں، آپ وفات پا جانے کے بعد بھی اپنے کردار کے سہارے زندہ ہیں، آپ مر جانے کے بعد بھی اصولوں کے سہارے زندہ ہیں، آپ مر جانے کے بعد بھی اصولوں کے سہارے پائندہ ہیں، سچ ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام تو

دنیا جانتی ہے کہ آپ کی وفات راہ حق میں ہوئی، آپ نے مصائب و آلام، حق کی حمایت اور مملکت اسلامیہ میں اصول اسلام کو رائج کرنے کی ترغیب و تحریص میں اٹھائے، اے ابوذر تمہیں مرنے کا غم نہیں کرنا چاہیئے، تم زندہ و جاوید ہو، رہتی دنیا تک زندہ رہو گے ملے ابوذر ہمیں تمہارے مرنے کا غم نہیں ہے کیونکہ تم نے مر کر زندگی پالی، دنیوی لباس حیات اتار کر

Marfat.com

آخروقت تک جلاوطنی کی زندگی زیب تن کر لیا، ہمیں غم اس کا ہے کہ ظالم اپنے ظلم پر پشیمان نہیں ہوتا، نمہیں موت کے گھاٹ اتار کر بھی اپنے دل کی گہرائی میں مسرت کا طوفان محسوس کرتا ہے اور تمہارے ہمدردوں کو تمہاری طرح جلاوطن کرنے پر آمادہ ہے۔

حضرت ابوذر کی خبر وفات دربار خلافت میں

تاریخ پکار رہی ہے کہ حضرت ابوذر کی خبر وفات جب دربار خلافت میں پہنچی تو خلافت مآب نے رسمی طور پر بھی حزن و ملال ظاہر کرنے کے لئے عدم پشیمانی کا اعلان کر دیا ہم اس واقعہ کو تیسری صدی کے مورخ علامہ محمد بن علی بن اعثم کوفی شافعی کی تاریخ کے مترجم کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں،

"ابوذر کی وفات کی خبر جس وقت حضرت عثمان تک پہنچی تو حضرت عمار یاسر وہاں موجود تھے، انہوں نے کہا، ابوذر پر اللہ کی رحمت ہو، اے خدا تو گواہ رہنا کہ ہم رحمت کی دعا اُن کے لئے اپنے دل و جان سے کرتے ہیں، اے خدا تو انہیں بخش دے۔

یہ سننا تھا کہ خلیفہ نے آگ بگولہ ہو کر کہا، اے نالائق تیرا بھی یہی حال ہوگا، سن میں ابوذر کے نکالے جانے اور جنگل میں اُن کے وفات پانے سے پشیمان نہیں ہوں" حضرت عمار یاسر نے فرمایا خدا کی قسم میرا یہ حال نہیں ہوگا۔

یہ سن کر خلیفہ نے درباریوں کو حکم دیا کہ اسے دھکے دے کر نکال دو اور شہر بدر کر دو، اور اس کو بھی اُسی جگہ پہنچا دو جس جگہ ابوذر کو پہنچایا تھا، یہ بھی اُسی کی طرح زندگی بسر کرے اور جب تک میں زندہ رہوں مدینہ میں نہ آنے پائے۔

حضرت عمار یاسر نے فرمایا، خدا کی قسم مجھے بھیڑیوں اور کتوں کی ہمسائیگی تیرے پاس رہنے سے زیادہ پسند ہے، اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر چلے آئے۔

جب خلیفہ نے حضرت عمار کو ربذہ بھیجنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کی خبر قبیلہ بنی مخزوم تک پہنچی تو اُن لوگوں کو سخت غصہ آیا، وہ آپس میں کہنے لگے کہ عثمان اب حد سے گذر گیا ہے۔ اس کے

Marfat.com

بعد ان لوگوں نے مشورہ کیا اور سوچا کہ کسی اقدام سے پہلے اگر یہ معاملہ مصالحت سے طے ہو جائے تو بہتر ہے وہ اس خیال کے ماتحت حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت علی نے دریافت فرمایا کہ تم سب کے سب اس وقت کیوں آئے ہو؟

اُن لوگوں نے کہا کہ ایک مہم درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ نے "عمار یاسر" کے لئے بھی یہ فیصلہ کرایا ہے کہ انہیں مدینہ سے نکلوا کر "ربذہ" بھجوا دے، ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ سے یہ عرض کریں کہ ہمیں آپ سے جو ہمدردی ہے یا ہمارا جو رشتہ آپ کے پدر بزرگوار سے ہے وہ نہایت اہم ہے اور آپ اس سے اچھی طرح واقف ہیں، ہمارا آپ پر حق ہے، اور آپ کا ہم پر حق ہے۔

اے ابوالحسنؑ آج نئی بات یہ ہوئی ہے کہ خلیفہ نے حضرت ابوذر کی خبر وفات کے سلسلہ میں عمار سے نہایت سخت کلامی کی ہے اور انہیں ربذہ کی طرف نکالے جانے کی دھمکی ہی نہیں دی بلکہ لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ انہیں اسی طرح "ربذہ" پہنچا دو جس طرح ابوذر کو پہنچایا تھا۔

اے ابوالحسن، تمہیں معلوم ہے کہ عمار کے ساتھ اس نے اس سے قبل بھی صرف سخت کلامی ہی نہ کی تھی بلکہ انہیں پٹوایا تھا، مگر ہم نے صبر کیا تھا اور اس کے خلاف کوئی حرکت نہیں کی تھی اب یہ دوسری بار ہے کہ اس نے دربار میں سخت کلامی کی ہے اور حکم دے دیا ہے کہ انہیں بھی جلا وطن کر کے ربذہ پہنچا دیا جائے۔ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر وہ اپنے حکم پر اڑا رہا تو ہمارے قبیلہ والے بھی خاموش نہ رہیں گے، ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہو جائے جس سے وہ بھی پچھتائے اور ہم بھی شرمندہ ہوں، اے ابوالحسن ہم تمہارے پاس اس وقت اس لئے آئے ہیں کہ تم اس سلسلہ میں ہماری مدد کرو، ہمیں یقین ہے کہ اس معاملہ میں آپ ہی مشکل کشائی کر سکتے ہیں۔

"آپ مہربانی فرما کر خلیفہ عثمان کے پاس جائیں اور مناسب الفاظ میں اُن کو سمجھا دیں کہ وہ عمار کے پیچھے نہ پڑیں، انہیں شہر بدر نہ کریں ورنہ ایسا فساد برپا

ہوگا، جس کا تدارک ناممکن ہوگا۔"

حضرت علی نے ان باتوں کو سن کر انہیں تسلی دی اور سمجھایا کہ جلدی نہ کرو، میں خلیفہ کے پاس جاکر تمہارے معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کروں گا، مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ اچھی طرح طے ہو جائے گا، میں نے معاملہ کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے، میں انہیں سمجھا بجھا کر رو براہ لاؤں گا۔

اس کے بعد حضرت علی خلیفہ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے عثمان،

تم بعض کاموں میں بہت عجلت سے کام لیتے ہو، دوستوں اور نصیحت کرنے والوں کی بات نظر انداز کرتے ہو۔

اس سے پہلے ابوذر کو جو بڑا نیکوکار مسلمان، رسول خدا کا بڑا صاحب، مہاجرین میں سب سے بڑا نیک شخص تھا، مدینہ سے نکال دیا اور "ربذہ" میں بھیج دیا کہ وہ غریب پردیس ہی میں مر گیا۔ اس معاملہ سے اور بھی زیادہ مسلمان تم سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔

اب سنتا ہوں کہ تم نے ارادہ کیا ہے کہ عمار یاسر کو بھی شہر سے خارج کر دو یہ اچھی بات نہیں خدا سے ڈرو، عمار کو شہر بدر کرنے سے باز رہو، خدا کے اصحاب رسول خدا کو اس قسم کے رنج نہ دو اور انہیں سکون و اطمینان سے زندہ رہنے دو۔"

یہ سن کر خلیفہ عثمان نے نہایت غصہ کے انداز میں حضرت علی سے کہا "پہلے تجھی کو شہر سے نکال دینا چاہیئے کیونکہ عمار اور غیر عمار کو تو ہی برباد کر رہا ہے۔

یہ نامناسب الفاظ سن کر حضرت علی نے ارشاد فرمایا "اے عثمان تیری کیا مجال کہ میری نسبت ایسا خیال بھی دل میں لا سکے، اور چاہے گا تو بھی اس فعل پر قادر نہ ہو سکے گا، اور اگر میرے اس کلام میں کچھ شک ہو تو آزما دیکھ" پھر تجھے حقیقت حال معلوم ہو جائے گی، اور پتہ چل جائے گا کہ کس سے پالا پڑا ہے۔ اب رہ گیا یہ کہنا کہ "عمار اور غیر عمار" کو تو ہی خراب

Marfat.com

کر رہا ہے، خدا کی قسم یہ فساد محض تیری ہی طرف سے ہے، میں اُن کی کوئی خطا نہیں دیکھتا تیری ذات سے ایسے ایسے امور سرزد ہو رہے ہیں جو طریقۂ شریعت و شرکت سے باہر ہیں، لوگ اُن کی تاب نہیں لا سکتے اور تجھ سے برگشتہ ہوتے جاتے ہیں اور تجھ سے یہ باتیں برداشت نہیں ہو سکتیں۔ ہر ایک پر غصہ کرتا ہے، پھر انہیں ستاتا ہے، یہ ڈھنگ بزرگوں کے طریقوں سے بہت بعید ہے اس کے بعد آپ وہاں سے اٹھ کر تشریف لے گئے۔

جب "بنی مخزوم" کے لوگ حضرت علی سے یہ دریافت کرنے کے لئے آئے کہ ہمارے معاملہ میں خلیفہ نے کیا جواب دیا تو حضرت علی نے سارا واقعہ اُن لوگوں کے سامنے نقل فرما دیا سب نے آپ کی تعریفیں کیں اور کہا کہ آپ نے جو جواب دیا، بہت خوب دیا، عثمان جس وقت غصہ میں ہوگا، آپ کی نسبت ایسے ہی کلمات کہے گی اور جس پر ناراض ہوگا اُسے شہر بدر کرے گا، ہم میں سے کوئی اپنے عزیزوں، قریبوں اور کنبہ میں وفات نہ پائے گا، سب پردیس ہی میں جانیں گنوائیں گے۔ عالم غربت میں کسی سے وصیت کریں گے اور اپنی اولاد اور عزیزوں کو کس پر چھوڑیں گے، خدا کی قسم ہم کو اپنے گھروں کے اندر فرزندوں اور عزیزوں کے سامنے مر جانا اُس حیات ابدی سے بدرجہا بہتر ہے جو غیر جگہ میں ہو۔

حضرت علی، صحابہ سے یہ باتیں سُن کر روئے اور کہنے لگے کہ عمار سے کہہ دو اپنے گھر میں رہیں، باہر نہ نکلیں، خدا انہیں ہر ایک کے شر سے بچائے گا، بنی مخزوم نے حضرت علی کے دلاسا دینے سے اطمینان حاصل کیا اور کہا، اے ابوالحسن ہم سب مسلمان آپ کے دوست اور ہوا خواہ ہیں۔ اگر تم بھی ہمارے مددگار رہوگے تو ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

یہ باتیں خلیفہ کو بھی کسی کی زبانی معلوم ہوگئیں اور وہ عمار کے شہر بدر کرنے سے باز آگئے لیکن اُن کا یہ طریقہ بن گیا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص اُن کے پاس آتا تھا وہ حضرت علیؑ کی شکایت کرتے تھے، ایک مرتبہ زید بن ثابت سے بھی اسی قسم کی بات کی اور حضرت علیؑ کی شکایت کی۔

Marfat.com

زید بن ثابت نے کہا کہ اگر خلیفہ کا منشاء ہو تو ہم علی کے پاس جا کر تبادلہ خیالات کریں تاکہ جو دلوں میں گرہیں پڑ گئی ہیں، کھل جائیں اور تعلقات خراب نہ رہیں۔ خلیفہ نے کہا، تجھے اختیار ہے۔

زید بن ثابت اور مغیرہ بن عنس ثقفی حضرت علی کے پاس آئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے اس کے بعد زید بن ثابت فصلی نے حضرت علی کی تعریف و توصیف بیان کرنا شروع کیا اور کہا کہ رسالتمآب کی بارگاہ میں آپ کو جو تقرب و یگانگت اور مرتبہ و منزلت حاصل ہے وہ دنیا میں کسی کو نصیب نہیں ہے۔ دین اسلام کے متعلق تقویت و سبقت و قدامت میں کوئی اور شخص آپ کا ہمسر نہیں ہو سکا۔ آپ چشمۂ خیر اور منبع کرامت ہیں۔

مدح و ثنا کے بعد زید بن ثابت نے کلام اصلی اور اپنے مقصد کا اظہار کیا۔ کہا کہ اے علی بن ابی طالب، ہم خلیفہ عثمان کے پاس گئے تھے اس نے آپ کے متعلق کچھ شکایت سی کی ہے اور کہا ہے کہ وہ کبھی کبھی میری باتوں پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں اور جن امور کو میں طے کرنا چاہتا ہوں اُن میں ٹوک دیتے ہیں" ہم نے مناسب سمجھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان باتوں کو عرض کریں تاکہ باہمی کلفتیں اور دلوں کا غبار دور ہو جائے جو جملہ مسلمانوں کی مسرت کا باعث ہوگا۔

حضرت علی نے فرمایا، خدا کی قسم جب تک مجھ سے ہو سکا، میں نے کسی امر پر اعتراض نہیں کیا نہ کسی کام میں دست اندازی کی مگر اب ایسا مشکل معاملہ آن پڑا ہے کہ صبر اور خاموشی کی گنجائش باقی نہیں رہی، میں نے عمار کے بارے میں سچی بات کہی تھی جس میں اُن کی بھلائی اور بہتری اور خیریت و مصلحت شامل تھی، میرا فرض تھا، میں نے ادا کیا اب وہ چاہے اُسے کسی چیز پر بھی محمول کریں۔

یہ سن کر، مغیرہ بن اخنس جو زید بن ثابت کے ہمراہ تھا، بول اٹھا۔ اے علی، تمہارا دل مانے یا نہ مانے، خلیفہ جو کچھ کرے اور کہے اُس پر تم کو رضامند رہنا چاہیے، اُس کے

Marfat.com

حکموں کی تعمیل اور اُس کے فرمانوں کی اطاعت تمہیں لازم سمجھنی چاہیئے، کیونکہ وہ تم پر قادر ہے، اور تم اُس پر قادر نہیں ہو اور ہمیں تمہارے پاس صرف اس لئے بھیجا ہے کہ جو کچھ تم بیان کرو ہم اُس کے گواہ ہو جائیں، پھر خلیفہ جو کچھ تمہاری نسبت کہے اُس میں معذور سمجھا جائے

مغیرہ کی ان باتوں کو سن کر حضرت علی (علیہ السلام) کو غصہ آگیا، آپ نے للکار کر فرمایا، اے اُس ملعون کے بیٹے جس کے حصہ میں ذرہ بھر بھی نیکی اور بھلائی نہیں آئی اور وہ بن جڑ اور بن شاخوں والے درخت کی مانند ہوا ہے، تو مجھے عثمان سے روکتا ہے، خدا کی قسم جس کا تو ساتھی ہوگا وہ شخص کبھی عزت نہ پائے گا اور جس کو تو حرکت میں لائے گا وہ کبھی قائم نہ رہے گا، میرے پاس سے دور ہو جا، خدا تجھے دور کرے جا تجھ میں جس قدر زور ہے لگا لے اور عثمان کی خدمت اور میری تکلیف دہی میں جو کچھ بن پڑے کر، اگر تو مجھ پر رحم کرے تو خدا تجھ پر رحم نہ کرے اور تجھے زندہ نہ رکھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ان باتوں سے مغیرہ کی زبان بند ہو گئی اور وہ کچھ نہ بولا، یہ دیکھ کر زید بن ثابت نے عرض کیا، اے علیؑ، مغیرہ تو بیہودہ بکواسی آدمی ہے، اُس نے یہ باتیں از خود گھڑ کر کہیں ہیں۔

خدا کی قسم ہم آپ کی خدمت میں، گواہ بننے کے لیے نہیں آئے نہ آپ کی باتوں پر اظہار کرنا ہمارے مدنظر ہے۔ ہم نے باہمی صلح و آشتی کا دروازہ کھولنا چاہا ہے اور اسی لئے حاضر ہوئے ہیں، ہماری درخواست ہے کہ آپ اس پر غور فرمائیں، حضرت علی نے خوشی کا اظہار فرمایا اور زید بن ثابت واپس چلے گئے۔

حضرت ابوذر کے متعلق زبیر بن عوام کا احتجاج

حضرت علی علیہ السلام

نے جس صورت سے احتجاج فرمایا وہ اوپر گذرا، یہ واقعہ ہے کہ حضرت عثمان کی تعدیوں نے اصحاب رسولؐ کو سخت عاجز اور پریشان کر دیا تھا وہ خلیفہ عثمان سے بیزار ہو رہے تھے کہ حضرت ابوذر کا

Marfat.com

واقعہ پیش آگیا اس واقعہ نے بری طرح سے مسلمانوں کو سخت رنجیدہ اور رہایوس کر دیا جس کے نتیجہ میں لوگ اجتماعاً وانفراداً خلیفہ سے بازپرس کرنے لگے، اسی سلسلہ میں زبیر بن عوام صحابی رسول حضرت عثمان کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ

ہم تم سے کچھ کہنے آئے ہیں، خلیفہ نے کہا بیان کرو، کیا کہنا چاہتے ہو، انہوں نے کہا کہ خلافت کے سلسلہ میں حضرت عمر نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ آل ابی معیط کو خلق خدا پر مسلط نہ کرنا خلیفہ نے کہا ہاں انہوں نے مجھے کہا تھا، زبیر نے کہا کہ پھر تم نے "ولید بن عقبہ" کو کوفہ کا امیر کیوں بنا دیا

خلیفہ نے جواب دیا کہ میں نے یہ کچھ بالکل اُسی طرح کیا ہے جس طرح عمر بن خطاب نے مغیرہ بن شعبہ کو امارت کوفہ عطا کی تھی میں نے اُسے کوفہ کا والی ضرور مقرر کیا تھا لیکن جب اُس کی روش اسلام کے خلاف ہو گئی وہ شراب پینے لگا، زنا کاری میں مبتلا ہو گیا تو میں نے اُسے معزول کر کے اُس کی جگہ دوسرے کو لگا دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ معاویہ کو شام میں کیوں لگایا، جواب دیا کہ عمر بن خطاب کی رائے کے مطابق میں نے اُسے شام میں لگایا ہے کیونکہ مجھ سے پہلے انہوں نے ہی اسے شام کا گورنر بنایا تھا، پھر پوچھا کہ تم نے رسول خدا کے اصحاب کو کیوں سخت وسست کہا حالانکہ تم کسی صورت سے اُن سے بہتر نہیں ہو، خلیفہ نے کہا کہ میں نے انہیں تو برا نہیں کہا جس کو کہا اُس کو کہا، پھر پوچھا کہ تم نے عبداللہ ابن مسعود کی قرأت کو خراب کیوں کہا جبکہ انہوں نے حضرت رسول کریم سے قرأت سیکھی تھی پھر اس کے علاوہ تم نے اُن پر ظلم کیوں کیا کہ انہیں اس قدر پٹوا دیا کہ وہ بیہوش ہو کر مرنے کے قریب ہو گئے اُس نے کہا کہ وہ اس قسم کے کلمات کہتے تھے جو برداشت نہیں کئے جا سکتے تھے، پھر انہوں نے پوچھا کہ تم نے حضرت عمار یاسر کو اس قدر کیوں مارا اور کیوں اس قدر پٹوایا کہ اُسے عارضہ فتق لاحق ہو گیا، کہا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف ابھارتا تھا۔

"پھر پوچھا کہ حضرت ابوذر کو کیوں جلاوطن کیا اور ایسی جگہ نکال کر پھینک دیا جو اجاڑ تھی اور جہاں درخت تک کا نام ونشان نہ تھا وہ بے چارہ کس مپرسی کی

Marfat.com

حالت میں دنیا کو چھوڑ بیٹھا اے عثمان کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ رسول خدا اُسے بیحد دوست رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر سے سچا کوئی نہیں ہے، کیا تمہیں اس کا علم نہ تھا کہ رسول خدا اُن کی جدائی برداشت نہ فرماتے تھے اور جب کبھی وہ اُن کے پاس سے دور ہو جاتے تھے تو وہ اُن کو تلاش کرنے کے لئے نکل پڑتے تھے۔

عثمان بن عفان نے جواب دیا کہ وہ اہل شام کو میرے خلاف بھڑکایا کرتے تھے، مجھے بدنام کرتے تھے، میرے عیبوں کو لوگوں پر ظاہر کرتے تھے، پھر پوچھا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو کوفہ سے کیوں خارج کیا، انہیں اہل و عیال اور بچوں سے کیوں علیحدہ کیا، کہا کہ وہ کوفہ میں فساد بپا کرتے تھے اور میرے عامل سعید بن عاص کی نافرمانی کیا کرتے تھے یہ باتیں سن کر زبیر بن عوام نے کہا کہ

"اے عثمان تمہاری یہ باتیں بالکل درست نہیں ہیں تم نے یہ خیال نہ کیا کہ تم کس کے خلاف اقدام کر رہے ہو تم نے جو باتیں بیان کیں یہ ہرگز ایسی نہیں ہیں جن کی پاداش میں تم عظیم ترین اصحاب کو اُن مصائب سے دوچار کرو جن سے تم نے دوچار کیا اے عثمان، اگر تم کہو تو ہم تمہاری اُن تمام باتوں کو واضح کر سکتے ہیں، جو تم نے اصول شریعت کے خلاف کی ہیں، دیکھو ہم تم سے کہتے ہیں کہ خدا سے ڈرو اور دولت اسلامیہ کی وجہ سے آپے سے باہر نہ ہو ورنہ وہ دن دور نہیں کہ تم اپنے کئے کا بدلہ اسی دنیا میں پاؤ گے اور یہ سزا تمہاری آخرت کی سزا کے علاوہ ہوگی۔

حضرت ابوذر کے متعلق شرفاء مصر کا احتجاج

حضرت ابوذر کے تقدس اور صداقت

کا نام پہنچا تھا، کسی کو کیا معلوم تھا کہ ایسے عظیم صحابی کے خلاف بھی کوئی اقدام کیا جائے گا۔ آپ کی وفات کے بعد جب شرفاء مصر کو خبر ہوئی کہ وہ ربذہ میں جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔

Marfat.com

اور وہ شدائد و آلام برداشت کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے تو فوراً مدینہ جا کر سب سے پہلے حضرت علی سے ملے جب یہ لوگ مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں صحابہ و انصار جمع ہیں۔ انہوں نے سلام کیا ــــــــــــــــ اور انہوں نے جواب سلام دیا، پھر ان سے پوچھا کہ تم لوگ مصر سے کیوں یہاں آئے ہو؟

انہوں نے آنے کی وجہ بتائی، حضرت علی نے فرمایا، اچھا جلدی نہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے علی اپنی گفتگو میں یہ پہلو بھی رکھنا کہ ہم پر جو عامل مسلط کیا ہے وہ سخت ناکارہ اور کمینہ ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تمہارا فرض ہے کہ خلیفہ کے سامنے پیش ہو کر عامل کے حالات بزبان خود بیان کرو، ممکن ہے خلیفہ تمہاری باتوں کو کان دھر کے سن لے اور تمہارا مطالبہ جو اس کی معزولی سے متعلق ہے منظور کر لیا جائے۔ انہوں نے دعائیں دیں اور کہا کہ اے علی ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ہمراہ چلو، حضرت علی نے فرمایا کہ میرے جانے کی ضرورت نہیں ہے، تم خود حاضر ہو کر اپنی عرض داشت پیش کرو، انہوں نے کہا کہ اے علی یہ بہت اچھا ہو گا کہ ہماری گفتگو کے وقت تم موجود رہو کر معاملہ کے گواہ بن جاؤ، حضرت علی نے فرمایا کہ میری گواہی کی ضرورت نہیں ہے وہاں ہم سے بڑا گواہ یعنی خلاق عالم موجود ہو گا وہ تمہارا گواہ بنے گا۔

الغرض، مصری حضرات خلیفہ کے دروازے پر پہنچے اور داخلہ کی اجازت چاہی، اجازت ملی، اندر داخل ہوئے اور مراسم ادا کرنے کے بعد کہا، اے عثمان ہم تیرے عامل کے ستائے ہوئے ہیں اس سے جو اعمال سرزد ہو رہے ہیں وہ دل دوز، تکلیف دہ اور ظلم آگیں ہیں۔

اے خلیفہ تم کو خدا نے بڑی دولت دے رکھی ہے، تم خدا کا شکریہ ادا کرو اور اپنے عاملوں کے کردار پر خصوصی نظر رکھو اور عوام کی خیر خواہی کو اپنا شیوہ بناؤ، ہم صرف تمہارے عامل کی شکایت لے کر نہیں آئے، بلکہ یہ احتجاج بھی کرتے ہیں کہ تم سے بھی جو باتیں سرزد ہو رہی ہیں سخت تکلیف دہ ہیں۔ عثمان نے کہا کہ بتاؤ وہ کیا باتیں ہیں، ان لوگوں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے حکم بن عاص کو پھر مدینہ بلا لیا حالانکہ آنحضرتؐ نے اسے ہمیشہ کے لئے مدینہ سے

Marfat.com

خارج کر کے طائف کی طرف بھیج دیا تھا، اور ان کے اس فیصلہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اپنے اپنے عہد میں سراہا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ تم نے قرآن مجید کو چاک چاک کیا اور اسے جلوا کر خاکستر بنوا دیا، تیسری بات یہ ہے کہ تم نے بارش کا وہ پانی جو عوام کے فائدہ کے لیے تھا، اپنے عزیزوں کے قبضہ میں دے دیا ہے اور عوام کو اس کے فائدے سے محروم کر دیا ہے

چوتھی بات یہ ہے کہ تم نے بعض اصحاب کو مدینہ بدر کر دیا ہے۔

جن میں ابوذر جیسے صحابی بھی شامل ہیں اے عثمان ابوذر کی شخصیت اور ان کی حیثیت سے تم واقف ہو تمہیں معلوم ہے کہ وہ رسول خدا کے نزدیک ترین اصحاب میں سے تھے، اے عثمان تم نے اس بوڑھے صحابی کو جس جنگل میں جلاوطن کیا تھا اس کی حالت سے اچھی طرح واقف ہو اے عثمان یہ بات نہایت سخت تکلیف دہ ہے کہ وہ بیچارہ عالم غربت میں بے یار و مددگار دنیا سے چل بسا اے عثمان ربذہ مدینہ سے کچھ اتنا دور بھی نہیں کہ کوئی ان کے پاس جا نہ سکتا تھا لیکن تم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ لوگ ان سے ملنے تک نہ جا سکے اور اس سے زیادہ تکلیف دہ یہ ہے کہ وہ اسی جنگل میں دفن ہو گئے، اور انہیں جنت البقیع تک بھی لا کر دفن کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔

پانچویں بات یہ ہے کہ تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری اطاعت ہر حال میں کریں چاہے تم حکم شریعت کے موافق کرو یا مخالف۔

اے عثمان سنو! ہم کھلے الفاظ میں کہے دیتے ہیں کہ اگر تم اچھی روش پر چلو گے ہم تمہاری پوری پوری اطاعت کریں گے اور اگر تمہارا یہی رویہ رہا ہے جو اس وقت ہے تو ہم تمہاری اطاعت کے جوئے کو اپنی گردن سے اتار دینے پر مجبور ہوں گے جس کے نتیجے میں ہماری اور تمہاری تباہی لازمی ہوگی۔

اے عثمان! خدا ہر ایک کی حالت سے واقف ہے، اس سے ہر مسلمان کا ڈرنا لازمی

ہے۔ سنو! حاکم اور رعایا کے تعلقات بڑے نازک ہوتے ہیں۔ حاکم کو چاہیئے کہ خدا سے ڈرے اور ایسی باتیں نہ کرے جو حکم خدا کے خلاف ہوں اور رعایا کا فرض ہے کہ اپنے حاکم کی اطاعت سے منہ نہ موڑے۔ خدا کی بارگاہ میں ایک دن ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔ غرض ہم جو کہنا چاہتے تھے وہ ہم نے کہہ دیا۔ اب آگے تمہیں اختیار ہے۔

یہ سن کر حضرت عثمان نے گردن جھکا لی اور کافی دیر خاموش رہنے کے بعد بولے۔

میں فی الحال تمہاری باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتا کیونکہ وہ بہت سی باتیں ہیں لیکن صرف حکم بن عاص کے بارے میں کہتا ہوں کہ رسول خدا اس سے کسی ناشائستہ حرکت سے ناراض ہو گئے تھے اور اسی وجہ سے اسے شہر بدر کر دیا تھا۔ اب جبکہ میں خلیفہ ہوا تو میں نے اسے بپاس قرابت داری بلوا لیا ہے۔ اس نے اہل مدینہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔ اب اس وقت اگر تم کو اس سے کوئی شکایت ہو یا اہل مدینہ کو اس سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو مجھ سے بیان کی جائے میں اس سے ضرور باز پرس کروں گا۔

حضرت ابوذر کے متعلق بصرہ، کوفہ اور مصر کے معززین کا زبردست احتجاج

مورخین کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوذر کی جلا وطنی اور دیگر امور سے متعلق حضرت عثمان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی تو انہوں نے ان معاملات پر غور کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اسی سلسلہ میں انہوں نے اپنے ممالک محروسہ کے عاملوں کو لکھا کہ وہ عوام سے کہہ دیں کہ جن کو میرے عاملوں سے شکایات ہوں وہ مدینہ آ کر براہ راست مجھ سے بیان کریں۔ اس قسم کے خطوط کا پہنچنا تھا، کہ اطراف و جوانب سے شکایات کرنے والوں کا مدینہ میں تانتا بندھ گیا۔

سب سے پہلے جو لوگ آئے وہ کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ تھے، کوفہ سے حضرت مالک بن اشتر نخعی ایک سو اشخاص کے ہمراہ اور بصرہ سے حکم بن جبل ڈھائی سو (۲۵۰) اشخاص

Marfat.com

کے ہمراہ اور مصر سے ابو عمر بن بدیل وہب بن ورقا خزاعی، کنانہ بن بشیر الحمی اور عبید بن حمران مرادی چار سو اشخاص کے ہمراہ مدینہ پہنچے۔

ان کے مدینہ پہنچنے کے بعد مہاجر و انصار میں سے وہ لوگ جو حضرت عثمان کی روش سے عاجز تھے اور ان کی غلط کاریوں کی وجہ سے سخت غمگین اور رنجیدہ تھے اُن کے شریک ہو گئے اور سب نے آپس میں باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا کہ ہم جن امور کو عثمان کے سامنے پیش کریں، اگر عثمان نے اُن پر غور کیا اور ہماری باتوں کا صحیح جواب دے دیا تو ہم اُن کی پوری پوری اطاعت کریں گے لیکن اگر انہوں نے الٹی سیدھی اپنی حسب عادت بات کی تو پھر ہم اُن کو تخت خلافت سے ہٹا کر کسی لائق اور شریف کو متمکن کریں گے۔

مخبر نے جب یہ خبر حضرت عثمان تک پہنچائی تو وہ چونکہ اپنے کردار سے مطمئن نہ تھے انہیں اپنے عیوب معلوم تھے لہٰذا وہ سخت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے بڑی غلطی کی جو ان لوگوں کو بلا بھیجا لیکن اب پچھتانے سے کیا ہوتا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" تیر کمان سے نکل چکا تھا، پھر انہوں نے بڑے سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا، مجھے ان لوگوں سے ملنا نہیں چاہیے یہ فیصلہ اگرچہ اُن کا غلط تھا لیکن انہوں نے کیا اور گھر میں گھس کر پھاٹک بند کرالیا۔

جب یہ لوگ اُن کے دروازے پر پہنچے تو خلیفہ نے دروازہ کھولنے کے بجائے کوٹھے پر چڑھ کر اُن سے بات چیت شروع کی۔

خلیفہ نے کوٹھے پر سے کہا کہ تم لوگ میرے کس فعل کو برا سمجھتے ہو تم مطمئن رہو، میں تمہاری ہر بات مانوں گا اور جو تم کہو گے اُس پر عمل کروں گا، تم گھبراؤ نہیں میں تمہیں کسی صورت سے رنجیدہ نہ ہونے دوں گا۔

ان لوگوں نے کہا کہ تم نے بارش کے پانی کو عوام کے لیے حرام کر دیا ہے اور اُسے اپنے عزیزوں کے حوالہ کر دیا ہے، خلیفہ نے جواب دیا کہ گھبراؤ نہیں میری بات غور سے سنو، میں نے پانی جو روک دیا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس صدقے کے کچھ اونٹ آئے ہیں، یہ پانی

Marfat.com

اُن کے واسطے محفوظ کر دیا لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ عام کر دوں تو مجھے اس میں کوئی عذر نہیں ہے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ تم نے قرآن مجید کے بے شمار نسخے چاک چاک کر کے انہیں جلوا دیا ہے یہ اصول اسلام کے خلاف ہے، خلیفہ نے کہا کہ چونکہ قرائتیں بہت زیادہ ہو گئی تھیں اس لیئے میں نے سب کو ضائع کر کے ایک قرآن جمع کر دیا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ جلوانے کے بجائے تم نے اُسے دفن کیوں نہیں کیا؛ اس کا وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ تم نے جنگ بدر میں رسول خدا کی ہمراہی اختیار کیوں نہیں کی، اور اُس میں شریک کیوں نہیں ہوئے، جواب دیا کہ اُس وقت میری بیوی بیمار تھی، میں اُس کی تیمارداری میں مصروف و مشغول تھا۔

اُن لوگوں نے کہا کہ تم بیعت رضوان میں کیوں شریک نہیں ہوئے، جواب دیا کہ اُس وقت میں باہر گیا ہوا تھا۔

اُن لوگوں نے کہا کہ تم جنگ احد میں رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر کیوں بھاگ گئے تھے؛ انہوں نے کہا کہ میں بھاگا ضرور تھا لیکن میرا یہ گناہ معاف کر دیا گیا ہے لہٰذا اب اس پر باز پرس نہیں ہو سکتی۔

ان لوگوں نے کہا کہ

"تم نے بہت سے صحابہ کو جلاوطن کیا ہے جو بیچارے عالم غربت میں سخت عاجز اور پریشان ہوئے اور بعض تو ایسے تھے جو بے انتہا معزز تھے، تم نے انہیں وطن سے نکال کر دوسرے مقامات پر بھیج دیا اور اُن کا معاملہ ایسے ناتجربہ کار، نوجوان اور غلط لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا جنہوں نے خون بہانے اور مال کھانے کو جائز قرار دے لیا۔

اور تم نے جن لوگوں کو شہر بدر کیا اُن کے عطیات بھی ضبط کر لیئے جس کے سبب وہ اپنے اہل و عیال کی جدائی اور افلاس میں مبتلا ہو کر مر گئے اور انہیں کفن تک نصیب نہ ہوا، اگر کفن ملا بھی تو لوگوں کے رحم و کرم سے ملا۔

اسے عثمان! انہیں شہر بدر کیئے جانے والوں میں رسولؐ کا وہ صحابی بھی تھا جس سے رسول خدا بڑی محبت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسے خدا بھی دوست رکھتا ہے اور مجھے اسی نے حکم دیا ہے کہ میں اس سے محبت کروں، تمہیں معلوم ہے کہ جب ابوذر کہیں چلے جاتے تھے تو آپ اُن کو تلاش کرنے کے لیئے بہ نفس نفیس نکل پڑتے تھے، تم نے اسے جنگل میں بھیج دیا اور وہ بھوکا پیاسا مر گیا، اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔

خلیفہ نے کہا کہ میں نے اُن لوگوں کو اس وقت وطن سے نکالا ہے جبکہ وہ لوگوں کو میرے خلاف بھڑکانے لگے تھے، مجھے اندیشہ تھا کہ وہ تفرقہ ڈال دیں گے، اگر تم اس چیز کو میرا گناہ سمجھتے ہو تو اسے خدا پر چھوڑ دو، اب رہ گئے وہ لوگ جو اب تک جلاوطن ہیں تو میں تم سے کہتا ہوں کہ تم آدمی بھیج کر انہیں بلوا لو، مجھے اس میں کوئی عذر نہیں۔

ان لوگوں نے کہا کہ تم نے عمار یاسر کے ساتھ جو ظلم کیا ہے وہ بخشا نہیں جا سکتا، تم نے کیوں اسے اس درجہ پٹوایا کہ وہ جان بحق تسلیم ہونے کو تیار ہو گیا تھا اور اُس کو عارضہ فتق لاحق ہو گیا تھا اور وہ اب تک علیل پڑا ہے، خلیفہ نے کہا وہ مجھ پر نکتہ چینی کرتے تھے اور لوگوں میں میرے عیوب کو نشر کرتے تھے۔

ان لوگوں نے کہا کہ تم نے بیت المال کا پیسہ اپنے عزیزوں میں کیوں تقسیم کیا اور انہیں کیوں مالدار بنا دیا، غریب بھوکا مرتا ہے اور تمہارے عزیز ریاست کرتے ہیں، جواب دیا کہ عمر بن خطاب بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے جو لائق ہوتا تھا اسے زیادہ دیتے تھے، ان لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اقرباء پروری تو اس درجہ نہیں کی جس درجہ تم نے کی تم نے تو سارا مال اپنے ہی عزیزوں کو دیا گیا لیاقت صرف تمہارے گھرانے میں آگئی ہے، سلمان، مقداد، عمار، ابوذر وغیرہم کیا لائق نہ تھے کہ انہیں عطیات سے محروم کیا ہوا تھا، دیکھو تم نے فضول خرچی کی ہے اور مال مسلمین کو تباہ برباد کیا ہے، خلیفہ نے کہا کہ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو حساب کر لو، میں آہستہ آہستہ سب ادا کر دوں گا اور بیت المال میں جمع کر دوں گا۔

اس کے بعد خلیفہ نے بہت نرمی کی گفتگو کی اور پوری چاپلوسی سے کام لیا اور یہ لوگ اُس وقت واپس چلے گئے، وہ تو واپس چلے گئے لیکن خلیفہ مطمئن نہیں ہوئے، انہیں معلوم تھا کہ آج کل یہ لوگ مجھ پر حملہ کریں گے لہذا انہوں نے عبداللہ بن عمر کو بلا کر ان سے مشورہ کیا، انہوں نے رائے دی کہ حضرت علی کو بلا کر ان سے کہیں کہ وہ ان لوگوں کو سمجھائیں یقینی کی بات ہے کہ ان کی بات وہ لوگ مان لیں گے۔

خلیفہ نے حضرت علی کو ایک شخص خاص کے ذریعہ سے بلایا اور ان سے واقعہ بیان کر کے خواہش کی کہ آپ انہیں سمجھائیں۔ حضرت علی نے وعدہ فرما لیا اور ان لوگوں سے کہا کہ نرمی سے کام لینا بہتر ہے، وہ لوگ سخت برہم تھے کہنے لگے ہم آپ کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں لیکن ہم عثمان کی بدعتوں اور نئی باتیوں کو برداشت نہیں کر سکتے حضرت علی نے بقول اعثم کوفی ضمانت کی اور کہا گھبراؤ نہیں، جنگ سے مصالحت اچھی چیز ہے اس کے بعد حضرت علی ان گروہوں کے سرداروں کو لے کر حضرت عثمان کے پاس تشریف لائے۔

کافی دیر رد و قدح کے بعد مصالحت ہو گئی اور حضرت عثمان نے حسب ذیل اقرار نامہ تحریر کر دیا، جسے ہم بالفاظ مترجم تاریخ اعثم کوفی لکھتے ہیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، اما بعد۔ عثمان کی طرف سے یہ دستاویز ان اہل کوفہ و بصرہ و مصر کو لکھ کر دی جاتی ہے جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور قبول کرتا ہوں کہ اب سے کتاب الٰہی و سنت رسالت پناہی پر عمل کروں گا ان کی رضامندی کو نظر انداز نہ ہونے دوں گا، اور خطرناک امور کی طرف امن رکھوں گا۔ جن لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیا ہے ان کو وطن واپس بلاؤں گا اور جن شخصوں کے عطیات ضبط کئے ہیں واپس کر دوں گا، عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو حکومت مصر سے علیحدہ کر کے اس شخص کو مقرر کر دوں گا، جسے مصری پسند کریں گے۔ مصریوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ کو حاکم مقرر کیا جائے، حضرت عثمان نے کہا بہتر ہے۔

غرضیکہ ان سب امور پر حضرت علی کو ضامن قرار دیا، اور زبیر بن عوام، طلحہ بن عبداللہ،

Marfat.com

سعد بن مالک، عبداللہ ابن عمر، زید بن ثابت، سہیل بن حنیف، ابو ایوب بن زید کی گواہیاں اور مہریں ثبت کی گئیں، آخری جملہ یہ تھا کہ یہ دستاویز ماہ ذیقعدہ ۳۵ھ میں لکھی گئی" اس کے بعد حضرت علی اور دیگر حضرات واپس چلے گئے۔

خلیفہ وقت کا خلاف معاہدہ عمل اور بنی سلیم بنی مخزوم بنی غفار کا بھڑکنا اور اس کا انجام

مورخین کا بیان ہے کہ جب خلیفہ عثمان نے مصریوں کو دستاویز امارت لکھ دی تو وہ خوش و مسرور مدینہ سے بارادہ مصر روانہ ہو گئے، یہ لوگ قطع منازل اور طے مراحل کرتے ہوئے جا رہے تھے یہاں تک کہ بروایت ابن قتیبہ و اعثم کوفی وہ تین منزلیں طے کر چکے یا تین راتوں کا راستہ گزار چکے تو انہیں ایک ناقہ سوار مصر کی طرف تیزی سے جاتا ہوا نظر پڑا محمد بن ابی بکر نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے لاؤ، لوگ دوڑے اور اُسے پکڑ کر لے آئے، محمد نے پوچھا تو کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے اُس نے کہا کہ میں مدینہ سے آ رہا ہوں اور مصر جا رہا ہوں، انہوں نے پوچھا کہ کیوں جا رہا ہے؟ اُس نے کہا، میرا ایک ذاتی کام ہے، انہیں چونکہ شک ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے اُس نے کہا "نہیں" محمد بن ابی بکر نے حکم دیا کہ اس کی تلاشی لی جائے، جب تلاشی لی گئی تو کوئی خط برآمد نہ ہوا، محمد نے کہا اس کے مشکیزے کو دیکھو، جب پانی سے مشکیزہ خالی کیا گیا تو اُس میں سے موم کی گولی میں ایک خط نکلا جب اُسے کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ خط عثمان کا لکھا ہوا ان کی مہر اُس پر لگی ہوئی ہے اور اُس میں موجودہ حاکم مصر عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو لکھا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"عبداللہ، عثمان کی طرف سے عبداللہ بن سرح کو حکم دیا جاتا ہے کہ جس وقت عمر بن بدیل خزاعی تیرے پاس پہنچے اُس کا سر تن سے جدا کر دینا اور علقمہ بن عدیس، کنانہ بن بشیر اور عروہ لیثی کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دینا کہ وہ

Marfat.com

اپنے خون میں لوٹ پوٹ کر مر جائیں، پھر اُن کی نعشیں چوراہوں کے درختوں پر لٹکوا دینا، محمد بن ابی بکر جو فرمان میرے ہاتھ کا لکھا ہوا لاتا ہے اُس کو نظر انداز سمجھنا، اور ممکن ہو تو اسے بھی کسی تدبیر سے مار ڈالنا اپنی جگہ پر دلجمعی سے قائم رہ کسی طرح نہ گھبرانا اور مصر پر حکمرانی کر۔"

محمد بن ابی بکر اور دیگر معززین مصر اس خط کو پڑھ کر سخت حیران ہوئے اور متعجب ہوئے اور کہا کہ یہ اچھا عہد و پیمان ہوا ہے، اور خوب سچی قسم کھائی ہے اور خوب اپنے قول کا ایفا کیا گیا ہے، اگر ہم مصر میں جا پہنچے ہوتے اور یہ غلام ہم سے پہلے پہنچ گیا ہوتا تو کیا ہوتا؟

غرضیکہ اس خطرہ سے بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا اور نہایت تیز رفتاری کے ساتھ مدینہ کو واپس ہو گئے اور وہاں پہنچ کر تمام اصحاب کو جمع کیا، اور ان کے سامنے عثمان بن عفان کا خط پڑھ کر سنایا۔

خط کا مضمون سننے اور واقعہ کی حقیقت معلوم کرنے کے بعد مدینہ کا کوئی شخص خلیفہ کا ہمدرد نہ رہا سخت آگ بھڑک اٹھی اور تمام لوگ خلیفہ کے خلاف علی الاعلان باتیں کرنے لگے دلوں میں جوش پیدا ہو گیا اور ہر شخص اس چال بازی سے متاثر ہو کر خلیفہ کی امارت سے سخت بیزار ہو گیا اور وہ لوگ (بروایت المغزی) جو حضرت عائشہ کا یہ قول سن چکے تھے "اقتلوا نعثلاً" اس یہودی عثمان کو قتل کر دو، اور وہ لوگ جو بروایت اعثم کوفی، اپنے اپنے بزرگوں کے ستائے جانے سے ناراض اور سخت دلتنگ تھے، آمادہ قتال ہو گئے۔

"بنی سلیم عبداللہ بن مسعود کی وجہ سے سخت غضبناک ہوئے، بنی مخزوم اس جذبہ سے بھڑکے جو حضرت عمار یاسر کے ساتھ عالم وقوع میں آیا تھا اور بنی غفار اس واقعہ سے برہم ہو گئے جو "حضرت ابوذر غفاری" کے ساتھ عالم ظہور میں آیا تھا۔
یعنی یہ قبائل جو اپنے سرداروں کے متعلق عثمان کی طرف سے عمل کی وجہ سے بھرے بیٹھے تھے وہ سخت برہم ہو گئے اور اس طرح بھڑکے کہ اس کے سوا اُن کا کوئی نظریہ نہ تھا کہ اب عثمان کو قتل کر دیا جائے۔"

Marfat.com

اسی عالم میں تمام قبائل اور اہل مصر نے فیصلہ کیا کہ ہمیں سب سے پہلے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے کیونکہ وہ ہمارے سفارشی بنے تھے اور دستاویز پر ضامن کی حیثیت سے ان کے دستخط ہیں چنانچہ یہ سب حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے خلیفہ کا گرفتار کیا ہوا خط ان کے سامنے ڈال دیا، حضرت علی علیہ السلام نے جونہی یہ خط پڑھا اور واقعہ معلوم کیا ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، وہ حیران ہو کر کہنے لگے، مجھے بڑا تعجب ہے عثمان نے یہ کیا کیا، اس کے بعد آپ وہ خط لیئے ہوئے خلیفہ عثمان کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کے سامنے خط ڈال کر کہا کہ اسے پڑھو، جب وہ خط پڑھ چکے تو حضرت علی نے فرمایا کہ "میں حیران ہوں کہ تمہارے معاملہ میں کیا کروں تم نے تو اندھیر کر دیا، میں نے تمہارے کہنے سے ان لوگوں کو راضی کیا تھا، اب تم نے وہ کچھ کیا ہے جو ایک مسلمان کے لیئے کسی طرح زیبا نہیں ہے، افسوس تم نے اس کا بھی لحاظ نہ رکھا کہ میں نے کس طرح اُن کے دل سے تمہارے خلاف جو غبار تھا دور کیا تھا، تمہیں معلوم ہے کہ میرے بھروسہ پر تم سے مطمئن و خوش ہو کر اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ اسے عثمان، میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ معاملہ طے ہو گیا اور قصہ ختم ہو گیا، دشمنی باقی رہی اور مسلمانوں نے اس جھگڑے سے نجات پائی لیکن افسوس تم نے خود سب بنا بنایا معاملہ خراب کر دیا۔ اے عثمان، بتاؤ یہ کیسا خط ہے۔ کس نے لکھا ہے اور یہ کیسا کام ہے، دنیا اس نامناسب فعل کے متعلق کیا رائے قائم کرے گی۔ اس دغا اور فریب کو کیا سمجھے گی۔

خلیفہ عثمان نے کہا کہ اے ابوالحسن، خدا کی قسم یہ خط میں نے نہیں لکھا اور نہ کسی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا اور نہ میں نے اس غلام کو کہا کہ مصر جا، میں اس معاملہ سے لاعلم ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا، اچھا بتاؤ یہ غلام تمہارا ہے؟ کہا "ہاں" یہ اونٹ تمہارا ہے؟ کہا، ہاں یہ خط کی مہر تمہاری ہے؟ کہا ہاں، حضرت علی نے فرمایا، خط تمہارے منشی کے جیسا، مہر تمہاری، غلام تمہارا، اونٹ تمہارا ہے پھر تم کہتے ہو کہ مجھے کچھ خبر نہیں، خلیفہ نے کہا کہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ ہمیں خبر نہ ہو اور خط لکھ کر روانہ کر دیا جائے، بہرحال حضرت علی یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گئے

Marfat.com

اب میری عثمانیت ختم ہو گئی تم جانو اور تمہارا کام۔

حضرت علی کے ہمراہ جو چند لوگ خلیفہ عثمان کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے باہر نکل کر اہل مصر حضرت علی اور خلیفہ عثمان کی باہمی گفتگو نقل کر دی۔ اس کے بعد عثمان کے خلاف سخت ہیجان ہو گیا۔ بالآخر خلیفہ نے مسجد جامع میں خطبہ دیا اور خط کے متعلق اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی لوگوں نے کہا چلو ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ تم نے نہ لکھا ہوگا لیکن یہ تو ثابت ہے کہ تمہارے منشی "مروان" کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ہے، مہر تمہاری ہے، اونٹ تمہارا ہے، غلام تمہارا ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ تم واپس حلسرا میں چلے جاؤ مروان کو ہمارے حوالے کر دو۔ خلیفہ نے کہا یہ ہرگز نہ ہوگا۔

اس کہنے کے بعد سخت ہنگامہ پیدا ہو گیا۔ بقول اعثم کوفی مار پیٹ ہونے لگی اور مسجد اکھاڑا بن گئی یہاں تک کہ پتھراؤ سے عثمان بے ہوش ہو گئے انہیں گھر پہنچا دیا گیا۔

پھر وہ وقت آگیا کہ جن لوگوں کو عثمان بن عفان نے مصر میں قتل کرا دینا چاہا تھا انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ کے اس حکم کی تکمیل کا فیصلہ کر لیا جو وہ بار بار دے رہی تھیں اور فرماتی تھیں "اقتلوا نعثلاً" اس یہودی عثمان کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے خلیفہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ الطبری لکھتا ہے کہ جس وقت کے مکان کا محاصرہ کیا گیا حضرت عائشہ اسی وقت مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گئیں اور ان کے بھائی محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ کی سرکردگی میں خلیفہ عثمان قتل کر دیئے گئے۔

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ حضرت عثمان ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو قتل کئے گئے۔ ان کی مدت خلافت ۱۲ دن کم ۱۲ سال تھی، اور وہ تین دن تک بلا دفن و کفن پڑے رہے کیونکہ ان کے دشمن ان کے دفن و کفن سے مانع تھے، تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ حضرت عثمان قتل ہونے کے بعد دو دن پڑے رہے اور کسی شخص کو ان کے دفن کی قدرت نہ ہوئی بالآخر حکیم بن حزام اور جبیر ابن مطعم اور نیار بن مکرم اور جہیم بن حذیفہ حضرت عثمان کی نعش اٹھا کر لے گئے، لیکن جب انہوں نے چاہا کہ جنازے کی نماز پڑھیں تو اصحاب رسولؐ سے چند انصاری مانع ہوئے، قبر بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔ ابوجہم نے کہا۔

Marfat.com

ان کو اسی طرح دفن کرو اللہ اور اس کے ملائکہ نے نماز پڑھی ہے۔ مخالفین نے کہا کہ خدا کی قسم یہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے پائیں گے۔ مجبوراً لوگوں نے انہیں "حش کوکب" میں دفن کیا جسے بنی امیہ نے بعد میں شامل بقیع کر دیا۔ مورخ اعثم کوفی لکھتا ہے کہ قتل عثمان بن عفان کے بعد ان کی لاش تین دن تک دفن نہ ہونے پائی اور ویسے ہی بے حفاظت پڑی رہی یہاں تک کہ ایک ٹانگ کتے لے گئے۔ پھر جبیر ابن مطعم اور حکیم بن حزام نے حضرت علی کے پاس جا کر کہا کہ کسی طرح نعش کو دفن کرانے کی سعی فرمائیں چنانچہ ان کے ڈرانے دھمکانے سے لاش کے دفن کئے جانے کا بندوبست ہو گیا لیکن وہ لوگ اس پر کسی طرح راضی نہ ہو سکے کہ ان کی نعش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جائے بالآخر "حش کوکب" میں جو یہودیوں کے قبرستان سے متصل تھا انہیں دفن کر دیا گیا۔

صاحب تخت و تاج بھی موت سے بچ نہ سکے — جاہ و حشم سے کیا ہوا قسمت نے کیا کیا

اس کے بعد لکھتا ہے کہ یہ واقعہ قتل ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ بوقت نماز عصر ظہور میں آیا، اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال کی تھی، جب اس واقعہ کی اطلاع ام المومنین حضرت عائشہ کو مکہ میں ہوئی انہیں معلوم ہوا کہ قتل عثمان جماعت صحابہ کے ہاتھوں سے وقوع میں آیا، نہایت شاد ہوئیں اور کہا "ابعدہ اللہ ذلک بما قدمت یداہ الحمد للہ الذی قتلہ" خدا نے اسے اپنے کئے کا بدلہ دے دیا، ہزار شکر ہے کہ اس نے انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

انسان اگر اپنے فرائض سے ہو غافل — کیا شک جو بہائم بھی اس انساں سے بہتر کہلائیں

تاریخ اعثم کوفی ص ۱۶۲ تا ص ۱۶۵ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء، تاریخ الامامۃ والسیاسۃ ج ا ص ۲۶ تا ص ۴۵ طبع مصر تاریخ الفخری ص ۶۲ طبع مصر، تاریخ ابو الفداء، تاریخ طبری، مجمع بحار الانوار وغیرہ۔

الغرض حضرت عثمان حضرت ابوذر کی وفات حسرت آیات کے صرف تین سال کے بعد قتل کر دیئے گئے اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کا قتل انہیں امور کی وجہ سے ہوا جن سے حضرت ابوذر انہیں منع کرتے تھے اگر حضرت عثمان نے تقدس مآب حضرت ابوذر کے نصائح کو مان لیا ہوتا تو یقیناً انہیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اور ان پر وہ مصیبتیں نازل نہ ہوتیں جو ہوئیں اور حضرت ابوذر کو بھی اس کس مپرسی میں مبتلا نہ ہونا پڑتا جس میں وہ مبتلا کئے گئے۔

Marfat.com

حضرت ابوذر کے غلام جناب جون اور ان کی شہادت کا واقعہ

یہاں تک لکھنے کے بعد چند جملوں میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت ابوذر کا تقدس معلوم، بہ ظاہر ہے کہ جو ان جیسے بزرگ کی صحبت میں رہے گا اور جس کو ابوذر جیسی شخصیت کی تربیت نصیب ہوگی وہ اپنے مستقبل میں کتنے عظیم کردار کا مالک ہوگا، جناب جون ابن حوی حضرت ابوذر کے غلام تھے انہوں نے اپنی زندگی کا وہ خاکہ پیش کیا ہے جو حضرت ابوذر کی تربیت کا آئینہ دار ہے۔

> ان کے متعلق مرقوم ہے کہ یہ نسلاً حبشی تھے اور فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی ملکیت میں تھے، حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں ڈیڑھ سو اشرفی میں ان سے خرید کر حضرت ابوذر کو ہبہ کر دیا تھا، امیر المومنین کا منشاء یہ تھا کہ جون حضرت ابوذر کی خدمت کریں۔

چنانچہ جناب جون نے حضرت ابوذر کی شاندار خدمت کی، حضرت ابوذر ان سے بے انتہا خوش تھے، جناب جون خدمت بھی کرتے تھے اور ان کی صحبت سے فائدہ بھی اٹھاتے تھے، ان کے کردار کے ہر پہلو پر غور کے ساتھ نظر کرتے اور اس سے متاثر ہوتے تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب جون نے خدمت ابوذری میں ذرہ بھر کی کوتاہی نہیں کی ہوگی ایسا مقام نہیں تھا جہاں آپ نے ہمراہی کا شرف نہ حاصل کیا ہو لیکن مقام ربذہ میں آپ کا ہونا کسی مستند تاریخ میں نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ عثمان نے حضرت ابوذر پر جہاں ہر قسم کی پابندی لگائی تھی وہاں جون کو ہمراہ لے جانے پر بھی پابندی تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ ہمراہ بھی نہیں جا سکے اور ان کے دفن کفن میں بھی اسی طرح شریک نہیں ہو سکے جس طرح صرف ربذہ کے مدینہ سے تین میل دور ہونے کے باوجود کوئی صحابی رسول وغیرہ شریک نہیں ہو سکا۔

میرا مورخانہ استنباط کہتا ہے کہ حضرت ابوذر کے متعلق اہل مدینہ پر اتنی شدید پابندی

Marfat.com

تھی کہ جس سے ہر صحابی خوف زدہ ہو گیا تھا اور اب ایک کو بھی حضرت ابوذر کی طرف رخ کرنے کی جرأت نہ تھی ہر ایک صحابی خلاف ورزی کرنے میں اپنے جان، مال، عزت آبرو کے لئے خطرہ دیکھ رہا تھا۔ اسی لئے کوئی وفات ابوذر کے موقع پر ربذہ نہ گیا۔ ممکن ہے شاید اسی کا نتیجہ تھی بدلا ہو کہ خلیفہ کے دفن و کفن میں صحابہ شریک نہ ہو سکے۔

بہر حال جناب جون حتی الامکان حضرت ابوذر کی خدمت کرتے رہے، حضرت ابوذر کے ربذہ چلے جانے کے بعد وہ حضرت علی کی خدمت میں رہے، حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسن کی خدمت گزاری فرماتے رہے، جب ۵۰ھ میں حضرت امام حسنؑ شہادت پر فائز ہو گئے، تو آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزاری میں مشغول ہو گئے۔

غرض آپ نے ساری عمر ارباب عصمت کی خدمت میں گزاری، یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ترک وطن کر کے رجب ۶۰ھ میں عازم مکہ ہو گئے پھر وہاں سے کربلا کی طرف چل پڑے، جناب جون نے اس سفر کی ہر منزل میں آپ کے ہمراہ رہ کر فریضہ خدمت ادا کیا۔

علامہ مجلسی، علامہ سماوی بحوالہ علامہ سید رضی داؤدی لکھتے ہیں کہ جب ہنگامہ کارزار روز عاشورا گرم ہوا، تو جون حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی اے مولا مجھے حکم جہاد دیجئے، حضرت نے فرمایا "تم کو اجازت ہے" مگر اے جون تم ہمارے پاس اس غرض سے رہے تھے کہ آرام سے بسر کرو، اب تم قتل ہونے کی خواہش کرتے ہو یہ سن کر جون حضرت کے قدموں پہ گر پڑے۔ قدم چوم چوم کر عرض کی اے مولا غلام اُن لوگوں میں سے نہیں ہے کہ راحت و آرام کے زمانہ میں تو آپ کی کاسہ لیسی کرے آرام سے بسر کرے اور مصیبت کے وقت آپ سے جدا ہو جائے۔ اے مولا اس میں تو شک نہیں کہ میرا پسینہ بودار ہے اور حسب اچھا نہیں اور رنگ کالا ہے، مگر اے میرے مولا آپ کی برکت سے جنت میں میرا پسینہ خوشبودار، حسب عمدہ، رنگ سفید ہو جائے گا، خدا کی قسم میں آپ سے

Marfat.com

ہرگز جدا نہ ہوں گا جب تک میرا سیاہ خون آپ سب کے خون میں مل نہ جائے۔ الغرض حضرتؑ نے اُن کو اجازت دی، جَون میدان میں آئے، جنگ کرنے لگے اور یہ رجز زبان پر جاری کیا ؎

کیف تری الفجار ضرب الاسود بالمشرفی والقنا المسدد

(یذب عن آل النبی الاحمد)

"کیوں لعینو! غلام حبشی کی لڑائی تم نے دیکھی، وہ حمایت میں اولادِ رسولؐ کے کیسے لڑتا ہے۔"

محمد بن ابی طالب مکی نے لکھا ہے کہ جب جناب جون شہید ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اُن کی لاش پر آئے، اُس وقت حضرتؑ نے یہ دعا کی۔

"اللھم بیض وجھہ وطیب ریحہ وحشرہ مع الابرار وعرف بینہ و بین آل محمدؐ"۔

"بارالٰہا جون کا چہرہ روشن کر دے، پسینہ میں اُن کے خوشبو آجائے، نیکوں کے ہمراہ بہشت میں اُن کو جگہ دے، محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ رہیں۔

علماء کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ میرے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، کہ جب بنی اسد شہیدوں کے لاشے دفن کر کے چلے گئے، پھر چند روز کے بعد ان کو جون کی لاش ملی، اُن کا چہرہ روشن تھا اور اُن کی لاش سے مشک کی خوشبو آتی تھی (ابصار العین ص۱۰۵ طبع حیدر آباد دکن ۴۵ھ، بحار الانوار ج ۱۰، بہتر ستارے ص۲۰۶)

الغرض حضرت ابوذرؓ کا یہ وفادار غلام اپنے آقا امام حسینؑ پر کمال جرأت و ہمت، دلیری اور بہادری کے ساتھ دادِ مردانگی دے کر درجۂ شہادت پر فائز ہو گیا۔

حضرت کامل کراروی فرماتے ہیں ؎

Marfat.com

جوان سے سیکھو نمک خواری مالک کے اصول
خضر سے بگڑی ہوئی قسمت کا بنانا سیکھو

تمام شد

والسلام

سید نجم الحسن کراروی
کوچہ مولانا صاحب پشاور سٹی
مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۳ء

ناچیز مؤلف کی استدعا

براہِ کرم میرے والد ماجد کربلائی
سید فیض محمد صاحب قبلہ مرحوم کراروی ضلع الہ آباد کو سورۃ فاتحہ سے یاد فرمائیے

(اعلان)

قوم جعفریہ کے نامور مورخ مولانا سید نجم الحسن کراروی کے مندرجہ ذیل مصنفات و مؤلفات
ہم سے طلب فرمائیں (۱) چودہ ستارے [illegible] (۲) ذکر العباس [illegible] (۳) مختار آل محمد [illegible] (۴) بہتر [illegible]
(۵) روح القرآن [illegible] (۶) تحفۃ العوام [illegible]
(سیکریٹری امامیہ مشن)

کتاب "الغفاری" کی تالیف میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان کی فہرست

۱ قرآن مجید
۲ نہج البلاغہ
۳ اصول کافی
۴ تفسیر عیاشی
۵ تفسیر ثعلبی
۶ تفسیر در منثور
۷ تفسیر فتح القدیر شوکانی
۸ تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری
۹ تفسیر فتح البیان صدیق حسن
۱۰ تفسیر ابن کثیر
۱۱ تفسیر قرطبی
۱۲ تفسیر کشاف زمخشری
۱۳ تفسیر الفائق زمخشری
۱۴ تفسیر کبیر رازی
۱۵ تفسیر نسفی
۱۶ تفسیر خازن
۱۷ تفسیر آلوسی
۱۸ تفسیر طبری
۱۹ تفسیر بیضاوی
۲۰ تفسیر ابن جزی کلبی
۲۱ تفسیر فضل الرحمٰن
۲۲ تفسیر حسینی
۲۳ تفسیر جلالین
۲۴ تفسیر صافی
۲۵ تفسیر مجمع البیان
۲۶ تفسیر لوامع التنزیل حائری
۲۷ تفسیر اتقان سیوطی
۲۸ بحار الانوار مجلسی
۲۹ مجالس المومنین
۳۰ ازالۃ الخفاء
۳۱ حیات القلوب
۳۲ ناسخ التواریخ
۳۳ ابوذر الغفاری علامہ سبیتی
۳۴ سیرۃ النبی
۳۵ تاریخ خمیس
۳۶ تذکرہ خواص الامۃ
۳۷ تاریخ مسٹر ذاکر حسین
۳۸ معارج النبوت
۳۹ نور الابصار شبلنجی
۴۰ حضرت ابوذر غفاری (گیلانی)
۴۱ تاریخ آئمہ
۴۲ تاریخ ابوالفداء
۴۳ تاریخ روضۃ الصفا
۴۴ تاریخ حلبی
۴۵ تاریخ ابن الوردی
۴۶ تاریخ ابن خلکان
۴۷ تاریخ طبری
۴۸ الفاروق

Marfat.com

۴۹ امہات الامۃ
۵۰ روضۃ الاحباب
۵۱ مدارج النبوت
۵۲ استیعاب عبدالبر
۵۳ المرتضیٰ
۵۴ تاریخ احمدی
۵۵ تاریخ کامل
۵۶ تاریخ مروج الذہب مسعودی
۵۷ عقد الفرید
۵۸ الامامۃ والسیاست
۵۹ تاریخ اعثم کوفی
۶۰ تاریخ الخلفاء
۶۱ مستطرف
۶۲ تاریخ بلاذری
۶۳ تاریخ ابن خلدون
۶۴ تاریخ الخطیب بغدادی
۶۵ الفتنۃ الکبریٰ
۶۶ تاریخ یعقوبی
۶۷ تاریخ الفخری
۶۸ تاریخ الخضری
۶۹ کبریت احمر شعرانی
۷۰ فتوحات مکیہ ابن عربی
۷۱ روض الاخیار المنتخب من ربیع الابرار
۷۲ البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر
۷۳ ابصار العین
۷۴ بہتر تارے
۷۵ دمعۃ ساکبہ
۷۶ سر العالمین
۷۷ مسلمانوں کے سیاسی افکار
۷۸ مختار آل محمد
۷۹ مرد نامتناہی علامہ حسن صدر
۸۰ تاریخ ابن کثیر
۸۱ معارف ابن قتیبہ
۸۲ روضۃ المناظر ابن شحنہ
۸۳ انساب الاشراف بلاذری
۸۴ صواعق محرقہ
۸۵ سیرۃ حلبیہ
۸۶ سیرت زینی دحلان
۸۷ محاضرات راغب اصفہانی
۸۸ دول الاسلام ذہبی
۸۹ تمدن الاسلام جرجی زیدان
۹۰ الاشتراکی الزاہد عبدالحمید مصری
۹۱ حضرت ابوذر غفاری از ترجمہ عبدالصمد
۹۲ کتاب سقیفہ جوہری
۹۳ مجمع البحرین
۹۴ معارف الملۃ الناجیۃ والنار
۹۵ اصل الشیعۃ واصولہا
۹۶ نفس الرحمٰن علامہ نوری
۹۷ کتاب الزینۃ سجستانی
۹۸ روح القرآن
۹۹ انوار القلوب
۱۰۰ اسد الغابۃ
۱۰۱ اصابہ
۱۰۲ طبقات ابن سعد

۱۰ صحیح مسلم
۱۰ حلیة الاولیاء
۱۰ صفوة الصفوة
۱۰ صحیح بخاری
۱۰ فتح الباری
۱۰ کنز العمال
۱۰ میزان الاعتدال
۱۱ مسند احمد بن حنبل
۱۱ المنجد
۱۱۱ صراح
۱۱۲ نہایہ ابن اثیر
۱۱۳ شفاء الصدور
۱۱۴ کتاب المشارق برسی
۱۱۶ مرآة العقول شرح کافی
۱۱۷ مستدرک امام حاکم
۱۱۸ جامع صغیر
۱۱۹ رجال کشی
۱۲۰ خصائل قمی
۱۲۱ قرب الاسناد حمیری
۱۲۲ کتاب اختصاص شیخ مفید
۱۲۳ عیون اخبار رضاؑ
۱۲۴ مشکوٰة شریف
۱۲۵ ریاض النضرة
۱۲۶ زاد المعاد ابن قیم
۱۲۷ عین الحیات مجلسی
۱۲۸ نوادر الادب علامہ نگی پوری
۱۲۹ امالی شیخ مفیدؒ
۱۳۰ ینابیع المودة
۱۳۱ ارجح المطالب
۱۳۲ چشمہ نجات ترجمہ عین الحیات
۱۳۳ کتاب صراط مستقیم مسٹر مورگن
۱۳۴ اسباب النزول
۱۳۵ شرح بخاری عینی
۱۳۶ الملل والنحل شہرستانی
۱۳۷ حج الکرامة صدیق حسن
۱۳۸ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض
۱۳۹ شرح مسلم نووی
۱۴۰ غیاث اللغات
۱۴۱ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
۱۴۲ تبصرة العوام اردبیلی
۱۴۳ مجمع البحار ملا طاہر گجراتی
۱۴۴ منہج الصادقین
۱۴۵ شرح مقاصد تفتازانی
۱۴۶ مسند ابوداؤد طیاسی
۱۴۷ ربیع الابرار
۱۴۸ سنن ابی داؤد
۱۴۹ الغدیر علامہ امینی
۱۵۰ کتاب امیر المومنین علامہ کھجوی
۱۵۱ سنن نسائی
۱۵۲ سنن بیہقی
۱۵۳ لآلی مصنوعہ سیوطی
۱۵۴ میزان الاعتدال ذہبی
۱۵۵ تہذیب التہذیب
۱۵۶ فہرست ابن ندیم

Marfat.com

۱۵۷ لسان المیزان
۱۵۸ معجم البلدان
۱۵۹ کتاب السفیانیہ (جاحظ)
۱۶۰ مصابیح السنۃ
۱۶۱ تمیز الطیب ابن ربیع
۱۶۲ الروض الانف
۱۶۳ لسان العرب
۱۶۴ تاج العروس
۱۶۵ ارشاد الساری شرح بخاری
۱۶۶ حیات الحیوان دمیری
۱۶۷ مرآۃ الجنان یافعی
۱۶۸ کتاب الامتاع مقریزی
۱۶۹ تطہیر الجنان
۱۷۰ طرح التثریب
۱۷۱ عمدۃ القاری
۱۷۲ شذرات الذہب
۱۷۳ تحفہ اثنا عشریہ
۱۷۴ کتاب المدینۃ عمر بن شبینہ
۱۷۵ اعلام النبوت ماوردی
۱۷۶ ترجمہ کتاب "اے لینن"
۱۷۷ مجموعہ تصانیف لینن "ترجمہ طارق"
۱۷۸ ترجمہ "بین اسلام و بالشوزم"
۱۷۹ اختیارات علامہ مجلسی
۱۸۰ احتجاج طبرسی
۱۸۱ ترجمہ نہج البلاغۃ
۱۸۲ سنن ترمذی
۱۸۳ سنن ابن ماجہ
۱۸۴ سنن دارمی
۱۸۵ نجات المومنین
۱۸۶ فتح الباری شرح بخاری
۱۸۷ صحیفہ علویہ
۱۸۸ انوار نعمانیہ علامہ جزائری
۱۸۹ الرق المنشور شرح آیۃ نور
۱۹۰ نقض الایضاح علم الہدیٰ
۱۹۱ الفصول للمرتضیٰ
۱۹۲ حاشیہ شیخ الہند
۱۹۳ اسلام کا معاشی نظام علامہ محمد رضی
۱۹۴ مودۃ القربیٰ
۱۹۵ تہذیب الاحکام
۱۹۶ زبدۃ البیان اردبیلی
۱۹۷ کنز العرفان شیخ مقداد
۱۹۸ اعتقادیہ شیخ صدوق
۱۹۹ ترجمہ کتاب "گاندھی و لینن"
۲۰۰ ترجمہ کتاب ریلیجس انڈر دی سوی
۲۰۱ تاریخ بالشویزم مسٹر لینن
۲۰۲ مارکسی فلسفہ
۲۰۳ روزنامہ جنگ راولپنڈی
۲۰۴ ہفت روزہ شیعہ لاہور
۲۰۵ ہفت روزہ شہاب ثاقب پشاور

Marfat.com

۷۸۶

"ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء على ذي لهجة اصدق من ابي ذر"

گماں آباد ہستی میں یقیں مرد مسلماں کا — بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے — وہ کیا تھا، زور حیدرؓ، صدق بوذرؓ، فقر سلمانی
(اقبال)

الغفاری

یعنی

صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری کے صحیح سوانح حیات

مؤلفہ

مورخ یگانہ حضرت فخر العلماء عالی جناب مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی
واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ، ناظم اعلیٰ آل پاکستان مجلس علماء، خطیب جامع امامیہ
(پشاور)

ناشر: مکتبہ امامیہ اردو بازار۔ لاہور

[illegible]
تاجران کتب
[illegible] دروازہ لاہور